متلاشیانِ راہِ حق کے لئے بیش قیمت تحفہ

فتنۂ اہلحدیث

بفیضِ نظر

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

تالیف

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰی انصاری اشرفی

محمدی بک ڈپو
۵۲۳- وحید کتب مارکیٹ
مٹیا محل جامع مسجد دہلی

متلاشیان راہِ حق کے لئے بیش قیمت تحفہ

فتنہ اہلحدیث

بفیضِ نظر

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

تالیف

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد۔ اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مظہرِ غزالی' یادگارِ رازی' مفتی سوادِ اعظم' تاجدارِ اہلسنت' امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب	فتنۂ اہلحدیث
تصنیف	ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی
تصحیح ونظر ثانی	خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی
ناشر	شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (مکتبہ انوار المصطفیٰ ۔ مغلپورہ حیدرآباد)
اشاعت اُول	جون ۲۰۰۹ تعداد : ۲۰۰۰
قیمت	Rs. 180

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

کاظم سریز۔ خواجہ کا چلّہ۔ مغل پورہ۔ حیدرآباد فون : 9246524187

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی شَفِیۡعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیۡنَا رَبُّنَا اِذۡ بَعَثَ مُحَمَّدًا اَیَّدَہٗ بِاَیۡدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحۡمَدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی

اَرۡسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرۡسَلَہٗ مُمَجَّدًا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ دَآئِمًا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ سَرۡمَدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ')

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع' ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب' عبادت واستعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں' سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل وتحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہوگے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِیْ
وَاَکْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءِ
خُلِقْتَ مُبَـرَّءً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

اے حُسن و جمال کے تاجدار، احمد مختار

آپ سے بڑھ کر کوئی حُسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا

آپ سے بڑا صاحبِ کمال تمام جہاں کی عورتوں کی آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا

خالقِ حُسن و جمال نے آپ کو ہر عیب سے بَری اور پاک پیدا فرمایا ہے

گویا آپ جس طرح چاہتے تھے خلّاقِ عالم نے آپ کی تخلیق فرمائی۔

(سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

اسلام کا نظریہ الہ اور مودودی صاحب : دین اور اقامتِ دین

اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب

حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کی معرکۃ الاراء تصانیف

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے ایک کتاب 'قرآن کی چار نبیادی اصطلاحیں' تالیف کی ہے جس میں الہ' رب' عبادت اور دین کو قرآن کی بنیادی اصطلاحیں قرار دیتے ہوئے اُن کا ایک اور نیا مفہوم پیش فرمایا ہے۔تفسیر بالرائے کی بنیادی غلطی کرتے ہوئے مودودی صاحب نے تحریف قرآنی کے شیعی عقیدہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔حضور شیخ الاسلام کے مندرجہ بالا تینوں کتابوں کے اندر پیش کردہ اعلیٰ معیار تحقیق' شرح وتوضیح کا اچھوتا اور دل پذیر انداز اور مطمئن کردینے والے طریقِ استدلال سے جہاں حضرت مصنف کے تبحرِ علم' اسلامی علوم کے مختلف شعبوں پر وسیع وعمیق نظر اور سلف سے کامل طور پر علمی واعتقادی وابستگی کا پتہ چلتا ہے وہیں مودودی صاحب کی اصل حقیقت بے نقاب ہوجاتی ہے اور یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین پر بے محابا تنقید کرنے والا انسان خود علمی اعتبار سے کتنا کوتاہ قد ہے۔

الاربعین الاشرفی فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ

شارح : حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

مجد دِدوراں تاجدارِاہلسنت رئیس المحققین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کے قلم گوہر بار سے نکلی ہوئی سیر حاصل شروحاتِ احادیث کا ایک مجموعہ ہے۔ الاربعین الاشرفی (فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ) مشکوٰۃ المصابیح کی (۴۰) احادیث مبارکہ کی شروحات پر مشتمل ہے۔جن احادیث شریفہ کا اس مجموعہ میں انتخاب کیا گیا ہے اُن کا تعلق مندرجہ ذیل موضوعات سے ہے۔ ارکان خمسہ' ایمان کے درجات' ایمان کی لذت' مسلمان کی تعریف' معیارِ محبت رسول' زمانے کی حقیقت' حقوق اللہ' حقوق العباد' فرائض ونوافل' جہاد' اوامر ونواہی' صدقہ وخیرات' مغفرتِ گناہ' صبر وثواب' دخولِ جنّت ......وغیرہ......وغیرہ......شروحات کے اس گلدستے میں حدیث' کتابتِ حدیث اور حجیتِ حدیث کے تعلق سے دلائل وبراہین پر مبنی اہم مضامین اس کتاب میں شامل کردیئے گئے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ سيد الأنبيآء والمرسلين
وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعين . . . . أما بعدُ

دورِ حاضر کی شر انگیز تحریک اور خطرناک عالمگیر مہم

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ؕ﴾ (الفتح ۴۸/ ۲۸)

وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کرتا کہ غالب کردے اُسے تمام دینوں پر' اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

بحمدہ تعالیٰ دینِ اسلام کو دُنیا میں تشریف لائے ہوئے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال ہوگئے۔ اس عرصہ میں دینِ حق کے خلاف باطل اور بدعقیدہ ادیان و مذاہب نے سرجُوڑ کر علانیہ مقابلے بھی کئے ہیں اور سازشوں کے خطرناک جال بھی بچھائے ہیں' اسلام نے ہزارہا بلاؤں سے مقابلہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اس لہلہاتے ہوئے چمن پر بہت سی تیز آندھیاں آئیں اور اپنا اپنا زور دکھا کر چلی گئیں' اس آفتاب پر بارہا تاریک بادل اور غبار آئے مگر الحمد للہ اسلام کا نُور درخشاں ہی رہا اور رہے گا۔ خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ دُنیا کی کوئی طاقت نبوتِ مصطفوی کے آفتاب جہانتاب کو گرہن نہیں لگا سکتی۔

دُنیا میں اہلِ ایمان (اہلِ حق) کا گروہ ہی وہ تنہا گروہ ہے جسے بلندی عطا کی گئی ہے اگر چہ حضور ﷺ کے ذکر سے جلنے والے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت و رفعت اور غلبہ اسلام کو ناپسند کریں اور دَبانے کی کوشش کریں اسلام کو ہی غلبہ حاصل رہے گا۔

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (بنی اسرائیل/۸۱)

اور کہو کہ آ گیا حق اور مٹ گیا باطل' بیشک باطل مٹنے کی چیز ہے (معارف القرآن' حضور محدث اعظم ہند)

کبھی اسلام پر یزیدی بادل آئے' اور کبھی حجّاجی غبار۔ کبھی ماموں طاقت نے اس کے سامنے آنے کی جرأت کی اور کبھی تاتاری قوتیں اس سے ٹکرائیں۔کبھی خارجی شورش نے اس سے مقابلہ کیا اور کبھی رفض کی طاقت نے اس کو زِیر کرنے کی کوشش کی مگر وہ سب کی سب اس پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئیں۔اور یہ پہاڑ اسی طرح اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رہا **واقامها الله وادامها** اللہ تعالیٰ اس کو دائم وقائم رکھے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا (امام احمد رضاؔ)

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد کے بعد سے آج تک ہر دور میں مسلسل اسلام کے خلاف سازشیں کی جاتی رہی ہیں۔ ہر زمانے میں اس کو مٹانے اور جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے مختلف جتن کیے گئے۔ اسلام کے خلاف محاذ آرائی بیرونی طور پر جنگ و جدال اور صلیبی معرکوں کے ذریعہ جس شد و مد سے کی گئی اس سے کہیں زیادہ زور وقوت کے ساتھ اندرونی طور پر اسلام کی دیواریں کھوکھلی کرنے اور انہیں منہدم کرنے کی ناکام کوشش ہر دَور میں ہوتی رہی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ میدان حرب وضرب میں اسلام کے خلاف دشمنوں کو خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی' جس کی انہیں توقع تھی' البتہ اندرونی محاذ پر اُن کی تخریبی سازشیں پوری طرح کامیاب رہی ہیں جن کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ آج پارہ پارہ نظر آتی ہے۔ ملت اسلامیہ کے اندر بغض

وعداوت اور نفاق وتفریق کے بیج بوئے گئے ہیں۔ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والے کون لوگ ہیں؟ اور انہوں نے کن ہتھیاروں سے اسلام کے قلعہ میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی ہے؟

قرآن کریم میں یہود ومشرکین کو مومنین کا شدید دشمن بتایا ہے ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ (المائدہ)
مومنین کا سخت ترین دشمن لوگوں میں سے یہود اور مشرکین کو پائے گا۔

دشمن کے تعین کے بعد ہم اس کے تخریبی ہتھکنڈوں پر غور وفکر کیے تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن سبا یہودی ہی اسلام میں شیعیت کا موّجد وبانی ہے' نیز یہ کہ شیعیت دراصل یہودی تحریک ہے جو اسلام کے نام پر اُمت مسلمہ کو باہم متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُن کا وجود ختم کرنے کے لئے ایک سازش کے تحت برپا کی گئی تھی۔ آج بھی یہ شیعیت یا دوسرے لفظوں میں 'یہودیت' اپنے اصلی رُوپ میں نیز مسلمانوں کی صفوں میں موجود گمراہ فرقے خود کو اہلحدیث اور عامل بالحدیث کہہ کر پس پردہ اپنا مشن پورا کرنے میں مصروف ہے۔ غیر مقلدین خود کو اہلحدیث کہہ کر مسلم عوام کے دینی جذبات کا استحصال اور قرآن وسُنّت کے ساتھ بھیانک مذاق کرتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث ایک شہرت پسند اور رِیاکار فرقہ ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن وحدیث کے علم اور ان پر عامل ہونے کا دعویدار ہے۔ یہ فرقہ اتباعِ حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباعِ حدیث سے کنارے ہیں۔ یہ لوگ محض الفاظِ حدیث کی نقل پر اکتفاء کرتے ہیں اور حدیث شریف کی فہم اور اُس کے معانی ومفاہیم میں غور وغوص کی طرف توجہ نہیں کرتے' ان لوگوں کا گمان ہے کہ محض الفاظ کا نقل کر لینا ہی کافی ہے حالانکہ یہ خیال حقیقت سے دور ہے کیونکہ

حدیث سے مقصود تو حدیث کی فہم اور اس کے معانی میں غور وفکر کرنا ہے نہ کہ صرف الفاظِ حدیث کی نقل پر اکتفاء کرنا۔ یہ لوگ اپنی غفلتوں میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کو اُن کے مزاج وعقیدہ کے خلاف کوئی حدیث شریف دکھائی دے تو ضعیف یا موضوع یا باطل قرار دیتے ہوئے احادیث کا انکار کر دیتے ہیں۔ ائمہ مجتہدین' محدثین اُمت اور اسلاف صالحین سے مروی معتبر ومستند ہزار ہا احادیث کو ضعیف' موضوع' من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں لہذا یہی اولین درجہ کے 'منکرینِ حدیث' ہیں۔

- یہ ایک نو پید' غیر مانوس فرقہ شاذہ ہے۔
- یہ فرقہ تمام (۷۲) گمراہ فرقوں کا ملغوبہ ہے۔
- یہ فرقہ اپنے آپ کو اہلِ حدیث بتاتا ہے جب کہ تمام مسلمان اُسے غیر مقلد' وہابی اور لا مذہب کہتے ہیں۔
- یہ فرقہ اپنے ماسوئی سارے مسلمانوں کو مخالف سُنّت وشریعت سمجھتا ہے۔
- یہ فرقہ اتباع سُنّت کے دعوئی میں جھوٹا ہے کیونکہ سلف وخلف کے بیان معمول بہ حدیثوں کو بھی بلا وجہ رَد کر دیتا ہے۔
- آثار صحابہ اس فرقہ کے نزدیک قانون کی طاقت سے عاری بے نور اقوال ہیں۔
- یہ فرقہ اجماعی مسائل کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔
- یہ فرقہ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتا ہے۔
- بس رفع یدین' قراءت خلف امام' آمین بالجہر ...... وغیرہ مختلف فیہ حدیثوں پر عمل تک اہلِ حدیث ہے آداب وسُنن اور اخلاقِ نبوی سے متعلق احادیث سے اُسے کوئی سروکار نہیں۔

۔ یہ فرقہ ائمہ مجتہدین اور اولیاء اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرتا ہے۔

۔ یہ فرقہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقات مسلمہ کو بدعتی' مشرک اور کافر سمجھتا ہے حالانکہ یہ بذاتِ خود بدعتی ہیں۔ یہ اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کوئی بھی اپنے کو اہلحدیث نہیں کہا کرتا تھا اُس دور میں صرف اہل اسلام تھے اب بتائیں کہ اُن کی بدعت کہاں گئی؟

اہلحدیث مذہب کا پس منظر : Ahle-Hadith (Ghair Muqalladeen)

غیر مقلدین (اہلحدیث) ایک نومولود فرقہ ہے جو ۱۸۵۷ء کے بعد معرض وجود میں آیا جس کا مقصد بھی شیعوں کی طرح اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنا ہے اور یہ اُن کا محبوب اور پسندیدہ ترین مشغلہ ہے۔ آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہندوستان میں غیر مقلدین کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ غیر مقلدیت کی وباء اس وقت رونما ہوئی جب ہندوستان کے بعض بدعقیدہ مولویوں نے قاضی شوکانی کی شاگردی اختیار کی۔ سب سے پہلے لامذہبیت کے ان علم برداروں نے خود کو موحدین کہنا اور لکھنا شروع کیا' گویا اور لوگ موحد نہ تھے۔ شیعوں اور غیر مقلدین میں یکسانیت اور اتحاد ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ شیعہ فرقہ صیہونیت اور استعماریت کے ناجائز ملاپ کا نتیجہ اور پیدا کردہ ہے اور فرقہ غیر مقلدین اُن کا پروردہ۔ جماعت اہلحدیث دورِ جدید کا ایک نہایت ہی پُرفتن' بدعقیدہ' دہشت گرد' وحشت ناک اور بدعتی فرقہ ہے۔ جس کا بنیادی مقصد اسلامی اقدار نظریات وافکار اور صحابہ کرام' تابعین عظام' محدثین ملت' فقہائے اُمت' اولیاء اللہ' ائمہ دین' مجتہدین ومجددین اسلام اور اسلاف صالحین کے خلاف اعلان بغاوت' تفسیر بالرائے' احادیث مبارکہ کی من مانی تشریح' خود ساختہ عقائد ومسائل' انکار فقہ اور ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی وبکواس اس فرقہ کا خصوصی وصف ہے۔ اہلحدیث کی ولادت انگریزی دور میں ہوئی تھی اور انگریز نے اپنی پرانی عادت 'لڑاؤ اور حکومت کرو' کے مطابق مسلمانوں کی تحریک آزادی میں نقب لگانے کے لئے ان غیر مقلدوں (اہلحدیثوں) کو جاگیر اور مناصب اور نوابی دے کر ایک نئے مذہب کے طور پر کھڑا

کیا تھا۔ اُن کے ہاتھ میں آزادی مذہب اور عدم تقلید کا جھنڈا تھما دیا اور عام مقلدین (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے خلاف مختلف انداز سے اُن کی پشت پناہی کرتے رہے، اُن کے دینی اور شرعی مسائل جمہور مسلمین سے الگ تھے اور اُن کا عقیدہ بھی بالکل نئے قسم کا تھا جس سے مسلمانانِ ہند بھی واقف نہیں تھے۔ پہلے ان لوگوں نے اپنی جماعت کو موحدین کی جماعت کہا یعنی صرف یہ موحّد بقیہ سب مشرک۔۔مگر یہ نام چل نہ سکا تو انہوں نے خود کو محمدی کہنا شروع کیا مگر اس پر بھی زیادہ دن قائم نہ رہ سکے، پھر خود کو غیر مقلد مشہور کیا۔ یہ اُن کا مقلدین کے خلاف فخر یہ نام تھا۔۔مگر یہ بھی اُن کو راس نہیں آیا، اس لئے کہ پورا ہندوستان مقلد اور اُن کے بیچ میں تنہا یہ غیر مقلد، اُن کو جلد ہی محسوس ہو گیا کہ وہ تمام مسلمانوں میں اچھوت بن کر رہ گئے، اُن کے بیشتر عقائد کی بنا پر عوام نے اُن کو وہابی کہنا شروع کر دیا۔ وہابی کا لفظ اُن کے لئے گالی سے بدتر تھا۔ اُن کو فکر ہوئی کہ اپنی جماعت کے لئے دل لبھاتا ہوا، چمچماتا ہوا اور تاریخ اسلام میں جگمگاتا ہوا نام ہو، اُن کو تاریخ اسلام میں کہیں (اہلِ حدیث) کا نام نظر پڑ گیا، بس اب کیا تھا، انھوں نے جھٹ سے اپنے لئے اس کا انتخاب کر لیا اور خود کو اہلِ حدیث کہنے لگے اور استمداد و اعانت کے لئے انگریزی سرکار کا دروازہ کھٹکھٹایا اور انگریزی سرکار سے 'اہلِ حدیث' نام الاٹ کرانے کے چکر میں لگ گئے۔ اہلحدیث کے ایک بڑے اور معتبر عالم نے انگریزی سرکار کی خوشی حاصل کرنے کے لئے نسخ جہاد میں 'الاقتصاد' نامی ایک کتاب لکھ ڈالی، جس میں ثابت کیا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے۔ یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہو سکتا۔ ایک نواب صاحب نے 'ترجمان وہابیہ' نامی کتاب لکھی جس میں انگریزوں سے لڑنے والوں کے خلاف خوب خوب زہر اگلا۔۔غرض انگریزی سرکار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تمام ذرائع استعمال

کیئے گئے اور جب سرکار کو اپنی وفاداری کا یقین دلا دیا اور سرکار اُن کی وفاداری پر ایمان لا چکی تو محمد حسین صاحب بٹالوی نے جماعت غیر مقلدین کے مقتدر علماء کی رائے اور دستخط سے اپنی جماعت کے لئے 'اہلِ حدیث' کا لقب الاٹ کرانے کے لئے سرکار کی خدمت میں درج ذیل متن کی درخواست پیش کردی جو سرکار انگریزی نے منظور کرلی' درخواست کا متن یہ تھا۔

برطانیہ سرکار سے 'اہلِ حدیث' نام الاٹ کرانے کی درخواست کا متن بخدمت جناب سکریڑی گورنمنٹ۔

میں آپ کی خدمت میں سطور ذیل پیش کرنے کی اجازت اور معافی کا خواستگار ہوں ۱۸۸۶ء میں میں نے اپنے ماہواری رسالہ 'اشاعۃ السنۃ' میں شائع کیا تھا جس میں اس بات کا اظہار تھا کہ لفظ وہابی جس کو عموماً باغی اور نمک حرام کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے' لہذا اس لفظ کا استعمال مسلمانان ہند کے اس گروہ کے حق میں جو اہلِ حدیث کہلاتے ہیں اور ہمیشہ سے انگریز سرکار کے نمک حلال اور خیر خواہ رہے ہیں اور یہ بات بار بار ثابت ہو چکی ہے اور سرکاری خط وکتابت میں تسلیم کی جا چکی ہے۔

ہم کمال ادب اور انکساری کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ سرکاری طور پر اس لفظ وہابی کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے اور اُن کو اہل حدیث نام سے مخاطب کیا جائے۔

اس درخواست پر فرقہ اہلِ حدیث کے تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں

(اشاعۃ السنۃ ص ۲۴ جلد ۱۱ شمارہ ۲ بحوالہ غیر مقلدین کی ڈائری)

اہلحدیث (فرقہ قلیلہ) : حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ان اللّٰہ لایجمع اُمتی علی ضلالہ ویدُ اللّٰہ الجماعہ ومن شذّ شذ فی النار

(ترمذی، مشکوٰۃ) 'اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔ اکثریت پر اللہ کا دستِ کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا'

برصغیر ہندوپاک میں غالب اکثریت سُنّی حنفی مسلمانوں کی رہی ہے۔ غیر مقلدین ہمیشہ تعداد میں کم رہے ہیں اس حقیقت کا اعتراف خود اُنھیں بھی رہا ہے۔

غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے ہم خیال علماء کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> 'پھر خاص اپنے گروہ جو عام مسلمانوں کی نسبت ایسے ہیں جیسے آٹے میں نمک کی قلت پر اور عام مسلمانوں کی نظروں میں ان کی حقارت اور ذِلت پر ترس کھائیں اس قلت اور ذلّت کو اور نہ بڑھائیں'
>
> (اشاعۃ السنۃ ج ۷ شمارہ ۱۲ ص ۳۷۰)

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کہتے ہیں :

> 'خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے' اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں'
>
> (ترجمانِ وہابیہ/۱۰)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :

> 'حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے' (ترجمانِ وہابیہ/۱۵)

اُن کا یہ قول بھی قابل ملاحظہ ہے :

’اور ہند کے مسلمان اکثر حنفی اور بعضے شیعہ اور کمتر اہلِ حدیث‘
(ترجمانِ وہابیہ/ ۵۷)

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری (فاضل دارالعلوم دیوبند) لکھتے ہیں :

’امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسّی (۸۰) سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ (شمع توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص۴۰)

طُرفہ تماشا یہ کہ اس تمام تر قلت اور ذلّت کے باوجود دُنیا بھر کی بُرائیوں کا الزام سوادِ اعظم احناف کو دینے سے باز نہیں آتے اور صاف صاف کہہ دیتے ہیں :

’اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو تو سارے عالم کا فساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہتا ہے‘
(ترجمان وہابیہ ص۲۴)

مطلب یہ ہوا کہ ہندوستان میں اسلام کی آمد سے آج تک جو جماعت غالب اکثریت کے ساتھ موجود رہی، وہ جھوٹی ہے اور سچّا فرقہ صرف وہ ہے جو انگریز کی آمد کے بعد پیدا ہوا !

بشیر احمد دیو بندی لکھتے ہیں:

'سارے عالمِ اسلام میں غیر مقلدین کا فرقہ با قاعدہ جماعتی رنگ میں کبھی پہلے تھا اور نہ ہی اب موجود ہے۔صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام ونشان تک نہ تھا ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور و وجود' انگریز کی نظرِ کرم اور چشمِ التفات کا رہینِ منّت ہے'

(اہلِ حدیث اور انگریز (ابو حنفیہ اکیڈمی فقیر والی ص ۶)

فتنہ وہابیت اور اہلحدیث :

جاننا چاہئے کہ موجودہ دور بہت فتنہ وفساد کا زمانہ ہے کفر والحاد بے دینی کی ہوش رُبا آندھیاں چل رہی ہیں۔ بد مذہبی لادینی نئی نئی صورتوں میں نمودار ہو رہی ہے مسلمان کو ایمان سنبھالنا مشکل ہو گیا ہے اس وقت وہ ہی ایمان سنبھال سکتا ہے جو کسی مقبول بارگاہ بندے کے دامن سے وابستہ ہو۔ ان فتنوں میں سے ایک خطرناک فتنہ وہابیت نجدیت غیر مقلدیت کا ہے جو اتباع سُنّت کے پردہ میں نمودار ہوا ہے۔ یہ لوگ اہلِ حدیث کے نام سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں' اپنے سوا سب کو مشرک سمجھتے ہیں تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا' یا تو اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے شرک کی یہی دو صورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تقلید نہیں کی جاتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی تقلید کی جاتی تو اُس صورت میں اللہ تعالیٰ کے سوا

کسی کی تقلید شرک کہلاتی۔ تقلید تو غیر خدا کی' کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ' صحابہ کرام' تابعین عظام' مجتہدین کرام ...... ان سب کی تقلید کی جاتی ہے۔ لہذا تقلید کسی بھی صورت میں شرک نہیں ہوسکتی۔ نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کی حالت یہ ہے کہ جاہل سے جاہل غیر مقلد اپنے کو مجتہد مطلق سمجھ کر بڑے بڑے علماء' صوفیاء' ائمہ دین سے الجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ غیر مقلدیت شر وفساد' ہٹ دھرمی اور فریب کاری کی جنم داتا ہے۔ اسلام کے چشمہ صافی میں غیر مقلدیت کی کدورت وگندگی شامل کردینے سے ذہن وگمان فاسد اور بدبودار ہوجاتے ہیں۔ اس لئے یہ فسادی اور فتنہ پَرور لوگ ذہنی مریض بن کر مسلمانوں کو بلا جھجھک اور بلا تکلف مشرک وبدعتی کہہ دیتے ہیں۔ جس طرح بعض لاشعور ماں باپ' دین سے غفلت اور جہالت کے سبب اپنی شریر اولاد کو ڈانٹتے ہوئے غصہ میں 'حرام زادہ' سُوّر کی نسل' کُتّے کا بچہ کہہ کر اپنے آپ کو آخری گالی دے دیتے ہیں' اور 'ماٹھی ملا' (مٹی میں ملے ...... مرجائے) کہہ کر اولاد کو سب سے خطرناک بددُعا کہہ دیتے ہیں' اس بات پر انہیں نہ ہی افسوس ہوتا ہے اور نہ ہی احساس ہوتا ہے' ان الفاظ کو بہت ہی ہلکے اور معمولی تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح بدمذہب و بدعقیدہ افراد مسلمانوں کو چلتے پھرتے ہلکے اور معمولی الفاظ تصور کرتے ہوئے 'مشرک و بدعتی' کہہ دیتے ہیں۔ بدعت ......' ضلالت وگمراہی کو کہتے ہیں اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔

شرُّ الْاُمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار

تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو اپنی طرف سے نکالے جائیں' دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

احادیث میں بدعتی کی تعظیم وتوقیر کی سخت ممانعت ہے' فرمایا گیا کہ بدعتی کی تعظیم دراصل دِین کو ڈھانا ومنہدم کرنا ہے۔ چور اور زانی کے بارے میں اتنی سخت وعید نہیں ہے جتنی

بدعتی کے لئے ہے کیونکہ گناہِ کبیرہ کا تعلق عمل سے ہوتا ہے اور بدعت کا تعلق عقیدہ کے فساد سے ہوتا ہے۔ بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ بدعتی' حوضِ کوثر پر نہ ہی جا سکے گا اور نہ ہی اُسے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ بدعتیوں کے پاس آنا جانا' اُن کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ بدعت کے پُرخطر ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ ایک بدعتی کا انجام دُنیا اور آخرت دونوں جگہ کے اعتبار سے نہایت ہی بُرا اور عبرتناک ہے۔ بدعتی کا ایک بڑا خسارہ یہ ہے کہ وہ شریعت کی نگاہ میں ملعون ہو جاتا ہے۔ بدعتی کی شہادت نا قابل قبول ہوگی۔ مسلمان کو مشرک و بدعتی کہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ مسلمان کو بُت پرست' دین کی بنیادوں کو ڈھانے والا' گمراہ اور جہنمی کہا جائے۔ یرقان کے مریض کو ہر چیز اصفر (زرد) نظر آتی ہے اور بدعقیدہ مقلد و غیر مقلد وہابی کو مسلمانوں کے سارے اعمال وعبادات بدعت نظر آتے ہیں۔ صحیح العقیدہ سُنّی مسلمانوں بلخصوص صوفیائے کرام کو یہ بدبخت لوگ پجاریوں اور پادریوں کے برابر قرار دیتے ہیں ...... اہل صدق وصفا وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنے ایمان و اعتقاد کی درستگی کے ساتھ اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قربِ خاص حاصل کیا اور اولیاء اللہ کی جماعت میں شامل ہو کر زندگی کے ہر سانس کو مرضی حق کے تابع کر لیا۔ معرفتِ حق سے اُن کے دل معمور اور نورِ حقیقت سے اُن کی آنکھیں روشن ہو گئیں' عباداتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ نے ان کے پیکرِ خاکی کو نورانی بنا دیا......ان ہی اولیاء اللہ کے مزارات (درگاہوں) کو نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) مندروں اور گردواروں کے مثل قرار دیتے ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

> 'غیر مقلد لوگ دِین کے راہزن ہیں اُن کے اختلاط (میل جول) سے احتیاط کرنا چاہیئے' (شمائم امدادیہ ص ۲۸)

اہلحدیث اور دہشت گردی : نام نہاد اہلحدیث جانتے ہیں کہ مسلمان‘ مسجدوں اور درگاہوں میں جمع ہوتے ہیں اسی لئے مسلمانوں کو جانی و مالی نقصانات پہونچانے اور تباہی و دہشت پھیلانے کے منصوبے تیار کرتے ہیں۔

اسلاف صالحین اور صوفیائے کرام کی تعلیمات کی وجہ سے غیر مسلم دُنیا میں بھی اسلام کو امن پسند مذہب کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا رہا ہے لیکن نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے تخریبی کارناموں کی وجہ سے اب اسلام کو امن پسند مذہب کے بجائے تشدد پسند مذہب کے طور پر جان رہے ہیں کیونکہ یہ سب کارنامے فروغ اسلام اور جہاد کے نام پر انجام دیئے جارہے ہیں۔ ۱۱/ سپٹمبر کے بعد سے پوری دُنیا خصوصا یورپ کی فضاء اسلام اور مسلمانوں کے لئے جس طرح گردآلود ہوچکی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ اسلام کو تشدد پسند مذہب اور مسلمانوں کو دہشت گرد کے نام سے مشہور کرنا یہود ونصاریٰ کی سوچی سمجھی سازش ہے۔ نام نہاد اہلحدیث کے تخریبی منصوبوں کی وجہ سے یہود ونصاریٰ اسلام کے خلاف اپنے مذموم منصوبے تیار کرنے اور ناپاک مقاصد کے حصول میں کامیاب دکھائی دے رہے ہیں۔ کشمیر و پاکستان سے افغانستان کی کھاڑی تک وہابی اور اس کے ہمنوا تنظیموں نے انانیت کے نشے میں اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے جہاد کے نام پر مسلمانوں کو ورغلا کر اسلام کی شبیہ کو بگاڑ دیا ہے۔ پاکستان میں لال مسجد کا سانحہ اس کا ثبوت ہے۔ وہابی تحریک اپنی ابتداء سے ہی اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے جہاد کے نام پر مسلم نوجوانوں کے جذبات کا استحصال کررہی ہے جس کا لازمی اثر آج بھی اس کے پیروکاروں پر باقی ہے۔

یہودیت، شیعیت اور غیر مقلدیت :

ہر غیر مقلدیت اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے اسلام میں شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتی ہے بلاشبہ یہ فتنہ کا پہلا زینہ اور ضلالت و گمراہی کا دروازہ ہے۔ غیر مقلدیت (وہابیت)، دین کا نقاب اوڑھ کر عوام کے سامنے آتی ہے مگر درحقیقت یہ اسلام کے نام پر بدترین دھوکہ دہی اور ضلالتِ فکر و عمل کا شاخسانہ ہے۔ نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے عقائد و مسائل سے واقفیت کے بعد ہر مسلمان کو غیر مقلدیت سے طبعًا وحشت و نفرت ہونی چاہئے۔ مردِ مومن کی فطرت غیر مقلدیت (وہابیت) کو گوارہ کر ہی نہیں سکتی۔ جس طرح نجاست کو دیکھ کر آدمی کی طبیعت میں نفرت و کراہت پیدا ہوتی ہے اس سے بھی کہیں زیادہ نفرت کا احساس غیر مقلدیت (وہابیت) کو دیکھ کر ہونا چاہئے۔

غیر مقلدیت کا وسیع میدان چونکہ شروع ہی سے یہود اور اہلِ تشیع کی سازشوں کی جولان گاہ رہا ہے اس لئے اس کی بنیادی فکر اور ہیئت ترکیبی پر یہودیت اور شیعیت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ یہودیوں نے اسلامی تعلیمات کو مٹانے اور قرآن و سُنّت کے اثرات مسلمانوں کے ذہنوں سے کھرچنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کی دست بُرد سے نہ تو عقیدۂ توحید سلامت رہ سکا اور نہ تزکیہ نفس۔ رسول اللہ ﷺ سے ان دشمنانِ اسلام یہود کو شروع ہی سے بغض رہا ہے۔ مسلمانوں کے دِلوں میں آپ ﷺ کی محبت و جاں نثاری کے جذبات کو دیکھ کر یہ کینہ پرور قوم ہمیشہ سے انگاروں پر لوٹتی رہی ہے۔ انہوں نے منصبِ رسالت کے استخفاف اور رسالت مآب ﷺ کی اہمیت و وقعت گھٹانے کے لئے شیعیت و غیر مقلدیت کے راستے سے عقائد میں فساد پھیلایا۔

نعوذ باللہ، جیسے روافض کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرّا بہترین

عبادت ہے ایسے ہی نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے نزدیک سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر تبرّا بہترین مشغلہ۔ جیسے روافض' حضرات صحابہ پر طعن وتشنیع کرتے ہیں ایسے ہی غیر مقلدین' امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔

اہل کتاب (یہود ونصاری) کا یہ دعویٰ ہے کہ یہود ونصاریٰ کے علاوہ کوئی دوسرا گروہ جنّت میں داخل نہیں ہو پائے گا۔ نام نہاد اہلحدیث کے یہاں بھی یہ دعویٰ اسی کروفر کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ سینکڑوں قسم کی ضلالتوں میں مبتلا ہونے کے باوجود نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلد وہابیوں) کا دعویٰ ہے کہ ہم ہی مسلمان ہیں' ہم ہی جنّت کے حقدار ہیں۔

عہدِ رسالت سے لے کر آج تک افساد کو اصلاح کا نام دینے کا تسلسل :

ہر زمانہ میں مفسدین کا یہی حال رہا ہے جو لوگ دین میں نئی نئی بدعات پیدا کرتے ہیں اور نئے نئے مذاہب ایجاد کرتے ہیں اور الحاد اور بے دینی کی تحریکات چلاتے ہیں وہ اپنی مخترعہ بدعات' مذاہب اور تحریکات کو نہایت خوش نما اور خوبصورت نام دے دیتے ہیں' جیسے محبت اہلبیت کے نام پر تعزیہ داری' ماتم اور سَبِ صحابہ (صحابہ کرام کو گالیاں کہنے) کی بدعات نکل آئیں ہیں اور توحید کے نام پر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شان اور عظمت کو کم کیا جاتا ہے اور جب ان لوگوں کا محاسبہ کیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں' اہل بیت کی عظمت اجاگر کر رہے ہیں اور شرک کو مٹا رہے ہیں۔

نام نہاد اصلاح کے پردے میں فساد انگیزی :

مسلمانوں میں جس قدر باطل فرقے' الحادی تحریکیں' متشدد وسازشی جماعتیں اور متکبر قیادتیں معرضِ وجود میں آئی ہیں اُن کا ہمیشہ یہی دعوی اور نعرہ رہا ہے کہ ہم مسلمانوں

کی اصلاح چاہتیں ہیں۔ مسلمان اپنے عقائد و اعمال کے لحاظ سے تباہ ہو چکے ہیں اس لئے ہماری کاوش انہیں اعتقادی اور عملی گمراہیوں سے نجات دلا کر صحیح اسلامی راہ پر گامزن کرنا ہے۔کسی نے بھی خود سے بڑھ کر کسی اور کو مصلح (Reformer) تصور نہیں کیا۔ نتیجۃً ایسی تحریکیں کئی مسلمانوں کو اصلاح احوال کے دلکش اور دلفریب نعروں کی جاذبیت کے باعث اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں اور دینِ حق کی صحیح راہ سے بہکانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر کوئی ظاہراً دعوتِ اصلاح دے رہا ہو تو حق و باطل میں امتیاز کا معیار کیا ہو گا؟ قرآنِ کریم نے صحیح ایمان کا ایک معیار رکھا ہے ﴿**امنوا کما امن الناس**﴾ یعنی ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے اور لوگ۔

صحابہ کرام کا ایمان ایک معیار بن چکا ہے جس کا ایمان اُن حضرات کی طرح ہو وہ تو مومن ہے ورنہ نہیں۔ (آئندہ صفحات میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں)

کیا یہ حقیقت نہیں ؟ اللہ کے دین کی دعوت اور تبلیغ کے بہانے اُمت مسلمہ کو اپنے ایک مرکز سے جدا کرنے کی سعی ناپاک کی جا رہی ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ احوالِ اُمت کی اصلاح کے بہانے اُمت میں فساد کا بیج بویا جا رہا ہے؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ غلامی مصطفیٰ ﷺ کے جذبات کو معاذ اللہ شخصیت پرستی کا نام دیا جا رہا ہے؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ فروغ دین کے حوالے سے محبت رسول سے خالی لٹریچر کی ترویج و اشاعت کو خدمتِ دین کا نام دیا جا رہا ہے؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج بزرگانِ دین سے نفرت رکھنے کی تلقین کی جا رہی ہے؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان تمام ناپاک عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اُمت مسلمہ پر شرک اور بدعت کے فتوے لگائے جا رہے ہیں؟

یہ کون لوگ ہیں ؟ یہ وہ لوگ ہیں جو عبداللہ بن اُبی (منافق)، عبداللہ ابن سبا (یہودی) اور ذوالخویصرہ تمیمی (خارجی) کی معنوی اولاد ہیں جنہیں چاروں طرف شرک ہی شرک نظر آتا ہے۔ یہ وہ ظالم ہیں جن کے دِلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت کا نام ونشان تک نہیں اور نہ حضور ﷺ کی اُمت کا دَرد ہے۔

نورِ ہدایت سے محرومی : غیر مقلدین 'نورِ ہدایت' سے محروم اور سرچشمہ ہدایت ونجات قرآن وحدیث کے صحیح فہم سے عاری اور بیگانہ ہوتے ہیں۔ غیر مقلدین کے چہروں سے صالحیت کا نور ختم ہو جاتا ہے اُن کے کتنے ہی بڑے عبادت گذار، علامہ اور شرعی وضع قطع کے پابند اشخاص کو دیکھ لیجئے، رقت وانابت الی اللہ کے آثار دُور دُور تک نہیں ملیں گے بلکہ اس کے برعکس بغض وقساوت اور کبر وعداوت کے آثار اُن کے چہروں کے نقوش پر نمایاں نظر آئیں گے۔ مومن کے منجملہ دیگر صفات کے ایک صفت یہ بھی وارد ہوئی کہ **المؤمن برٌ کریمٌ** مومن نیکوکار اور کریم النفس ہوتا ہے۔ اس کے برعکس فاسق کے بارے میں حدیث نبوی ﷺ کے الفاظ ہیں کہ **الفاسق خب لئیم** یعنی فاسق، شاطر وچالاک اور کمینہ ہوتا ہے۔ اس حدیثِ مبارک کی روشنی میں اگر غیر مقلدین پر نظر کی جائے تو وہ اس مومنانہ پہچان سے عاری ہی ملیں گے۔ اس کے برعکس بغض وکینہ، فتنہ پروری، فریب ودجل اور چالبازی ان کے اکابر علماء سے لے کر عوام الناس تک کے کردار وعمل پر چھائی نظر آئے گی۔ غیر مقلدین ضلالت وگمراہی کی وادیوں میں بھٹک رہے ہوتے ہیں اور منزلِ ہدایت اُن سے بہت دور اور نظروں سے اوجھل ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے ذہنی انتشار اور پراگندہ مزاجی کے سبب اسلاف صالحین وبزرگانِ دین کے خلاف بکواس کرتے رہتے ہیں۔

فتنوں کا سرچشمہ : سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا راستہ اور طریقہ نہ صرف ﴿**صراط الذین انعمت علیھم**﴾ کا مصداق ہے بلکہ ان حضرات کی پیروی وہ بابرکت قلعہ ہے جس کے اندر رہنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نئے نئے فتنوں سے محفوظ اور مامون رہتا ہے اور جب کوئی شخص ان حفاظتی حدود کو پھلانگ جاتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس گڑھے میں جا گرے گا۔

نام نہاد اہلحدیث نے اتباعِ ائمہ کی رَسّی اپنی گردن سے کیا اُتاری کہ جو شخص جس شکاری کی زَدْ میں آیا، اسی کے جال میں گرفتار ہو گیا۔

غیر مقلد قاضی عبدالاحد خانپوری لکھتے ہیں:

> ’پس اس زمانہ کے جھوٹے اہلِ حدیث مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت **ماجاء به الرسول** سے جاہل ہیں، وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ وروافض کے، یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ وزناوقہ کا تھے اسلام کی طرف، یہ جاہل بدعتی اہلِ حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں، مدحدہ اور زناوقہ منافقین کے بعینہٖ مثل اہل تشیع‘‘
>
> (بشیر احمد ۔غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں (مطبوعہ فقیر والی) ص ۳۰)

محمد سعید الرحمٰن علوی دیوبندی لکھتے ہیں:

> ’ دعویٰ تو اہلحدیث ہونے کا ہے لیکن حالت یہ ہے کہ نیچریت، انکارِ حدیث قادیانیت سمیت اکثر وبیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے‘
>
> (بشیر احمد ۔اہلحدیث اور انگریز (مقدمہ) ص۳)

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں :

’ سَر سیّد کا مذہب اسلامی دُنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات اور ملاحدہ یورپ کے خیالات تھے‘ چند روز انہوں نے اہلِ حدیث کہلایا‘
(اشاعۃ السنۃ ج ۱۹ شمارہ ۸ ص ۲۵۲)

’ قادیان میں مرزا پیدا ہوا تو اُس کو بھی اہلِ حدیث کے مولوی حکیم نور الدین بھیروی اور مولوی احسن امروہوی بھوپالی نے ویلکم یا لبیک کیا۔ فتنہ انکارِ حدیث (چکڑالوی مذہب) نے مسجد چینیانوالی میں جو اہلحدیث کی مسجد ہے جنم لیا اور چٹو و محکم الدین وغیرہ (جو اہل حدیث کہلاتے ہیں) کی گود میں نشو ونما پایا اور یہی مسجد بانی مذہب چکڑالوی کا ہیڈ کوارٹر بنایا گیا‘‘
(احسان الٰہی ظہیر اسی مسجد کے خطیب تھے) (اشاعۃ السنۃ ج ۱۹ شمارہ ۸ ص ۲۵۲)

برٹش گورنمنٹ کے انعام یافتہ وفادار میاں نذیر حسین دہلوی کو وہابیت اور ترک تقلید کی راہ پر لگانے میں سَر سیّد احمد خاں کا بھی ہاتھ تھا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:

’ سَر سیّد احمد خاں ایک ممتاز اہلِ حدیث عالم (غیر مقلد) محمد ابراہیم آروی کو اپنے ایک مکتوب مؤرخہ ۱۰ فبروری ۱۸۹۵ء میں لکھتے ہیں :

' جناب سید نذیر حسین دہلوی صاحب کو میں نے نیم چڑھا وہابی بنایا ہے۔
وہ نماز میں رَفع یدین نہیں کرتے تھے مگر اس کو سُنّت ہدیٰ جانتے تھے۔ میں
نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں'
لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے۔ جناب ممدوح میرے پاس تشریف
لائے تھے۔ جب یہ گفتگو ہوئی' میں نے سُنا کہ میرے پاس سے اُٹھ کر وہ
جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اُس وقت سے رفع یدین کرنے لگے'
(محمد ایوب قادری۔ برگِ گل' سر سید نمبر۔ نقش ثانی۔ اردو کالج کراچی ص ۲۸۵)

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کا حدیث پر عمل ...... فقط ایک دعویٰ

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کے عمل بالحدیث کی حقیقت کیا ہے؟ آیا یہ لوگ واقعۃً زندگی کے تمام شعبوں میں قرآن وحدیث ہی سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں؟ یا صرف ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے؟ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں !

اہلحدیث (غیر مقلدین) کا عمل بالحدیث دعویٰ کی حد تک ہے چند متنازعہ مسائل کے علاوہ دیگر مسائل سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہے سارا زور وشور ان ہی مسائل پر ہے تمام تحقیقات کا مدار یہی مسائل ہیں' گویا یہ مسائل فروعی مسائل نہیں' بلکہ کفر وایمان کی بنیاد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نام نہاد اہلحدیث کے یہاں ہر وہ شخص اہلحدیث اور پکا محمدی مسلمان ہے جو آمین پکار کر کہے' رفع یدین کرے' سینہ پر ہاتھ باندھے' امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے خواہ وہ کتنا ہی جاہل' گندے اخلاق والا اور بدکردار کیوں نہ ہو' ہاں جو' اِن مسائل پر عامل نہیں' خواہ کتنا ہی بڑا عالم باعمل' متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو' وہ نہ اہلحدیث ہے نہ محمدی مسلمان ہے۔ !

بہت اونچی آواز سے آمین کہنا نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدوں) کی نیّت فاسد (خباثتِ نفس) کی دلیل ہے۔ مقلدین کو چڑانے کی نیّت زیادہ تر ہوتی ہے کیونکہ آمین دُعا ہے اور اس میں خشوع وخضوع اور پستی کے آثار نمایاں ہونے چاہیئے خواہ اونچی آواز ہی سے دُعا کی جائے۔ اور اُن کے آمین کہنے میں یہ بات نہیں معلوم ہوتی، ایک لٹھ سا مارتے ہیں، خشوع وخضوع کے آثار نہیں معلوم ہوتے۔

اس گروہ کے مذہبی افکار کا خلاصہ نماز کے چند اختلافی مسائل کو ہوا دینا ہے۔ یہ لوگ کم پڑھے لکھے مسلمانوں کو ورغلاتے پھرتے ہیں کہ اُن کی نمازیں سُنّت کے خلاف ہیں اُن کا نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہے۔ ان لوگوں کے اس رویہ سے عوام اپنی نمازوں کے متعلق ذہنی انتشار میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں اور بعض تو اصل نماز ہی سے برگشتہ ہوگئے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث فرقہ ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود اپنے لئے قرآن وحدیث کے علم اور اس پر عامل ہونے کا دعویدار ہے حالانکہ اہل علم وعمل اور اہل عرفان سے اس کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ فرقہ ان 'علوم عالیہ' سے جاہل ہے جن کی واقفیت طالب حدیث کے لئے اس فن کی تکمیل میں نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ فرقہ ان 'علوم آلیہ' سے بھی جاہل ہے جن کے بغیر طریق سُنّت پر چلنے کی کوئی گنجائش نہیں، مثلاً صَرف ونحو، لغت ومعانی اور بیان، چہ جائے کہ دوسرے کمالات پائے جائیں۔ ایسے ہی اصحاب سنن کے اسلوب وطریقہ کے مطابق کسی ایک مسئلے کے استخراج اور کسی ایک حکم کے استنباط پر بھی قادر نہیں ہیں اور انہیں اس کی توفیق بھی کیسے ہو کہ یہ حدیث پر عمل کرنے کے بجائے زبانی جمع خرچ پر اور سُنّت کی اتباع کے بجائے شیطانی سجھاؤ پر اکتفاء کرتے ہیں اور پھر اس کے عین دین ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ غیر مقلد

وہابیوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پروانہیں کرتے' نہ سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین عظام کی' قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں' حدیث شریف میں جو تفسیر آ چکی ہے اس کو بھی نہیں مانتے' بعض عوام اہل حدیث کا حال یہ ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا' باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں۔ غیبت' تہمت' جھوٹ' افتراء سے باک نہیں کرتے' ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیاء کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں' اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں۔ بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔ یہ بھی عجیب فرقہ ہے ان میں اکثر بے باک گستاخ دلیر ہوتے ہیں۔ ذرا خوفِ آخرت بھی نہیں ہوتا' جو دِل میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ بدزبانی ان کی فطرت ہوتی ہے شیعوں کی طرح ان کا بھی تبرائی مذہب ہے۔

ساری احادیث پر عمل ممکن ہی نہیں۔ بظاہر احادیث میں اتنا تعارض معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ کے متعلق جب احادیث دیکھی جائیں تو چکّر آ جاتا ہے۔ اگر تقلید نہ کی جائے' صرف حدیثیں دیکھی جائیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ یا اللہ کیا کریں؟ کدھر جائیں؟ کوئی غیر مقلد وہابی دو رکعت نماز ایسی پڑھ کر دکھا دے جس میں ساری حدیثوں پر عمل ہو۔ ایک ایک مسئلہ پر دس دس قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ حضور ﷺ وتر ایک رکعت پڑھتے تھے' تین پڑھتے تھے' پانچ پڑھتے تھے' سات پڑھتے تھے' نو' گیارہ' تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اب غیر مقلد ایسی وتر پڑھ کر دکھا دے کہ سب حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

آمین بالجہر کی ایک حدیث ملے گی اور آمین بالاخفاء کی پانچ حدیثیں ملیں گی۔ یہ کام مجتہد کا ہے کہ دیکھے کون حدیث ناسخ ہے' کون منسوخ' کون حدیث ظاہری معنی پر ہے' کون واجب التاویل۔ حدیث پر وہ عمل کرے جو مزاج شناس رسول ہو' اور راز دار پیغمبر۔ یہ مزاج شناسی۔راز داری ہراَیرے غیرے کا کام نہیں۔

تقلید اسلام کی حفاظت کی وہ شمع ہے جس کی روشنی سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے فیض حاصل کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے تابعین منور ہوئے اور تابعین کرام سے تبع تابعین نے دین کو سیکھا۔ کیونکہ اُن کا راستہ اللہ تعالیٰ تک لے جاتا ہے' جو اُن کے نقشِ قدم پہ چلتا ہے وہ کبھی بھٹک نہیں سکتا۔ محی الحنفیت امام اعظم ثانی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہِ خدا وہ کیا بہک سکے جو یہ چراغ لے کر چلے

لطیفہ : غیر مقلدوں کو حدیث دانی اور عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ عمل کے وقت کورے نظر آتے ہیں اور حدیث کو سمجھ نہیں پاتے۔ ایک غیر مقلد شخص جب امام بنتا تو ہل ہل کر (جھوم جھوم کر) نماز پڑھاتا تھا اور جب وہی تنہا نماز پڑھتا تو ذرا حرکت نہ کرتا تھا۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا تو غیر مقلد امام کہنے لگا کہ حدیث میں آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو آج تک کوئی ایسی حدیث نہ سُنی نہ دیکھی۔ آج کل چونکہ بڑی بڑی حدیثوں کی کتابوں کے ترجمہ اردو میں چھپ گئے ہیں۔ وہ ایک مترجم اُٹھا لائے' اس میں امام کے متعلق حدیث تھی کہ **من ام منکم فلیخفف** یعنی امام کو چاہئے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھے تاکہ مقتدیوں پر گرانی نہ ہو۔ غیر مقلد امام' حدیث کے مفہوم کو سمجھ نہیں سکا۔ نماز ہلکی پڑھا کریں کو نماز ہل کر پڑھا کریں سمجھنے لگا۔ بس یہ اُن کی سمجھ کی حقیقت ہے۔

توہینِ نماز کے مظاہرے :

نام نہاد اہلحدیث کا نعرہ ہے کہ دین آسان ہے لہذا ہر مسئلے میں آسان صورت اختیار کی جائے۔اہلحدیث چاہتے ہیں کہ دین میں آسانی اور چھوٹ دے کر سب کو غیر مقلد بنایا جائے۔ لوگ سہولت پسند ہو کر اہلحدیث بن جائیں گے اور ائمہ دین و اسلاف صالحین سے اظہار بیزارگی اختیار کریں گے۔ اہلحدیث دراصل سہولت اور آسانی کے نام پر دِین اسلام کے عقائد' نظریات' عبادات و اعمال سب کو بدل دینا چاہتے ہیں۔ نام نہاد اہلحدیث آسانی کے نام پر نوجوان کو فریب دیتے ہیں کہ نماز کے لئے سر پر ٹوپی پہننا ضروری نہیں ہے دین آسان ہے لہذا ٹوپی کے بغیر بھی نماز ہو جائے گی۔ نوجوانوں کے لئے یہ منطق سہولت کا باعث رہی۔ نام نہاد اہلحدیث کے فریب میں بعض نادان لوگ سر سے ٹوپی اور دِل سے احترام نماز نکال پھینک دیئے۔ نام نہاد اہلحدیث کا کام دِلوں میں وسوسے ڈالنا اور صفوں میں انتشار پیدا کرنا ہے۔ دُعا عبادت کا مغز ہے حاصل عبادت ہے لیکن اہلحدیث چاہتے ہیں کہ نماز کے بعد ہونے والی دُعا کو بند کر دیا جائے۔ اس کے لئے یہ کہنا شروع کر دیئے کہ نماز ہی دُعا ہے لہذا نماز کے بعد مزید دُعا کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات ان لوگوں کے لئے سہولت کا باعث رہی جو بیزارگی کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور کھٹا کھٹ جلدی جلدی نماز ادا کر کے بھاگنا چاہتے ہیں۔ سر سے ٹوپی اُتار کر احترام نماز چھین لینے بعد اہلحدیث نے رُوح نماز اور عبادت کے مغز کو بھی چھین لیا۔

جماعت اہلحدیث سے وابستہ افراد کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی زبان اور اعمال سے بے ادبیوں کے اظہار میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے' مثلاً نماز کے بعد کی سنن مؤکدہ جن کا التزام صحیح احادیث سے ثابت ہے نام نہاد اہلحدیث افراد کے

نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ اُن کی مساجد میں فرض نماز کا سلام پھیرتے ہی چہل قدمی شروع ہوجاتی ہے' اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ سُنّت پڑھنے کے اہتمام کے بجائے باقاعدہ نہ پڑھنے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ یہ سُنّتوں کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی طرح نماز پڑھنے آئیں گے تو ٹوپی اگر پہلے سے پہنے ہوئے بھی ہیں تو اسے اُتار کر نماز کی نیّت باندھیں گے اور پاؤں اتنے چیر کر نماز پڑھیں گے کہ دیکھنے والے کی نظر میں مضحکہ خیر صورت بن جائے گی۔ کیا یہی بارگاہِ رب العالمین کے ادب کا تقاضا ہے؟ کیا سلف سے ایسی ہی بے ادبیاں ثابت ہیں جنھیں کارِثواب سمجھ کر دین کا مذاق اُڑایا جارہا ہے؟

نام نہاد اہلحدیث افراد کو مَیں نے بارہا آزمایا لیکن میں نے اُن میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا جسے صالحین کے طریقہ پر چلنے کی رغبت ہو' یا وہ اہلِ ایمان کی سیرت کے مطابق چلتا ہو بلکہ میں نے تو اُن میں سے ہر ایک کو کمینی دُنیا میں منہمک اور اُس کے ردّی ساز وَ سامان میں مستغرق' جاہ و مال کو جمع کرنے والا' حلال وحرام کی تمیز کے بغیر مال کی لالچ رکھنے والا پایا۔ اسلام کی مٹھاس سے خالی الذہن اور عام مسلمانوں کی نسبت شریر کمینے لوگوں کی طرح سنگدل پایا۔

غیر مقلدین ایسے لوگ ہیں کہ جن کا دیکھنا آنکھوں کی چبھن اور گلوں کی گھٹن' جانوں کے کرب اور دُکھ' رُوحوں کے بخار' سینوں کا غم اور دِلوں کی بیماری کا باعث ہے۔ اگر ہم ان سے انصاف کی بات کریں تو اُن کی طبیعتیں انصاف قبول نہیں کریں گی۔ ان لوگوں کو آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں۔ غیبت' جھوٹ' افتراء سے کچھ باک نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے بارے میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں'

اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں۔ بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔

اہلحدیث افراد سے (سعودی عرب) میں ہر روز واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ خبیث بد باطن اشرار چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں، لفظی بحثیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ایک روز کسی ملاقاتی کے گھر جانا ہوا، اتفاق سے اُس گھر کے ایک کمرہ میں ایک نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلد وہابی) رہتا تھا جو ہمیں خوب جانتا تھا۔ ہمیں دیکھ کر نماز پڑھنے کے لئے ہال میں آ پہنچا۔ وہ نماز شروع کرنے سے پہلے کرتا پہنا ہوا تھا لیکن ہمیں چڑانے کے لئے یہ حرکت کی کہ اپنا کرتا اُتار کر سامنے کھونٹی پر ٹانگ دیا اور صرف بنیائن اور پاجامے میں ننگے سر نماز پڑھنے لگا۔ جہالت اور بے ادبی اور گستاخی کا اس سے بڑا اور نمونہ کیا ہوسکتا ہے؟ عجیب عجیب حرکتیں ان افراد سے سرزد ہوتی رہتی ہیں اور بلا تکلف من مانی مسائل بیان کرتے رہتے ہیں۔ نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کو یہ مسئلہ بھی نہیں معلوم کہ نماز کو ہلکا جاننا (توہینِ نماز) کفر ہے۔

ننگے سر نماز پڑھنا :

حضور نبی کریم ﷺ سے لے کر صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم خیر القرون سے لے کر آج تک بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنے کے متعلق کسی نے بھی فتویٰ نہیں دیا، مگر نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین، دین میں آسانی کے لئے نئے نئے مسائل ایجاد کر رہے ہیں جس میں ٹوپی کے بغیر نماز پڑھنے کو جائز کہتے ہیں اور بعض اوقات اُن کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا مستحب اور ثواب ہے۔ فقہائے کرام نے ننگے سر ہو کر نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔

(درمختار جلد اول، بحر الرائق جلد سوم)۔

سَر پر عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا بہت افضل ہے چنانچہ عمامہ کے متعلق فضائل وبرکات حدیثوں میں موجود ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ پہننے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔ (الدیلمی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہے۔ (مسند الفردوس)

فقہاء کرام نے ننگے سر نماز کی تین قسمیں بیان کی ہیں :

۱۔ دل میں خیال ہو کہ نماز کوئی ایسی عبادت تو نہیں کہ وہ سر کو ڈھانپ کر پڑھوں یعنی اُس سے نماز کو حقیر جانا، اِس لحاظ سے ننگے سر نماز پڑھنا کفر ہے۔

۲۔ سستی وکاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

۳۔ اگر عاجزی وانکساری کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی تو جائز ہے۔

ہمیں اپنا محاسبہ کر لینا چاہئے کہ ہم کس وجہ سے ننگے سر نماز پڑھتے ہیں۔

وضو میں دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے :

دونوں پاؤں کا ٹخنوں (Ankles) سے کسی قدر اوپر تک دھونا وضو میں فرض ہے۔ پاؤں کی اُنگلیوں کے درمیانی سان اور تمام کھال تلوؤں کے نیچے کا تمام حصہ مکمل دُھل جائے۔ دھونے سے مراد صرف جسم بھیگا لینا نہیں ہے بلکہ اچھی طرح صاف ہو کر اس پر سے پانی کم از کم ایک مرتبہ بہہ جائے اور تین مرتبہ بہانا سُنّت ہے۔ (عالمگیری)

عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ پاؤں کی انگلیوں میں کوئی چھلہ (Ring) وغیرہ ہوتو دھوتے وقت اچھی طرح گھما لیا جائے تا کہ اس کے نیچے والی کھال خشک نہ رہے اور پاؤں میں چین (chain) وغیرہ ہوتو اس کو ٹخنوں سے اوپر کرلیا جائے تا کہ ٹخنوں کے دھونے میں مدد حاصل ہو اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے درمیانی سانوں میں بھی اچھی طرح خلال کرلیا جائے تا کہ کوئی جگہ بال برابر خشک نہ رہے۔ ناخنوں پر نیل پالش (Nail Polish) ہوتو اس کو دور کرنا ضروری ہے ورنہ وضو نہیں ہوگا۔

نام نہاد اہلحدیث کا نعرہ ہے کہ دین آسان ہے لہذا ہر مسئلے میں آسان صورت اختیار کی جائے۔ اہلحدیث چاہتے ہیں کہ دین میں آسانی اور چھوٹ دے کر سب کو غیر مقلد بنایا جائے۔ لوگ سہولت پسند ہوکر اہلحدیث بن جائیں گے اور ائمہ دین واسلاف صالحین سے اظہار بیزارگی اختیار کریں گے۔ اہلحدیث دراصل سہولت اور آسانی کے نام پر دِین اسلام کے عقائد، نظریات، عبادات واعمال سب کو بدل دینا چاہتے ہیں۔ نام نہاد اہلحدیث نے ایک سہولت کو جاری کرتے ہوئے وضو کو ناقص کردیا ہے۔ وضو میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا فرض ہے لیکن ان بدباطنوں نے کپڑے (اونی یا سوتی) کے ساکس (socks) پر مسح کو جائز قرار دے دیا۔ سہولت پسند اور مسائل سے ناواقف افراد نے غیر مقلدین کے فریب میں پھنس کر کپڑوں کے (اونی یا سوتی) ساکس پر مسح کرنا شروع کردیا۔ دین میں نئی بات ایجاد کرنا بدعت ہے نام نہاد اہلحدیث کا سارا مذہب نئی ایجادات یعنی بدعات پر قائم ہے۔ چمڑے کے موزے (چمڑے کے جرابوں) پر مسح کرنے کا مسئلہ اس وقت ہے جب سردی کی شدت سے پیروں سے خون جاری ہو رہا ہے یا پیر پھٹ رہے ہیں۔ اہلحدیث کی عجیب ضد ہوتی ہے موسم گرما میں جب کہ سارے جسم سے اور خصوصاً اُن کے پیروں سے بدبو پھیلتی ہے لیکن

اس کے باوجود بھی یہ اپنی گندی خصلت اور بدفطرت سے مجبور ہوکر وضو میں پیر دھونے کے بجائے بہانے تلاش کرتے ہیں جب کہ ارشاد ربانی یہ ہے کہ ﴿**ان الله یحب التوابین ویحب المطھرین**﴾ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور صاف ستھرے لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔ اسلام صاف ستھرا مذہب ہے پاکی آدھا ایمان ہے اسلام طہارت وصفائی کا حکم دیتا ہے۔ غیر مقلدین نہ ہی اپنی بدتمیزیوں اور گستاخیوں سے توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی صفائی پسند ہوتے ہیں۔ مزاج میں نفاست نہیں بلکہ نجاست ہوتی ہے۔ اپنی حالت کو نہ ہی سنوارنا چاہتے ہیں اور نہ ہی نکھارنا چاہتے ہیں۔ **الله جمیل ویجب الجمال** اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ اہلحدیث غیر مقلدین اپنی حالت وہیت کو وحشتی ہیبت ناک اور خوفناک بنائے گھومتے ہیں ڈاڑھی چاروں طرف سے بڑھتے بڑھتے پیٹ سے نیچے پہونچ جاتی ہے لیکن یہ کٹوانے سے گریز کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ غیر مقلدین کی صرف ناک اور پیشانی نظر آتی ہے۔ بہرحال یہ کراہیت زدہ' متنفر اور گھناؤنی حالت میں گھومتے رہتے ہیں۔ اسلام سے متعلق اقوام عالم کو یہ غلط تاثرات پیش کررہے ہیں اُن کے بھیانک رُوپ سے غیر قومیں متاثر تو نہیں ہوسکتیں بلکہ اسلام سے بدظن ہوجاتی ہیں۔

نماز میں ثناء' تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھنا سُنّت ہے :

نماز میں ثناء **سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولااله غیرك**

تعوذ : ﴿**اعوذ بالله من الشیطان الرجیم**﴾ صرف پہلی رکعت میں۔

تسمیہ : ﴿**بسم الله الرحمن الرحیم**﴾ ہر رکعت کے شروع میں مسنون ہے۔

نماز میں مَردوں کے لئے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھانا سُنّت ہے :

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز کے لئے تکبیر فرماتے تو کانوں کے قریب ہاتھ لے جاتے۔ (صحیح مسلم، مسند امام اعظم، طحاوی شریف)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر فرماتے تو ہاتھ اُٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لو تک ہوتے۔ (طحاوی شریف، ابوداؤد شریف)

نماز میں عورتوں کو کاندھوں تک دونوں ہاتھ اُٹھانا چاہیئے :

نماز شروع کرنے کے لئے عورتیں اپنے دونوں ہاتھوں کو دوپٹہ یا چادر کے اندر سے ہی کاندھوں تک اُٹھانا چاہیئے۔ عورتوں کو چاہیئے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کی طرح کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائیں بلکہ صرف کاندھوں تک ہی ہاتھ اٹھائیں۔

نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کا اُٹھانا سُنّت ہے :

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم سب کو نمازِ رسول ﷺ پڑھ کر نہ بتادوں۔ پس آپ نے نماز پڑھی اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین فرمایا۔ (ترمذی شریف، سنن ابوداؤد، سنن نسائی)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے وقت اور اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے (ہاتھوں کو اُٹھاتے ہوئے) دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین صرف ایک مرتبہ کیا اور پھر چھوڑ دیا۔
(عمدۃ القاری شرح بخاری شریف)

امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے :

جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: امام بنایا ہی اسی لئے جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو' جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ (مسلم' ابوداؤد' ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے لئے امام ہو' پس بے شک امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ (ابن ماجہ)

ان دونوں حدیثوں کے تحت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو مقتدی خاموش رہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے مگر امام کے پیچھے نہیں۔ ارشاد ربّانی ہے:

﴿وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (اعراف/۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد امام کے پیچھے مطلقاً قرأت منع کردی گئی اور فرمایا گیا خاموش رہا کرو۔

نماز میں آمین آہستہ کہنا : امام اور مقتدی دونوں کے لئے آہستہ آمین کہنا سُنّت رسول اللہ ﷺ ہے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے جب ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضآلين﴾ پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور اپنی آواز کو آہستہ رکھا۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابو وائل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** اور **آمین** بلند آواز سے نہ کہتے تھے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری)

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ نماز میں آمین آہستہ سے کہنا سُنّت رسول اللہ ﷺ ہے۔ دُعا میں بلند آواز سے آمین کہہ سکتے ہیں۔

نماز میں مرد کے لئے ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا چاہئے :

نماز میں مرد کے لئے داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پشت پر ناف کے نیچے باندھنا سُنّت رسول اللہ ﷺ ہے۔

حضرت علقمہ بن وائل بن حجر رضی اللہ عنہما اپنے والد ماجد سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا ہوا دیکھا۔ (مصنف ابی شیبہ)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلی رکھنا سُنّت ہے۔ (ابوداؤد شریف)

غیر مقلدین جو حدیث کے اہل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کی حدیث میں خیانت دیکھئے کہ انہوں نے اس حدیث کو ابوداؤد سے نکال دیا ہے تاکہ جب کچھ عرصہ گزر جائے اور لوگ جب اس حدیث کو ڈھونڈیں تو انہیں نہ ملے اور یہ لوگ عوام کو گمراہ کرسکیں۔

نمازِ سفر : شریعت کی اصطلاح میں مسافر اس کو کہا جاتا ہے جو ۵۷ میل ۳ فرلانگ یعنی ۹۲ کیلومیٹر کے سفر کے ارادہ سے بستی سے باہر جائے اور یہ سفر پندرہ دن سے کم رہنے کی نیّت سے ہو۔ یہ سفر موٹر، ریل یا ہوائی جہاز وغیرہ سے تھوڑے سے وقت میں طئے کرلیا جائے تب بھی سفر کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت شرعی طور پر مسافر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسافر کے لئے فرض نمازوں میں کچھ سہولت دی ہے جسے نمازِ قصر کہا جاتا ہے۔ قصر (کمی یا تخفیف) کا مطلب یہ ہے کہ چار رکعت فرض نماز کو صرف دو ہی رکعت میں پڑھا جائے یعنی ظہر وعصر وعشاء کی نمازوں میں فرض کی چار رکعتیں ہیں ان میں دو رکعت پڑھی جائیں۔ مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے۔ سُنتوں میں قصر نہیں بلکہ پوری پڑھی جائیں گی۔ فجر ومغرب اور وتر کی نماز میں قصر نہیں بلکہ جیسے ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ویسے ہی سفر میں پڑھنی چاہئے۔

مسئلہ : کسی آبادی یا بستی میں پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تو یہ بھی ضروری ہے کہ یہ نیّت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو۔ اگر دو جگہ پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا مثلاً ایک جگہ دس دن اور دوسری جگہ پانچ دن تو یہ نیّت معتبر نہیں۔ وہ بدستور مسافر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ : مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں واپس پہنچ نہ جائے یا اپنے شہر وبستی سے دور پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیّت نہ کرلے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

(☆) عورت شادی کے بعد سسرال گئی اور یہیں رہنے لگی تو اب میکہ اُس کا وطن اصلی نہ رہا یعنی سسرال تین منزل (۵۷ میل ۳ فرلانگ یعنی ۹۲ کیلومیٹر) پر ہے وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھرنے کی نیّت نہ کی تو نماز قصر کرے۔

(☆) عورت نے شادی کے بعد میکے میں رہنا نہیں چھوڑا بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی تھی اور پھر میکے آکر رہنے لگی تو میکے آتے ہی سفر ختم ہوگیا عورت مقیم ہوگئی لہذا نماز پوری پڑھے۔
(بہارِ شریعت)

نام نہاد اہلحدیث نے محض نفسانی خواہش سے نماز میں کمی کرنے کے لئے سفر کو ایسا عام کر دیا ہے کہ پانچ دس میل سیر و تفریح کرنے شہر سے باہر نکلے مسافر بن بیٹھے اور نماز میں کمی کر دی۔ نام نہاد اہلحدیث نے قیاس اور مفروضوں کا سہارا لیتے ہوئے مسافر کے لئے سُنّتیں اور وتر معاف کر دی ہیں۔ مذہب اہلحدیث کے مطابق صرف دو رکعت کی کھٹا کھٹ ٹھونگ بازی کافی ہے۔ نام نہاد اہلحدیث سفر میں نفل و سُنّتیں نہ خود پڑھتے ہیں اور نہ دوسروں کو پڑھنے دیتے ہیں، بعض تو اس میں بہت سخت ہیں بلکہ لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ آخر وہ نماز ہی تو ہے اس سے اتنی چڑھ کیوں ہے؟

نماز سے روکنا یا منع کرنا سخت جرم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى﴾ کیا آپ نے اس مردود کو دیکھا جو بندۂ مومن کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ نماز سے روکنا کفار کا طریقہ ہے اور رب تعالیٰ کو بہت ناپسند۔

نام نہاد اہلحدیث کے مذہب کا حاصل مجموعہ رخصتوں پر عمل کرنا ہے جس کا نتیجہ ذہن نشین رہے کہ یہ سراسر دین میں مداخلت اور شرعی احکامات میں تبدیلی ہے۔ فرقہ پرست تنظیمیں شیوسینا، آر ایس ایس، بی جے پی ...... مسلم پرسنل لاء (اسلامی قوانین) کو تبدیل کرتے ہوئے یکساں سیول کوٹ نافذ کرنے کے ناپاک عزائم رکھتے ہیں۔ مسلمانوں نے اُن کے مذموم ارادوں کو کچلتے ہوئے ناکام تو بنا دیا ہے لیکن اہلحدیث غیر مقلدین، اسلامی لبادہ اوڑھ کر اُن فرقہ پرست تنظیموں کے خفیہ ایجنڈوں پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو بے دین، مادہ پرست اور رُوحانیت سے دور کرتے جا رہے ہیں۔ اگر سفر میں نماز کی سُنّتیں اور نوافل معاف ہیں تو اہلحدیث سے دریافت کریں کہ حجاج کرام (مسجد الحرام کعبہ اللہ، مسجد نبوی ﷺ، مسجد قباء، مسجد خیف، مسجد نمرہ) مقامات حج

وزیارت منٰی، مذدلفہ، عرفات، مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کی مساجد میں کثرت سے قضائے عمری اور نفل نمازیں کیوں ادا کرتے ہیں؟ حاجی، احرام باندھتے ہی نفل نماز شروع کردیتا ہے۔ طواف شروع کرنے سے پہلے نفل نماز اور طواف کے بعد دو رکعت مقام ابراہیم پر واجب الطّواف ادا کرتا ہے۔ میزاب رحمت، حطیم، باب ملتزم، زمزم، صحن کعبۃ اللہ ہر مقام پر کثرت سے نفل نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور اس یقین سے یہاں دُعائیں کی جاتی ہیں کہ یہ مقامات مستجاب الدعا ہیں۔ مسجد نبوی شریف میں حاجی ریاض الجنہ، منبر نبوی شریف کے ستونوں کے قریب کثرت سے نفل نمازیں ادا کرنا باعثِ سعادت یقین کرتا ہے۔ مسجد قباء کا خصوصی سفر کرتے ہوئے نفل نمازیں ادا کرتا ہے۔ یہ ساری نفل نمازیں حالتِ سفر میں ہی ادا کی جاتی ہیں۔ نام نہاد اہلحدیث چاہتے ہیں کہ نفل نمازوں کی برکات سے مسلمانوں کو محروم کیا جائے۔

جمع بین الصلوٰتین (شیعہ اور اہلحدیث میں یکسانیت) : جمع بین الصلوٰتین مسئلے میں شیعہ اور اہلحدیث دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ شیعہ فرقے کے لوگ تین وقت نماز ادا کرتے ہیں اور اہلحدیث بھی تین وقت میں پانچ ادا کرلینا کافی سمجھتے ہیں یعنی اہلحدیث لوگ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء ایک ساتھ ادا کرنے کی گنجائش کے قائل ہیں۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق جمع بین الصلوٰتین عرفات اور مزدلفہ میں بعض شرائط کیساتھ مسنون ہے کسی اور موقع پر جمع کا حکم نہیں دیا گیا۔ ترمذی شریف میں ہے **عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال من جمع بین الصلوٰتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر** حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بلا عذر جمع بین الصلوٰتین کرے

اُس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ کیا۔ امام محمد نے اپنی موطا میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان نقل کیا ہے **انه کتب فی الآفاق ینها هم ان یجمعوا بین الصلوٰتین ویخبر بهم ان الجمع بین الصلوٰتین فی وقت واحد کبیرة من الکبائر** سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صوبوں میں فرمان بھیج کر جمع بین الصلوٰتین کی ممانعت کر دی تھی اور انہیں خبردار کیا تھا کہ ایک وقت میں دو نمازیں جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔

جن احادیث سے جمع بین الصلوٰتین کا جواز ظاہر ہوتا ہے تحقیق کی جائے تو ان سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ایک نماز اپنے آخر وقت میں ادا کی جائے اور اس کے بعد والی دوسری نماز شروع وقت میں ادا کی جائے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر نماز اُس کے وقت میں ادا کرے مقیم ہو یا مسافر، بیمار ہو یا تندرست ......مگر نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین بحالتِ سفر ظہر وعصر، ایسے ہی مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھتے ہیں، یعنی ظہر کے وقت میں ظہر وعصر ملا کر اور مغرب کے وقت میں مغرب وعشاء ادا کرتے ہیں۔ اُن کا یہ عمل قرآن مجید کے بھی خلاف ہے اور احادیث صحیحہ کے بھی مخالف۔

ہر نماز اپنے وقت میں پڑھنا فرض ہے اور عمداً کسی نماز کو اپنے وقت کے بعد یا پہلے پڑھنا بلا عذر سخت گناہ اور منع ہے۔

رب تعالیٰ نماز کے اوقات کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾

مسلمانوں پر نماز فرض ہے اپنے وقت میں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے نماز فرض ہے ویسے ہی ہر نماز کا اپنے وقت میں پڑھنا بھی فرض ہے۔ جیسے نماز کا تارک گنہگار ہے ایسے ہی بلا عذر نماز کو بے وقت پڑھنے والا بھی مجرم ہے۔اس آیت میں مقیم ومسافر کا کوئی فرق نہیں' ہر مومن کو یہ حکم ہے کوئی ہو۔

نام نہاد اہلحدیث کے خود ساختہ من مانی مسائل :

شعبہ توعیہ الجالیات کی جانب سے پمفلیٹس تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔ایک پمفلٹ جس کا عنوان ہے' **جواز الجمع للحرج والحاجة الصلاة فی الرحال عند تغییر الاحوال** '' مشقت اور ضرورت پر نماز کی ادائیگی کا حکم' اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دین اسلام بہت آسان ہے اور یہ مشقت نہیں بلکہ آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے لہذا مشقت سے بچنا چاہئے اور دین میں جو سہولتیں اور آسانی رکھی گئی ہے اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ مرض' سفر' بارش اور سردی کی شدت کی بناء پر ترک جماعت کر سکتے ہیں اور جمع بین الصلوٰتین کی بھی اجازت ہے یعنی ظہر وعصر ایک ہی وقت میں ادا کر سکتے ہیں اسی طرح مغرب اور عشاء بھی ایک ہی وقت میں ادا کر سکتے ہیں۔ پمفلٹ میں مزید یہ لکھا گیا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو ہر نماز میں کپڑے تبدیل کرنے وغیرہ میں مشقت ہو تو جمع بین الصلوٰتین کر سکتی ہے اور اسی طرح ہوٹل میں پکوان کرنے والے' روٹی بنانے والے یا اسی طرح جن کو مال میں نقصان کا اندیشہ ہو تو جمع بین الصلوٰتین کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں کو مسجد اور بازار وغیرہ آنے میں مشقت کا سامنا ہے تو ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع بین الصلوٰتین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مجموع فتاوی نمبر ۵۲)

یہ ہیں اہلحدیث کے خودساختہ مسائل جو قرآن وحدیث میں کہیں نہیں ملیں گے۔ صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور اجماع اُمت سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ مشقت سے بچنا، سہولتیں اختیار کرنا، آسانی تلاش کرنا اور رخصت پر عمل کرنا یہی اہلحدیث کا مذہب ہے۔ اہلحدیث کے مسائل خود اپنی مرضی پر منحصر ہوتے ہیں۔

اہلحدیث سفر کو صرف تفریح یقین کرتے ہیں دورانِ سفر عبادات میں من مانی چاہتے ہوئے سہولتوں کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اولاً تو مسافر کے لئے اپنی من گھڑت شریعت کی اساس پر نوافل، سنن اور واجبات کو معاف قرار دے دیا گیا، مزید یہ کہ دوران سفر ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کر کے پڑھنے کو رائج کیا گیا۔ واضح رہے کہ جمع بین الصلاتین ظہر وعصر کو ایک ساتھ یعنی ظہر کے وقت میں ادا کرنا صرف حج کے موقع پر حاجی کے لئے میدان عرفات میں ہی ہے۔ مغرب وعشاء کا مسئلہ حاجی کے لئے مزدلفہ میں ہے۔ یہ استثنائی اور مخصوص مقامات کا مسئلہ ہے اس مسئلہ کا اطلاق مسافر پر لاگو کرنا نہ صرف سراسر جہالت ہے بلکہ دین وشریعت میں مداخلت بیجا اور احکامات میں تبدیلی ہے۔

رب تعالیٰ نماز کے اوقات کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾

بیشک مسلمانوں پر نماز فرض ہے اپنے وقت میں۔

پانچوں نمازوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت مقرر ہے اور جس نماز کا جو وقت مقرر ہے اس نماز کو اسی وقت میں پڑھنا فرض ہے۔ وقت نکل جانے کے بعد نماز قضاء ہو جاتی ہے اور وقت سے پہلے پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی ہے۔ ظہر کے وقت میں اگر اسی دن نماز عصر پڑھی جائے تو قضاء ادا نہیں ہوگی۔ نماز کا وقت ہونا یہ شرط

نماز ہے۔ اہلحدیث نے ایک اور بدعت شروع کردی ہے رمضان المبارک میں وقت سحر کے اختتام پر جہاں سائرن بجائے جاتے ہیں وہاں سائرن کے فوراً بعد اذان کہنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ اذان نماز فجر کا ابتدائی وقت شروع ہونے سے پندرہ تا بیس منٹ پہلے ہی ہورہی ہے۔ وقت سے پہلے اذان کہنا اور نماز پڑھنا دونوں جائز نہیں۔

سعودی عرب میں ان نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے ہر دن عجیب حرکات اور تماشے دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ مغرب کے وقت اگر ہلکی بارش ہوجائے تو مغرب کے ساتھ ہی فوراً عشاء کی نماز پڑھا دی جاتی ہے۔ بارش طوفان نہیں مچاتی' زندگی بھی درہم برہم نہیں ہوجاتی' پانی اور کیچڑ سے راستے بھی بند نہیں ہوتے' لائٹ نہ ہی بند ہوتی ہے اور نہ ہی اندھیرا چھا جاتا ہے' بارش کے بعد نہ تو موذی جانور اور درندے سڑکوں پر گشت کرتے ہیں اور نہ ہی سڑکیں سنسان ہوجاتی ہیں' بارش کے بعد کاروبارِ زندگی بھی بند نہیں ہوتے۔ ہاں صرف یہ ہوتا ہے کہ ہلکی ہلکی بارش کے دوران مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھا دی جاتی ہیں' نمازوں کے بعد سب بارش سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہوجاتے ہیں' دکانیں کھل جاتی ہیں' سڑکوں پر سب گشت شروع کردیتے ہیں' چہل پہل بڑھ جاتی ہے سب کچھ معمول کے مطابق ہوجاتا ہے سڑکوں کی رونقیں بحال ہوجاتی ہیں بلکہ خوشگوار موسم کی وجہ سے فیملی کے ساتھ پارکس پہونچ جاتے ہیں۔

مسجد کی لائٹیں وقت سے پہلے بجھا دی جاتی ہیں۔ سارا جہاں روشن اور آباد ہوتا ہے سوائے مساجد کہ جہاں تاریکی چھا جاتی ہے قفل پڑھ جاتا ہے۔ نمازیوں کا داخلہ ممنوع ہوجاتا ہے۔ غیر مقلدین چاہتے یہی ہیں کہ مساجد میں تاریکی رہے اسی لئے مساجد کو سب سے پہلے بند کرنے میں پہل کرتے ہیں۔ شب معراج کو مسجد بند' شب

براءت کو مسجد بند، شب عاشورہ اور یوم عاشورہ مسجد بند، جشن میلاد النبی ﷺ کے موقع پر مسجد بند۔ مزید یہ کہ شب قدر کو بھی آٹھ رکعت تراویح کے بعد مسجدیں بند ہو جاتی ہیں۔

غیر مقلدین دراصل اپنی خواہشِ نفس کے مقلد ہیں اس لئے انھیں اہلِ ہوا (ہوا پرست، نفس پرست) کہا جاتا ہے۔ جس میں نفس کو آرام ملے وہ ہی اُن کا مذہب ہے۔ ہم اُن کے آرام دہ مسائل دکھاتے ہیں، مسلمان دیکھیں اور عبرت پکڑیں۔

- دو مٹکے پانی کبھی گندا نہیں ہوتا لہذا کنواں کتنا ہی پلید ہو جائے اُس کا پانی پیئے جاؤ۔
- روافض کی طرح سفر میں چند نمازیں ایک وقت میں پڑھ لو، کون بار بار اُترے اور پڑھے۔ ریل میں بہت بھیڑ ہوتی ہے۔
- عورتوں کے زیور پر زکوٰۃ نہیں، ہاں جناب کیوں ہو؟ اس میں خرچ جو ہوتا ہے۔
- تراویح کی آٹھ رکعت پڑھ کر آرام کرو۔ ہاں جناب، نماز نفس پر گراں ہے۔
- وتر صرف ایک رکعت پڑھ کر سوتے رہیں، کیوں نہ ہو جلد نماز سے چھٹکارا اچھا ہے۔
- ایک بارگی تین طلاق دے دو۔ صرف ایک ہی واقع ہوگی۔ دوبارہ رجوع ہوسکتا ہے۔ کیوں نہ ہو اس میں آسانی ہے !

نام نہاد اہلحدیث کا دِین وایمان، آرام ہی آرام ہے۔ حالات دیکھ کر مسائل بدلتے رہتے ہیں جب جو سہولت دکھائی دے اس کو اختیار کیا جاتا ہے۔ کوئی مستقل اور طے شدہ مسائل نہیں ہیں۔ حسبِ سہولت اپنے مزاج کے مطابق جو چاہے کر سکتے ہیں۔

ہماری مرضی ! اہلحدیث آزادفکراورآوارہ مزاج ہوتے ہیں وہ کہتے پھرتے ہیں :

چاہے ہم پیٹ کے نیچے تک ڈاڑھی رکھیں یا ریچھ کی طرح چہرہ بنالیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم مہینہ میں ایک مرتبہ غسل کریں یا وضو میں دونوں پاؤں نہ دھوئیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم پیروں کو چیر کرنماز پڑھیں یا چیخ چیخ کرآمین کہیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم اکٹھا سب نمازیں ملاکر پڑھ لیں یا وقت پر صرف فرض پڑھ لیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم ایک رکعت وتر میں پڑھیں یا بالکلیہ نہ پڑھیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم ننگے سراور بنیائن سے نماز پڑھ لیں یا جوتے پہن کرنماز پڑھ لیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم گہری نیند سے اُٹھ کر بغیر وضونماز پڑھیں یا مسلسل کھجاتے ہوئے نماز پڑھیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم وقت سے پہلے اذاں کہہ لیں یا ابتدائی وقت سے پہلے نمازیں پڑھ لیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم نماز کی سُنتیں ترک کردیں یا نوافل ومستحبات کا انکارکردیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کو بدعت قرار دیں یا دُعا ہی ترک کردیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم بیوی کو تین طلاق کہہ کرایک شمار کریں یا بغیر حلالہ کے زندگی گذاریں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم تراویح میں دیکھ کرقرآن پڑھیں یا صرف آٹھ رکعت ہی پڑھیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم ایک بکری میں (۱۰۰) سولوگوں کی قربانی ادا کریں یا زیورات کی زکوٰۃ نہ دیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم سحری میں بہت عجلت کریں یا وقت سے پہلے فجر کی اذاں کہہ لیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم جشن میلا دالنبی کو بدعت قراردیں یا شفاعتِ رسول کوشرک قراردیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم انبیاء واولیاء کے وسیلہ کوشرک کہیں یا مزارات کی زیارت کوکفر کہیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم حضور ﷺ کے علم غیب کا انکارکریں یا رسول کو حاضروناظر تسلیم نہ کریں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم فاتحہ کو پوجا پاٹ کہیں یا اولیاء اللہ کے مزارات کومندر اور بُت کہیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم' مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک کہتے پھریں' یا مسلمانوں کوخرافی اور کافر کہیں' ہماری مرضی ۔
چاہے ہم احادیث مبارکہ کوضعیف قراردیں یا عبادات کو بدعت قراردیں' ہماری مرضی ۔

چاہے روضۃ النبی ﷺ کی زیارت کو ساری اُمت واجب اور باعثِ نجات قرار دے یا اپنی زندگی کی حسرت وتمنا قرار دے............لیکن ہم ناجائز وبدعت کہیں گے‘ ہماری مرضی ۔

چاہے ہم مشرکینِ مکہ اور کفارِ کے حق میں نازل ہوئیں آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کریں یا بتوں سے متعلق آیات کو انبیاء واولیاء کے حق میں ثابت کریں‘ ہماری مرضی ۔

چاہے ہم کچھ کہیں‘ ہماری مرضی ۔ ...... ہم آزاد ہیں‘ ہم آزادمزاج ہیں‘ ہم آزادفکر ہیں ہم بیباک ہیں‘ ہم بے لگام ہیں‘ ہم بےٹوک ہیں‘ ہم بےامام ہیں‘ ہم بےایمان ہیں ۔

ائمہ دین کا دامن جو نہ تھامے وہ قیامت تک اسی طرح آوارہ مزاج بھٹکتا رہے گا ۔

کارِخیر اور ذکرِ خیر سے روکنا : غیر مقلدین ہر کارِخیر اور ذکرِ خیر سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ نماز کے بعد فاتحہ (الحمد شریف‘ سورۂ اخلاص‘ سورۂ فلق‘ سورۂ الناس اور درود شریف پڑھنے) سے روکتے ہیں ۔ درود شریف کی مبارک محافل سے روکتے ہیں ۔ صلوٰۃ وسلام اور ذکر نبی ﷺ سے روکتے ہیں ۔ توحید کا کھوکھلا نعرہ لگانے والے نماز تراویح کے دوران تسبیح وتہلیل سے روکتے ہیں حالانکہ یہ تو خالص حمد الٰہی ہوتی ہے ۔

بہرحال نیکیوں سے روکنا اُن کا اولین مقصد ہے ۔ زمین پر فساد برپا کرنا اور قوم میں انتشار پیدا کرنا یہی محبوب مشغلہ ہے ۔ مسلمانوں کو بے باک اور گستاخ بناتے ہوئے اُن کے دِلوں سے اللہ کے مقبول ومحبوب بندوں کی عظمت کو نکال دینا یہی اُن کی تعلیمات کا حاصل ہے ۔

بد مذہبوں سے میل جول‘ نشست برخاست‘ سلام کلام سب حرام ہے ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿**واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظٰلمین**﴾ اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ ۔

حضور مخبر صادق نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یکون فی آخر الزمان دجّالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباء کم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔ (رواہ مسلم عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ)

آخری زمانہ میں (ایک گروہ) دجّالوں اور کذابوں (فریب دینے والوں اور جھوٹ بولنے والوں) کا ہوگا وہ تمہارے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ تم نے کبھی سُنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تو ایسے لوگوں سے بچو اور انھیں اپنے قریب نہ آنے دو تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

یعنی ایک ایسی جماعت پیدا ہوگی جو مکاری وفریب سے اپنے کو تبلیغی، اصلاحی، اہلحدیث اور مسلمانوں کا خیرخواہ ظاہر کرے گی تاکہ اپنی جھوٹی باتیں پھیلائے اور لوگوں کو اپنے باطل عقیدوں، فاسد خیالوں کی طرف راغب کرے۔ مسلمانوں کو ان بدعقیدہ عناصر سے دوری اختیار کرنا چاہئے۔

(☆) حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی بدمذہب کی تعظیم وتوقیر کی تو اُس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ (مشکوٰۃ)

(☆) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اُس کے سامنے سختی سے پیش آ ؤ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے۔ (ابن عساکر)

(☆) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدمذہب اہل دوزخ کے کتے ہیں۔ (دارقطنی)

(☆) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ

کسی بد مذہب کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز۔ نہ زکوٰۃ نہ حج۔ نہ عمرہ نہ جہاد۔ نہ نفل نہ فرض۔ بد مذہب دین اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(☆) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو اُن کی عیادت نہ کرو' اگر مر جائیں تو اُن کے جنازہ میں شریک نہ ہو' اُن سے ملاقات ہو تو انھیں سلام نہ کرو۔ اُن کے پاس نہ بیٹھو۔ اُن کے ساتھ پانی نہ پیو۔ اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ اُن کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو۔ اُن کی جنازہ نہ پڑھو اور نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔ (مسلم شریف)

ان احادیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ بدعقیدہ اور بد مذہب لوگوں کی صحبت کا اثر اُس کے ہم نشین پر پڑتا ہے اور وہ بھی رفتہ رفتہ اُن کا ہم عقیدہ اور ہم خیال بن جاتا ہے لہذا کسی کی صحبت اختیار کرنے یا وعظ و تقریر سننے یا کوئی کتاب پڑھنے سے پہلے اس کے عقائد و نظریات کا معلوم کرنا اور افکار و خیالات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

انسان غیر مقلد ہو کر بد تہذیب' بد زبان' بے باک اور حضور نبی کریم ﷺ کے عادات و اخلاق سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔ غیر مقلدیت بے دینی کا دروازہ ہے غیر مقلدیت بے دینی کی دلیل ہے۔ غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے البتہ مقلد (اہلِ سُنّت و جماعت سے) ہونا مشکل ہے کیونکہ غیر مقلدیت میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا۔ جسے چاہا بدعت کہہ دیا۔ جسے چاہا سُنّت کہدیا۔ کوئی معیار نہیں۔ مگر مقلد (سُنّی) ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا' کبھی اس کھیت میں' نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان۔ غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہلحدیث اور سلفی کہتے ہیں وہ اپنا نیا

مذہب پھیلانے کے لئے نئے نئے فتنے کھڑے کرتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس گمراہ فرقے سے دور رہیں، اُن کے فتنے میں نہ پڑیں اور نہ اس نئے مذہب کی سہولتیں دیکھ کر اُس کی طرف مائل ہوں۔

اہلحدیث کی فحش گوئی: ایک نام نہاد اہلحدیث (بیہودہ غیر مقلد وہابی) لڑکے کے شریف النفس صحیح العقیدہ والد نے مجھ سے انتہائی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ اُن کے لڑکے نے دراصل اہلحدیث فرقہ (غیر مقلدیت کو)، تراویح کی بیس رکعتوں سے بچنے کی خاطر اختیار کیا تھا، پھر جوں جوں اُن لوگوں سے ملتا رہا اور اُن کی بتائی ہوئی کتابیں پڑھتا رہا کچھ یوں محسوس کرتا رہا کہ یہی مسلک صحیح ہے۔ جب تک وہ حنفی (مقلد) تھا، ذکر واذکار، نوافل اور نماز باجماعت کا نہایت ہی پابند تھا لیکن جب سے نام نہاد اہلحدیث فرقے میں شامل ہوگیا اُس کا زیادہ تر وقت دوسروں کی تنقید اور غیبت میں صرف ہوتا ہے۔ اُس کی زبان پہلے گالی سے نا آشنا تھی، لیکن اب جو سوسائٹی اُسے ملی ہے اس کا اثر یہ ہے کہ گالیاں اُس کی زبان پر رواں ہوگئی ہیں۔ اُس کے اکثر ساتھی لین دین میں انتہائی خراب ہیں۔

اسلام کی تعلیمات انسان کو شرافت، پاکیزگی، حلم، تدبُر اور متانت وشائستگی کا درس دیتی ہیں فحش گوئی، بے حیائی اور کم ظرفی کا مظاہرہ کرنے سے منع کرتی ہیں۔ انتہائی دشمنی میں بھی عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے اور دشمن کی چھچوری حرکتوں کے باوجود صبر وشائستگی اور بردباری کی تلقین کرتی ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث نے اسلاف صالحین اور عامۃ المسلمین کے خلاف شدید عداوت ونفرت اور تکفیر وتفسیق کی مہم چلا رکھی ہے۔ ان افراد کی گفتگو میں ایسی بدزبانی، فحش

گوئی اورفقرے بازی کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ شریف آدمی سر پیٹ کر رہ جائے۔ اُن کی زبان کی زد سے ائمہ تو دَرکنار بہت سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محفوظ نہیں ہیں۔ بے تکلف کہہ دیتے ہیں کہ اُن سے مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ یہ دو چار مختصر رسائل کو ادھر اُدھر سے پڑھے ہوئے جن میں نہ علمی گیرائی ہے اور نہ ہی کوئی لیاقت، وہ منہ بھر کر علماء متقدمین کی آراء کا تجزیہ کر کے کسی کو غلط اور کسی کو صحیح قرار دینے کی جسارت کرتے ہیں اور اپنی فہمِ ناقص کے آگے بڑے بڑے اساطین اُمت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اہلحدیث (غیر مقلدین) کے گروپ نے پروپکنڈہ کے ذریعہ نوجوانوں میں یہ تاثر پیدا کرنا شروع کیا ہے کہ جو بات صحابہ کرام نہیں جانتے تھے، جو حدیثیں ائمہ فقہ کو نہیں معلوم تھیں، جن اُمور سے کروڑ ہا کروڑ مسلمان سینکڑوں سال سے ناواقف تھے انھیں ہم نے جان لیا ہے اور 'ہم حدیث پر عمل پیرا ہیں' باقی سارے لوگ گمراہ اور جہنمی ہیں'۔ اس پروپکنڈے سے نئی نسل کنفیوژن(confusion) کا شکار ہورہی ہے۔ اسلاف پر سے اعتماد ختم ہورہا ہے اور یہ تاثر بن رہا ہے کہ دین کی بنیاد اختلاف اور صرف اختلاف ہی پر قائم ہے اس سے نوجوانوں میں دین بیزاری پیدا ہورہی ہے۔ غور کریں کہ عدم تقلید سے کہاں پہنچ گئے کہ صحابہ کرام سے اعتماد اُٹھ گیا۔ بقاء دین کی خاطر صحابہ کرام کی پاکبازی وعدالت اور حجیت کو بھی ماننا ضروری ہے یہ عقیدہ دین کا سنگ بنیاد ہے۔ دین اور اس کی تمام جزئیات ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ ہی پہنچی ہیں یہ لوگ اسلام کا مرکزِ عقیدت ہی نہیں، منبع رشد وہدایت اور مسلمانوں کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ دین وملت کے پاسبان ہیں، ان سے ذہنی رشتہ ٹوٹ جانے کے بعد اسلام کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہ سکتا۔ پوری اُمت کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب پاکباز اور عادل ہیں۔

صحابہ کی عدالت وثقاہت پر قطعی دلائل موجود ہیں۔ بلا چوں و چراں اُن کو عادل تسلیم کرنا ضروری ہے۔ راوی غیر صحابی کی عدالت کے متعلق تو چھان بین ہوگی مگر صحابہ کی عدالت میں تفتیش نہیں ہوگی۔ صحابہ کی عدالت دیگر عام رواۃ کی طرح نہیں ہے اور صرف روایت حدیث ہی میں نہیں بلکہ دوسرے معاملات زندگی میں بھی وہ عدالت کی صفت سے متصف ہیں' فسق کی صفت سے متصف نہیں ہوسکتے۔ اگر اُن کی عدالت مجروح ہو تو پھر اعتماد کامل کیسے حاصل ہوسکتا ہے جب کہ صحابہ کرام دین کے ستون ہیں' اس لئے اُن پر جرح وتعدیل نہیں ہوگی۔ صحابہ کرام سے اگر اعتماد اُٹھ جائے تو سارا دین مجروع ہو جائے گا بلکہ غیر معتبر ہو جائے گا۔

ایسے بے ادب' فتنہ پرور اور عاقبت نا اندیش لوگ دراصل قیامت کی ایک اہم علامت 'ولمن آخر هذه الامة اولها' (ترمذی شریف) اور اُمت میں آخر میں آنے والے پہلے لوگوں پر لعن طعن کرنے لگیں) کے کھلے ہوئے مصداق ہیں۔ اُمت کو اس طرح کے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اہلحدیث (غیر مقلد) کی صحبت مسلمان کے لئے جذامی اور ایڈس کے مریض کی صحبت سے زیادہ خطرناک ہے۔ جذامی اور ایڈس کے مریض کی صحبت انسان کے لئے جان لیوا ثابت ہوسکتی ہے یعنی ان مریضوں کے قریب رہنے والے کی جان (زندگی) کو خطرہ ہوسکتا ہے۔ بلا تشبیہ و بلا تمثیل اہلحدیث کی صحبت' مسلمان کے ایمان کے لئے خطرہ ثابت ہوسکتی ہے' ان بدعقیدہ افراد کی صحبت میں رہنے اور اُن کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا بے ایمان ہوسکتا ہے۔

دورِ حاضر میں اُمت کی شیرازہ بندی کی جتنی ضرورت ہے اتنی شاید زمانہ سابق میں کبھی نہ رہی ہو۔ آج دشمنانِ اسلام ہر طرف سے اور ہر جگہ جمع ہو کر اُمتِ مسلمہ کو نوالہ تر بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ سیاسی' اقتصادی' تعلیمی ہر اعتبار سے

مسلمانوں کا وزن پوری دُنیا میں نا قابل یقین حد تک گھٹ چکا ہے۔ اکثر مسلم کہے جانے والے ممالک بھی اندرونی طور پر پوری طرح غیر مسلم شاطر طاقتوں کے دستِ نگر بن چکے ہیں۔ مسلم حکومتوں کے اربابِ حل وعقد بھی زیادہ تر دین سے بے بہرہ بلکہ الحادی نظریات کے حامل ہیں۔ ایسے ماحول میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، مسلمانوں کی صفوں میں انتشار کو ختم کیا جائے اور فروعی مسائل میں الجھنے کے بجائے اصولی طور پر اتحاد واتفاق کو مضبوط کرنے کی راہ اپنائی جائے۔ اور کلمہ کی وحدت اور متواتر اجماعی عقائد کو اتحاد کی بنیاد بنایا جائے تا کہ زیادہ سے زیادہ حد تک اتفاق اور ہم آہنگی کی راہ ہموار ہو سکے۔ لیکن اس شدید ضرورت کے برعکس کچھ بے توفیق فتنہ پروروں نے پوری شدت کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی مہم چھیڑ رکھی ہے۔ جماعت اہلحدیث (غیر مقلدین۔ گستاخانِ ائمہ) اس دور کا سب سے بڑا خطرناک فتنہ ہے جس نے ائمہ اربعہ بالخصوص امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اور حضرات حنفیہ) کے خلاف برسرِ عام بدزبانی، طعن وتشنیع اور تہمت طرازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ یہ لوگ حکومت سعودیہ کی سرپرستی میں حرمین شریفین کے شعبہ وعظ وتذکیر میں دخیل ہیں (شعبہ توعیہ الجالیات ۔ مکتبہ دارالسلام ۔ مکتبہ بیت السلام ۔ دارالبلاغ للنشر)۔

حج اور رمضان المبارک کے مہینوں میں وعظ وتذکیر کے عنوان سے جو اُردو میں بیانات ہوتے ہیں اُن میں تقریر کا سارا زور عوام کے سامنے چند متعینہ اختلافی مسائل ودلائل بیان کرنے اور علماء سلف اور ائمہ عظام پر تبصروں اور تبرے بازیوں پر صرف ہوتا ہے۔ اُن کی تقریروں کو سننے والا ہر شخص بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ سید الفقہاء سیدنا امام اعظم سراج الامت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور اُن کے

اہل مذہب (احناف) سے بغض وعناد اُن کے دلوں کی گہرائیوں میں پیوست ہے جس کا اظہار موقع بموقع زبان کش شدت اور گندگی سے ہوتا رہتا ہے۔

بدعقیدہ کی صحبت اختیار کرنے کی ممانعت :

بہت سارے علماء تابعین سے بدعقیدہ کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ بدعقیدہ کے ساتھ بیٹھنے یا اس کی صحبت اختیار کرنے سے اس بات کا قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہم نشینوں پر اپنا اثر ڈال دے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے پر اُبھارا ہے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے ڈرایا ہے اور ان دونوں کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی پھونکنے والے سے دی ہے۔ نیک ساتھی مشک بیچنے والے کی طرح ہے کہ یا تو آپ اس سے خریدیں گے یا وہ آپ کو بذاتِ خود دے گا یا آپ ان سے اچھی خوشبو سونگھیں گے۔ اور بُرے ساتھی کی مثال بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے کہ یا تو وہ آپ کے کپڑے کو جلا دے گا یا آپ اس سے بدبو سونگھیں گے۔ اسی طرح بدعقیدہ یا تو وہ اپنی بدعقیدگی کو اچھی شکل میں پیش کر کے تمہارے دل میں اس کا اثر ڈال دے گا یا تمہارے سامنے خلافِ شرع کام کر کے تمہارے دل کو بیمار بنا دے گا یا اسی تکلیف میں مبتلا کر دے گا۔

اسی وجہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدعقیدہ کے ساتھ میل جول نہ رکھو، ورنہ وہ تمہارے دل میں وہ بات (بدعقیدگی) ڈال دے گا جس پر تم اس کی اطاعت کرو گے۔ تو خود کو ہلاکت میں ڈال دو گے یا اس کی ممانعت کرو گے تو اپنے دل کو حریص بنا ڈالو گے اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ بدعقیدہ کے ساتھ مت بیٹھو ورنہ تمہارے قلب کو بیمار بنا ڈالے گا۔

ابوقلابہ کا قول ہے کہ بدعقیدہ کے ساتھ مت بیٹھو اور نہ اُن کے ساتھ بحث مباحثہ

کرو اس لئے کہ میں اس بات سے بے خوف نہیں ہوں کہ وہ تم کو اپنی گمراہی میں ڈبو دیں گے اور جو کچھ جانتے تھے اس کے بارے میں وہ تمہیں شبہ میں ڈال دیں گے۔ اہل اہواء (نفس پرست لوگ) راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور میں اُن کا ٹھکانہ جہنم کے علاوہ اور کہیں نہیں دیکھتا۔ جب کسی راستہ میں بدعقیدہ سے تمہاری ملاقات ہو جائے تو تم اپنا راستہ بدل لو۔

ہندو تنظیمیں اور اہلحدیث' مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی چاہتے ہیں :

یہ ایک حقیقت ہے کہ ملتِ اسلامیہ ان دنوں مختلف مسائل میں گھری ہوئی ہے افسوس یہ ہے کہ ملت کے بعض افراد ہی اکثر مسائل پیدا کرتے ہیں اور پوری ملت انھیں بھگتنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اسلامی قوانین' اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مکرم ﷺ کے بنائے ہوئے قوانین ہیں۔ اللہ رسول قانون بنانے والے (قانون ساز) ہیں۔ کسی مسلمان فرد' قوم' حکومت یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کیے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لیے کوئی نئی راہ عمل تجویز کرے۔

فرقہ پرست ہندو تنظیمیں ابتداء سے اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ اسلامی قوانین (اسلامک لاء۔ مسلم پرسنل لاء) میں تبدیلی لائی جائے اور تمام ہندوستانیوں کے لئے بلا لحاظ مذہب وملت یکساں سیول کورٹ نافذ کر دیا جائے۔ سیاسی جماعتوں کے غیر مذہبی ذہنیت کے حامل ایجنٹس (مسلم نما افراد) بھی اپنے ذاتی مفادات کے پیش نظر چاپلوسی میں حکومت ہند اور عدلیہ کو اسلامک لاء (مسلم پرسنل لاء) کے بارے میں بدگمان کرتے رہتے ہیں۔ جب بھی اسلامی شریعت میں تبدیلی کی کوشش کی گئی' دفاع میں اُمت مسلمہ نے اپنے اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے آواز لگائی کہ : 'اسلامی

قوانین خالق کائنات کے وضع کردہ ہیں ان میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ ممکن نہیں ہے۔‘
اس آواز کی ہیبت اور گرج سے حکومت مرعوب ہوئی اور مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا تصور ذہن سے نکال دی۔

شیطان کو یہ خاموشی پسند نہ آئی‘ چونکہ اہلحدیث فرقہ کی بنیاد عدم اعتماد اور بیزارگی پر قائم ہے اور یہ لوگ صحابہ کرام‘ ائمہ عظام اور اسلاف صالحین کے اقوال وافعال (سُنّت صحابہ) کو حجت تسلیم نہیں کرتے‘ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیار حق بھی نہیں مانتے۔ فرقہ پرست ہندو تنظیموں کی طرح یہ دہشت گرد فرقہ نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) بھی اسلامی شریعت میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ اہلحدیث افراد نے فرقہ پرست ہندو تنظیموں کے کام کو آسان کردیا اور مسلم پرسنل لاء میں ترمیم کے لئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ’ایک نشست میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جائے‘۔ اجماع صحابہ‘ جمہور علماء تابعین‘ اتباع تابعین‘ جمہور اُمت‘ ائمہ فقہ‘ محدثین کے خلاف اہلحدیث افراد کا یہ مطالبہ شریعت میں تبدیلی کے مترادف ہے۔

نام نہاد اہلحدیث اس مسئلہ میں جمہور علمائے سلف کی رائے چھوڑ کر ابن تیمیہ کے مسلک کی شدت سے تقلید کرتے ہیں۔ موقع بموقع اس مسئلہ کو عورتوں کی حالتِ زار کی دُہائی دے کر اخبارات میں اُچھالا جاتا ہے۔ نادم اور شرمسار طلاق دینے والوں کی اشک شوئی کی جاتی ہے اور انھیں اس پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ غیر مقلدوں کے فتوے پر عمل کرکے اپنی ازدواجی زندگی دوبارہ استوار کرلیں۔ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے اس کا تعلق نہ صرف یہ کہ براہِ راست حلت وحرمت سے ہے بلکہ اس مسئلہ میں بے احتیاطی کے اثرات نسلوں تک پڑنے کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے کہ جب ایسی عورت سے رجعت کو حلال کیا جائے گا جس کی حرمت پر تمام ائمہ عظام کا اتفاق ہے اور جس کو

بلا حلالہ شرعیہ گھر میں رکھنا حرام کاری ہے تو پھر اس سے جو اولادیں پیدا ہوں گی اُن میں صلاح وفلاح کا تصور کیسے ہوسکتا ہے؟ یہی نسل پرورش پاکر حرام' حرام' حرام کا نعرہ لگاتے ہوئے نظر آئے گی۔ کبھی اُس متبرک کھانے کو حرام کہتے نظر آئے گی جس پر قرآن شریف دُرود شریف پڑھا گیا ہو' اور کبھی ایصال ثواب کی غرض سے دی ہوئی بزرگوں کی فاتحہ اور نیاز کو حرام کہتے ہوئے نظر آئے گی اور کبھی میلاد النبی ﷺ اور محافل دُرود شریف کو حرام کہتے ہوئے نظر آئے گی۔ بہر حال یہ نسل اپنی بولی سے پہچانی جائے گی۔

افسوس ! نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) نے حکومت' عدلیہ اور عوام کو یہ تاثر دیا کہ اسلامی قوانین (اسلامک لاء' مسلم پرسنل لاء) میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس طرح کی حرکت کرنے والوں کا دین و مذہب سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔

ہندوستان میں آج تک فقہ حنفی ہی کو مسلم پرسنل لا کی حیثیت سے سمجھا جاتا ہے اور آج بھی سمجھا جارہا ہے۔ اگر غیر مقلدین اور شیعوں کی طرف سے اس میں کسی ترمیم کا مطالبہ کیا گیا تو ناعاقبت اندیشی کے ساتھ وہ یکساں سیول کوڈ کا راستہ ہموار کریں گے۔

اہلحدیث کی شرانگیزی: جماعت اہلحدیث کے بد باطن لوگ' سادہ لوح عوام کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ ایک طرف کوئی حدیث بیان کریں گے اور پھر اس کے مقابلے میں امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا کوئی قول ذکر کرکے دونوں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے یہ ثابت کریں گے کہ نعوذ باللہ احناف قولِ رسول ﷺ کے مقابلے میں قولِ ابوحنیفہ کو ترجیح دیتے ہیں' حالانکہ یہ بات سرے سے غلط ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ حضرات احناف فہمِ کتاب وسُنّت میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے علم پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ حُسن ظن رکھتے ہیں کہ انھوں نے نصوص سے سمجھ کر جو رائے اپنائی ہے وہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔

قصرِ غیر مقلدیت کے بنیادی ستون

اعتقادی بنیاد: (۱) عقیدۂ تحریف قرآن یعنی قرآن مجید میں لفظی ومعنوی طور پر ظاہری و باطنی تحریف وتبدیل کی کوشش کرنا کہ مذہب کی اصل بنیاد ہی مشتبہ ومشکوک ہوجائے (۲) واسطہ قرآن وحدیث یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف دِلوں میں بے اعتمادی و بے اطمینانی پیدا کرنا کہ جب عام مسلمانوں تک دینی تعلیمات کے یہ ذرائع اور واسطے ہی ناقابل اعتماد اور غیر معتبر قرار پاجائیں گے تو اصل تعلیماتِ دین میں تحریف وتبدیل کی راہ ہموار ہوجائے گی۔

عملی خصوصیات: (۱) عیش کوشی ونفس پرستی کے لئے نکاح کے شرعی طریقہ کے علاوہ متعہ کے نام پر زنا کی گنجائش نکال لینا (۲) ایک طہر یا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک شمار کرلینا یعنی تین طلاق کہہ کر بھی ازدواجی زندگی گذارنے کی گنجائش نکال لینا (۳) حالتِ حیض ونفاس میں اپنی بیویوں کو طلاق پر طلاق دیتے رہنا اور طلاق واقع ہی نہ ہوئی کہہ کر ازدواجی زندگی گذارنے کی گنجائش نکال لینا (۴) حق سے پہلو تہی اور روگردانی کے لئے مذہب وثواب کے نام پر تقیہ کا چور دروازہ کھول لینا۔

جماعت اہلحدیث کی خطرناکی ایک نظر میں:

نام نہاد اہلحدیث کے لٹریچر میں پائی جانے والی خطرناکیاں وزہرناکیاں یوں تو گوناگوں اور نوع بہ نوع ہیں لیکن انھیں آسانی سے سرسری طور پر مندرجہ ذیل چند عنوانات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ تنقیص شانِ سرورِ کائنات ﷺ

۲۔ تنقیص دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام

۳۔ تنقیص وتنقید صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۴۔ تنقید مجددین و مصلحین اُمت رحمہم اللہ

۵۔ استخفاف سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ

۶۔ استخفاف واستہزائے اشغال حضرات صوفیہ

۷۔ استہزائے وضع صلحائے اُمت

۸۔ انکارِ سُنّت

۹۔ انکارِ حدیث

۱۰۔ انکار معجزات کی ذہن سازی

مندرجہ بالا تمام عنوانات میں شیعہ اور جماعت اہلحدیث کا ایک ہی موقف ہے۔

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدوں) کے چند اہم اصول :

نام نہاد اہلحدیث کچھ ایسے اہم اصول بنائے ہوئے ہیں جن پر وہ سختی کے ساتھ عمل کر کے اپنا نیا مذہب پھیلانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

☆ پہلا اصول اُن کا یہ ہے کہ پہلے زمانے کے بزرگوں کی کوئی بات ہرگز نہ سُنی جائے چاہے وہ ساری دُنیا کے مانے ہوئے بزرگ ہی کیوں نہ ہوں۔ مثال کے طور پر غوث صمدانی قطب ربّانی محبوب سبحانی حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جن کے حالات وکرامات اور فضائل ومناقب پر حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی تمام محدثین کرام اور علمائے عظام نے بے شمار کتابیں لکھیں اور جن کی عظمت و بزرگی کا ڈنکا سارے عالم میں بج رہا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی، حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت شیخ سری سقطی، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت معروف کرخی، حضرت خواجہ عثمان ہارونی، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، حضرت ابوالحسن خرقانی، حضرت ابونصر سرّاج طوسی، حضرت ابوطالب مکی، حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی، حضرت ابوالقاسم قشیری، حجۃ الاسلام حضرت ابوحامد امام غزالی، حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی، مولانا جلال الدین رومی، مولانا عبدالرحمٰن جامی، مولانا روم، حضرت سعدی شیرازی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی، حضرت معین الدین حسن سنجری چشتی، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت شہاب الدین سہروردی، حضرت بہاء الدین نقشبند، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت علاء الدین صابر کلیری، حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری، حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت سید محمد الحسینی گیسو دراز، حضرت عبدالکریم جیلی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی.................رضی اللہ عنہم دُنیائے اسلام کے ان مشہور ترین اولیاء اللہ کی تعلیمات کو ماننے والا کبھی غیر مقلد نہیں ہوسکتا۔

اس لئے اہلحدیث غیر مقلدین کے سارے اصولوں میں سب سے اہم یہی اصول ہے کہ پہلے کے بزرگوں میں سے کسی کی کوئی بات ہرگز نہ سُنی جائے۔

☆ غیر مقلدوں کا دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھنے والے بڑے بڑے مفسرین اور قرآن وحدیث سے مسائل نکالنے والے بڑے بڑے مجتہدین میں سے کسی کی کوئی تفسیر اور کسی مجتہد کی کوئی بات ہرگز نہ مانی جائے اس لئے کہ غیر مقلدین کا

خیال ہے کہ قرآن وحدیث ہر شخص سمجھ سکتا ہے اس کے لئے کسی بڑے علم کی ضرورت نہیں ! سلف صالحین اور دُنیائے اسلام کے بڑے بڑے مفسرین اور مجتہدین کے عقائد ونظریات افطار اور تعلیمات سے دور کرنے کے لئے یہ اصول بنایا گیا۔

☆ غیر مقلدین کا تیسرا اہم اصول یہ ہے کہ ہر مسئلے میں آسان صورت اختیار کی جائے اور اگر اس کے خلاف کوئی حدیث پیش کرے تو اُسے ضعیف' موضوع' من گھڑت کہہ کر رَد کر دیا جائے۔ اس لئے کہ انسان کی خاصیت ہے کہ وہ آسان کو پسند کرتا ہے تو حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی مقلدین سب ہمارے مذہب کی آسانی دیکھ کر اپنا قدیم مذہب چھوڑ دیں گے اور غیر مقلد ہو کر ہمارا نیا مذہب قبول کرلیں گے۔

نام نہاد اہلحدیث کا کتاب وسُنّت سے انحراف :

نام نہاد اہلحدیث کے بیشتر مسائل کتاب وسُنّت اور مذہب جمہور سے الگ ہیں اور اُن کا یہ دعویٰ کہ وہ کتاب وسُنّت سے سَر موتجاوز نہیں کرتے' انہیں جو بھی صحیح حدیث ملتی ہے اس پر اُن کا عمل ہوتا ہے یہ محض زبانی جمع خرچ اور نِرا دعویٰ ہے جب کہ واقعہ اس کے برخلاف ہے۔

غیر مقلدین کا حال تو یہ ہے کہ وہ ائمہ مجتہدین' محدثین وفقہاء اور اُن کے بعد کے لوگوں کا ذکر تو کجا' صحابہ کرام حتیٰ کہ رسالتمآب حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں جو گستاخانہ اور بے باکانہ لب ولہجہ اختیار کرتے ہیں کوئی دیندار ایسی بے باکی کا تصور بھی نہیں کرسکتا' اور کوئی باغیرت مسلمان ایسی بے حیائی قطعاً برداشت نہیں کرے گا۔

یہ غیر مقلدین کے اکابر ہی تو ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ لکھ گئے ہیں :

> ’شریعتِ اسلام میں تو خود پیغمبر خدا (ﷺ) بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الٰہی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں‘ (طریق محمدی/۳۰)

اُف رے ناپاک ! یہاں تک ہے خباثت تیری ۔ گویا پورے دین میں جو کچھ ہے وہ صرف وحی الٰہی ہے‘ رسول نے رسول ﷺ ہونے کی حیثیت سے دین میں کچھ فرمایا ہی نہیں اور اگر رسول بحیثیت رسول دین میں اپنی طرف سے کچھ فرمائیں تو اس کا ان غیر مقلدین کے یہاں کچھ اعتبار ہی نہیں ۔

سچ تو یہ ہے کہ غیر مقلدین بارگاہ رسول ﷺ کے گستاخ ہیں‘ صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں‘ ائمہ دین‘ اسلاف اُمت‘ محدثین عظام ......سب کی یہ تضحیک اور بے قدری کرتے ہیں اس لئے یہ علم کے نور سے محروم ہیں ۔ دین کی سمجھ ان سے سلب کر لی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ضلالت و گمراہی کے ایسے راستہ پر ڈال دیا ہے کہ وہ اس سے باہر نکلنا بھی چاہیں تو اپنی ان گستاخیوں کی وجہ سے اس سے باہر نہیں نکل سکتے ۔

فتنہ ’انکارِ حدیث‘ :

آج کے منکرینِ حدیث اور دیگر باغیانِ رسول فرقوں کے ذہن میں بھی وہی منافقانہ خیالات ابھر رہے ہیں ۔ اور وہ رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ سے الگ‘ اور کتاب اللہ کو صاحبِ وحی سے الگ کر کے اسلام و شریعت کا شیرازہ منتشر کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ سب دُشمنان اسلام طاقتوں کے ہتھکنڈے اور ان کی مفسدہ پردازیاں ہیں ۔ جس طرح اسلام کے دشمنوں نے ہر دور اور ہر زمانے میں نئے نئے فتنے پھیلا کر اس دینِ حق کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں‘ اسی طرح چند نام نہاد مذہب بیزار مسلمانوں کو ایجنٹ بنا کر آج کے زمانے میں بھی ’انکارِ حدیث‘ کی وبا پھیلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں

مگر ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَه وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (التوبہ ۹/۳۲) (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بُجھا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے' اور انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مگر یہ کہ کمال کو پہنچا دے اپنے نور کو' اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) کافر۔ ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (الصّف ۶۱/۶) (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بُجھا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے' اور اللہ تعالیٰ اپنا نور پُورا کرنے والا ہے (کمال کو پہنچانے والا ہے)' اگرچہ بُرا مانیں کافر۔

انکارِ حدیث کے فتنے کو بھی علماءِ حق نے دلائل و براہین کی قوت سے کچل کر رکھ دیا ہے۔ حجیت حدیث' حضور اکرم ﷺ کے تشریعی اختیارات' تدوینِ حدیث اور سُنّت خیر الانام' سُنّت کی آئینی حیثیت کے عنوان پر بے بہا لٹریچر تیار ہو چکے ہیں جن سے یہ موہومہ بھی ہوا ہو گیا۔ منکرین حدیث اپنی موت آپ مر گئے۔ یہ سب ربِ کائنات کا فضل و احسان ہے:

کہیں پھونکوں سے بُجھتی ہے تجلی نورِ ایمان کی ہوا روکے تو کشتی تیز جاتی ہے مسلمان کی

قرآن اجمال ہے حدیث اُس کی تفصیل :

رسول کریم ﷺ کلام الٰہی کے شارحِ حقیقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اُس کے محبوب سے زیادہ سمجھ بھی کون سکتا ہے؟ منکرینِ حدیث کا یہ خیالِ باطل کہ قرآن جب خود مکمل کتاب ہے تو ہمیں حدیث یا کسی اور علم کی ضرورت کیا۔؟ یقیناً قرآن جامع العلوم ہے' ہر لحاظ سے کامل ہے۔ مگر اس کامل و مکمل کتاب سے لینے کے لئے کامل شخصیت بھی درکار ہے' وہ کامل ذات' افضل الخلق سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یہ اعتراض بھی سامنے آتا ہے کہ قرآن مجید کو خود رب تعالیٰ نے آسان فرمایا ہے۔

یہ بات بھی درست ہے مگر قرآن آسان ہے حفظ کرنے کے لئے' رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿یَسَّرْنا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ﴾ ہم شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی قرآن مجید کو حفظ کر لیتے ہیں اور پڑھتے ہیں' مگر اس کے معانی اور مفاہیم تک رسائی کے لئے **اولوالعلم .. قانتین فی العلم** کی شرطیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ رب تعالیٰ نے قرآن سکھانے کے لئے رسولوں کے سردار کو بھیجا۔ چنانچہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے علم وشعور کا نور حاصل فرمانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے باب العلم حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ 'اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کروں تو ستر اونٹ کتابوں سے بوجھل ہو جائیں۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن میں وہ دقتِ نگاہ حاصل ہے کہ فرمایا 'اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو تو اُسے قرآن میں ڈھونڈ لوں' مگر علوم و معارف کا بحرِ ذخّار اپنے سینوں میں موجزن رکھنے والے ان اولوالعزم صاحبانِ کمال نے کبھی بھی حدیث رسول اور سُنّت مصطفیٰ سے (معاذ اللہ) برگشتہ ہونے کا خیال نہیں کیا۔۔۔ اور کیوں کر یہ خیالِ فاسد اُن کے قریب آتا کہ علوم وفنون' شریعت و معرفت کا سارا خزانہ تو انھیں دربار رسول ﷺ سے حاصل ہوا تھا۔

دلائل شرعیہ کا منتہا : شیخ محقق مفتی محمد شریف الحق امجدی مقدمہ نزہتہ القاری شرحِ بخاری میں 'حجیتِ حدیث' کو اپنے مخصوص علمی پیرائے میں ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں : قرآن خدا کی کتاب ہے واجب القبول ہے۔ یہ کیسے معلوم ہوا؟ اللہ عز وجل نے آسمان سے لکھی لکھائی جلد بندھی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی۔ اور اگر لکھی لکھائی جِلد بندھی بندھائی کتاب اُتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ کتابِ خدا ہے۔ کہیں سے بھی اُڑ کر آ سکتی ہے۔ کوئی فریب کار کسی خفیہ طریقہ سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر

جبرئیل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہچانتے کہ یہ جبرئیل یا کوئی فرشتہ ہے۔کوئی جنّ‘ کوئی شیطان‘ کوئی شعبدہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبرئیل ہوں۔ میں فرشتہ ہوں۔ یہ خدا کی کتاب لایا ہوں۔غرض کہ رسول کے مطاع ماننے سے انکار کے بعد‘ قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر کوئی یقینی‘ قطعی‘ دلیل نہیں رہ جاتی۔ساری دلیلوں کا منتہا یہ ہے کہ رسول نے فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ یہ جبرئیل ہیں۔ یہ آیت لے کر آئے ہیں۔کتاب اللہ کی معرفت اور کتاب اللہ لے کر آنے والے ملک مقرب جبرئیل کی معرفت‘ قول رسول ہی پر موقوف ہے۔ اگر رسول کا قول ہی نا قابل قبول ہو جائے تو کتاب اللہ کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا۔ غور کیجیے! رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں۔انھیں میں یہ فرمایا۔ مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا۔ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی۔ سُننے والے صحابہ کرام نے ان کو کتاب اللہ جانا اور مانا۔ اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا‘ احادیث ہوئیں۔اب کوئی بتائے ایک منھ سے دو قسم کی باتیں نکلیں۔ایک قسم مقبول اور دوسری مردود قرار دینا‘ غرضکہ حدیث کو نا قابل قبول ماننے کے بعد‘ قرآن کا بھی نا قابل قبول ہونا لازم ہے۔ (مقدمہ نزہۃ القاری)

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

اطاعت واتباعِ رسول

اطاعت کا معنٰی : اطاعت طوع سے بنا بمعنی خوشی ورغبت ۔ رغبت وخوشی سے کسی کا فرمان یا حکم ماننا اطاعت کہلاتا ہے۔ اب مطلقاً حکم ماننے کو اطاعت کہا جانے لگا۔ خوشی سے ہو یا ناخوشی سے ۔مگر یہاں بخوشی فرمانبرداری مراد ہے کہ رحم وکرم اسی فرمانبرداری سے ہوتا ہے ناخوشی کی اطاعت تو منافقین بھی کر لیتے تھے مگر وہ رحمت کے مستحق نہ ہوئے۔

علامہ ابوالحسن آمدی جو اصول فقہ کے امام ہیں اطاعت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : **مَنْ اَتٰی بِمِثْلِ فِعْلِ الْغَیْرِ عَلٰی قَصْدِ اِعْظَامِهٖ فَهُوَ مُطِیْعٌ لَّهٗ**

'جب کوئی شخص کسی دوسرے کی تعظیم واکرام کے باعث بعینہ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو کہتے ہیں کہ یہ شخص فلاں کا مطیع ہے۔'

گویا اہل عرب، جن کی زبان میں قرآن کریم نازل ہوا، اطاعت کا لفظ اس وقت استعمال کرتے ہیں جبکہ کسی کے حکم کی اطاعت کی جائے اس کی عزت وتکریم کی وجہ سے اور بعینہٖ ایسا کام کیا جائے جیسے وہ کرتا ہے۔ (ضیاء النبی)

رسُول مقبول، ہادی السُّبل، سید الرسل، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، سرورِ انبیاء، محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت ساری مخلوق پر لازم ہے جس کا اللہ تعالیٰ رب ہے اُس کے حضور ﷺ نبی ہیں۔ قرآن خود فرمایا ہے ﴿ **لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا** ﴾ اور فرماتا ہے ﴿ **وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ** ﴾ اور فرماتا ہے ﴿ **وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا** ﴾

حضور ﷺ کی اطاعت ہم پر ایسی ہی فرض ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

اطاعت سلطان، حاکم، شیخ، علماء، استاد، ماں باپ وغیرہ کی بھی ہوتی ہے مگر وہ اطاعتیں دین کا رکن نہیں کہ اُن کا انکار کفر ہو۔ مگر جیسے رب تعالیٰ کی اطاعت سے انکار کفر ہے ایسے ہی حضور ﷺ کی اطاعت سے سرتابی وانکار کفر۔

دوسروں کی اطاعتیں داخل فی الدین نہیں۔ بادشاہ کا سرکش باغی ہے کافر نہیں مگر حضور ﷺ کا سرکش کافر ہے۔

سارا جہاں حضور ﷺ کا اُمتی ہے اور سب جن وانس فرشتے، شجر وحجر پر حضور ﷺ کی اطاعت واجب ولازم ہے کیونکہ قرآن 'قل' فرما کر اطاعت کا حکم دیا۔ اسی لئے اونٹوں، بکریوں، شجر، حجر، چاند، سورج ...... نے بھی حضور ﷺ کی اطاعت کی۔ ہاں ہر مخلوق اپنی حیثیت کے لائق حضور ﷺ کی اطاعت کرتا ہے کہ امیر آدمی نماز، روزہ، زکوٰۃ سب کچھ ادا کرتا ہے۔ غریب صرف نماز، روزہ۔

اطاعت تین طرح کی ہوتی ہے، اطاعت ڈر کی، اطاعت لالچ کی، اطاعت محبت کی، یہاں مقصود ہے محبت کی اطاعت۔ کیونکہ ڈر یا لالچ کی اطاعت تو منافقین بھی کرتے تھے

اتباع کا معنیٰ : اتباع کہتے ہیں پیچھے پیچھے چلنے کو، کسی کی دیکھی عمل کرنا۔ اتباع کے معنیٰ ہیں کسی کے قدم بہ قدم چلنا، یعنی اندھا دھند اسی کی تقلید کرنا جو اُسے کرتے دیکھا خود کرنے لگے۔ اسی لئے اتباع کے موقعہ پر صرف حضور ﷺ کا ذکر ہوا۔ اتباع اور اطاعت میں بڑا فرق ہے۔

اتباع خاص ہے اور اطاعت عام۔ اس لئے اتباع کے ساتھ محبوبیت کا ذکر ہوتا ہے۔ اطاعت رب تعالیٰ، نبی، علماء، مشائخین، ماں باپ استاذ حاکم ...... سب کی ہوسکتی ہے مگر اتباع صرف حضور ﷺ کی ہوگی۔ اتباع رب تعالیٰ کی بھی نہیں ہوسکتی۔ رب تعالیٰ

روزانہ صدہا کو موت دیتا ہے ہم ایک کو بھی ماردیں تو قاتل قرار دیئے جاؤ گے۔ قتل کے جرم میں قتل کئے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کے افعال اور تقریر میں اطاعت نہیں۔ رب تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ کفار کی امداد نہ کرو مگر خود اُن کو رزق دیتا ہے' عیش و آرام دیتا ہے۔ کبھی کفار کو مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح دیتا ہے۔لڑائی میں اگر کوئی کہے کہ جب خدا اُن کو نعمتیں دے رہا ہے تو ہم بھی اُن کی خدمتیں کریں تو غلط ہے۔ پروردگار کبھی اپنے انبیاء کرام پر عتاب فرماتا ہے ہم بھی معاذ اللہ ایسے کلمات انبیاء کے لئے بولیں تو یہ عین کفر ہے کیونکہ یہ تو رب تعالیٰ کے افعال ہیں۔ رہے اُس کے احکام۔ ہمارے لئے وہ اور ہیں۔ ہم کو حکم دیا کفار کی امداد نہ کرو اور اگر تم نے اپنی آواز بھی نبی کریم ﷺ کی آواز پر اونچی کردی تو تمھارا ایمان ختم ہے۔

ائمہ لغتِ عرب لفظ اتباع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اَمَّا الْمُتَابَعَةُ فَقَدْ تَكُوْنُ فِى الْقَوْلِ وَقَدْ تَكُوْنُ فِى الْفِعْلِ والَّترکِ فِاَتِبَاعُ الْقَوْلِ اَمْتِثَالُهُ عَلَى الْوَجْهِ الّذِىْ اِقْتَضَاهُ الْقَوْلُ فَالْاتِبَاعُ فِى الْفِعْلِ هُوَ التَاْسَىْ بِعُنِهٖ وَالتَاْسّى اَنْ تَفْعَلَ مِثْلَ فِعْلِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ اَجْلِهٖ۔

'کسی کے قول کے اتباع کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اس قول کا تقاضا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے اور کسی کے فعل کے اتباع کا معنی ہے کہ اس فعل کو بعینہٖ کرنا۔ اس کو **تَاْسّى** کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور **تَاْسّى** کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں : اس کے فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لئے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔'

اتباع کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع

کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اُس کی تعمیل صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہم حضور ﷺ کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور ﷺ نے ادا فرمائے اور اس لئے ادا کریں کیونکہ حضور انور ﷺ نے ان افعال کو ادا فرمایا۔

اگر ہم ان شراط کو بھی نظر انداز کریں گے تو پھر اتباع نبوی' جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے بار بار حکم دیا ہے' سے ہم محروم رہیں گے۔ (ضیاء النبی)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'الاعتصام' میں کسی عالم کی اتباع کا مطلب بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ان العام بالشريعة اذا اتبع فی قوله وانقاد الناس فی حكمه فانما اتبع من حيث هو عالم بها وحاكم بمقتضاها لا من جهة اخرى فهو فی الحقيقة مبلغ عن رسول الله ﷺ المبلغ عن الله عزوجل فيتلقی منه ما بلغ على العلم بانه بلغ او على غلبة الظن بانه بلغ لامن جهة كونه منتصبا للحكم مطلقا اذا لايثبت ذالك لاحد على الحقيقة وانما هو ثابت للشريعة المنزلة على رسول الله ﷺ وثبت ذالك له عليه السلام وحده دون الخلق من جهة دليل العصمة۔ (الاعتصام ۳/۲۵۰)

شریعت کا عالم جب اس کے قول کی پیروی کی جائے اور اس کے فیصلہ کو لوگ تسلیم کرلیں تو اس کو اتباع صرف اس حیثیت سے ہوتی ہے کہ وہ شریعت کو جاننے والا اور اس کے مقتضیٰ پر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور جہت سے اس کی اتباع نہیں کی جاتی۔ تو وہ عالم دراصل حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے دین پہنچانے والا ہے چنانچہ جو کچھ بھی وہ عالم ہم تک پہنچائے وہ اس سے قبول کیا جائے گا خواہ اس یقین کے ساتھ ہو کہ وہ واقعی مبلغ ہے یا اس کے مبلغ ہونے کا

غالب گمان ہو (یہ قبول کرنا) اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس عالم ہی کو مطلقا شارع کے درجہ میں رکھ دیا جائے' کیونکہ یہ حق کسی کے لئے بھی حقیقتاً ثابت نہیں ہے۔ یہ حق صرف اس شریعت ہی کو حاصل ہے جو حضور نبی مکرم ﷺ پر نازل ہوئی۔ اور معصوم ہونے کی حیثیت سے تشریح کا یہ اختیار صرف حضور نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے' مخلوقات میں سے کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے'۔

اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول :

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (ال عمران/۱۳۲)

اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (کریم) کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد یا تو قرآنی احکام کی پابندی ہے اور رسول کی اطاعت سے مراد احادیث شریفہ پر عمل یا خود رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کیونکہ ہم کو رب تعالیٰ نے کوئی حکم بغیر حضور ﷺ کے وسیلہ نہ دیا۔ جو کچھ فرمایا حضور ﷺ کی معرفت فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کا ماخذ قرآن مجید ہے اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کا ماخذ احادیث ہیں اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیات کی تعلیم اور تبیین کی ہے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کر کے دکھایا ہے اور قرآن مجید میں جن احکام کا اجمالی ذکر تھا اُن کی تفصیل کی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے احکام پر ہی عمل کرنا ہے۔

قرآن مجید نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن نماز کے اوقات کی تعین اور اس کی شرائط کو نہیں بیان فرمایا اور نہ نماز کی رکعات بیان کی ہیں اور نہ یہ بتایا ہے کہ ان

رکعات میں کیا پڑھا جائے۔ اذان اور اقامت کے کلمات کا بیان نہیں کیا' کن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور کیا چیزیں نماز کے منافی ہیں اُن کو قرآن مجید نے بیان نہیں کیا۔ یہ تمام چیزیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

قرآن مجید نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے لیکن یہ نہیں بیان فرمایا کہ مال کی کن اقسام سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور کن سے ادا نہیں کی جائے گی اور مال کی مختلف اقسام میں سے کن اقسام کا کیا کیا نصاب ہے' کتنی مدت کے بعد زکوٰۃ کا ادا کرنا ضروری ہے اور کس کا مال ادائیگی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے' روزہ کا حکم فرمایا ہے لیکن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن سے نہیں ٹوٹتا' کس چیز میں قضا ہے اور کس چیز میں کفارہ ہے یہ بیان نہیں فرمایا۔ حج کے ارکان اور شرائط' اور اس کے مفسدات کا بیان نہیں فرمایا حتیٰ کہ قرآن مجید میں یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ حج کس دن ادا کیا جائے گا۔ قربانی کا ذکر فرمایا ہے لیکن قربانی کے جانوروں کی اقسام اور اُن کی عمروں کا بیان نہیں فرمایا۔ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے یا ہر سال فرض ہے' حج اور عمرہ میں ارکان اور شرائط کے لحاظ سے کیا فرق ہے' چور کے ہاتھ کاٹنے کا کیا نصاب ہے' اس کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا' کن حالات میں یہ حکم نافذ العمل ہے اور کن حالات میں یہ حکم نافذ العمل نہیں ہے' حد قذف اور حد زنا میں جو کوڑے لگائے جائیں گے اُن کی کیا کیفیت ہونی چاہئے' شراب کی حرمت کا ذکر ہے لیکن کس چیز سے بنے ہوئے مشروب کو خمر (شراب) کہا جاتا ہے اور خمر کی حد کیا ہے' خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات کی سزا کیا ہے' غیر مسلموں کے ساتھ جہاد کا ذکر ہے اور جزیہ لینے کا بھی ذکر ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ جزیہ کی رقم کتنی ہوگی اور کتنی مدت میں واجب الادا ہوگی' جب کفار کے خلاف جہاد کیا جائے گا تو کافروں میں سے کس کس کو قتل کرنے سے احتراز کیا جائے گا'

یہ اور ایسی بہت سی تفصیلات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہیں بیان فرمایا بلکہ ان کا بیان رسول اللہ ﷺ پر چھوڑ دیا اور فرمایا اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ نبی کریم ﷺ کے اس منصب کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ (النحل/۴۴) اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتا دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بعض پاک چیزوں کو حلال کیا اور بعض ناپاک چیزوں کو حرام کیا۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر نہیں ہے مثلاً رسول اللہ ﷺ نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا' دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا ہے جو مچھلی طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آ جائے اس کو حرام کیا ہے' بغیر ذبح کے مچھلی اور ٹڈی کو حلال فرمایا' کلیجی اور تلی کے خون کو حلال فرمایا ہے اور اس میں سے کسی کا بھی ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے البتہ قرآن مجید نے منصبِ رسالت کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (الاعراف/۱۵۷) وہ ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اور رسول کے ذکر کو ایک بتایا ۔۔ محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول کو ایک بتایا۔ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کو ایک بتایا۔ عظمتِ الٰہی اور عظمتِ رسول کو ایک بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی اور رسول کی نافرمانی کو ایک بتایا۔ اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلانا ایمان ہے اور الگ کرنا کفر ہے...... اللہ رسول کی محبت میں تفریق نہ کرنا۔

سُنّت کا کتاب اللہ سے وہ تعلق ہے جو تعلق پانی کا کھانے سے ہے کہ کھانا نہ بغیر

پانی پکے اور نہ بغیر پانی کھایا جائے ۔ رمضان کا چاند دیکھ کر ہی پہلے تراویح اور سحری سُنّتوں پر عمل کرو پھر فرضی روزہ رکھو۔ نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے ہاتھ اُٹھاؤ جو سُنّت ہے پھر تکبیر کہو جو فرض ہے پھر سبحان پڑھو جو سُنّت ہے پھر تلاوت کرو جو فرض ہے رکوع سجدے میں جھکنا فرض ہے تسبیح سُنّت ہے بہر حال جیسے کلمے میں **محمد رسول اللّٰہ** لفظ **لا الہ الا اللّٰہ** سے مخلوط ہے ایسے ہی حضور ﷺ کی سُنّتیں فرائض الٰہی سے مخلوط ہیں کوئی شخص سُنّت رسول چھوڑ کر نہ دو رکعت نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ ایک دن کی اسلامی زندگی گزار سکتا ہے ۔ بندوں پر سب سے بڑا حق اللہ تعالیٰ کا ہے کہ وہ ہمارا خالق و مالک و رازق ہے اس لئے اس کی اطاعت کا ذکر پہلے ہوا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد تمام قرآنی احکام پر عمل کرنا ہے خواہ فرائض ہوں یا محرمات ۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ہم پر سب سے بڑا احسان اور ہم پر سب سے بڑا اختیار حضور نبی کریم ﷺ کا ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایمان اور قرآن دیا۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ بتایا۔مرنے کے بعد ہمیں سارے عزیز چھوڑ دیتے ہیں سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں مگر وہ محبوب ہمیں وہاں بھی نہیں چھوڑتے ۔ اُن کے ساتھ ہمارے رشتہ غلامی وہاں بھی نہیں ٹوٹتا کہ قبر میں فرشتے یہ تو پوچھتے ہیں کہ تو کس کا اُمتی ہے مگر یہ نہیں پوچھتے کہ کس کا بیٹا یا بھائی ہے۔ معلوم ہوا کہ سب رشتے ٹوٹ گئے رشتہ محمد رسول اللہ ﷺ باقی رہا' اس لئے رب تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب کی اطاعت کا حکم دیا۔

خیال رہے کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح مطلقاً ومستقلاً واجب ہے اگر حضور ﷺ کسی کو کوئی ایسا حکم دیں جو قرآن مجید کے خلاف ہو تو اُس شخص پر اس میں بھی حضور ﷺ کی اطاعت واجب ہوگی اور اس کے لئے یہ حکم قرآنی منسوخ ہوگا یا وہ شخص اس حکم سے مخصوص یا مستثنیٰ ہوگا اس کی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔

کوئی یہ نہ سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ضمن میں رسول کی اطاعت ہے۔ قرآن پر عمل کرلو حضور ﷺ کی اطاعت ہوگئی یا اگر حضور ﷺ کا کوئی حکم قرآن کے خلاف معلوم ہو تو اُسے نہ مانو۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ مستقل اُن کی اطاعت کرو۔ ایسے موقع پر ان کے فرمان کو قرآن کا ناسخ سمجھو۔ سجدۂ تعظیمی کا حکم قرآن سے ثابت ہے مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری شریعت میں غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی حرام ہے تو اسے حرام ہی سمجھو اور سجدے کی آیتیں اس حکم سے منسوخ مانو۔

لہذا حضور ﷺ کی اطاعت ہر حال میں تم پر واجب ہے۔ اطاعت رسول سے مراد آپ کے سارے قولی اور فعلی سُنّتوں کی اطاعت ہے۔ یہاں دونوں اطاعتوں کا متحد النوع ہونا بتایا گیا۔ یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت ایک ہی قسم کی ہے کہ جس کا بھی انکار کرے کافر ہو جائے۔ قرآن و حدیث دونوں کی اطاعت یکساں فرض ہے دیکھو حضرت ابو حذیمہ کی گواہی دو کے برابر حدیث سے ہوئی۔ جسے تمام صحابہ کرام نے بلا تامل مان لیا۔ حضور ﷺ کی میراث تقسیم نہ ہونا حدیث سے ثابت تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ نے بلا تامل مان لیا۔ سیدہ فاطمہ زہر رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے لئے ممنوع کر دیا گیا۔ انھوں نے واجب العمل جانا۔ اگرچہ قرآن نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو سونے کے کنگن پہننے کی اجازت دے دی حالانکہ مرد کے لئے سونا حرام ہے۔ نکاح میں بالغہ لڑکی اپنے نفس کی مختار ہے اس کا باپ بھی اُس کی بغیر رضا اُس کا نکاح نہیں کرسکتا مگر حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے اُن کی بغیر رضا کر دیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بارے میں دخل دینے کا بھی حق نہ ہوا بلکہ اس کے متعلق یہ آیت آئی:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب/ ۳۶)

اور نہیں ہے کسی مومن نہ مومنہ کو حق جب کہ حکم دے دیا اللہ اور اس کے رسول نے کسی امر کا کہ رہ جائے انہیں کچھ بھی اختیار اپنے معاملہ کا۔ اور جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو بیشک بہک گیا علانیہ۔ (معارف القرآن، حضور محدث اعظم ہند)

اس سے جو امر ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ نبی مکرم کے حکم اور مشورہ میں فرق ہے حکم کے سامنے ہر ایک کو سر تسلیم خم کرنا ہوگا اور مشورہ میں اپنی رائے دینے کا اختیار رہے اور یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے سامنے مومن کو اپنے ذاتی معاملات میں بھی کسی قسم کا حق نہیں ہوتا، اس لئے حضور نبی کریم ﷺ ہمارے دین و دُنیا کے مالک ہیں۔ نیز حضور ﷺ کا حکم خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

صاحب تفسیر ضیاءالقرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگرچہ یہ آیت اس خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے یہ عام ہے کسی مسلمان فرد، قوم، حکومت یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کیے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لیے کوئی نئی راہ عمل تجویز کرے۔ مسلمان ہوتے ہوئے اطاعت رسول کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، ایک طرف ہم سچے مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ سے فائدہ کے لیے ہم احکام اسلام کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہماری اس دوغلی روش کے

باعث اسلام رسوا ہورہا ہے اورہم اس چشمہ رحمت سے فیضیاب نہیں ہورہے بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بن رہے ہیں

یہاں صاف فرمادیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کے رسول مکرم کے حکم سے سرتابی کی وہ کان کھول کرسن لے کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ رشدوہدایت کے اجالے سے نکل کر گمراہی کے اندھیروں میں بہک رہاہے۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے بچائے۔ آمین (تفسیر ضیاء القرآن)

اس آیت کا تعلق خاص واقعہ سے ہے لیکن اس کا حکم عام ہے کہ اطاعت نبی کریم ﷺ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے۔ اطاعت خدا کی کیفیت اور ہے اطاعت رسول کی کیفیت اور ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں فرق بھی ہے۔ وہ یہ کہ رب تعالیٰ کی اطاعت صرف فرمان کی ہوگی اُس کے کاموں میں اطاعت نہیں۔ لیکن حضور ﷺ کی اطاعت تین چیزوں میں کی جائے گی۔ فعل، قول اورسکوت یعنی جو فرمادیا اس کو مان لو، حضور ﷺ نے خود کر کے دکھایا اس کو مانو جو کسی کو کرتے ہوئے دیکھ کرمنع نہ فرمایا اس کو مان لو۔

ازروئے قانون رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ اللہ رسول کی اطاعت وفرمانبرداری ہے اللہ رسول کی تابعداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے یعنی اطاعت کرو اور رب سے ڈرو، اپنے اعمال پر نازاں نہ ہو۔ رحمت کا ذکر فرما کر اشارہ اس جانب ہے کہ اس اطاعت پر تمھیں جو کچھ ملے گا دُنیا میں ترقیاں، مرتے وقت ایمان پر قیام، قبر میں کامیابی، محشر میں معافی، بعد میں دوزخ سے امان، پھر پُل صراط پر خیریت سے گزر پھر جنّت کا داخلہ، یہ سب ہمارے رحم خسروانہ سے ہی ملے گا۔ دُنیاوی واخروی لاکھوں

رحمتیں بلکہ ہر رحمت کا ذریعہ اللہ رسول کی اطاعت ہے۔ ہر ایک پر حیثیت کے لائق رحم کیا جائے گا۔ جنات پر اور رحم ہے انسانوں پر کچھ اور، پھر انسانوں میں صدیق وشہداء پر رحم کی نوعیت اور ہے اور ہم جیسے گنہگاروں پر رحم کی نوعیت کچھ اور ہے۔ جو شخص زندگی کے معاملات، عبادات، معاش معاشرت اور ثقافت وغیرہ میں نبی کریم ﷺ کی سُنّت کا خیال کرتا ہے اور ہر کام کو اسی طرح سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے جس طرح حضور ﷺ کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اتباع سُنّت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں اس لئے زندگی کے ہر شعبے میں اتباع کا خیال رکھنا چاہئے۔

۔ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی اطاعت کا حکم یکساں ہے کہ دونوں تقویٰ و ایمان کے لئے ضروری ہیں۔

۔ جس قسم کی اطاعت رب کی واجب ہے اسی قسم کی اطاعت حضور ﷺ کی بھی واجب ہے یعنی محبت کے ساتھ ایمانی وایقانی اطاعت اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نتیجہ ہے وہی حضور ﷺ کی اطاعت کا بھی انجام ہے یعنی رحمت ومغفرت اور جنّت۔

اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ کرنا کفر ہے:

حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا شرک نہیں بلکہ سُنّت الٰہیہ ہے جیسا کہ **واطیعو ا اللّٰہ و الرسول** سے ظاہر ہوتا ہے حق تو یہ ہے کہ اللہ رسول کے احکام کو ملانے کا نام ایمان ہے اور انھیں الگ کرنے کا نام کفر ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُوْلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرَّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ﴾
(النساء/ ۱۴۹)

وہ جو اللہ اور رسول کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسول کو جُدا کردیں۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ‘ رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلا نا ایمان‘ بلکہ جانِ ایمان ہے اور اللہ سے رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ سمجھنا کفر بلکہ کفر کی جان ہے جیسے لیمپ کی بتی کا نور چمنی کے رنگ سے مِلا ہوتا ہے یا جیسے نوٹ کی سرکاری مُہر اس کے کاغذ سے مِلی ہوتی ہے۔ مہر کے بغیر کاغذ بیکار ہے‘ ایسے ہی نبوت کا توحید سے ملا رہنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں اپنے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام مِلا یا کہ اول جزء میں **الله** آخر میں آیا (**لااله الا الله محمد رسول الله**) اور دوسرے جزء میں **محمد** اول ہے۔۔تا کہ اللہ و محمد کے درمیان حرف کا فاصلہ بھی نہ رہے۔

غرض کہ اللہ‘ رسول کے ذکر‘ اطاعت اور احکام میں فرق پیدا کرنا کُفر‘ اور فرق کو ختم کرتے ہوئے بیان کرنا ایمان ہے۔ جو سلسلہ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا‘ اُسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اُسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہوسکتا ہے جو قربِ الٰہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تقدیس وکمال کو نہ پہچانا اور اُس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانا تو اللہ کو کیا پہچانا؟

اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکامات کو ماننے اور رسُول کی عظمت‘ اطاعت اور احکامات کو ماننے سے انکار کردے‘ یا ہلکا اور غیر اہم جانے‘ یا رسول کی تعلیمات کو ناقص اور نا کافی سمجھے۔۔اور جو لوگ اللہ پر اُس کی تمام صفات تقدس وکمال پر اور بلا استثناء اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے اجرِعظیم کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء/۱۵۲)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں

سے کسی کے ایمان میں فرق نہیں کیا' یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے اجر دے گا اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

﴿وَيُرِيدُونَ اَنْ يُّفَرِّقُوا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اُن پر خود فتوے دیتا ہے ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا﴾ یہ پکّے کافر ہیں۔

اطاعت رسول اور امام اعظم ابوحنیفہ :

سید الفقہاء سراج الامت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ دُنیائے شریعت کی زینت' شریعت کی رونق' علم وعمل کی زیبائش ہیں۔

سیدنا امام اعظم نے مسائل کے استنباط اور تخریج وتحقیق میں جو محتاط طریقہ اپنایا ہے اس کا اظہار آپ نے خود ان الفاظ میں کیا ہے :

آخذ بكتاب الله فان لم اجد فبسنة رسول الله ﷺ فان لم اجد فی كتاب الله ولا سنة رسول الله ﷺ اخذت بقول اصحابه آخذ بقول من شئت به وادع من شئت منه ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم فاما اذ انتهى الامر الى ابراهيم والشعبى وابن سيرين والحسن وعطاء وسعيد بن المسيب وعدد رجالا فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا۔ (تاریخ بغداد بحوالہ الفقہ الحنفی)

سراج الامت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حکم کتاب اللہ میں مل جاتا ہے تو میں اسی کو تھام لیتا ہوں۔ جب اس میں نہیں ملتا تو سُنّت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ان آثار کو لیتا ہوں جو ثقہ لوگوں کے یہاں ثقہ لوگوں کے واسطہ سے معروف ہیں۔ پھر جب نہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں حکم ملتا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سُنّت میں تو میں اصحاب رسول (یعنی اُن کے اجماع) کا اتباع

کرتا ہوں اور اُن کے اختلاف کی صورت میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن ان سب کے اقوال سے باہر جا کر کسی کا قول اختیار نہیں کرتا۔ اور جب معاملہ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آگے بڑھ کر) ابراہیم نخعی، امام شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء، سعید بن المسیب (رضی اللہ عنہم) اور متعدد افراد کے نام گنائے اُن تک پہنچ جائے تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اجتہاد سے مسائل کا حکم معلوم کیا ہے تو میں بھی اسی طرح اجتہاد کرتا ہوں جیسے ان حضرات نے اجتہاد کیا (یعنی میں ان تابعین کی رائے کا پابند نہیں ہوں)

اس صراحت سے معلوم ہوگیا کہ سراج الامت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا طریقہ استنباط موافق شریعت ہے اور اختلافی مجتہد فیہ مسائل میں آپ کا ہر قول دلائل سے مؤید ہے۔ ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انفرادی رائیں اور شخصی فتاویٰ کی تقلید بھی واجب ہے جیسا کہ اصول کی کتابوں میں موجود ہے قولِ صحابی کے مقابلے میں قیاس قابل عمل نہیں ہے کیونکہ قول صحابی میں یہ احتمال ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سے انہوں نے سنا ہو، نیز وہ اپنی اجتہادی رائے میں بھی زیادہ مصیب اور درست ہیں۔ یہ اسی بناء پر ہے کہ انہوں نے نزولِ قرآن کا بچشم خود معائنہ کیا ہے اور اسباب نزول بھی انہیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ جن مسائل میں دور صحابہ میں اختلاف ہو چکا ہے اور ان پر اجماع کی کوئی صورت نہیں ہوسکی ہے ان کا اختلاف قیامت تک مرتفع نہیں ہوسکتا۔ اب یہ حضرات مجتہدین کا کام ہے کہ ان میں سے جو قول انھیں دلیل کے اعتبار سے مضبوط نظر آئے اُسے اختیار کرلیں اور اپنے درجہ کے دوسرے مجتہد کو اپنی رائے کے قبول کرنے پر مجبور نہ کریں بلکہ ان میں سے ہر رائے کا اختیار کرنے والا اپنی جگہ پر صائب ہے۔ اور ہر رائے 'صواب محتمل خطاء' ہے لہذا

اگر سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی وسعت علمی، دقت نظر اور تخریج و استنباط کی بے مثال صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے کسی ایک رائے کو ترجیح دے دیں اور یہ حکم شرعی اُن کی طرف منسوب ہو جائے تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث کے مقابلہ میں قول، قولِ راجح کہا جا رہا ہے۔ ایک دن کسی نے سراج الامت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا: **لعن اللّٰہ من یخالف رسول اللّٰہ ﷺ بہ اکرمنا اللّٰہ و بہ استنقذنا۔** اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا کی اور آپ ہی کے سبب ہم نے نجات حاصل کی ہے۔

اللہ رسول کی نافرمانی باعثِ عذابِ ذلت ہے :

﴿**وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ**﴾ (النسآء/۱۴) 'اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اُس کے پیغمبر کی اور بڑھ جائے گا اُس کی حدوں سے تو داخل کرے گا اللہ اُسے آگ میں ہمیشہ رکھے گا اس میں اور واسطے اُس کے عذاب ہے ذلت والا۔' (کنز الایمان)

جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے کہ قرآن شریف پر عمل نہ کرے اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے کہ حدیث شریف پر عمل نہ کرے، اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اللہ کی قائم کردہ ایمانی و اسلامی حدوں سے بڑھ جائے کہ اللہ رسول کے احکام پر اعتراض کرنے لگے۔ انہیں غلط سمجھے، ایسے مجرم کو اللہ تعالیٰ بعد قیامت دوزخ میں داخل فرمائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا کہ نہ وہاں سے مر کر نکلے نہ جیتے جی اور اس کے ساتھ اسے ذلت و خواری کا بھی عذاب دیا جائے گا کہ ملائکہ بھی اس پر لعن طعن

کریں گے' اور آپس میں دوزخی بھی ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا کریں گے لہذا تم لوگ میراث صحیح طور پر تقسیم کرو' یتیموں کی پرورش میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو' میت کا قرض ادا کرو' اس کی وصیت پوری کروتا کہ خدا کے عذاب سے بچو' یہ آیت جزاؤں وسزاؤں کی جامع آیت ہے۔ (تفسیر نعیمی)

اس آیت میں کسی حکم کی نافرمانی کرنے اور حدود سے تجاوز کرنے پر دائمی عذاب کی وعید ہے جب کہ دائمی عذاب صرف کفار کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے اللہ کی اہانت اور اس کے رسول کی نافرمانی کی یا حلال سمجھ کر اللہ اور اس کے رسول کی حدود سے تجاوز کیا' یا جمیع حدود سے تجاوز کیا وہ کافر ہو گیا اور اس آیت میں یہی تاویل ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن)

﴿وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبۡهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا﴾ (الفتح/۱۷) 'اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی' داخل فرمائے گا اُسے باغات میں' رواں ہیں جن کے نیچے نہریں۔ اور جو شخص رُو گردانی (نافرمانی) کرے گا' اللہ تعالیٰ اسے دَردناک عذاب دے گا۔'

جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑے گا یا جو کفر و نفاق پر رہے گا اُسے دَردناک عذاب دے گا۔ اس آیت میں اطاعت کے اجر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جو اللہ رسول کی اطاعت کریں گے اُن کے لئے آخرت میں بہت اعلیٰ اجر دیا جائے گا اور وہ اجر جنّت کی صورت میں ہوگا کہ اتباع کرنے والوں کو جنّت میں داخل کیا جائے گا جہاں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی جن سے اہل جنّت لطف اُٹھائیں گے اور جو اتباع رسول نہیں کریں گے اور دُنیا کی خاطر مارے مارے پھریں گے ایسے لوگوں کی دُنیا میں سزا ذلت اور آخرت میں دُکھ کی مار ہے۔

منکرین سُنّت کے بارے میں ارشاد :

نبی آخرالزماں حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کوئی نبی تھا اور نہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا ہوگا۔ منکرختم نبوت بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے عقیدۂ ختم نبوت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے اورضرب لگانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ قاسم نانوتوی نے حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد بھی دوسرے نبی کا امکان ظاہر کیا ہے عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے جھوٹی نبوت کا دروازہ کھولا اور نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے پَروردہ اور غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد کے تربیت یافتہ مرزا غلام احمد قادیانی کو داخل کردیا۔ قاسم نانوتوی کے نزدیک خاتم النبیین کے معنٰی آخری نبی مراد لینا عوام کا خیال ہے۔ (تحذیرالناس)

نام نہاد اہلحدیث فرقہ کی بنیاد عدم اعتماد اور بیزارگی پر قائم ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیارِ حق تسلیم نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین' محدثین اُمت اور اسلاف صالحین سے مروی معتبر ومستند احادیث کو موضوع' من گھڑت' ضعیف اور باطل قرار دیتے ہیں۔ اس کی وجہ قرآن خود بتلاتا ہے ﴿فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ﴾ اُن کے دِلوں میں مرض ہے۔ اُنھیں صرف ضعیف کا سبق یاد ہے اُن کے اس ضعیف ضعیف کے رٹ لگانے نے آج مسلمانوں میں منکرین حدیث پیدا کردیئے جو کہنے لگے کہ کسی حدیث کا اعتبار نہیں' سب ضعیف ہی ہیں' صرف قرآن کو مانو۔ (معاذاللہ)

نام نہاد اہلحدیث اپنے مقتداؤں اور پیشواؤں ابن تیمیہ' ابن جوزی' قاضی شوکانی' ابن قیم' ابن عبدالوہاب نجدی' محمد صالح العثیمین' محمد صالح المنجد' ناصر الدین البانی .... کے کہنے پر ائمہ مجتہدین' محدثین اُمت اور اسلاف صالحین سے مروی معتبر ومستند احادیث کو موضوع' من گھڑت' ضعیف اور باطل قرار دیتے ہیں۔ اسلام نے

عورت کو ناقص العقل اور ناقص فی الدین قرار دیا ہے۔ عقل کا نقص یہ ہے کہ عورت کی گواہی نصف گواہی شمار ہوتی ہے۔ دین کا نقص یہ ہے کہ ایام ماہواری ونفاس میں نمازیں معاف ہوتی ہیں۔ عورت ناقص العقل اور ناقص فی الدین ہونے کے باوجود نسب کے معاملے میں (صغیرہ وکبیرہ گناہوں کی مرتکب عورتوں کی بھی گواہی کو) بغیر کسی چھان بین کے معتبر مانا جاتا ہے۔ نسب کے ثابت کرنے کے لئے ایسا نہیں ہے کہ چار گواہوں کو پیش کیا جائے یا تصدیق کے لئے نطفہ کی جانچ کروائی جائے یا نکاح نامہ پیش کیا جائے یا حلف اُٹھایا جائے یا صرف پاکباز اور صالحہ عورتوں کی گواہی کو معتبر اور قابل قبول مانا جائے۔ نام نہاد اہلحدیث پیشواؤں اور مقتداؤں کو چاہئے کہ اپنی اپنی ناقص العقل اور ناقص فی الدین ماؤں کی نصف گواہی کو بھی غیر معتبر مانا جائے' محض شہرت کی وجہ سے بھی اپنے غیر معتبر نسب کو قبول نہ کیا جائے۔ نسب کے معاملے میں بھی ضعیف' موضوع' من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی بیان کہا جائے۔

امام بیہقی نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: **الا انی اوتیت الکتاب و مثله معه** خبردار! غور سے سنو۔ مجھے کتاب بھی عطا فرمائی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل اور بھی عطا فرمایا گیا ہے۔

اَلَا یُوْشِكُ رَجُلُ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَلَا لٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِمُوْهُ

'عنقریب ایک آدمی آئے گا جس کا پیٹ بھرا ہوگا وہ اپنے پلنگ پر تکیہ لگا کر بیٹھا ہوگا اور یہ کہے گا اے لوگو تم پر لازم ہے صرف اس قرآن پر عمل کرو' جس چیز کو قرآن کریم نے حلال کیا ہے اس کو حلال سمجھو جس کو اس نے حرام کیا ہے اُسے حرام سمجھو'

اس سے حضور ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ سُنّت کو چھوڑ کر صرف قرآن پر عمل

کرنے والے مغرور اور دولتمند ہوں گے جو بیش قیمت صوفوں پر غرور نخوت کا پتلا بنے بیٹھے ہوں گے اور لوگوں کو تلقین کر رہے ہوں گے کہ صرف قرآن پر عمل کرو' سُنّت پر عمل نہ کرو۔

امام بیہقی نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُّتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَأْتِيْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِىْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْنَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِىْ مَا وَجَدْ نَا فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبِعْنَا هُ۔** (حجتہ اللہ علی العالمین) 'میں تم سے کسی کو اس حالت میں نہ دیکھوں کہ وہ پلنگ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میرے احکام میں سے کوئی حکم پیش کیا جائے تو وہ کہے میں تو اس چیز کو نہیں جانتا۔ جو کتاب اللہ میں پائیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ گویا احادیث نبوی کو وہ شخص قابل اتباع نہیں سمجھے گا۔'

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو سرور عالم ہادی برحق ﷺ کی سُنّت کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

﴿**فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ**﴾ (النور ۶۳) 'پس ڈرنا چاہئے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم ﷺ کے فرمان کی' کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آلے۔'

﴿**وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِيْراً**﴾ (النساء/۱۱۵)

'جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہو گئی اس کے لئے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔'

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مَنِ اسْتَمْسَكَ بِحَدِيْثِیْ وَفَهِمَهٗ وَحَفِظَهٗ جَآءَ مَعَ الْقُرْآنِ** جو شخص میری حدیث کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اور اس کو اچھی طرح سے سمجھتا ہے اس کو یاد کرتا ہے تو وہ قرآن کریم کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوگا۔ **وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْقُرْآنِ وَحَدِيْثِیْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ** اور جو قرآن کریم اور میری حدیث کے ساتھ لاپرواہی کرے گا وہ دُنیا وآخرت میں خائب وخاسر ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کو ترک کرنا آخرت میں باعث عذاب ہوگا کیونکہ ترک سُنّت سے انسان سیدھے راستے سے ہٹ کر ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کی سزا دوزخ ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بھی حرز جان بنالیجئے اور اپنی شاہراہ حیات کو اس کی روشنی میں ہمیشہ منور رکھئے تاکہ آپ بھٹک نہ جائیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت امام ابوداؤد امام بخاری، امام مسلم نے اپنی اپنی صحاح میں روایت کی ہے **قَالَ اَبُوْ بَكْرِ الصَّدِيْق لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ** ﷺ **يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ اِنِّیْ اَخْشٰى اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ**

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ہرگز اُس کام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں جس کو سرکار دو عالم ﷺ کیا کرتے تھے اور میں ہر وہ کام کروں گا جو حضور ﷺ کا معمول مبارک تھا کیونکہ مجھے اس بات کا ہر وقت خوف رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کی کسی سُنّت کو نظر انداز کرنے سے میں راہ راست سے بھٹک نہ جاؤں۔

'حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص ازواج مطہرات کے پاس حضور ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب انہیں اس کی خبر دی گئی تو

انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا اور آپس میں کہنے لگے ہم کہاں اور نبی ﷺ کہاں ۔ آپ کے تو اگلے پچھلے بھول چوک خدا نے معاف کردیئے ہیں ۔ آپ کو اتنی ہی عبادت کافی ہے ہمیں زیادہ کی ضرورت ہے ۔ ان میں سے ایک بولا میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا میں مسلسل روزے رکھا کروں گا، کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے علحدہ رہوں گا کبھی شادی نہ کروں گا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم ہی نے ایسا کہا ہے؟ خدا کی قسم میں تمہاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور زیادہ متقی ہوں مگر میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں ۔ جس شخص نے میری سُنّت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے ۔ (مسلم و بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سردار دو عالم ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور اُمت مسلمہ کی تعریف میں ایک حدیث بیان فرمائی کہ میری اُمت کے کچھ لوگ میرے حوض سے ہٹائے اور بھگائے جائیں گے جس طرح اونٹوں کو ہنکا دیا جاتا ہے لیکن میں انھیں بلاؤں گا ادھر آؤ ادھر آؤ ۔ میرے اُن لوگوں کو مسلسل بلانے پر مجھ سے کہا جائیگا کہ یہ لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے دُنیا میں آپ کی سُنّت کو ترک کر کے اپنا طریقہ تبدیل کرلیا تھا۔ یہ معلوم کر کے میں اُن سے کہہ دو گا دُور ہو جاؤ ۔ دُور ہو جاؤ دُور ہو جاؤ ۔

سُنّتِ رسول اور سُنّتِ صحابہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین :

صحابی ایسے خوش نصیب مومن کو کہیں گے جس نے ایمان کی حالت میں حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا (مصاحبت و ملاقات سے بہرہ ور ہوا ہو' اگرچہ کسی عارض (مثلاً نابینا ہونے) کی وجہ سے آپ کا چہرہ اقدس نہ دیکھ سکا ہو) اور ایمانی حالت میں دُنیا کو خیر باد کیا۔ حضور ﷺ کو ایمان سے ایک نگاہ دیکھنا صحابی بنا دیتا ہے۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مصاحبت و ملاقات سے بہرہ ور ہونے والی شخصیت کو صحابی کہا جاتا ہے اور یہ رفاقت کی سعادت خواہ تھوڑی دیر کے لئے نصیب ہوئی ہو ایسا شرف ہے کہ پوری اُمت کے اعمالِ حسنہ بھی مل کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

حضور سید المرسلین ﷺ کے صحابی ساری اُمت سے افضل و بہتر ہیں۔ ملت اسلامیہ کی عظمت اور اسلام کی عظمت صحابہ کرام سے ہی بلند ہوئی ہے۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنھوں نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کے جمال کو دیکھا' آپ کی پاکیزہ صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ قرآن اور دین کو حضور ﷺ کی زبان سے سنا اور اپنی جان و مال حضور ﷺ پر نثار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی صحبت اور نصرت کے لئے صحابہ کرام کو پسند کیا۔ حبیب خدا ﷺ نے اپنے صحابہ کی ظاہری و باطنی ایسی تربیت فرمائی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اہل علم وفضل نے اس حقیقت کا اعتراف یوں بھی کیا ہے: اگر صحابہ کرام کے علاوہ حضور نبی کریم ﷺ کا اور کوئی معجزہ نہ ہوتا تو یہی اثبات نبوت کے لئے کافی ہو جاتے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانوں

میں سے جس قدسی جماعت کو اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ قرب اور اختصاص حاصل ہے وہ درسگاہِ نبوت کی فیض یافتہ صحابہ کرام کی جماعت ہے اس جماعت کا ہر فرد صلاح وتقویٰ، اخلاص وللّٰہیت کے اعلیٰ مقام پر ہے، فیض نبوت نے اُن کے دلوں کا کامل تزکیہ وتصفیہ کر دیا ہے، اُن کا کردار اور اُن کی سیرت پاک وصاف اور ایسی پختہ ہے کہ بارگاہِ خداوندی سے اُن کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ ملا، اور اُن کی اتباع واقتداء پر فوزِ عظیم کی بشارت قرآن نے سنائی، اور اُن میں فرق مراتب کے باوجود اُن کے ہر فرد کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنّت کا وعدہ فرمایا، ﴿**وکلا وعد الله الحسنیٰ**﴾ کا اعلان خداوندی اس مقدس جماعت کے ہر فرد کے لئے بلا تخصیص ہے۔ (سارے صحابہ خواہ وہ فتح مکہ سے پہلے کے ہوں یا بعد کے) اللہ نے حسنیٰ یعنی جنّت کا وعدہ کیا ہے۔ گناہ ومعصیت کے کاموں سے طبعی طور پر اُن کو نفرت ہے، ان شخصیات کے دِل میں چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہ کا تصور تک اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ بنا دیا تھا، قرآن مجید کا یہ ارشاد ﴿**وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ**﴾ صحابہ کرام کی اسی مزیت وخصوصیت کو بتلانے کے لئے ہے۔ اس مقدس گروہ کی مخالفت کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی کیونکہ صحابہ کرام کے ایمان کو دوسروں کے ایمان وہدایت کے لئے معیار اور کسوٹی قرار دیا گیا ہے یہ ہے صحابہ کرام کا مقامِ بلند۔ اسی لئے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ وہ ان پاک باز شخصیتوں کا ذکر مبارک خیر سے کریں، مغفرت کی دُعا کریں، ان کے متعلق کینہ کپٹ اور بدظنی سے دور رہیں۔ اسی جماعت صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے ﴿**والزمهم كلمة التقوىٰ**﴾ جس سے صحابہ کرام کے ہر فرد کا انتہائی درجہ متقی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی سانچے میں ڈھلی ہوئی پاکیزہ ترین جماعت ہے۔ صحابیِ رسول کے مرتبہ کو اب کوئی نہیں پا سکتا۔ دُنیا بھر کے اولیاء' اقطاب ابدال' غوث قطب ...... صحابیِ رسول کے درجہ و مقام کو حاصل نہیں کر سکتے ۔ صحابہ کرام کو ساری اُمت پر جو شرف حاصل ہے وہ محض دیدارِ مصطفیٰ ﷺ اور صحبتِ مصطفیٰ ﷺ کا نتیجہ ہے۔ اب قیامت تک کوئی بھی عمل سے صحابیِ رسول نہیں بن سکتا۔ جب صحابی بننے میں عمل کا دخل نہیں تو صحابی کے عمل پر بحث کیوں؟ حضور ﷺ کے سارے صحابی' پوری اُمت سے افضل و بہتر ہیں خواہ جنگِ صفین میں وہ اس جانب تھے یا اُدھر کی جانب تھے' قبولیتِ اسلام سے قبل کا عمل زیر بحث نہیں ہوگا' فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کرے یا فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرے...... صحابیت کی فضیلت بہر حال رہے گی۔ یہ قرآن مجید کے اولین مخاطب ہیں اور حضور ﷺ سے بلا واسطہ شرف تعلیم و تربیت صحابہ کرام کو حاصل ہوا تھا اسلام کی اشاعت کے اولین داعی' راہ حق میں مخلصانہ سرفروشی اور دین کی راہ میں مصائب و آلام اُٹھا کر ثابت قدمی کے تاج انہیں کے زیب و زینت بنتے رہے۔ تمام صحابہ کرام مومن مخلص سچے مسلمان جنتی اور عادل ہیں۔ سب کی تعظیم و توقیر محبت و احترام مسلمانوں کے لئے لازم و واجب ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق ارشاد ہوا کہ :

﴿اِمۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى﴾ (الحجرات/۳) اللہ تعالیٰ نے تقویٰ میں امتحان لے لیا۔ 'کھرا کر دیا اللہ نے اُن کے دِلوں کو خوفِ خدا کے لئے' (معارف القرآن)

Allah has tested their hearts for piety

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَاَعَدَّلَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خَالِدِيۡنَ فِيۡهَا اَبَدًا﴾ (التوبہ/۱۰۰) اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور اللہ تعالیٰ

نے اُن کے لئے جنتوں کا وعدہ فرمایا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ (صحابہ) ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔ (ضیاءالقرآن)

Allah is Pleased with them and they are pleased with Allah and for them He has prepared gardens under which rivers flow, they will dwell therein forever.

﴿ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ (الحدید/۱۰) سب صحابہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ 'اور ہر ایک سے وعدہ فرمایا اللہ نے اچھے گھر کا' (معارف القرآن)

And to all has Allah already promised the reward of the paradise.

یعنی اچھا ثواب بہترین جزا' اور وہ جنّت ہے جیسا کہ مجاہد وقتادہ سے مروی ہے ایک قول ہے کہ اس کے علاوہ یعنی آخرت میں جنّت کا وعدہ اور دُنیا میں فتح ونصرت اور غنائم کا وعدہ بھی شامل ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کوئی عمل خواہ صواب ہو یا خطا پر مبنی دونوں صورتوں میں وہ اجر وثواب کے مستحق ہیں مغفور ہیں اور اُن کی شان میں معمولی سی بات بھی اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والی ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے عادل وثقہ ہیں اور ہدایت کے ستارے ہیں اور دُنیا وحشر میں ہمارے پیش رو امام' صف اول ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے وعدہ حسنیٰ یعنی جنّت وانعامات دینوی ان کے ظاہر وباطن اور اعمالِ مقدم موخر سب کو جان کر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال وافعال کو جو نزولِ آیت سے قبل یا بعد کو ہوں گے خوب جانتا ہے اور اس کا وعدہ حسنیٰ قطعی ومحیط ہے لہذا اُن کے کسی مشاجرہ واقعہ پر تحری یا طعن علم الٰہی اور فضل الٰہی پر طعن ہے جب اُن کا پروردگار ان پر کرم وفضل وعطا فرمانے والا' اُن کی سلامتی کا وعدہ فرمانے والا اور

انہیں کامیابی سے ہمکنار فرما کر داخلِ جنّت کرنے والا ہے تو کسی فرد کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے ارشاد کے باوجود تحری اور سَب وشتم کرے اور پھر اپنے ایمان کا دعویٰ بھی کرے۔ مومن وہی ہے جو ارشاد باری کے بعد ہر خرابی فکر اور ہر وسوسہ باطل اور ہر قسم کے شک وشبہ سے خود کو روکے اور بچائے اور بجز خیر و بھلائی کے کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ صحابہ کی تکریم و تعظیم ہی ایمان وسلامتی کا راستہ ہے اور ہر دوسرا راستہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ (تفسیر الحسنات، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی علیہ الرحمۃ)

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح/۱۸)

'یقیناً ضرور راضی ہو گیا اللہ مسلمانوں سے جب بیعت کر رہے تھے تمہاری' درخت کے نیچے (معارف القرآن) اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لئے اپنی بخشش اور اجر عظیم کا اعلان فرمایا۔

Surely, Allah was Pleased with the believers when they were swearing allegiance to you under the tree.

کُل صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ ہیں۔ تمام صحابہ کرام معیار حق ہیں۔ ابن عساکر کی روایت ہے کہ ایک شخص کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو اس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے کہا گیا۔ اُس نے جواب دیا کہ میں اس کے پڑھنے پر قادر نہیں ہوں کیونکہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا تھا جو مجھے ابوبکر و عمر کو بُرا بھلا کہنے کی تلقین کرتے تھے۔

اللہ اکبر ! کتنا عظیم ہے اُن حضرات کا مقام۔ جب اُن بزرگوں کو بُرا کہنے والوں کے ساتھ نشست و برخاست کی یہ سزا ہے تو جو بُرا کہتا ہے خود اُس کی کیا سزا ہو گی؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو میرے صحابہ میں سے کسی کو گالی دیتا ہوا مرا، تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک جانور کو مسلط کر دے گا جو اس کے گوشت کو کھائے گا اور وہ اس کی تکلیف قیامت تک پائے گا۔ (شرح الصدور)

ابن ابی الدنیا نے ابو اسحاق سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے ایک میت کو غسل دیا۔ اب جو میں نے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو اس کی گردن میں ایک سانپ لپٹا ہوا ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ صحابہ کرام کو گالیاں دیتا تھا۔ معاذ اللہ۔

کسی بھی صحابیِ رسول کے بارے میں بغض و نفرت کا جذبہ پالنا حرام قطعی ہے۔۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور انھیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ، جس نے اُن سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی، اور جس نے اُن سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا، جس سے انھیں تکلیف پہونچائی اُس نے مجھے تکلیف دی، اُس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جو اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہونچائے گا تو قریب ہے کہ وہ اُس کو اپنی پکڑ میں لے لے۔ (ترمذی)

اکابر اُمت نے صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ کو جانا تھا اس وجہ سے اُن کے قلوب میں اُن کی عظمت و محبت اور اُن کا احترام تھا۔ اہلِ سُنّت وَ جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تذکرہ عقیدت و محبت سے کیا جائے، اُن کا ذکر بُرائی سے کرنا حرام ہے۔

مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام و اہلبیت اطہار سے اچھی عقیدت رکھے۔ قرآنِ مجید نے یہ دُعا بیان فرمائی ہے ﴿رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر/١٠) اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے

پہلے ایمان لائے (صحابہ کرام' سلف صالحین) اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (کنزالایمان)

O our Lord ! forgive us and our brothers who preceded us in the faith, and put not into our hearts any rancour towards those who believe. O our Lord ! undoubtedly, you are the Beneficent the Merciful.

ہمیں صرف اپنی ذات کے لئے ہی دُعا نہ کرنا چاہیئے بلکہ صحابہ کرام' سلف صالحین کے لئے دُعا گو ہونا چاہیئے۔ ان کے لئے دُعائے مغفرت (مراتب و درجات کی بلندی کی دُعا) کرے۔ مومنین کی تین جماعتیں ہیں (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) ان کے دُعا گو مومن۔۔ لہذا روافض (شیعہ)' اہلحدیث (غیر مقلد)' خوارج (وہابی) ان تینوں سے خارج ہیں کیونکہ اس آیت میں صحابہ کرام کے بعد والے مومنوں کی علامات بتائی گئی ہیں کہ وہ اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام کے دُعا گو ہیں اور اُن کے سینے عام مسلمان خصوصاً صحابہ کرام کے لئے پاک ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں اُن میں سے جن کی بھی اقتداء کرو گے' ہدایت پاؤ گے۔ میرے زمانہ کے لوگ بہترین ہیں۔ میرے صحابہ کو بُرا مت کہو۔ مجھے اس ہستی کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے گا تو وہ صحابہ میں سے کسی ایک مد بلکہ نصف مد کے ثواب کو بھی نہ پا سکے گا۔ (مشکوٰۃ' مسلم' فضائل صحابہ)

میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اُن کو تنقید کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے انہیں محبوب رکھا میری محبت کی وجہ سے محبوب رکھا اور جس نے اُن سے بغض

رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے بغض رکھا۔ جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور اللہ کو ایذا دینے والا جہنمی ہے۔ (ترمذی)

جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیں تو کہو تمھاری اس شرارت پر تم پر لعنت۔ (بخاری)

اہلِ سُنّت و جماعت کا اتفاق ہے کہ جو صحابہ کرام پر طعن کرے وہ ملحد اور اسلام کا دشمن ہے اس کا علاج اگر توبہ نہ کرے تو تلوار ہے ۔۔ صحابہ کرام پر تبرا کرنے والا زندیق اور منافق ہے (الکبائر للذہبی)

حضور ﷺ نے فرمایا: **خیر القرون قرنی** سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔

رب تعالیٰ سے جب بندہ عرض کرتا ہے ﴿**اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ**﴾ تو ساتھ ہی ایسے راستے کی طلب کرتا ہے جو راستہ درست ہو اور کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہو تو کہا ﴿**صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ**﴾ اُن لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو نے اپنا خصوصی انعام فرمایا ہے۔ انعام یافتہ بندوں میں سے جو سب سے پہلی بارگاہ ہے وہ ذاتِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا درِ پاک ہے پھر صدیقین، شہداء، صالحین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ**﴾ (النسآء/٦٩) اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء پر اور صدیقین پر اور شہداء پر اور صالحین پر۔

قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معیار حق بنایا ہے۔ اسی لئے یہ تنقید سے بھی بالاتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اصحاب النبی ﷺ کو خطاب فرماتا ہے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (البقرۃ/۱۳۷)

اگر لوگ تمہاری مثل ایمان لائیں تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔ (اگر یہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے)

صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام معیاری ایماندار ہیں جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو معیاری انسان قرار دیا ہے تو وہ تنقید سے بالاتر بھی ثابت ہوئے۔ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ﴾ (البقرۃ/۱۳) اور جب کہا جاتا ہے کہ تم ایسا ایمان لاؤ جیسا دیگر انسان (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں۔

یہ دوسری دلیل قطعی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیاری انسان اور تنقید سے بالاتر ہونے کی یہ ہے

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (توبہ/۱۰۰) اور سب سے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنھوں نے پیروی کی اُن کی عمدگی سے، راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ اُن سے اور راضی ہو گئے وہ للہ تعالیٰ سے۔

مہاجرین اور انصار جو ایمان لانے میں سب سے مقدم ہیں اور جو عقائد اور اعمال میں اُن کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مہاجرین اور انصار صحابہ اور جو لوگ اُن کے تابع ہیں اُن سب کو رضائے الٰہی کی سند حاصل ہے اب کون ایماندار ہے جو اُن پاکیزہ نفوس کو معیار حق اور تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کیونکہ اگر یہ لوگ معیار حق نہ ہوتے اور تنقید سے بالاتر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رضا انہیں حاصل نہ ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پہلے سے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ جس

طرح صحابہ کرام کا ہر فعل اور قول نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں رضائے الٰہی کے لئے ہے اس طرح نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہرہ کے بعد بھی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔

یہاں اُن پاک ہستیوں (مہاجرین وانصار) کا ذکر فرمایا جارہا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے مکرم نبی کی دعوت اُس وقت قبول کی جب کہ اس کو قبول کرنا ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کو دعوت دینا تھا۔ اس وقت اسلام کی اعانت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا جب اسلام بڑی بیکسی کی حالت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان مخلص، جانباز اور پاکباز بندوں پر ناز ہے بلکہ ساری انسانیت کو اُن پر فخر ہے جنھوں نے حق کو محض حق کے لئے قبول کیا۔ اور اس کو فروغ دینے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے کے لئے اپنے وطن چھوڑے، اپنے خونی رشتے توڑے، اپنے سر کٹائے۔ قرآن بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان مخلص، جانباز اور پاکباز بندوں پر راضی ہوگیا اور اس کے ان بندوں نے جب دیکھا کہ اُن کے ربّ کریم نے اُن کی ان قربانیوں کو شرفِ قبول عطا فرمایا ہے تو وہ اس کی شانِ بندہ پروری اور ذرّہ نوازی کو دیکھ کر راضی ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے جنّت کی ابدی نعمتوں سے بھی انھیں سرفراز فرمایا اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود ہی اس دولت سے خوشنود ہوئے بلکہ قیامت تک جو بھی خلوص و دیانت سے اُن کی پیروی کرے گا وہ بھی عنایات ربّانی کا مستحق ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کی شان، ظاہر و باطن کے جاننے والے خدا نے خود اپنی کتاب مقدس میں بیان فرمادی۔ آپ ذرا سوچیں کہ جن کی توصیف وہ خود کرے، جن کے ایمان کا وہ خود گواہ ہو، جن کے جنّت میں جانے کا وہ خود مژدہ سنائے، ایسے پاک لوگوں کی شان میں لب کُشائی شیطان کا کتنا خطرناک دھوکہ ہے۔ صحابہ کرام اس لئے تو شمع توحید پر پروانہ وار نثار نہیں ہوتے تھے کہ چودھویں صدی کا بےعمل مسلمان اُن کی مدح وستائش کرے۔ اُن کے پیش نظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کے رسول کی خوشنودی تھی اور وہ انھیں حاصل ہوگئی۔ اگر

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کے بعد ساری دُنیا بھی اُن کی شان میں گستاخیاں کرتی رہے تو اُس سے اُن کا کیا بگڑتا ہے۔ البتہ اُن لوگوں کی حرماں نصیبی قابلِ افسوس ہے جو صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن سکتے تھے لیکن انھوں نے ادھر سے منہ موڑ کر بلکہ اُن لوگوں سے دشمنی کر کے اپنے آپ کو محروم کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھولے ہیں۔

اس سے ثابت یہ ہوا کہ ان بندگان خُدا کے نقش قدم پر چلنا ہی صراط مستقیم ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے غیر نہیں بلکہ رب والے ہیں۔ اگر رب تعالیٰ کے غیر ہوتے تو طلب ہدایت کے وقت یہ بات مکمل ہو جاتی اور رب تعالیٰ فرما دیتا' اے میرے بندے طلب ہدایت کے وقت صرف میری بارگاہ کی ہدایت مانگنا' بندوں کا نام نہ لینا' اگر لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شک کو ہی دُور کر دیا اور واضح فرما دیا کہ جو انعام یافتگان کے نقش قدم پر چلا تو وہ صراط مستقیم پر چلا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا **علیکم بسُنّتی** تم پر میری سُنّت لازم ہے یعنی صراط مستقیم کی ضمانت اسی صورت میں ہے جب تک ذات مصطفیٰ ﷺ کے نقش قدم پر رہے بھٹک جانے کا شائبہ تک نہ ہوگا پھر دیکھئے حضور ﷺ نے اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کے بارے میں فرمایا' یہ جو میری بارگاہ میں بیٹھ کر اپنے قلب و باطن کو نورٌ علیٰ نور کرتے ہیں جو اُن کے نقش قدم پر چلا وہ بھی مجھ تک پہنچ جائے گا کیونکہ یہ **نجم الاھتدیٰ** (ہدایت کے ستارے) ہیں۔

الغرض حضور نبی الرحمۃ ﷺ اور انعام یافتگان جو آپ کے متبع ہوئے اُن کی زندگی کا لمحہ لمحہ انسانیت کے لئے ایک کامل نمونہ ہے:

ہر لحظہ مومن کی نئی شان نئی آن　　　کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

صحابہ کرام کا مقام بارگاہِ رسالت میں :

حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک ہر صحابی مقبولیت ومحبوبیت کے انتہائی مقام پر ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **لاتمس النار مسلما رانی او رأی من رانی** (ترمذی شریف) آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں (صحابہ کرام) کو دیکھا۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے دیدار سے مشرف ہونے والے مسلمانوں کو جہنم سے خلاصی کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ کس قدر عظیم سعادت ہے۔ اس سے صحابہ کرام کی اہم منقبت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اصحابی فی اُمتی کالملح فی الطعام لایصلح الطعام الا بالملح** (مشکٰوۃ شریف) میری اُمت میں میرے صحابہ کا درجہ کھانے میں نمک کی طرح ہے نمک ہی سے کھانا درست رہتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہ میں صحابہ کرام کا وہی مقام ہے جو کھانے میں نمک کا۔ اگر ان سے صرفِ نظر کرلیا جائے تو اس اُمت کی اصل خوبی ختم ہوجائے گی۔

حضرت عبداللہ بن معقل کی یہ روایت ترمذی شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور انھیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے اُن سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی۔ اور جس نے اُن سے بغض رکھا، اُس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا۔ جس نے انھیں تکلیف پہونچائی، اُس نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف پہونچائی اُس نے اللہ کو تکلیف پہونچائی۔ اور جو اللہ کو تکلیف پہونچائے گا تو قریب ہے کہ اللہ اُس کو اپنی گرفت میں لے لے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو نشانہ طعن و ملامت بنانا حرام ہے۔ اُن سے محبت رکھنا، حضور ﷺ سے محبت رکھنا ہے اور اُن سے بغض رکھنا، حضور ﷺ سے بغض رکھنا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، پس جس کسی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام، آسمان رشد و ہدایت کے درخشاں ستارے ہیں۔ اُمت جس کسی کو بھی اپنا راہنما بنائے گی منزل مقصود تک پہنچ جائے گی۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: **لاتسبو اصحابی فلو ان احدکم لو انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصفه** میرے اصحاب کو بُرا مت کہو، تم میں کا کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو اُن کے ایک مد اور آدھے مد کی مقدار کے برابر ثواب کو نہیں پہونچ سکے گا۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: **اکرموا اصحابی فانھم خیارکم** (مشکوٰۃ) میرے اصحاب کا اکرام کرو، اس لئے کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام کا اکرام واجب ہے اور ان کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا یا دوسرے سے نقل کرنا جو اُن کے اکرام کے منافی ہو حرام ہے۔ ملا علی قاری نے شرح الشفاء میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

من احب اللہ عزوجل فلیحبنی ومن احبنی فلیحب اصحابی جو اللہ سے محبت رکھتا ہے اسے چاہئے کہ مجھ سے محبت رکھے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہو اُسے چاہئے کہ میرے اصحاب سے بھی محبت رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کے قلب میں صحابہ کرام کی عظمت اور محبت نہ ہوگی اس کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت نصیب نہیں ہوگی۔

علامہ ذہبی 'الکبائر' میں صحابہ کرام کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے: **اختارنی واختار لی اصحابی وجعل له اصحابا واخوانا واصهارا وسیجئی قوم بعدهم یعیبونهم وینقصونهم فلا تواکلوهم ولا تشاوروهم ولا تناکحوهم ولا تصلوا علیه ولا تصلوا معهم** اللہ نے مجھے چنا اور میرے لئے میرے اصحاب کو چنا اور میرے لئے اس نے اصحاب واخوان اور اصھار بنائے اور اُن کے بعد ایک قوم پیدا ہوگی۔ یہ لوگ میرے اصحاب کی بُرائی بیان کریں گے اور اُن کی عیب جوئی کریں گے۔ تم اُن کے ساتھ نہ کھاؤ' نہ پیو' نہ اُن کا مشورہ لو' نہ اُن کو مشورہ دو۔ اُن کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو۔ نہ اُن کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ اُن کے ساتھ نماز ادا کرو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ غیبی خبر دی کہ آپ کے بعد اس اُمت میں ایک طبقہ پیدا ہوگا جو صحابہ کرام کی عیب جوئی اور اُن کی مذمت کیا کرے گا' یہ اس اُمت کا بدترین گروہ ہوگا۔ مسلمانوں کے لئے اُن کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور اُن سے کسی طرح کا بھی تعلق رکھنا حرام ہوگا۔ ان کے ساتھ نماز بھی پڑھنی جائز نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر ان دشمنان صحابہ کرام کے گروہ کا کوئی فرد مر جائے تو اس کی جنازہ کی نماز بھی پڑھنے سے روکا گیا ہے۔

صحابہ کرام' اکابرین اُمت کی نگاہ میں :

اکابر اُمت نے صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کو جانا ہے اس وجہ سے اُن کے قلوب میں ان کی عظمت ومحبت اور اُن کا احترام ہے۔ اس گروہ مقدس کا ہر فرد اُن کے نزدیک محترم ومکرم ہے۔ اُن کی زبان پر صحابہ کرام کا ذکر جمیل نہایت محبت وعقیدت

کے ساتھ آتا ہے۔ صحابہ کرام کے مقام ومرتبہ کے پیشِ نظر تمام اہلِ سُنّت وَ جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تذکرہ عقیدت ومحبت سے کیا جائے' اُن کا ذکر بُرائی سے کرنا حرام ہے اور جو' اُن کی مذمت ومنقصت بیان کرے وہ مسلمانوں کی راہ پر نہ ہوگا صحابہ کرام کا معاملہ عام مسلمانوں سے بالکل الگ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلافِ اُمت نے صحابہ کرام کی عیب جوئی کرنے والوں کو مردود الشہادۃ قرار دیا ہے ایسے لوگوں کا شریعت کی نگاہ میں کوئی مقام نہیں ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں حسن اعتقاد رکھنا واجب ہے اگر کوئی شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص کی شان میں کلمہ بد بکے وہ سخت سزا کا مستحق ہے۔ صحابہ کرام کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور اُن سے بغض رکھنا ایمان کے منافی ہے۔

علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس اُمت کے سب سے بہتر بادشاہ تھے' آپ سے پہلے چاروں خلفاء نبوت تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس اُمت کے پہلے بادشاہ ہیں' آپ کی بادشاہت رحمت والی بادشاہت تھی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بادشاہت نبوت ہوگی اور رحمت ہوگی۔ پھر خلافت ہوگی اور رحمت ہوگی' پھر ملوکیت ہوگی اور رحمت ہوگی **یکون الملك نبوة ورحمة ثم تکون خلافة ورحمة ثم یکون ملکا ورحمة۔**

☆ صحابہ کرام کو مجروح کرنے کی کوشش نبی کریم ﷺ کی ذات کو مجروح کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت پر اُنگلی اُٹھانا ہے جن کو اللہ کے رسول سے محبت ہوگی اُس کا دل صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار کی عظمت ومحبت سے بھی بھرا ہوگا۔

☆ اہل حق تمام اہلِ سُنّت وَ جماعت متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور ثقہ ہیں' اُن کی روایات اور شہادتیں مقبول اور معتمد علیہ ہیں' ان میں کوئی جرح اور

تنقید نہیں ہوسکتی، دلائل نقلیہ اور عقلیہ کثیرہ اور شہیرہ اس پر قائم ہیں، ان ہی کے ذریعہ سے دین بعد والوں کو پہنچا ہے۔ وہی مدار دین اور معیارحق ہیں اور ان کی ہی تابعداری بعد والوں کے لئے ضروری ہے۔ سورۂ توبہ میں ہے ﴿**یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین**﴾ (اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرتے رہو، اور سچوں کے ساتھ رہو) اور سورۂ حشر میں مہاجرین کے لئے فرمایا گیا ہے ﴿**للفقراء المهاجرین** ....﴾ اور سورۂ لقمان میں ہے ﴿**واتبع سبیل من اناب الیّ** ......﴾ (اور اس کی راہ چل جو رجوع ہوا میری طرف ......)۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تمام اُمت کو تقلید اور ان کے ہی ساتھ رہنا واجب ہے۔ یہ مسئلہ اصولی ہے اور معمولی اصولی نہیں، بلکہ اسی پر تمام دین، کتاب وسُنّت کا مدار ہے۔

☆ حضور ﷺ کے بعد مقدس ترین طبقہ نبی کے بلا واسطہ فیض یافتوں اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے جن کا اصطلاحی لقب صحابہ کرام ہے۔ قرآن کریم نے **من حیث الطبقه** اگر کسی گروہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صرف صحابہ کا طبقہ ہے اس پورے کے پورے طبقہ کو راشد ومرشد، راضی ومرضی، نقی القلب، پاک باطن، مستمر الطاعۃ، محسن وصادق اور موعود بالجنۃ فرمایا۔ پھر ان کی عمومی مقبولیت وشہرت کو کسی خاص زمانے اور دور کے ساتھ مخصوص ومحدود نہیں رکھا بلکہ عمومی گردانا۔ قرآن مبین نے کتب سابقہ میں ان کے تذکروں کی خبر دے کر بتلا دیا کہ وہ پچھلوں میں بھی قیامت تک جانے پہچانے رہیں گے۔

☆ صحابہ کرام کی ذات پر تنقید رافضیت وشیعیت کی علامت ہے۔ صحابہ کرام کے بارے میں بُری ذہنیت شیعیت کی دین ہے جن کے دل ودماغ میں شیعیت اور رافضیت کے جراثیم ہوتے ہیں انھیں کی زبان سے صحابہ کرام کے بارے میں اُن کی عظمت وشان کے خلاف بات نکلتی ہے۔

حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں: جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی بُرائی کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ (الاصابہ)

امام ذہبی فرماتے ہیں: صحابہ کرام کو جس نے مطعون کیا یا اُن کو بُرا بھلا کہا وہ دین اسلام سے نکل گیا اور مسلمانوں کی ملت اور جماعت سے وہ کٹ گیا۔ (الکبائر)

صحابہ کرام کی جو بُرائی کرے اور اُن کی لغزشوں کے درپے رہے اور اُن کی طرف کوئی عیب منسوب کرے وہ منافق ہوگا۔ (الکبائر)

حضرت ابوالفضل قاضی عیاض فرماتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ کی توقیر و تعظیم کا یہ بھی تقاضا ہے کہ آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی توقیر کی جائے، اُن کے ساتھ نیک سلوک ہو، اُن کا حق جانا جائے، اُن کی پیروی کی جائے، اُن کی مدح وثنا کی جائے۔ (الاسالیب البدیعہ)

حضرت امام مالک فرماتے ہیں: جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی مرتضیٰ، سیدنا معاویہ بن ابوسفیان، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بُرا بھلا کہا تو اگر وہ یہ کہے کہ وہ لوگ ضلال وکفر پر تھے تو اُسے قتل کیا جائے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات کہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ (شرح الشفاء)

خارجیت اور منافقت: Khawarij (enemies of Hazrat Ali) and Hypocrisy:

یہ دور بڑا پُرفتن اور ابتلاء وآزمائش کا دور ہے اس دور میں اسلام کی تعلیمات پر کاربند رہتے ہوئے ایمان کو محفوظ رکھنا نہایت دشوار ہو رہا ہے اسلام کے واضح مسائل اور مصدقہ چیزوں میں اپنی طرف سے ترمیم وتنسیخ کی جارہی ہے اور مسلمہ عقائد کو مسخ

کیا جا رہا ہے چنانچہ اولادنبوی ﷺ کو بڑی بے باکی سے طعن وتشنیع کا ہدف بنایا جا رہا ہے اور اس مبارک خاندان کے نسبی تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے بڑے نازیبا الفاظ کے ساتھ اُن کے وقار کو مجروح کیا جا رہا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اہلبیت سے محبت ایمان کی علامت ہے اور اُن سے بغض وعناد منافقت کی نشانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **من ابغض اهل البيت فهو منافق** (صواعق محرقہ) اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

جنّت کی بشارت ہے اُن لوگوں کے لئے جن کے دِلوں میں اہل بیت اطہار کی محبت وعقیدت کے سمندر موجزن ہیں وہ لوگ نہایت خوش مقدر ہیں جو اصحاب رسول ﷺ اور اہلبیت رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں۔

حضور سید المرسلین نبی کریم ﷺ اپنی اولادِ مبارکہ کے حقوق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: **من لم يعرف حق عترتي فهو لاحدى ثلٰث اما منافق واما ولد زانية واما حملته امه علىٰ غير طهر** (الصواعق المحرقہ لابن حجر مکی) جو میری اولاد کا حق نہ پہچانے وہ تین باتوں میں ایک سے خالی نہیں: یا تو منافق ہے یا حرامی' یا حیضی بچہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصوا پر خطبہ دیتے ہوئے میں نے سُنا آپ نے فرمایا: **ياايها الناس انى تركت فيكم من ان اختم به لن تضلوا كتاب الله وعترتي اهل بيتي** (ترمذی شریف) اے لوگو میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اُسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ 'اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن عظیم) اور میرے گھر والے 'عترت واہل بیت' یہ ارشاد حضور نبی کریم ﷺ کی وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے جملہ قرابت داروں خاندانِ بنو ہاشم خصوصاً اہل بیتِ کرام کی محبت' اُن کا ادب واحترام عینِ ایمان بلکہ جانِ ایمان ہے۔ جس کے دِل میں اہلِ بیت کے لئے محبت نہیں وہ یوں سمجھے کہ اُس کی شمع ایمان بجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ جتنی کسی کی قرابت حضور ﷺ سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اُس کی محبت واحترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ بے شک اہلبیتِ پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضور ﷺ کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجرِ ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس عمل کی مہک ہے' یہ اس خورشید کی چمک ہے۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں حُبِ آلِ مصطفیٰ ضرور ہوگی۔

یہ گرہ اب تک نہ کُھلی کہ بعض لوگوں کے نزدیک حُبِّ آل مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کے لئے بغضِ اصحابِ حبیبِ کبریا کی شرط کہاں سے ماخوذ ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے اہلِ بیت کی محبت کا اگر حکم دیا ہے تو اپنے صحابہ (Companions) کے احترام واکرام کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں اہلِ بیت Family Members of the Prophet (Peace and Blessings be upon him) کے بارے میں فرمایا **مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِىْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةَ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرَقَ** یعنی میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے جو اُس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا ۔۔تو دوسرا ارشاد گرامی یہ بھی ہے **اَصْحَابِى كَالنُّجُوْمِ** میرے صحابہ درخشاں ستاروں کی طرح ہیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ یہ شرف اہلِ سُنّت کو ہی حاصل ہے کہ ہم اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہیں اور ہماری نگاہیں صحابہ کرام کی جگمگاتی ہوئی روشنی پر مرکوز ہیں۔ ہم زندگی کے سمندر کو آزمائشوں اور تکالیف کی کالی رات میں عبور کر رہے ہیں جو اس کشتی میں سوار نہ ہوا وہ غرق ہو گیا اور جس نے ان روشن ستاروں سے ہدایت حاصل نہ کی وہ راہِ ہدایت سے بھٹک گیا۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے دشمنی منافقت کی علامت :

حضور سید عالم نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انا مدینة العلم وعلی بابها میں علم کا شہر ہوں علی اس کے دروازہ ہیں۔

یاعلی حبك ایمان وبغضك نفاق اے علی تمہاری محبت ایمان ہے اور تمہارا بغض نفاق ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ ایندھن کو۔ **حب علی یاکل الذنوب کما تاکل النار الحطب** یعنی علی کی محبت گناہوں کو ایسا کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی عظمت تو دیکھو کہ اِدھر پنجتن پاک میں شامل، اُدھر چار یار میں داخل، ایک ہاتھ اہل کساء میں ہے تو دوسرا ہاتھ خلفائے راشدین میں ہے۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کی محبت ایمان کی علامت اور بغض کفر کی علامت ہے۔

ایک روز حضور ﷺ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑے اور فرمائے جو مجھ کو دوست رکھتا ہے وہ ان دونوں کو دوست رکھے اور ان دونوں کے ماں اور باپ کو دوست رکھے تو، کل قیامت کے روز فردوس اعلٰی میں میرے ساتھ رہے گا۔ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، حضور بنی کریم ﷺ نے اُن کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، اسوقت حاضر تھے عرض کئے یارسول اللہ ﷺ کیا اُن کو آپ دوست رکھتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں چچا میں علی کو بہت دوست رکھتا ہوں، میں نہیں جانتا کہ مجھ سے زیادہ اُن کو اور کوئی دوست رکھتا ہوگا۔ اللہ تعالٰی نے ہر پیغمبر کی اولاد اُس کی پشت میں رکھا ہے مگر میری اولاد علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی پشت میں ہے۔

اس کے بعد آپ نے دُعا فرمائی: الٰہی دوست رکھئے اُس کو جو علی کو دوست رکھتا ہے اور دشمن ہو جائے اُس کا جو علی کا دشمن ہے۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ہی نسلِ مصطفٰے ﷺ کی اصل ہیں۔ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے دروازے سے ولایت تقسیم ہوتی ہے۔۔سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ہی مُشکل کُشا ہیں۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری نسبت یہ فرمایا کہ تجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور منافق ہی بغض رکھے گا' (مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے 'علی' سے کوئی منافق محبت نہیں رکھتا اور اُن سے کوئی مومن بغض نہیں رکھتا' (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی انصار' منافقوں کو اُن کے (سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھنے سے پہچانتے تھے (یعنی جو بھی سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھتا تھا ہم سمجھ لیتے تھے کہ یہ منافق ہے) (ترمذی)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور نام نہاد اہلحدیث :

نام نہاد اہلحدیث کا عقیدہ ہے کہ کسی بھی صحابی کی اتباع ذریعہ ہدایت نہیں ہے :
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت میں بیان کی جانے والی احادیث من گھڑت' ضعیف اور باطل ہیں۔ (معاذ اللہ)

'اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم'

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں' اُن میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے'

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

'انما اصحابی مثل النجوم فایھم اخذتم بقوله اھتدیتم'

بلاشبہ میرے صحابہ ستاروں جیسے ہیں' پس ان میں سے جس کے قول کو بھی تم پکڑلو گے ہدایت پاجاؤ گے'

(ان احادیث پر تبصرہ)

موضوع: ابن حزم نے کہا کہ یہ جھوٹی اور باطل خبر ہے' ہرگز ثابت نہیں۔

(الاحکام فی اصول الاحکام)

شیخ البانی نے اسے موضوع (من گھڑت' خودساختہ) کہا ہے۔ السلسلۃ الضعیفہ

(۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث' شیخ احسان بن محمد العتیبی)

پوری اُمتِ مسلمہ جانتی ہے کہ قرآن پاک' حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت ہے اور صحابہ کرام اس کے ترجمان ہیں۔ اُن پر اعتماد قرآن مبین' اور نبی امین پر اعتماد ہے یہ دین کے ستون ہیں۔ اگر ان شخصیات کی حیثیت کو مضبوط نہ مانا جائے اور اُن کا اعتبار نہ کیا جائے تو دین کا قلعہ سارا ہی مسمار ہو جائے گا' لہذا علماء حق نے اُن کو وہی مقام دیا جو قرآن پاک اور حدیث رسول اللہ ﷺ نے دیا: اور اسی عظمتِ شان اور مقام بلند کی وجہ سے اُن کی حجیت اور اُن کی مقتدائیت علماء اُمت نے تسلیم کی' اور اُن کے فرامین کو خاص حیثیت دی' نیز اُن کی انفرادی آراء کو بھی بہت اہمیت دی گئی مگر نام نہاد اہلحدیث جو اپنے آپ کو تقلید سے آزاد کہتے ہیں انہوں نے اُن کے مقام بلند کو نہیں سمجھا اور عدم تقلید

کا نعرہ لگا کر اُمت مسلمہ کو آزادی کی راہ لگا دیا' کچھ لوگ اُن کے جھانسے میں آ گئے اور اپنے ان علماء کی اندھی تقلید میں ان شخصیات قدسی صفات کو اہمیت نہ دے کر قلعۂ دین کو مسمار کرنے کی کوشش کی' اس تقلید کے قلادے کو اُتارنے کے باعث راہ ہدایت سے بہت دور چلے گئے۔ اب ان غیر مقلدین میں کا عامی جاہل بھی یہی کہتا ہے کہ میں حدیث رسول کو مانوں گا صحابی کے قول وفعل کو نہیں اور ان غیر مقلدین کے پیشواؤں نے صحابہ کرام کی عظمت وعقیدت کو ذہنوں سے نکال دیا اور یہ عقیدہ بنا کر پیش کیا کہ صحابی کا قول وفعل قابل عمل و قابل حجت اور لائق استدلال نہیں۔ اس کے نتائج کس قدر بھیانک ہیں؟ معمولی عقل سلیم رکھنے والا بھی اس کو سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال وافعال اور ان کی آراء کو نا ماننے سے آدمی اپنے اسلام کو سلام کر بیٹھتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بیس رکعات تراویح کو بدعت عمری قرار دیا' جمعہ کی پہلی اذان جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی' اُسے بدعت عثمانی قرار دیا۔ بدعت' ضلالت وگمراہی کو کہتے ہیں اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ بیس رکعات تراویح اور جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت کہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو مسلمان بیس رکعات تراویح پڑھتے ہیں وہ سب نمازی گمراہ اور جہنمی ہیں' بیس رکعات تراویح انھیں ضلالت وگمراہی میں مبتلا کرے گی اور جہنم میں ڈال دے گی (معاذ اللہ)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ترکِ رفع یدین نقل کیا تو اُن پر الزامات کی بوچھار کر دی۔ صحابہ کرام کے اجتہادات' فتاویٰ اور تفاسیر کو بدعت' غیر شرعی' قابلِ ترک عمل اور نا قابل اعتماد ٹھہرایا۔ صحابہ کرام کے طریقہ (سُنّت صحابہ) کو بدعت کہنا' بذاتِ خود بدعت (ضلالت وگمراہی) ہے۔ بعض نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین نے بعض جلیل القدر صحابہ کرام کے خلاف بغض ونفرت کا وہ اظہار کیا کہ............ الامان والحفیظ۔

جماعت صحابہ کی عظیم سے عظیم تر شخصیت کی عظمت کو مجروح کرتے ہوئے نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین برملا کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز اور دین کی بہت سی باتیں بھول گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جماعت صحابہ میں بڑا عظیم مرتبہ حاصل تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت و ملازمت میں بیشتر اوقات رہا کرتے تھے' کوئی اجنبی آتا تو اُن کو خاندانِ نبوت کا ایک شخص سمجھتا۔ اُن کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ **تمسکوا بعهد ام عبد ابن مسعود** عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے طور وطریق اور اُن کے احکام کو مضبوطی سے تھام لو' نیز صحابہ کرام سے فرماتے تھے' عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) جس طرح تمہیں قرآن پڑھائیں اس کے مطابق قرآن پڑھا کرو۔ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم وفقہ اور اُن کی دینی پختگی اور اُمور جہاں بانی میں اُن کی صلاحیت پر ایسا اعتماد تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ **لو كنت مومرا احدا منهم من غير مشورة لامرت عليهم ابن ام عبد** (ترمذی) اگر میں کسی کو جماعت صحابہ پر بلا مشورہ امیر اور حاکم بناتا تو ابن مسعود کو بناتا۔ غرض صحابہ کرام کی جماعت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بڑا امتیازی مقام حاصل تھا مگر غیر مقلد وہابی صفی الرحمٰن مبارکپوری کہتا ہے کہ اُن کو تو نماز بھی پڑھنے نہیں آتی تھی' نماز کی وہ بہت سی چیزوں کو بھول گئے تھے' اسی وجہ سے وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے اور ابن مسعود تو نماز کے مسائل کے علاوہ بھی دین کی بہت سی باتوں کو بھول گئے تھے۔ غیر مقلد صفی الرحمٰن مبارکپوری نے ترمذی کی شرح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جو کلام کیا ہے یہ اس کا خلاصہ ہے:

'ولو تنزلنا وسلمنا ان حديث ابن مسعود هذا صحيح او حسن فالظاهر ان ابن مسعود قد نسيه كما قد نسى اُموراً كثيرة'

(تحفہ الاحوذی/۲۲۱)

یعنی اگر ہم نزول کریں اور تسلیم کرلیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی رفع یدین نہ کرنے والی یہ حدیث صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ ابن مسعود نے رفع یدین کرنا بھلا دیا تھا جیسا کہ انھوں نے دین کی بہت سی باتوں کو بھلا دیا تھا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ وہ رفع یدین کرنا بھلا دیا تھا' یہ بات عام مسلمان سے بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ نماز کی اتنی اہم سُنّت کو اپنی پوری زندگی بھولا رہے اور اُسے لوگوں کا رفع یدین کرنا دیکھ دیکھ کر بھی یاد نہ آئے۔ یہ بات غیر مقلدین تحقیقاً نہیں بلکہ تقلیداً کہہ رہے ہیں کہ فلاں نے بھی تو یہی کہا ہے یعنی یہاں غیر مقلدین خالص دوسروں کے مقلد اور پیرو بن جاتے ہیں اور اس وقت نہ تقلید حرام ہوتی ہے اور نہ شرک۔

غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہاتھ سے منی نکالنے کا گندہ عمل کیا کرتے تھے۔ نواب صدیق حسن بھوپالی نے یہ بیہودہ بات عرف الجاوی صفحہ ۲۰۷ پر لکھی ہے۔ جب کہ ہاتھ سے منی نکالنے کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے' لیکن غیر مقلدین نے اپنے اس مذہب کو بیان کرنے میں بے حیائی بے شرمی سے قطع نظر ہاتھ سے منی نکالنے کو صحابہ کرام کی طرف بھی منسوب کرکے اپنی دیانت اور شرافت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ کون ہیں وہ صحابہ کرام جن کی طرف غیر مقلدین اس غیر شریفانہ عمل کو منسوب کرتے ہیں۔

غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی یہاں تک لکھتے ہیں :

'خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو صحابہ کرام کے آثار کا غلام نہیں بنایا ہے (کہ اُن کا ماننا اُس پر ضروری ہو)۔ (عرف الجاوی/۸۰)

یہ ہے غیر مقلدین کی صحابہ دشمنی ۔

لطیفہ : نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین جو ساری اُمت کو بدعتی (گمراہ) کہہ دیتے ہیں وہ اب بدعتی کی علامت بیان کر رہے ہیں :

'بدعتیوں کی بہت سی نشانیاں ہیں جن سے اُن کی شناخت ہو جاتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ لوگ اہلحدیث کی بدگوئی اور بدی کرتے ہیں' (غیر مقلد جونا گڑھی ۔ مشکوٰۃ محمدی/۱۴۰)

غیر مقلدیت دورِ جدید کا فتنہ ہے۔ ڈیڑھ سو سال پہلے اس فرقہ کا وجود ہی نہیں تھا اس نئے فرقہ کے خلاف صدائے حق بلند کرنے والوں کو غیر مقلدین بدعتی کہتے ہیں۔ یہی بات روافض اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے بھی اہلِ سُنّت وَ جماعت سے متعلق کہتے ہیں۔ لغت میں بدعت کہتے ہیں نو ایجاد کردہ طریقہ کو۔ لہذا لغت میں ہر نیا کام بدعت کہلائے گا۔ ہم چونکہ اس نئے فرقہ اور نئے فتنہ کی سرکوبی وتعاقب کرتے ہیں اس لئے ہمارا یہ نیا تردیدی کام لغوی اعتبار سے بدعت کہلاتا ہے۔

نکتہ : نام نہاد اہلحدیث کا ظہور تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے نئے رُوپ کے ساتھ ہوا۔ خیال رہے کہ جیسے ابلیس جنات کا مورث اعلیٰ ہے اُسی طرح نام نہاد اہلحدیث کا مورث اعلیٰ اس اُمت کا اوّل اور بدترین خارجی ذوالخویصرہ تمیمی ہے۔ تمام وہابی اسی

خارجی (دائرہ اسلام سے خارج ذوالخویصرہ) کے حامی اور پیرو ہیں' لہذا دورِ جدید کے تمام بدمذہبوں کا تعلق قدیم فتنوں (شیعیت اور خارجیت) سے جڑا ہوا ہے۔
جس طرح اہل طریقت کے تمام سلاسل کی کڑی امام الوصلین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تک پہنچتی ہے اسی طرح بدعقیدہ عناصر کا شجرۂ بدعقیدگی: عبداللہ ابن سبا اور ذوالخویصرہ تمیمی تک پہونچتا ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف ارتداد کی نسبت :

قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو'امہات المؤمنین' یعنی تمام مسلمانوں کی مائیں کہا گیا ہے ظاہر ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اہل ایمان کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کے تعلق اور رشتہ سے آپ کی ازواج مطہرات کی وہی عظمت ہونی چاہئے جو اپنی حقیقی ماؤں کی ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر کیونکہ ایمان کا رشتہ خون کے رشتوں سے زیادہ محترم ہوتا ہے اور اسی کے مطابق ان کے لئے ادب واحترام کا رویہ ہونا چاہئے' لیکن رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا چونکہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیاں ہیں اس لئے اُن کے ساتھ شیعہ اور اہلحدیث کو وہی عداوت ہے جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہے۔
ازواج مطہرات کی سب سے بڑی فضلیت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو حضور ﷺ کی بیبیاں فرمایا' ازواج النبی ﷺ اور آپ کی اولادِ پاک کی شانِ رفیع میں آیت تطہیر نازل فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے گھروں کو مہبط وحی الٰہی اور حکمت ربانی کا گہوارہ قرار دیا

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مکان کی عزت وتکریم مکین سے ہوتی ہے۔

دُنیا کا بڑا بد بخت وہ شخص ہے جو اپنی عظیم ترین ماؤں کے بارے میں اپنی ناپاک زبان دَراز کرے۔ امہات المؤمنین کا انکار یا اُن کی شان عالی مرتبت میں بکواس کرنا دراصل اس بات کا ثبوت پیش کرنا ہے کہ مومنین کی بلند مرتبہ ماؤں سے اُن کا کوئی ایمانی، قلبی اور رسمی رشتہ نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے جدامجد مولوی عبدالحق بنارسی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں کس قدر دریدہ ذہنی سے کام لیا ہے، ملاحظہ ہو۔

قاری عبدالرحمٰن پانی پتی تلمیذ وخلیفہ شاہ اسحٰق لکھتے ہیں:

> 'مولوی عبدالحق بنارسی نے ہزارہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردے میں قید مذہب سے نکالا .... اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہ، حضرت علی سے لڑکر مرتد ہوئی، اگر بے توبہ مری تو کافر مری (العیاذ باللہ) اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں، ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں۔ صحابہ سے ہمارا علم بڑا ہے، صحابہ کو علم کم تھا' (کشف الحجاب)

اس طرح کی تنقیص کرنے والے کے لئے محدثِ جلیل حضرت ابوزرعہ رازی کا فرمان پیش کردینا کافی ہے جو بڑی شان کے عالم تھے وہ فرماتے ہیں:

اذا رأیت الرجل ینقص أحداً من اصحاب رسول الله ﷺ فاعلم انه زندیق وذلك ان الرسول حق والقرآن حق وما جاء به حق وانما رویٰ الینا ذلك کلمة الصحابه ' وهؤلاء یریدون ان یحرحوا شهودنا لیبطلوا لکتاب والسنة والحرح بهم اولیٰ وهم زنادقة۔ (الاصابہ)

جب کسی کو دیکھو کہ وہ کسی بھی صحابی رسول ﷺ کا نقص بیان کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ رسول حق ہے' قرآن حق ہے اور جو قرآن کی تعلیم وشریعت لے کر آیا ہے وہ حق ہے اور ان سب کو ہم تک پہنچانے والے صحابہ ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے شاہدوں کو مجروح کریں تاکہ اس طرح وہ کتاب وسُنّت کو باطل کریں' یہی لوگ مجروح قرار پانے کے قابل ہیں اور یہی زندیق ہیں۔

خود حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: 'جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کے بارے میں بُرا بھلا کہہ رہے ہیں تو کہو کہ اللہ تمہارے شَر پر لعنت کرے'

(صحابہ کرام کو بُرا کہنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے) (مشکوٰۃ)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں: غیر مقلدیت اختیار کر لینے کے بعد آدمی صحابہ کرام کے بارے میں کس درجہ گستاخ ہوجاتا ہے اس کا اندازہ ان عبارات سے کیجئے جو سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں غیر مقلدوں کے مرکزی ادارۃ جامعہ سلفیہ بنارس کے رئیس ندوی کے قلم سے نکلے ہیں:

> 'جب فرمان نبوی کے بالمقابل باعتراف ابن عمر' اُن کے باپ عمر فاروق جیسے خلیفہ راشد کا قول وعمل ناقابل قبول ہے تو ابن عمر یا کسی بھی صحابی کا جو قول وعمل خلافِ فرمان نبوی ہو وہ کیوں کر مقبول ہوسکتا ہے'
>
> (تنویر الآفاق/ ۳۴۶)

اس پوری کتاب میں اسی بات پر پورا زور صرف کیا گیا ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کتاب وسُنّت کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے۔ کتاب وسُنّت کے خلاف عمل کیا کرتے تھے۔ حرام ومعصیت کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ اللہ اور اس

کے رسول کے نافرمان تھے۔ حکم شریعت کو بدل دیا کرتے تھے۔ غصہ میں غلط اور خلافِ نصوص وکتاب وسُنّت فتویٰ دیا کرتے تھے اور تمام اُمت اُن کے اس طرح کے اقدامات کو غلط قرار دیا کرتی تھی اور اس کو رَد کیا کرتی تھی۔ (معاذ اللہ)

صحابہ کرام کے بارے میں نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کا نقطہ نظر جاننے کے بعد آپ غور فرمائیں کہ کیا صحابہ کرام کے بارے میں جن کا اس قسم کا عقیدہ اور نقطہ نظر ہو اُس کا تعلق کسی بھی درجہ میں اہلِ سُنّت وَ جماعت سے ہوسکتا ہے؟ اور کیا غیر مقلدوں کو فرقہ ناجیہ میں شمار کرنا درست ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرقہ ناجیہ کی جو پہچان بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ یہ جماعت ہمارے اور اصحاب کے طریقہ پر ہوگی۔ تو جن کی نگاہ میں صحابہ کرام کا مقام یہ ہے کہ نہ اُن کے قول کا اعتبار، نہ اُن کے فعل کا اعتبار، نہ اُن کے فہم کا اعتبار، نہ اُن کے قیاس ورائے کا اعتبار، جو خلاف شرع اور معصیت والا کام کیا کرتے تھے اور اُن کا عمل کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ کی نصوص کے خلاف ہوا کرتا تھا۔ جو دینی وشرعی احکام کو اپنی رائے سے بدل دیا کرتے تھے۔ بھلا ایسا گروہ یا ایسی جماعت، صحابہ کرام کے راستہ کو کیوں اختیار کرے گی اور صحابہ کرام کی جماعت مبارکہ اس کے نزدیک دین کے بارے میں معیار اور کسوٹی کس طرح قرار پائے گی؟ اور جب وہ صحابہ کرام کے طریق پر نہ ہوگی اور اُن کے عمل اور اُن کی سُنتوں کو بغض ونفرت کی نگاہ سے دیکھے گی تو وہ ناجیہ جماعت میں سے کیسے ہوگی؟ اور **ما انا علیه واصحابی** کا مصداق غیر مقلدین کی جماعت کیسے بن سکے گی؟

اہلحدیث مذہب میں صحابی کا قول حجت نہیں ہے

صحابہ کرام کے اقوال وافعال سے روگردانی روافض کا خاصہ ہے اہلِ سُنّت کا نہیں۔ لیکن یہ غیر مقلدین جن کے قلوب بغض صحابہ سے مملو ہیں انھیں روافض اور شیعوں کا طریقہ اختیار کرنا زیادہ آتا ہے۔ غیر مقلدین کے مذہب وعقیدہ میں صحابی کا قول دین وشریعت میں حجت نہیں ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

'اگر حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا یہ فتویٰ صحیح بھی ہے تب بھی اس سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے' اس لئے کہ صحابی کا قول دلیل نہیں ہے' (فتاویٰ نذیریہ/ ۳۴۰)

غیر مقلد وہابی نواب صدیق حسن نے عرف الجادی میں لکھا ہے:

' حضرت جابر کی یہ بات (کہ **لاصلوٰۃ لمن یقرأ** والی حدیث تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے) حضرت جابر کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا' (عرف الجادی/ ۳۸)

فتاویٰ نذیریہ میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

'خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت علی کے اس قول سے صحت جمعہ کے لئے مصر کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا' (فتویٰ نذیریہ/۹۴)

غیر مقلدین کے مذہب میں صحابی کا فعل بھی حجت نہیں ہے

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں :

'صحابی کا فعل اس لائق نہیں ہوتا کہ وہ دلیل شرعی بنے' (التاج المکلل/۲۹۲)

غیر مقلدین کے مذہب میں صحابی کی رائے حجت نہیں ہے

غیر مقلدوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ صحابہ کرام کی رائے دین میں حجت نہیں ہے۔ عرف الجادی میں ہے کہ :

' اگر گفتگو ہے تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کی رائے قبول نہیں نہ کہ ان کی رویت '

تمام نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین قرآن وحدیث پر عمل کی آڑ میں قیاس شرعی کا تو انکار کر ہی رہے ہیں' اجماع اُمت کے بھی وہ منکر ہیں۔ صحابہ کرام کے فتاویٰ اور اُن کے موقوفات واقوال کو بے وقعت ٹھہراتے ہیں اور حیرت تو اس پر ہے کہ اس بارے میں خلفاء راشدین کے قول تک کو مستثنیٰ نہیں کرتے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایمان وعمل دونوں میں حق کی کسوٹی 'معیار و حجت' قرار دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**فان اٰمنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فانما هم فى شقاق**﴾ سو اگر وہ (یہود ونصاریٰ) اسی طرح سے ایمان لے آئیں جس طرح سے تم ایمان لائے ہو تب تو وہ ہدایت پالیں گے اور اگر وہ (اس سے) روگردانی کریں تو وہ لوگ برسر مخالفت ہیں ہی۔

نیز دوسری آیت ہے ﴿**وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى ويَتَّبِعْ غَيْرِ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِيْراً**﴾

'جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہوگئی اس کے لئے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اُسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے'۔

صحابہ کرام کے راستے اور عمل کو معیار بنایا گیا اور ارشاد ہوا کہ جو' ان کے راستے کو چھوڑ

کر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا انجام کار دوزخ میں جائے گا۔ گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے کو چھوڑ دینا خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور دخولِ جہنم کا سبب ہے۔

ان دونوں آیات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقائد واعمال دونوں میں معیارِ حق ہیں اور دین میں ان کا قول وفعل حجت ہے نیز حضور نبی کریم ﷺ نے بھی ان شخصیات کو معیارِ حق ٹھہرایا ہے۔

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ خلفائے راشدین احکام شرعیہ کے خلاف احکام نافذ کرتے تھے

غیر مقلدین نے خلفائے راشدین میں سے بطورِ خاص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے قلم کا اپنی کتابوں میں بہت نشانہ بنایا ہے اور اُن کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے تمام وہ حربے استعمال کئے ہیں جن کا استعمال شیعہ کرتے ہیں۔ ہدف دونوں فرقوں کا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات کو مطعون کرنا ہے' چنانچہ غیر مقلد جوناگڑھی لکھتے ہیں:

> 'پس آؤ سنو ! صاف صاف موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان میں غلطی کی' اور ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق اعظم بے خبر تھے'
>
> (طریق محمدی/۴۱)

پھر دس مسئلوں میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بے خبری ثابت کرنے کے بعد جوناگڑھی کہتا ہے:

'یہ دس مسئلے ہوئے' ابھی تلاش سے ایسے اور مسائل بھی مل سکتے ہیں ....ان موٹے موٹے مسائل میں جو روزمرہ کے ہیں' دلائل شرعیہ آپ سے مخفی رہے' (طریق محمدی/۴۲)

اللہ اکبر ! غیرمقلدین میں ایسے بھی دَم خَم والے افراد موجود ہیں جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بھی دینی وشرعی مسائل میں غلطیاں پکڑتے ہیں۔

غیرمقلد جوناگڈھی کی یہ بکواس دیکھئے :

'خلفائے راشدین کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا' (ہدایت محمدی/ ۳۱۸)

اہلِ سُنّت وجماعت کا اتفاق ہے کہ جو صحابہ کرام پر طعن کرے وہ ملحد اور اسلام کا دشمن ہے اس کا علاج اگر توبہ نہ کرے تو تلوار ہے ۔۔ صحابہ کرام پر تبرا کرنے والا زندیق اور منافق ہے (الکبائر للذہبی)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں اُن میں سے جن کی بھی اقتداء کروگے' ہدایت پاؤگے ۔ میرے زمانہ کے لوگ بہترین ہیں ۔ میرے صحابہ کو بُرا مت کہو۔ مجھے اس ہستی کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے گا تو وہ صحابہ میں سے کسی ایک مد بلکہ نصف مد کے ثواب کو بھی نہ پاسکے گا۔ (مشکوٰۃ' مسلم' فضائل صحابہ)

میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اُن کو تنقید کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے انہیں محبوب رکھا میری محبت کی وجہ سے محبوب رکھا اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے بغض رکھا۔ جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور اللہ کو ایذا دینے والا جہنمی ہے۔ (ترمذی)

غیر مقلدوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ خلفائے راشدین اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر احکام شرعیہ اور کتاب وسُنّت کے خلاف احکام صادر کیا کرتے تھے اور خلفائے راشدین کے ان احکام کو اُمت نے اجماعی طریقہ پر رَد کر دیا۔

غیر مقلدوں کے مرکزی ادارۃ جامعہ سلفیہ بنارس کے رئیس احمد ندوی سلفی کہتے ہیں:

'اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح ومصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام اُمت نے رَد کر دیا' (تنویر الآفاق/۱۰۷)

اس سلسلہ میں مزید کہتے ہیں :

'ہم آگے چل کر کئی ایسی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ ونصوص کے خلاف خلفائے راشدین کے طرز عمل کو پوری اُمت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دے کر نصوص احکام شرعیہ پر عمل کیا ہے' (تنویر الآفاق/۱۰۷)

اسی سلسلہ میں ندوی سلفی موصوف کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیں' کہتے ہیں:

'مگر ایک سے زیادہ واضح مثالیں ایسی موجود ہیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا کسی بھی خلیفہ راشد نے نصوص کتاب وسُنّت کے خلاف اپنے اختیار کردہ موقف کو بطور قانون جاری کر دیا تھا لیکن پوری اُمت نے ان معاملات میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا دوسرے خلیفہ راشد کی جاری کردہ قانون کے بجائے نصوص کی پیرو ہے۔ (تنویر الآفاق/۱۰۷)

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خلفائے راشدین احکام شرعیہ کے خلاف احکام جاری کرتے تھے، پوری اُمت نے اجماعی طریقہ پر خلفائے راشدین کے ان خلافِ کتاب وسُنّت احکام کو رَد کر دیا ہے۔

کیا خلفائے راشدین کے بارے میں غیر مقلدین کا یہ انداز گفتگو عین رافضیت وشیعیت کے فکر ونظر کا اظہار نہیں ہے؟

غیر مقلدین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما دینی وشرعی معاملات میں نصوص شرعیہ کے خلاف موقف اختیار کرتے تھے شیعی نظریات کے ترجمان غیر مقلد رئیس احمد ندوی کہتے ہیں:

> ' ظاہر ہے کہ کسی نصوص کے خلاف ان دونوں جلیل القدر صحابہ کے موقف کو لائحہ عمل اور حجت شرعیہ کے طور پر دلیل راہ نہیں بنایا جاسکتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چونکہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کرلیا تھا' اس لئے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے۔ (تنویرالآفاق/ ۸۷)

مسلمانو ! غور کرو کہ غیر مقلدیت کا راستہ کیسا شیطانی راستہ ہے کہ اس راہ پر چلنے کے بعد آدمی صحابہ کرام حتیٰ کہ سیدنا عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے فقہائے صحابہ کے بارے میں کیسی زبان استعمال کرنے لگتا ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں کیا یہ اندازِ گفتگو کسی اہلِ سُنّت وَ جماعت کا ہوسکتا ہے؟ اور کیا ایسے لوگ اہل حق قرار دیئے جاسکتے ہیں؟

غیر مقلدیت کی راہ کیسی پُرخطر راہ ہے جس راہ پر چل کر ایمان کا بچانا دشوار ہوجاتا ہے۔

خلفاءِ راشدین کے بارے میں اہلحدیث اور شیعہ کا عقیدہ :

اہلِ سُنّت وَجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اُن کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ ہے۔

اسی طرح اہلِ سُنّت وجماعت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ تمام اُمت میں افضل ہیں اور اُن میں سابقین اولین افضل ہیں۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس میں اہلِ سُنّت کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

انصار ومہاجرین دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے اور مقدم مانتے تھے۔۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پر مقدم نہیں مانتا اور فضیلت نہیں دیتا وہ دراصل شیعہ عقیدہ کو اختیار کرتا ہے۔ اہلحدیث کی رائے اور عقیدہ بھی شیعوں سے ہم آہنگی اختیار کرتا ہے۔

اہلحدیث وحیدالزماں خاں لکھتے ہیں:

> اکثر اہلِ سُنّت وجماعت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے افضل' صدیق اکبر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کو قرار دیتے ہیں لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں مل سکی۔ (ہدیۃ المہدی)

> ' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور میں تو مسلمانوں میں ایک عام آدمی ہوں' اُن کا یہ قول تواضع پر محمول ہے'۔ (ہدیۃ المہدی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب 'ازالۃ الخلفاء'

میں اہلِ سُنّت کی ترجمانی کرتے ہوئے خلفائے راشدین کی فضیلت حسب ترتیب خلافت ثابت کی ہے۔ وحیدالزماں اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'ترجیح اور فضیلت دینے پر حضرت شاہ صاحب نے کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کی ہے جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ سب اندازے اور تخمینہ کی باتیں ہیں جو اس مقام پر مناسب نہیں'۔ (ہدیۃ المہدی)

اہلِ سُنّت وَ جماعت کے عقیدہ کا رَد کرتے ہوئے وحیدالزماں لکھتے ہیں:

'یہ نہ کہا جائے کہ شیخین کی افضلیت ایک اجماعی مسئلہ ہے کہ علماء نے اس کو اہلِ سُنّت وجماعت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے اس لئے کہ اجماع کا دعویٰ ہمیں تسلیم ہی نہیں ہے۔ اجماع کے لئے کوئی مستند دلیل ہونی چاہیئے' یہاں مستند دلیل کہاں ہے'۔ (ہدیۃ المہدی)

خلفائے راشدین کی افضلیت کے بارے میں یہ ہے اہلحدیث کا عقیدہ جو شیعوں کے عقیدہ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔

حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو قرآن کی آیات واحادیث سمجھ میں نہیں آئیں (معاذاللہ)

یہی جامعہ سلفیہ بنارس کے ندوی وسلفی غیر مقلد بڑے طنطنے سے اور نہایت تحقیر آمیز انداز میں سیدنا عمر اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہتے :

'قرآن مجید کی دو آیتوں اور پچاسوں حدیثوں میں تیمّم سے نماز کی اجازت ہے حضرت عمر اور ابن مسعود کے سامنے یہ آیات و احادیث پیش ہوئی تھیں پھر بھی اُن کی سمجھ میں بات نہیں آسکی۔ (تنویر الآفاق/ ۴۱۸)

یہ انداز گفتگو اسی کا ہوسکتا ہے جس کا قلب بغضِ صحابہ سے مکدر ہو اور جس کے فکر و ذہن پر شیعیت نے پورا قبضہ جما لیا ہو' جسے نہ عمر کا مقام معلوم ہو نہ ابن مسعود کا۔ (رضی اللہ عنہما)۔ افسوس غیر مقلدیت کے نام پر صحابہ کرام کی ذوات قدسیہ پر اس طرح حملے ہو رہے ہیں اور دین کی بنیاد ڈھانے کا نہایت خوفناک کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ ہماری دینی بے حسی کا حال یہ ہے کہ ہمارے اندر اتنی جرأت نہیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں ایسے گستاخوں کے ہاتھ سے قلم چھین لیں۔

غیر مقلدین کے مذہب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب نہیں ہے

غیر مقلد نواب وحید الزماں نے 'کنز الحقائق' میں اپنی جماعت کا عقیدہ بیان کیا ہے

'صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا مستحب ہے لیکن ابوسفیان' معاویہ' عمرو بن العاص' مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کو رضی اللہ عنہ کہنا مستحب نہیں ہے'۔ (صفحہ۲۳۴)

صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ شیعیت اور رافضیت کی پیداوار ہے یہ محدثین اور اہلِ سُنّت وَ جماعت کا عقیدہ نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے عقیدہ میں صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ فاسق تھے (معاذ اللہ)

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلد وہابیوں نے صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے ان لوگوں کے بارے میں کہا کہ یہ لوگ معاذ اللہ فاسق تھے۔

> 'فان جاء کم فاسق والی آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں اُتری ہے اسی طرح یہ آیت بھی **افمن کان مومنا کمن کان فاسقا**۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ (معاذ اللہ) فاسق بھی تھے۔ جیسے ولید (بن عقبہ) اور اسی طرح کی بات معاویہ (بن ابی سفیان)' عمرو (بن عاص)' مغیرہ (بن شعبہ) اور سمرہ (بن جندب) کے بارے میں بھی کہی جائے گی' (نزل الابرار ص ۹۴)

کتاب 'نزل الابرار' نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے عقیدہ ومسلک کی ترجمان ہے اور اس کو فقہ اہلحدیث کی مشہور کتاب کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام کی اس قدر تنقیص کہ خدا کی پناہ' ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غیر مقلد نواب کو صحابہ کرام سے بغض ہے۔ اُن کا ایک اور تراشہ ملاحظہ ہو:

'بھلا ان پاک نفسوں پر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے جو نہ مہاجرین میں سے' نہ انصار میں سے' نہ انہوں نے حضور ﷺ کی کوئی خدمت اور جان نثاری کی' بلکہ آپ سے لڑتے رہے اور فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے' پھر حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ رائے دی کہ علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالیں' (حیات وحید الزماں)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک اور مقام پر شیعیت کے نشے میں سرشار ہو کر لکھتے ہیں:

'ان لوگوں کو یہ معتبر تاریخی روایات نہیں پہنچی کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا کرتے تھے بلکہ دوسرے خطیبوں کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ وہ ہر خطبہ میں جناب امیر کو بُرا کہیں' معاذ اللہ اُن پر لعنت کرتے رہیں' سچی بات یہ ہے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر دُنیا کی طمع غالب ہو گئی تھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانیہ بُرا کہا کرتے اور منبر پر ان پر لعنت کیا کرتے تھے ......اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا' معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو تمام خاندانِ رسالت سے دشمنی تھی' (لغات الحدیث' تعارف علمائے اہل حدیث)

غیر مقلد نواب کی اس طرح کی تحریریں پڑھ کر خاص کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تحریر سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اُن کی نگاہوں پر شیعیت کا چشمہ لگا ہوا ہے کہ حضرت کی صحابیت کی پروا کئے بغیر اس طرح کے الزام اس عظیم شخصیت پر لگا رہے ہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ ائمہ کو بُرا کہنے سے آدمی چھوٹا رافضی ہوتا ہے اور صحابہ کی شان میں گستاخی کرنا یہ اصل رفض ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ برگزیدہ صحابی ہیں بلکہ کاتبین وحی میں سے ہیں۔ اب یہ غیر مقلد نواب' صحابہ کرام سے بغض وعناد کے ہوتے ہوئے اپنے اسلام کی خیر منائیں کہ کاتب وحی کو مجروح کرر ہے ہیں۔ خود حضور نبی کریم ﷺ' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں دُعا دے رہے ہیں : **اللهم اجعله هاديا مهديا واهدبه** (ترمذی شریف) اے اللہ ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

حضور نبی کریم ﷺ تو دُعا دیں اور یہ الزام لگائیں اور فسق کی نسبت کریں (نعوذ باللہ)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ بعد والے (غیر صحابی) صحابہ کرام سے افضل ہو سکتے ہیں

تمام اہلِ سُنّت و جماعت متفق ہیں کہ صحابہ خیارِ اُمت ہیں۔ اُمت کا کوئی طبقہ' کوئی فرد فضیلت و کرامت میں خیر القرون کے اس طبقہ مقدس کے ہم پلّہ نہیں ہوسکتا۔ اہلِ سُنّت میں سلف سے خلف تک کسی کا اس عقیدے سے ادنیٰ درجہ کا بھی اختلاف منقول نہیں۔ البتہ نام نہاد اہلحدیث نے اس مسئلہ میں بھی سب سے الگ تھلگ تنہا رہنا پسند کیا ہے۔ غیر مقلد وہابیوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ عہد صحابہ کرام کے بعد بہت سے غیر صحابی لوگ ایسے بھی ہوئے جو صحابہ کرام سے افضل تھے۔ غیر مقلد نواب وحید الزماں اتنے بڑھ گئے کہ شیعوں کو بھی مات کر دیا' اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انہیں کچھ چڑ ہے کہ اُن کی عظمت وافضلیت اُن کو نہیں بھاتی' شیعیت

کے نشے میں مدہوش ہوکر لکھتے ہیں :

'حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم**...... سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں آنے والے لوگ پہلے لوگوں سے افضل نہ ہوں' اس لئے کہ بہت سے اس اُمت کے متاخرین علماء علم ومعرفت اور سُنّت کی نشر واشاعت میں عوام صحابہ سے افضل تھے اور یہ وہ بات ہے جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا' (نزل الابرار ص ۹۰)

مزید لکھتے ہیں:

'لیکن ممکن ہے کہ بعض اولیاء کو بعض دیگر اسباب کے تحت فضیلت حاصل ہوجائے اور صحابی اس سے محروم ہو' (نزل الابرار)

یہ صحابہ کرام کی کس قدر سخت توہین ہے' کیا کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر عارف باللہ اور عامل بالسنہ ہوسکتا ہے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ صرف غیر مقلدین ہی کا حوصلہ ہے کہ وہ ایسی بات منہ سے نکالیں۔

ہمیں اب تک کسی غیر مقلد عالم کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ اس نے نواب وحیدالزماں کی اس بات کا انکار کیا ہو'اس لئے یہ عقیدہ بھی اس جماعت کا مسلم عقیدہ ہے۔

غیر مقلد نواب کی تردید کے لئے ابن ماجہ کی یہ روایت کافی ہے جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ 'اصحاب محمد ﷺ کو گالی نہ دو کہ ایک ادنیٰ صحابی کا تھوڑی دیر قیام تمہارے بڑے سے بڑے ولی کے عمر بھر کے عمل سے بہتر ہے۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: 'واللہ کسی صحابی کا صرف ایک معرکہ جس میں اُن کا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غبار آلود ہوا تمہارے عمر بھر کے عمل سے بہتر ہے خواہ

تمہیں عمرِ نوح ہی کیوں نہ مل جائے‘ (مسند احمد)

مفسر قرطبی لکھتے ہیں: ’صحابیت کی برابری کوئی عمل کر ہی نہیں سکتا‘ (تفسیر قرطبی)

جمہورِ اُمت سے اختلاف کرنا غیر مقلدوں کا شیوہ بن چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’اللہ تعالیٰ نے بندوں کے قلوب کو دیکھا تو محمد ﷺ کے قلب کو تمام قلوب سے بہتر پایا‘ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو منتخب فرمالیا‘ اور رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا‘ پھر بندوں کے قلوب کو دیکھا تو صحابہ کرام کے قلوب کو سب سے بہتر پایا‘ پس اُن کو اپنے نبی کا وزیر بنادیا جو اس کے دین کے لئے لڑتے ہیں‘ لہذا مسلمان جس چیز کو حسن قرار دیں وہ عنداللہ بھی حسن ہے اور جس کو معصیت قرار دیں وہ عنداللہ بھی معصیت اور بُری چیز ہے‘ (شرح العقیدہ الطحاویہ)

اہلِ سُنّت وَ جماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عام صحابی بھی اُمت کے بڑے سے بڑے ولی سے افضل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رفاقت ہی سب سے بڑا اشرف ہے جس سے ہر ایک صحابی مشرف ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں: ’کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا‘ اویس قرنی رضی اللہ عنہ اپنی تمام تر بلندی شان کے باوجود چونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے شرفِ صحبت سے مشرف نہ ہوسکے اس لئے ادنی صحابی کے مرتبے کو بھی نہ پہنچ سکے۔ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ عنہ)؟ جواب میں فرمایا‘ حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے کئی گنا بہتر ہے‘ (مکتوبات امام ربانی)

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا نام لینا بدعت ہے

شیعوں کا یہ مذہب معروف ومشہور ہے کہ اُن کے یہاں خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا ذکر جائز نہیں، اوراس سلسلے میں وہ اہلِ سُنّت وجماعت کو یہ الزام دیتے ہیں کہ ان لوگوں نے ایک بدعت ایجاد کر رکھی ہے۔ بدعت کہتے ہیں خلافِ سُنّت ایجاد کردہ طریقہ کو۔ اس طرح کی بدعت گمراہی ہوتی ہے اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے **شرُّ الاُمور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار** تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو اپنی طرف سے نکالے جائیں، دین میں ہرنیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

خطبہ میں ذکرِ خلفاء سے انکار شیعوں کا مذہب ہے اہلِ سُنّت کا نہیں۔ اور نام نہاد اہلحدیث اس مسئلے میں بھی شیعوں کے ہم قدم نظر آتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث غیرمقلدین کا مذہب یہ ہے کہ خطبہ جمعہ میں التزاماً خلفاء کرام کا نام لینا بدعت ہے، بالفاظ دیگر خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کا نام لینے والا گمراہ اور جہنمی ہے (معاذاللہ)۔ غیرمقلد نواب وحیدالزماں لکھتے ہیں:

> 'اہلحدیث خلفاء اور سلطان وقت کا خطبہ جمعہ میں نام لینے کا التزام نہیں کرتے، اس لئے کہ ایسا کرنا بدعت (ضلالت وگمراہی) ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام سے یہ منقول نہیں ہے' (نزل الابرار/۱۱۰)
>
> 'خطبوں میں خلفاء کا ذکر سلف صالحین سے منقول نہیں، اس لئے ترک ہی اولیٰ ہے' (نزل الابرار/۱۵۳)

دیکھا آپ نے شیعہ اور اہلحدیث دونوں ہی ٹولوں سے ایک ہی آواز بدعت بدعت کی بلند ہو رہی ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ حرمین شریفین اور سعودی عرب کی اکثر مساجد کے خطبات جمعہ میں التزاماً خلفائے راشدین کا نام لیا جاتا ہے۔ اب تو خطبات جمعہ میں سعودی عرب کے شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز اور شاہی خاندان کے گورنروں کا نام بھی خصوصیت سے لیا جاتا ہے اور اُن کے لئے دُعائیں بھی ہوتی ہیں۔ سعودی حکومت سے نام نہاد اہلحدیث کروڑوں ریال سمیٹتے ہیں اس وقت ان بدعات کا تذکرہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ اُن مقلدین کو کیوں نہیں سمجھاتے؟

نام نہاد اہلحدیث' خطبات جمعہ میں ابن تیمیہ' شوکانی' ابن قیم' ابن عبدالوہاب نجدی' بن باز' ناصرالبانی ....سب کے تذکرے کرتے ہیں۔قرآن وحدیث کے بجائے اُن افراد کی کتابوں کو اپنی تقاریر کا ماخذ بنا کر مسلسل حوالے پیش کرتے ہیں۔

غیر مقلدین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر مبارک اہلِ سُنّت وَجماعت کا شعار ہے اور قدیم سے توارث کے ساتھ چلا آ رہا ہے غالبًا غیر مقلد نواب وحیدالزماں' بدعت کی حقیقت سے ناآشنا ہیں اور انھیں اسلاف کے اعمال کا بھی کوئی علم نہیں ہے ورنہ وہ ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔ امام ربّانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک قصبہ سامانہ (جو اطراف سرہند میں ہے) کے کسی خطیب نے خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر چھوڑ دیا تھا تو حضرت سخت برہم ہوئے اور وہاں کے سادات' قاضی صاحبان اور عمائدین شہر کو خط لکھ کر تنبیہ فرمائی۔

خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر مبارک وہی شخص چھوڑ سکتا ہے جس کا دل مریض ہو اور باطن خبیث۔

امام ربّانی مجدد الف ثانی کے مکتوب گرامی سے صاف معلوم ہوگیا کہ اہلِ سُنّت وَجماعت کا یہ شعار ہے اور اسلاف سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے جس کا جاری رکھنا ضروری ہے۔

اور غیر مقلد کا خطبہ میں خلفاء راشدین کے ذکر کو بدعت (ضلالت وگمراہی) قرار دینا اور یہ کہہ کر کہ اسلاف سے منقول نہیں۔ترک کو اولیٰ کہنا، شیعی ذہن کی غمازی کرتا ہے۔

جمعہ کی دو اذانوں کا مسئلہ اور سُنّت صحابہ

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین نے جمعہ کی پہلی اذان جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی، اُسے بدعت عثمانی قرار دیا۔ غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ یہ اذان حضور نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے اس لئے یہ سُنّت نہیں ہوسکتی، چنانچہ غیر مقلد جونا گڑھی لکھتے ہیں:

> 'حضور ﷺ کے زمانے اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں کے زمانے میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے لئے زوراء بازار کی بلند جگہ کہلوائی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں۔ پس ہمارے زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت (ضلالت وگمراہی) ہیں اور کسی طرح جائز نہیں' (فتاویٰ ستاریہ ج ۳)

اسی مسئلے سے متعلق غیر مقلدین کے ترجمان رسالہ 'الاعتصام' کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

’ جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مسنون ہے دو اذان کی ضرورت نہیں .... لہذا اذان عثمان جسے پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے‘ (فتاویٰ علماء حدیث ج ۲)

اس کے جواب کے لئے بخاری شریف‘ ابوداؤد شریف‘ نسائی کی روایت پیش ہے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ‘ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا‘ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا‘ چنانچہ زوراء پر وہ اذان کہی گئی پھر وہ ایک مستقل سُنّت بن گئی۔

یہ بخاری شریف وغیرہ کی روایت ہے مگر جن کو حضرت عثمان و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات نہیں بھاتی وہ بخاری تک کی روایت کو رَدّ کر دیتے ہیں۔ اس پر کسی صحابی نے تو اعتراض نہیں کیا لیکن غیر مقلدین کو اعتراض ہے۔

فضیلت شیخین غیر مقلدین کو تسلیم نہیں

سب جانتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی اور دورِ صحابہ میں حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کو بترتیبِ خلافت ساری اُمت میں سب سے افضل شمار کیا جاتا تھا اور اس دور سے یہ اجماع اُمت چلا آ رہا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں مگر غیر مقلد وہابی وحید الزماں کو شیخین کی افضلیت تسلیم نہیں‘ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ’یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ شیخین کی تفضیل ایک اجماعی مسئلہ ہے کیونکہ علماء نے اس کو اہلِ سُنّت وَ جماعت ہونے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے اس لئے کہ ہمیں اجماع کا دعویٰ ہی تسلیم نہیں‘ (ہدیۃ المہدی/۹۶)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

> ’اس مسئلے میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں میں افضل کون ہیں لیکن شیخین کو اکثر اہلِ سُنّت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں اور مجھ کو اس پر بھی کوئی قطعی دلیل نہیں ملتی‘ نہ یہ مسئلہ کچھ اصول اور ارکان دین سے ہے‘ زبردستی اس کو متکلمین نے عقائد میں داخل کر دیا ہے‘ (حیات وحید الزماں/۱۰۳)

غیر مقلد نواب وحید الزماں کی اس تحریر سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت میں علماء کا کوئی بڑا اختلاف ہے جو قدیم سے چلا آ رہا ہے ایسا ہرگز نہیں۔ جمہور اہلِ سُنّت وَ جماعت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے قائل ہیں۔ شیخین رضی اللہ عنہما کو اکثر اہلِ سُنّت وَ جماعت نہیں بلکہ تمام اہلِ سُنّت وَ جماعت حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے افضل گردانتے ہیں اسی پر اجماع ہے۔ اسی لئے متکلمین نے اس نظریئے کو عقائد میں شامل کیا اور اہلِ سُنّت وَ جماعت میں سے ہونے کی نشانی قرار دیا۔

شیخین کی افضلیت خود حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ہی میں ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : ’ہم حضور ﷺ کے زمانے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر‘

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے بعد ہم اصحابِ رسول کے درمیان (ان حضرات کی طرح) کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔
(بخاری شریف)

ایک دوسری حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے :
'ہم رسول اللہ ﷺ کی ہی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اُمت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ابوداؤد شریف)

العقیدۃ الطحاویۃ میں ہے 'حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور تمام اُمت پر مقدم ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم اولاً خلافت ان کے لئے ثابت مانتے ہیں۔

اور العقیدۃ الطحاویۃ کی شرح میں ہے 'اور افضلیت میں خلفاء راشدین کے درمیان ترتیب وہی ہے جو' اُن کی خلافت کے درمیان ہے'

ان سب مضبوط دلائل کے باوجود غیر مقلدین اجماع صحابہ کو نہیں مانتے۔

مذہبِ اہلحدیث میں نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَاِذَا حُيِّيۡتُمۡ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡهَآ اَوۡ رُدُّوۡهَا﴾ (النسآء/۸۶) اور جب تم کو کوئی (مشروع طور پر) سلام کرے تو تم اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کرو یا ویسے ہی الفاظ کہدو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ایها الناس افشوا السلام** اے لوگو! تم آپس میں سلام پھیلاؤ۔

سلام ملاقات کا تحفہ ہے۔ سلام میں پہل کرو' آپس میں محبت بڑھاؤ۔

اسلام میں سلام کی بڑی اہمیت ہے۔ سلام سے اخوت پیدا ہوتی ہے فخر وغرور دور ہوتا ہے نفس کشی ہوتی ہے عاجزی وانکساری پیدا ہوتی ہے امن وشانتی کا ماحول بنتا ہے۔ سلام کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ آدمی اپنی طرف سے امن وسلامتی کی ضمانت دے۔ گویا جو شخص السلام علیکم کہتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میں ہر ممکن طریقہ سے آپ کا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں' کسی قسم کی ایذا رسانی نہیں کروں گا۔

سلام کا تعلق ایمان اور اسلام سے ہے۔ سلام کے بعد مصافحہ کی بہت بڑی فضیلت ہے' آپسی رنجشیں اور عداوتیں دُور ہوتی ہیں...... محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُن دونوں کے جُدا ہونے سے پہلے ہی اُن کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (مسند احمد) اور قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں مصافحہ کا رواج تھا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں ۔ (صحیح بخاری)

نام نہاد اہلحدیث فکرِ معکوس کے حامل ہوتے ہیں ۔ دن کو رات کہہ دیتے ہیں، روشنی کو تاریکی کہہ دیتے ہیں ۔ حسنات کو سیئات اور اُمورِ خیر کو اُمورِ شر کہتے ہیں ۔ ہدایت کو ضلالت و گمراہی ۔ ایمان کو کفر ۔ تعظیم، عقیدت و محبت کو عبادت ۔ مسلمان کو مشرک (موحد کو ملحد) اور سُنّت کو بدعت (ضلالت و گمراہی) کہہ دیتے ہیں ۔

مصافحہ سُنّت نبوی ﷺ ہے لیکن نام نہاد اہلحدیث مصافحہ کو بھی بدعت کہہ دیتے ہیں ۔ اخوت و ذریعہ نجات کو ضلالت و گمراہی قرار دیتے ہیں ۔ فرض نماز کے بعد سلام اور مصافحہ کو نام نہاد اہلحدیث بدعت (گمراہی) قرار دیتے ہیں ۔ بدعت ...... ضلالت وگمراہی کو کہتے ہیں اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے ۔ مصافحہ کو بدعت کہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں وہ سب گمراہ اور جہنمی ہیں:

> 'نماز کے بعد مصافحہ کرنا سُنّت سے ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت (گمراہی) ہے'
> (فتاویٰ ابن تیمیہ)
>
> ناصرالدین البانی کہتے ہیں :
>
> 'بلاشبہ (نماز کے) بعد سلام کے بعد مصافحہ کرنا بدعت (ضلالت وگمراہی) ہے'
> (الصحیحہ ۱/۲۳ ۔ القول المبین فی اخطاء المصلین (الشیخ مشہور حسن)
> تمام الکلام فی بدعیۃ المصافحۃ بعد السلام (شیخ محمد موسیٰ نصر)

ابن تیمیہ اور ناصر البانی اور تمام نام نہاد اہلحدیث' نماز اور سلام کے بعد مصافحہ کو بدعت (ضلالت وگمراہی) قرار دیتے ہیں ......

تعجب اور حیرت اس بات پر ہے کہ یہی بدعت سعودی عرب میں بہت زُوروں سے رائج ہے ۔ آپس میں سلام پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ مصافحہ کے ساتھ ساتھ

(گال بوسی اور کاندھے بوسی) ایک دوسرے کے گال' پیشانی اور کاندھے بھی چومتے ہیں۔ فرض نماز کے سلام پھیرتے ہی سب لوگ مصافحہ شروع کردیتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہتے ہیں: **تقبل الله منا ومنك** یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ کے نیک اعمال کو قبول فرمائے۔

نام نہاد اہلحدیث دراصل سلامتی سے محروم ہیں اسی لئے یہ نبی کریم ﷺ پر بھی درود وسلام نہیں بھیجتے **الصلوٰة والسلام عليك يارسول الله الصلوٰة والسلام عليك يا نبی الله**

صحابہ کرام اور حکیم فیض عالم صدیقی

کچھ سال پہلے نام نہاد اہلحدیث کے حلقہ میں حکیم فیض عالم صدیقی کا بڑا نام اور شہرہ تھا' اس وقت معلوم نہیں وہ زندہ ہے یا راہی ملک عدم ہوا۔ اس غیر مقلد کی کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس شخص میں ناصبیت اور رافضیت (خارجیت اور شیعیت) دونوں کے جراثیم تھے۔ صحابہ کرام اور آل بیت رسول کے بارے میں نہایت بدزبان اور بدلگام شخص تھا۔ فقہائے کرام کے بارے میں یہ جلا بھنا غیر مقلد تھا۔ اس شخص کی ان تمام قبیح صفتوں کے باوجود حلقہ غیر مقلدین میں اس کو 'بے نظیر محقق' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام اور آل بیت رسول کے بارے میں اس غیر مقلد وہابی محقق کے جذبات کا اندازہ لگائیں۔

حضرت علی بے فکر شہزادہ کی طرح :

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو خلفاء راشدین میں سے ہیں' داماد رسول ﷺ ہیں۔ جن کی فضیلت کی شہادت خود صاحبِ شریعت نے دی......مگر فرقہ غیر مقلدین کے بے نظیر محقق کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اہل بیت اطہار اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے خصوصی پرخاش ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے غیر مقلد وہابی حکیم فیض عالم لکھتا ہے:

'غنیمت سے بے حساب مال آپ کو گھر میں بیٹھے مل جاتا تھا' حرم آباد تھا' اولاد موجود تھی' آٹھ دس گاؤں بطور جاگیر خلفائے ثلاثہ کی طرف سے عنایت ہوئے تھے۔ گویا آپ ایک بے فکر شہزادہ کی طرح زندگی گزار رہے تھے۔ کبھی کبھار دینی اُمور میں اپنی خوشی سے حصہ لیتے تھے مگر اُمور جہاں بانی یا سیاست مدنی یا دنیوی نشیب وفراز میں مغز ماری کی ضرورت ہی کبھی محسوس نہ کی تھی' (صدیقہ کائنات/۱۷)

حضرت علی کی نام نہاد خلافت اور خودساختہ حکمرانی :

غیر مقلد حکیم فیض عالم نے اپنی کتاب 'خلافت راشدہ' میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا خاندان نبوت کے دوسرے حضرات یا اُن کے علاوہ دیگر صحابہ کرام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ خالص اس کی سبائیت اور شیعی ذہنیت کا پَرتو ہے۔ دیکھئے کیا بکتا ہے:

'جہالت' ضد ہٹ دھرمی' نسلی عصبیت کا کوئی علاج نہیں۔ اپنے خودساختہ نظریات سے چمٹے رہنے یا مزعومہ تخیلات کو سینہ سے لگائے رکھنے کا دفعیہ ناممکن ہے مگر سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کی نام نہاد خلافت کے متعلق قرآنی آیات حضور صادق ومصدوق کے ارشادات کی روشنی میں حقائق گذشتہ صفحات میں بیان کئے جاچکے ہیں' ان کی موجودگی میں سیدنا علی (مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے خودساختہ حکمرانہ عبوری دور کو خلافت راشدہ میں شمار کرنا صریحا دینی بددیانتی ہے مگر اغیار نے جس چابکدستی سے آنجناب (رضی اللہ عنہ)

کی نام نہاد خلافت کو حقہ ثابت کرنے کے لئے دُنیائے سبائیت سے درآمد کردہ مواد سے جو کچھ تاریخ کے صفحات میں قلم بند کیا ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں' (خلافت راشدہ/۵۵)

سیدنا علی نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت کو قد آور بنانا چاہا تھا :

غیر مقلد حکیم فیض عالم کی مزید گہرافشانی ملاحظہ فرمایئے' لکھتا ہے :

' اسی طرح اگر سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کو بھی مسلمان منتخب کر کے خلیفہ بناتے تو اُن کی ذات کی وجہ سے خلافت کو ضرور وقار ملتا' مگر سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت اور ذات کو قد آور بنانا چاہا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی سیلاب آسا فتوحات ہی ٹھپ ہو کر رہ گئیں' بلکہ کم وبیش ایک لاکھ فرزندان توحید خاک وخون میں تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے'

(خلافت راشدہ/۵۱)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد ماننے سے انکار :

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافتِ راشدہ اور خلافتِ حقہ ماننے والے حضرات کے متعلق یوں لب کشائی کرتا ہے :

' اب ان تصریحات کی موجودگی میں بھی کوئی رفض سے مرعوب یا متاثر مولوی سبائیت کے خرمن سے برآمد کردہ نظریئے سے رجوع نہیں کرتا تو ہم اُسے اگر تقیہ کا مولوی بھی نہ کہہ سکیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ

سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کی نام نہاد خلافت کی طرح صرف نام نہاد مولوی ہے‘ (خلافت راشدہ/ ۷۸)

مزید نشتر زنی کرتے ہوئے لکھتا ہے :

’ ہمیں اس مقام پر یہاں مکرر یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کی نام نہاد خلافت نہ تو قرآنی معیار پر پوری اُترتی دکھائی دیتی ہے نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے آپ کی خلافت کے متعلق کوئی اشارہ فرمایا بلکہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا **ولا اراکم فاعلین** اور نہ ہی کسی صحابی نے آپ کی خلافت پر آپ کی بیعت کی تھی اور نہ محض زبانی ہی آپ کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور نہ ہی بعد کے مؤرخوں نے آپ کی خلافت کے حق میں کوئی ثبوت پیش کیا ہے تو آج کے ان بزعم خویش ’مولاناؤں‘ کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کو خلافتِ راشدہ میں شمار کر کے بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تکذیب کا ارتکاب کریں‘ حضور صادق ومصدوق کے فرمودات کو جھٹلانے کی جرأت کریں اور صحابہ کرام کے عمل کو باطل قرار دینے کا اقدام کریں‘ (خلافت راشدہ/ ۷۸)

غیر مقلد حکیم فیض عالم کے ان تراشوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اُس نے کسی خارجی سے قلم چھین کر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ دشمنانِ اسلام نے بھی شاید ایسی زبان استعمال نہ کی ہو۔ غیر مقلد حکیم نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے دور کو خلافتِ راشدہ میں شمار کرنا صراحتاً دینی بددیانتی بتایا ہے اور نام نہاد خلافت قرار دیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

سیدنا علی کی خلافت عذاب خداوندی تھی (معاذ اللہ) :

خبیث غیر مقلد حکیم فیض عالم کے سینہ میں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے خلاف کیسا بغض بھرا ہوا ہے ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں اور اُس کی گندی ذہنیت کا اندازہ لگائیں، لکھتا ہے:

> ' آپ کو اُمت نے اپنا خلیفہ منتخب نہیں کیا تھا' آپ دُنیائے سبائیت کے منتخب خلیفہ تھے' اسی لئے آپ کی خود ساختہ خلافت کا چار پانچ سالہ دور اُمت کے لئے عذاب خداوندی تھا جس میں ایک لاکھ سے زیادہ فرزندانِ توحید خون میں تڑپ تڑپ کر ختم ہو گئے' آپ کی شہادت عالمِ اسلام کے لئے ایک آیہ رحمت ثابت ہوئی .... اور عالم اسلام نے چار پانچ سال کی انارکی کے بعد سکھ کا سانس لیا' (خلافت راشدہ/ ۲۲۸)

حضرات حسنین کو زمرۂ صحابہ میں رکھنا سبائیت کی ترجمانی ہے: (معاذ اللہ)

سرکار رسالت حضور نبی کریم ﷺ نے حضرات حسنین (سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما) کے بارے میں ارشاد فرمایا: جو مجھ سے اور حسن وحسین سے اور اُن کی ماں' اُن کے باپ سے محبت کرے وہ جنّت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

احب الله من احب حسینا وابغض الله من ابغض حسینا میں نے حسین سے محبت کی اللہ نے اُس کو اپنا محبوب بنالیا اور جس نے حسین سے عداوت کی' اُس نے اللہ کو اپنا دشمن بنالیا۔

حکیم فیض عالم کی غیر مقلدیت ایسی دو آتشہ ہے کہ وہ اس کو بھی گوارا نہیں کرتی کہ حضرت حسن وحسین کو جماعت صحابہ میں شمار کیا جائے' چنانچہ وہ لکھتا ہے :

'حضرات حسنین کو زمرۂ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھادھند تقلید کی خرابی' (سیدنا حسن بن علی صفحہ ۲۳' از مسائل اہلحدیث جلد دوم)

حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نواسہ رسول کی وفات کا سبب بیان کرتے ہوئے خبیث غیر مقلد حکیم فیض عالم' خارجیت کے نشہ میں یہ غلیظ تبصرہ کرتا ہے:

'سیدنا حسن کی موت کے متعلق میں اپنی تالیفات عترت رسول اور حسن بن علی میں بدلائل ثابت کر چکا ہوں کہ کثرت جماع' ذیابطیس اور تپ محرقہ سے ہوئی' (خلافتِ راشدہ/ ۲۱۵)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ جانا اعلاہ کلمہ حق کے لئے نہیں تھا: (معاذ اللہ):

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر مقلد خارجی حکیم فیض عالم کے گندے خیالات ملاحظہ فرمائیں' وہ کہتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ جانا اعلاہ کلمہ حق کے لئے نہیں تھا:

'آپ اعلاہ کلمۃ الحق کے نظریہ کے تحت عازم کوفہ نہیں ہوئے بلکہ حصول خلافت کے لئے آپ نے یہ سفر اختیار کیا تھا'

(واقعہ کربلا/ ۷ از: رسائل اہلحدیث جلد دوم)

'آپ کے دل میں حصولِ خلافت کی دبی ہوئی پرانی خواہش انگڑائیاں لے کر بیدار ہوگئیں اور آپ تمام عالم اسلام کے منتخب اور مایہ ناز صحابہ کرام اور تابعین کے سمجھانے کے باوجود ۱۰/ ذی الحجہ کو مکہ سے عازم کوفہ ہوئے'

(رسائل اہلحدیث جلد دوم)

عقیدہ : حضرات حسنین کریمین اعلیٰ درجہ کے شہداء میں سے ہیں ان میں سے کسی کی شہادت کا منکر گمراہ بد دین ہے۔ (قانون شریعت)

عقیدہ : جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہے یا یزید کو حق پر بتائے وہ مردود خارجی مستحق جہنم ہے۔ یزید کے ناحق پر ہونے میں اور فاسق وفاجر ہونے میں کیا شبہ (قانون شریعت)

خاندان نبوت کے سب سے چہیتے اور نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک اور کریہہ ریمارک ملاحظہ فرمائیں:

' حقیقت یہ ہے کہ آپ برسام کے مریض تھے اور اس مرض کے مریض اول تو مرجاتے ہیں ورنہ پاگل ہوجاتے ہیں' اگر بچ بھی نکلیں تو اُن کی زبان لکنت آمیز ہوجاتی ہے اور ذہن کما حقہ سوچنے کی قوتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ (خلافت راشدہ/ ۱۳۸)

غیر مقلد خارجی حکیم فیض عالم یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ کا سفر اس وجہ سے ہوا تھا کہ چونکہ آپ معاذ اللہ برسام کے مریض تھے جس میں کم از کم آدمی سوچنے کی قوتوں سے محروم ہوجاتا ہے اور اُس کا دماغ کام نہیں کرتا ہے۔ آپ کے دماغ نے بھی اس مرض کی وجہ سے کام نہیں کیا تھا اور لوگوں کے ہزار سمجھانے کے باوجود حصولِ خلافت کی خواہش شدید تھی کہ آپ نے سب کے مشوروں کو نظر انداز کر کے کوفہ کا سفر کیا تھا۔

جگر گوشہ بتول نواسہ رسول اور خاندان نبوت کے اس فرزند عظیم کے بارے میں یہ ہے غیر مقلد حکیم فیض عالم کا اظہار خیال۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو ! خارجیت اور وہابیت کو پہچانو ! کیا جس کے قلب میں رسُول مقبول' ہادی السُّبل' سید الرسل' خاتم النبیین' رحمۃ للعالمین' سرورِ انبیاء' محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذرا بھی محبت ہوگی وہ خاندانِ نبوت کے ان فرزندوں کے بارے میں اس قسم کی بے ہودہ بکواس کرسکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کو حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے کس قدر محبت تھی' اس کا اندازہ اُن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کی اس دُعا سے ہوتا ہے:

اللهم انی احبهما فاحبهما واحب من يحبهما (ترمذی)

اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں' تو بھی اُن سے محبت کر اور اُن کو تو محبوب رکھ جو اِن دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

یہی حضرات حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں کہ اُن کو اللہ ورسول نے جنّت کے نوجوانوں کا سردار بتلایا ہے:

قال رسول الله ﷺ الحسن والحسين سيد شباب اهل الجنة (ترمذی)

حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

یہی وہ فرزندان خاندان نبوت ہیں جن کو اللہ کے رسول فرطِ محبت سے سینہ سے چمٹاتے تھے اور محبت سے بوسہ دیتے تھے۔

غرض یہ ہے کہ جن کو اللہ سے محبت ہوگی اُس کو اللہ کے رسول سے محبت ہوگی۔ اور جن کو اللہ کے رسول سے محبت ہوگی وہ خاندان نبوت کے افراد سے بھی محبت رکھے گا۔ رسول اکرم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے والا اہل بیت کے خلاف اپنے دل میں کینہ نہیں رکھے گا اور نہ اُس کے قلم سے اس قسم کی بیہودہ بکواس صادر ہوگی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں :

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں، محرم اسرارِ رسول ﷺ تھے یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی بہت سی وہ باتیں جو دوسروں کو نہیں معلوم تھیں، حضور ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اُن سے مطلع کر دیا تھا۔ اس وجہ سے صحابہ کرام میں اُن کا ایک خاص مقام تھا۔ صحابہ کرام کو حضور نبی کریم ﷺ نے مخاطب کر کے فرمایا تھا:

ماحدثکم حذیفة فصدقوه (ترمذی) حضرت حذیفہ (رضی اللہ عنہ) جو تم سے بیان کریں تم اس کو سچ جاننا۔

انھیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر مقلد حکیم فیض عالم کی بکواس یہ ہے کہ وہ معاذ اللہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔ لکھتا ہے:

> ' کیا حذیفہ کے ان الفاظ سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اس سازش سے باخبر تھے اور اگر یہ سازش صرف یہود یا مجوس کی تیار کردہ تھی تو حذیفہ کو تمام واقعات بیان کرنے سے کون سا امر مانع تھا۔ اس حذیفہ کا بیٹا محمد اور محمد بن ابوبکر دونوں مصر میں ابن سبا کے معتمد خاص تھے۔ (شہادت ذوالنورین/۱۷)

غیر مقلد فیض عالم یہ بتلانا چاہتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے لڑکے کا بھی عمل دخل تھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کمیونسٹ نظریہ والے تھے (معاذ اللہ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام میں ایک خاص مقام تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بہت دُلارے تھے۔ حضور ﷺ کی ایک ایک ادا پر مرمٹنے والے تھے، مزاج زاہدانہ تھا، دُنیا کی محبت کا گزر اُن کے دل میں نہیں تھا۔ آپ سے یہ حدیث مروی ہے

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: **اِنَّ اَحَبَّ الْاَعمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَا لْبُغْضُ فِی اللّٰہِ** بہترین عمل خدا کے واسطے محبت اور خدا کے واسطے مخالفت ہے۔ (ابوداؤد)

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ کی خدمت میں جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما تھے کہ اچانک ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیئے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ **هذا ابو ذرقد قبل** یہ جو آرہے ہیں ابو ذر غفاری ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا **او تعرفونه ؟** کیا آپ اُن کو جانتے ہیں؟ آپ تو آسمانی مخلوق ہیں۔ مدینہ کے لوگوں کو آپ کیسے جان گئے؟ ابو ذر غفاری کو آپ نے کیسے پہچان لیا؟ عرض کیا **هو اشهر عندنا منه عند كم** مدینہ میں اُن کی جتنی شہرت ہے اس سے زیادہ یہ آسمان میں ہم فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا **بما ذا نال هذه الفضليه؟** یہ فضیلت ان کو کیسے ملی؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اُن کو یہ فضیلت دو اعمال سے ملی ہے۔ ایک تو قلبی ہے اور ایک قالبی (ایک دل کا عمل ہے اور ایک جسم کا عمل ہے) دل کا عمل کیا ہے؟ **لصغره فی نفسهٖ** یہ دل میں اپنے کو بہت حقیر سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند آتی ہے کہ میرا بندہ بندگی کا حق ادا کر رہا ہے بندہ ہو کر اکڑے، غلام ہو کر اکڑے یہ بات بندگی کے خلاف ہے۔

اور دوسرا عمل اُن کا یہ ہے **و كثرة قراء تهٖ قل هوالله احدٌ** کہ یہ **قل هوالله احد** (سورۂ اخلاص) کی تلاوت بہت کرتے ہیں۔ ان دو اعمال کی برکت سے اُن کی آسمان کے فرشتوں میں شہرت ہے۔

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر مقلد حکیم فیض عالم نے جس

انداز کی بات کہی ہے اس کا کسی ایسے شخص کے قلم سے نکلنا ناممکن ہے جو مقام صحابہ سے ذرا بھی واقف ہے اور جس کا دل ایمان ویقین کی دولت سے معمور ہو' لکھتا ہے :

> ' حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ)' ابن سبا کے کمیونسٹ نظریہ سے متاثر ہوکر ہر کھاتے پیتے مسلمان کے پیچھے لٹھ لیکر بھاگ اُٹھتے تھے۔
> (خلافت راشدہ/۱۴۳)

غیر مقلدیت کے ناسور میں آدمی مبتلا ہوکر کیسی کیسی بہکی باتیں کرتا ہے۔

مسلمانو ! غیر مقلدیت کے فتنہ کو سمجھیں' یہ فتنہ مختلف بیرونی اور غیر بیرونی طاقتوں کے بل پر آج بڑی تیزی سے سراُٹھا رہا ہے۔

کتاب وسُنّت کا نام لے کر ضلالت وگمراہی کا پرچار فرقہ غیر مقلدین کا خاص ہدف ہے۔ یہ فرقہ سارے اہلِ سُنّت وَجماعت مسلمانوں کی تکفیر پر لگا ہوا ہے۔ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلا کر' گھروں میں لڑائی جھگڑے کی فضا ہموار کرنا اور مسجدوں میں اختلافات کو ہوا دینا' دین کے خدام اور اللہ والوں کی شان میں بکواس کرنا اس فرقہ کا مزاج بن گیا ہے۔ اس مادیت اور فتنوں کے دور میں مسلمانوں کا رُشد وہدایت کی راہ پر لگا رہنا بہت مشکل ہے اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ (آمین)

اہلِ سُنّت ' اہلِ جنّت :

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین وسبعین ملة وتفترق اُمتی علیٰ ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة ۰ قالوا من هی یا رسول الله ۰ قال ما انا علیه وأصحابی بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی اُن میں ایک فرقے کے سوا باقی تمام فرقے والے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقے والے کون ہیں (یعنی جنتی فرقے کی پہچان کیا ہے؟) حضور ﷺ نے فرمایا وہ لوگ اسی مذہب پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ترمذی' مشکوٰۃ)

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے طریق کو بعینہٖ اپنے صحابہ کا طریق بتلایا ہے یعنی اُن کی راہ چلنا' میری راہ چلنا ہے اور اُن کی پیروی' میری پیروی ہے۔

اس حدیث میں افتراق اُمت مسلمہ کی پیشن گوئی ہے کہ عنقریب یا بہت جلد متفرق ہو جائیں گے۔

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اس حدیثِ شریف کی تشریح فرماتے ہیں کہ اُمّت میں ابھی تہتر (۷۳) فرقے ہوئے نہیں مگر حضور ﷺ نے ارشاد فرمادیا کہ میری اُمت (۷۳) تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ ہر راستہ پر آپ کی نظر ہے ہر بھٹکنے والے پر آپ کی نظر ہے۔ ہدایت کا راستہ وہ ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ یعنی سُنّت کا راستہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا راستہ ہی ہدایت کی منزل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی روش 'سُنّت رسول' صحابہ رضی اللہ عنہم کی

روش 'سُنّت صحابہ' جس کو مختصر کیا اہلِ سُنّت وَ جماعت اور بھی مختصر کیا تو آپ نے سُنّی کہدیا۔ اب اللہ کے رسول ﷺ نے کیا بات فرمائی۔ 'اہلِ سُنّت وَ جماعت' جو ایمان والے ہیں جو سُنّت والے ہیں اُن کا راستہ صحیح راستہ۔

مگر سنو ! حل تلاش کرنے سے پہلے میرے اس سوال کا جواب دو کہ رسول اللہ ﷺ کی سُنّت میں کون سی کمی تھی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی سُنّت کا باعث بنے؟ کیا ضرورت تھی یہ کہنے کی' **ما انا علیه و اصحابی**' جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ اُن کو مانو؟ وہ کون سی بات تھی کہ کہا جائے'**علیکم بسُنّتی وسُنّت الخلفاء الراشدین**' تم پر میری سُنّت لازم ہے خلفائے راشدین کی سُنّت لازم ہے۔ وہ کون سی روش تھی کہ کہا جائے'**ما انا علیه واصحابی**' میری روش پر چلو' میرے صحابہ کی روش پر چلو؟ مختصر جواب یہ ہے کہ بعض چیزیں جو تمہیں رسول اللہ ﷺ کی سُنّت میں نہیں مل سکتی' وہ صحابہ کرام کی سُنّت میں ملے گی۔ قانون تمہیں رسول اللہ ﷺ سے ملے گا' ضابطہ رسول اللہ ﷺ سے ملے گا اصول رسول اللہ ﷺ سے ملے گا......مثال کے طور پر اللہ کے رسول یہ قانون تو دیں گے ﴿**وتعزروه توقره**﴾ اللہ کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو' مگر کیسے کریں؟ ﴿**اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ**﴾ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ یعنی رسول کی اطاعت کرو' کیسے کریں؟ یہ کر کے نہیں بتلائیں گے رسول اللہ ﷺ یہ تو فرمائیں گے ﴿**وا تبعونی**﴾ میری اتباع کرو' کیسے کریں؟ اپنی اتباع کر کے نہیں بتلائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ تو فرمائیں گے مجھ سے محبت کرو۔ کیسے کریں؟ یہ رسول ﷺ کر کے نہیں بتلائیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ تعظیم کا قانون' رسول اللہ ﷺ سے لو' طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لو۔ محبت کا قانون رسول اللہ ﷺ سے لو' طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لو۔صرف سُنّت رسول کو حق سمجھنے والا حق پر نہیں رہ

سکتا۔اس لئے کہ جو رسول معیار حق ہیں وہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیار حق بنا رہے ہیں اس لئے قرآن نے صاف لفظوں میں فرمایا ہے ﴿**امنوا کما امن الناس**﴾ اے لوگو! ایمان لاؤ جیسا لوگ ایمان لائے۔ یہاں لوگوں سے مراد صحابہ کرام ہیں۔

کیا قرآن مجید سے دین سیکھ سکتے ہیں ؟

اس زمانے کے نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین اور اہل قرآن فرقوں کا کہنا ہے کہ قرآن **کتاب مبین** 'روشن کتاب' ہے اور '**ھدی للناس**' انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے لہذا دین کے مسائل راست طور پر قرآن مجید سے سیکھنا چاہئے اور قرآن عظیم ہی سے ایمان لانا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے اگر عربی زبان سیکھی جائے اور ڈکشنری (Dictionary) سے مدد حاصل کی جائے تو تمام رابطوں' واسطوں اور وسیلوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین عظام' مجتہدین کرام' محدثین اُمت اور علمائے کرام سے مسائل معلوم کرنے اور دین سیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک سے بچنا چاہئے۔ اللہ کے بندہ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حاجت مند اور محتاج ہونا چاہئے۔ یہی توحید کی حقیقت ہے۔ قرآن مکمل کتاب ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے نیز اس کا سمجھنا بھی آسان ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**ولقد یسرنا القرآن للذکر**﴾۔ موجودہ دور کے اہلحدیث غیر مقلدین اور اہلِ قرآن فرقوں کی یہ تعلیمات' افکار ونظریات ہیں۔

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ نے اپنے عارفانہ' ناصحانہ اور عالمانہ خطابات میں فرمایا ہے 'قرآن مجید نے صاف لفظوں میں کہا ہے ﴿**امنوا کما امن الناس**﴾ اے لوگو! ایمان لاؤ جیسا لوگ ایمان لائے۔لوگوں

سے مراد صحابہ کرام ہیں ۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ ایمان لاؤ جیسا قرآن کہتا ہے ایمان لاؤ جیسا رسول کی سُنّت مگر یہ کہا جا رہا ہے ایمان لاؤ جیسا لوگ' یعنی صحابہ کرام' ایمان لائے ۔ اگر یہ کہا جاتا' ایمان لاؤ جیسا کہ قرآن میں ہے' **آمنو اکما فی القرآن** تو بڑا غضب ہو جاتا' اس لئے کہ قرآن سے ایمان لینے کے لئے ہم سب چلتے ہیں کہ ایمان لانا ہے' قرآن ایک ہے مگر چلنے والوں کی طبیعتیں مختلف ہیں' خواہشیں مختلف ہیں' ارادے مختلف ہیں' عزائم مختلف ہیں اب ارادوں کو لے کر لغت (ڈکشنری) بغل میں دبائے ......ایک کی بغل میں لسان العرب ہے دوسرے کے بغل میں قاموس' کسی کے پاس صراح ہے۔ تمام لغتوں (ڈکشنریز) کو بغل میں لے کر قرآن سمجھنے کیلئے چلے ۔ اس لئے اب انھیں قرآن ہی سے تو ایمان سیکھنا ہے جب تو ہمارا حال یہ ہوگا کہ اس کی مثال بھی بتا دوں'**اقیموا الصلوٰۃ**' کسی نے اُٹھا کر لغت دیکھا کہ '**صلوٰۃ**' کے معنی کیا ہیں؟ کہا '**صلوٰۃ**' کے معنی طلبِ رحمت کے ہیں ......لہذا رحمت طلب کر لیا کرو ۔ تو خواہش بدلتی جا رہی ہے تو معنی بھی بدلتے جا رہے ہیں ۔'**صلوٰۃ**' کے معنٰی دُعا کرنا ہے۔ '**اقیموا الصلوٰۃ**' کے معنٰی دُعا کر لیا کرو ۔ کسی نے کہا: نہیں صاحب '**صلوٰۃ**' کے معنٰی ارکانِ مخصوصہ کو ادا کرنا ہے ارکان مخصوصہ کو ادا کیا کرو۔ کسی نے کہا نہیں جی: '**صلوٰۃ**' کے معنٰی استغفار کرنا ہے لہذا استغفار کر لیا کرو' کسی نے مراد درود شریف لے لیا' غرض کسی نے کچھ' کسی نے کچھ' اپنی خواہش کے مطابق معنی اختیار کر لیا ۔ اگر قرآن سے ایمان سیکھنے کے لئے قوم جاتی تو جتنے سَر ہوتے اُتنے ہی مذہب ہوتے ۔ تو قرآن نے احتیاط کیا کہ مجھ سے مت سیکھو' اگر تمھیں سیکھنا ہے تو اُن سے سیکھو جو تم سے پہلے سیکھ چکے ہیں یہ علمی رابطہ لگا ہوا رہے ۔ اگر چہ قرآن عربی زبان میں ضرور ہے مگر عربی سیکھ کر قرآن سمجھ لینا ضروری نہیں ہے۔ صدیق اکبر عربی تھے'

فاروق اعظم عربی تھے' علی مرتضٰی عربی تھے' عثمان غنی عربی تھے (رضی اللہ عنہم)۔ باوجود عربی ہونے کے قرآن سمجھنے کے لئے رسول عربی کے محتاج تھے۔ بتاؤ پہلے کتاب آئی یا پہلے رسول آئے؟ یعنی پہلے سکھانے والا آیا' پھر کتاب آئی اور جیسے جیسے لوگ سمجھتے جا رہے ہیں ویسے ہی آیتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک بار ہی سب نازل کر دیا گیا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ کتاب ایسی نہیں ہے جو عربی جان کر تم سیکھ لو۔ دُنیا کی ہر کتاب کا ترجمہ کر سکتے ہو۔ دُنیا کی ہر کتاب دیکھ کر سیکھ اور سمجھ سکتے ہو۔ قرآن سمجھنے کے لئے صرف عربی ہی جاننا کافی نہیں ہے مقام مصطفٰی ﷺ کو بھی جاننا ضروری ہے۔ مقام کبریاء کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ بے شک قرآن مکمل کتاب ہے مگر اس مکمل کتاب سے لینے والی کوئی مکمل ہستی چاہئے اور وہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ سمندر سے موتی ہر شخص نہیں نکال سکتا' شناور کی ضرورت ہے۔ قرآن حفظ کیلئے آسان ہے کہ بچے بھی یاد کر لیتے ہیں نہ کہ مسائل نکالنے کے لئے۔ اسی لئے 'الذکر' فرمایا گیا یعنی یاد کرنے کے لئے آسان ہے۔

قرآن کے اصطلاحات کو جاننے کے لئے ہم سب کو بارگاہ نبوت میں پہونچنا ضروری ہے۔ دیکھو یہ رابط لگا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے تابعین نے سیکھا۔ تابعین سے تبع تابعین نے سیکھا' ائمہ مجتہدین نے سیکھا' اُن سے علماء صالحین نے سیکھا۔ وہاں سے یہاں تک ایک رابطہ ہے ایک تسلسل ہے سیکھنے کا۔ اس کڑی سے دُور ہو جاؤ تو تم قرآن سے ایمان نہیں لے سکتے۔ جب ہی تو کہا ﴿امنوا کما امن الناس﴾ ایمان کا دعوٰی کرنے والو! ایسا ایمان نہیں چاہئے جیسا تم کہہ رہے ہو۔ ایمان لاؤ جیسا لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جس کا تعلق نہ سُننے سے ہے اور نہ دیکھنے سے ہے بلکہ سمجھنے سے ہے

وہ کونسی چیز ہے؟ وہ میرے رسول ﷺ کی محبت ہے۔ ﴿**امنوا کما امن الناس**﴾ ایسا ایمان لاؤ جیسا یہ لوگ ایمان لائے۔ لوگوں کو معیارِ حق قرآن نے بھی بتا دیا اور رسول ﷺ نے بھی بتا دیا۔ جو رسول ﷺ کی سُنّت پر چلے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سُنّت پر چلے گا وہی منزل تک پہونچ جائے گا۔ جہاں تک خلفاء راشدین مہدیین کے مقام کا تعلق ہے تو اُن کا درجہ تو بہت ہی بلند ہے اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے اتباع میں اپنی سُنّت اور اُن کی سُنّت کو مساویانہ حیثیت دیتے ہوئے اپنی سُنّت کے ساتھ اُن کی سُنّت کو بھی لازم پکڑنے کا حکم دیا جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ جگہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے کیونکہ حضور ﷺ ترجمانِ وحی ہیں اور آپ کی اطاعت کے بغیر وحی کا سمجھنا مشکل ہے اسی طرح صحابہ کرام تعلیماتِ رسالت کے ترجمان ہیں اور سنن نبویہ کا آئینہ۔ اُن سے رشتہ کاٹ کر از خود دربارِ رسالت تک رسائی ناممکن ہے اس لئے اُن کی اطاعت سے انحراف کرنے کی گنجائش نہیں ہے، نیز حضور ﷺ نے صحابہ کرام کی اتباع کو لازم قرار دے کر یہ واضح فرما دیا کہ وہی حق کا معیار ہیں، اگر وہ کسی شئی کو اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے یہاں حسن اور جس چیز کو بُرا جانیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بُری قرار پائے۔ وہ خود ہدایت یافتہ اور حق پر ہیں اور دوسروں کو بھی حق پر چلانے والے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق مخالفین و دشمنانِ صحابہ (غیر مقلدین) ضلالت و گمراہی کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں اور منزلِ ہدایت اُن سے بہت دور اور نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے اس لئے وہ اپنے ذہنی انتشار اور پراگندہ مزاجی میں مبتلا ہیں۔

فرقہ بندی اور بہتّر (۷۲) گمراہ وَ جہنمی فرقے :

فرمان نبوی ﷺ کی رُو سے اُمت مسلمہ میں بہتّر (۷۲) گمراہ وجہنمی فرقوں کا وجود رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے فوراً بعد ہونا لازم آتا ہے اور فی الحقیقت ایسا ہوا بھی ہے پہلی صدی ہجری میں ہی بہتّر (۷۲) فرقوں کا وجود ہوگیا تھا البتہ اس کے بعد بہت سے فرقے اُمتِ مسلمہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور آج بھی کئی نئے فرقے موجود ہیں۔ تمام فرقے لازمی طور پر ان بہتّر (۷۲) گمراہ وجہنمی فرقوں کے خیالات کا چربہ یا اُن کا نیا اڈیشن ہیں۔ بہرحال بنیادی طور پر اُمت مسلمہ میں بہتر (۷۲) گمراہ وجہنمی فرقے ہی رہیں گے اس سے زیادہ کبھی نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ صادق ومصدوق نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے اور آپ کا فرمان کبھی غلط نہیں ہوتا۔

ابتداء میں جو فرقے بنے تھے وہ زیادہ تر ایک دوسرے کی ضد میں یا فریق مخالف پر اپنی ذہنی برتری اور عقل وفہم کا مظاہرہ کرنے کی دُھن میں وجود پذیر ہوئے تھے مثال کے طور پر خوارج، شیعوں کے ضد میں، یا جبریہ فرقہ، قدریہ کی مخالفت میں وجود میں آیا تھا اور وعیدیہ فرقہ، مرجیہ کے خیالات کی مخالفت میں پیدا ہوا......علی ھذا القیاس............

ابتداء میں سواداعظم سے علحدہ ہوکر خوارج اور شیعہ فرقے بنے تھے پھر اُن کے ردِ عمل میں مزید چار فرقے اور پیدا ہوگئے یعنی قدریہ، جبریہ، جہمیہ اور مرجیہ۔ اس طرح ان گمراہ فرقوں کی کل تعداد چھ ہوگئی۔ ان چھ فرقوں میں آپس میں مسلسل ٹوٹ پھوٹ اور تفریق ہوتی رہی یہاں تک کہ اُن میں سے ہر فرقہ بارہ بارہ فرقوں میں تقسیم ہوگیا۔ اس طرح مجموعی طور پر ان گمراہ وجہنمی فرقوں کی تعداد حدیث نبوی کی تصریح کے مطابق بہتّر (۷۲) ہوگئی۔

قابلِ ذہن نشیں نکتہ : جس طرح ایک شخص کئی جسمانی امراض میں مبتلا ہوکر امراض کا مجموعہ ہوسکتا ہے مثلاً ایک ہی شخص کو ٹی بی' بلڈ پریشر' شوگر' السر' امراضِ قلب' امراض عظام' امراضِ جگر' آنکھ ناک اور کان کے امراض ...... ہوسکتے ہیں اسی طرح ایک فرد (خواہ وہ مقلد ہو یا غیر مقلد) کئی رُوحانی امراض میں مبتلا ہوکر بدعقیدگیوں کا مجموعہ ومرکب بھی ہوسکتا ہے یعنی رفض' تفضیلیت' خروج' وہابیت' قادیانیت ...... ساری بدعقیدگیوں کا ملغوبہ ومعجون ہوسکتا ہے۔

صحابہ کرام (بشمول اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین) مدارِ دین اور معیارِ حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو ایمان وہدایت کے لئے معیار اور کسوٹی قرار دیا ہے اسی لئے یہ تنقید سے بھی بالاتر ہیں۔

ہر بدعقیدہ شخص بنیادی طور پر شیعیت یا خارجیت کے جراثیم سے متاثر ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض ونفرت رکھنے والا یا اُن نفوس قدسیہ کی مخالفت کرنے والا شیعہ کہلائے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم (خصوصاً سیدہ فاطمہ الزہراء' سیدنا علی مرتضیٰ' سیدنا امام حسن' سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اور سادات کرام) سے بغض ونفرت رکھنے والا یا اُن نفوس قدسیہ کی مخالفت کرنے والا خارجی کہلائے گا۔

شیعہ فرقہ : سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سب سے پہلے سبائیوں کا فتنہ پیدا ہوا جس کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ 'شیعانِ علی' کے نام سے موسوم ہوکر لشکر اسلام میں رہے۔ اسلام میں رونما ہونے والے فرقہ ہائے باطلہ میں شیعہ فرقہ قدیم ترین فرقہ ہے یہودیوں نے منافقانہ طور پر عبداللہ ابن سبا کے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہوئے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے' عقائد کو

مشکوک ومشتبہ بنانے' دین کی اسپرٹ ختم کرنے کے لئے شیعہ فرقہ کو وجود میں لایا۔ اسلام کو جس قدر فرقہ شیعہ سے نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے کسی بدترین سے بدترین دشمن سے نہیں پہنچا۔ آج تک اُمت اس نقصان کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔ عہد رسول اللہ ﷺ میں یہی جماعت آپ کی مخالفت میں پیش پیش رہی۔ اسی جماعت نے اصحاب رسول میں پھوٹ ڈالنے کی ناپاک کوشش کی۔ اسی جماعت کے ایک فرد نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ یہی وہ جماعت ہے جس نے کعبۃ اللہ کے حج کے بہانے مدینۃ الرسول کو عثمانی خون سے دلہن بنا دیا۔ اسی فرقہ نے سیدنا امام حضور حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی حمایت کا دعویٰ کیا اور بے وفائی کی نبیاد ڈالی' حضرت کو مدینۃ الرسول چھوڑنے پر مجبور کیا اور کوفہ میں لے جا کر شہید کر ڈالا۔ اسی جماعت نے سیدنا امام حسن کی بے حرمتی کی اور زہر دے کر ابدی نیند سلا دیا۔ اسی فرقہ نے سیدنا امام حسین اور اہلبیت اطہار کو اپنی نصرت کے بہانے مدینے سے بلا کر کربلا کی سیج سجائی۔ اسی شیعہ فرقہ نے امریکی ایجنٹ بن کر عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کا قتلِ عام کروایا۔ [شیعوں کی رَد میں اہل سُنّت کی ان کتابوں کا مطالعہ بہت ضروری ہے : تحفہ جعفریہ ۔ فقہ جعفریہ ۔ تحفہ حسینیہ ۔ شیعوں کے گیارہ اعتراضات سیدنا علی مرتضٰی اور خلفائے راشدین ۔ تحفہ اثناعشریہ ۔ آیات بینات ۔ اہلحدیث اور شیعہ مذہب جماعتِ اسلامی اور شیعہ مذہب ۔ خلیفہ راشد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۔ شیعہ مذہب (محرم اور تعزیہ) ۔ حضور ﷺ کی صاحبزادیاں ۔ امہات المومنین ۔ قصص المنافقین ....]

خارجی فرقہ : سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جب انصار ومہاجرین کے متفقہ انتخاب سے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو سبائی باغیوں کا یہ گروہ بھی آپ سے بیعت خلافت لینے میں پیش پیش تھا لیکن جب خونِ سیدنا

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ شروع ہوا تو سبائی گروہ (اصلاً یہودی) جو کہ فتنہ انگیز تھا اور مسلمانوں میں باہم صلح وصفائی کو پسند نہ کرتا تھا اس گروہ نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی بھرپور مخالفت کی اور آپ کی اطاعت سے خارج ہوکر ایک علحدہ گروہ بنالیا' اس لئے اس کا نام 'خارجی' پڑ گیا۔ سبائی باغیوں کی سازش کے نتیجہ میں جنگ صفین کا معرکہ پیش آیا۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مصالحت پر آمادہ تھے اور دو ثالث 'حَکَمْ' مقرر فرمائے۔ خوارج جو ابتداء میں تحکیم کے قبول کرنے پر اصرار کرتے تھے وہ لوگ اپنے خیالات سے منحرف ہوگئے اور تحکیم کو ایک جرم اور گناہ قرار دینے لگے اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کرنے لگے کہ ہم نے تحکیم کو قبول کر کے کفر کا ارتکاب کیا' ہم اس سے تائب ہوتے ہیں' آپ بھی اپنے کفر کا اقرار کر کے توبہ کا اعلان کریں۔ خوارج کے ساتھ ایک بڑی جماعت مل گئی اور اس جماعت نے ﴿اِنَّ الْحُکْمَ اِلَّا اللّٰه﴾ کو اپنا شعار بنایا اور انہوں نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑائی کا آغاز کیا۔ خارجی فرقے نے سب سے پہلے اس مسئلہ ایمان کو اُٹھایا اور کہا کہ: جتنے لوگ اس فتنے میں ملوث ہوئے وہ سب کے سب کافر ہیں۔ اس طرح سبائیوں کا ایک بڑا گروہ 'شیعانِ علی' کہلاتے ہوئے 'شیعہ مذہب' کو وجود بخشا اور شیعوں کی ضد میں دوسرا گروہ 'خارجیت' کو وجود بخشا۔ خوارج میں سب سے اور سب سے بدتر ذوالخویصرہ تمیمی تھا اسی خارجی کے حامیوں نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے نہروان کے مقام پر جنگ کی تھی۔

خوارج' ہر گناہ گار کو کافر سمجھتے تھے چاہے اُس نے اس گناہ کو ارادۂ گناہ سے کیا ہو یا غلط فہمی اور خطائے اجتہادی کی بنیاد پر۔ اسی لئے وہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر سمجھتے تھے۔

خوارج، تحکیم (کسی فرد کو **حَکَمْ** یا ثالث یا امام مقرر کرنے) کو کفر قرار دیتے ہیں، اسی لئے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کرنے لگے تھے کہ آپ اپنے کفر کا اقرار کر کے توبہ کا اعلان کریں۔ خوارج نے ﴿**اِنَّ الْحُکْمَ اِلَّا اللّٰہ**﴾ کو اپنا شعار بنایا اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کافر کہہ دیا۔ نام نہاد اہلحدیث اصلاً خارجی ہیں اسی لئے یہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے آج تک تمام مسلمانوں کو کافر کہہ دیتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث بھی اصلاً خارجی ہیں اسی لئے یہ بھی کسی فرد کو **حَکَمْ** یا ثالث یا امام مقرر کرنے کو کفر قرار دیتے ہیں، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی تمام مقلدین کو مشرک، بدعتی اور کافر سمجھتے ہیں۔ جو مسلمان نمازوں کی پابندی نہیں کرتا، یا اُس سے گناہوں کے کام سرزد ہوتے ہیں تو نام نہاد اہلحدیث اُس شخص کو بلا جھجک کافر کہہ دیتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے خوارج کے متعلق ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تم میں سے ایک ایسی قوم نکلے گی کہ اُن کی نماز کے مقابلہ میں تم اپنی نماز کو حقیر سمجھو گے اور اُن کے روزے کے مقابلہ میں تمہیں اپنے روزے بے حقیقت معلوم ہوں گے۔ اسی طرح اُن کے دیگر اعمال کے مقابلے میں تمہیں اپنے اعمال حقیر نظر آئیں گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر اُن کے حلق سے نہیں اُترے گا اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے نشانے سے تیر نکل جاتا ہے۔ (ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن جوزی، قاضی شوکانی، ابن عبدالوہاب نجدی، عبدالعزیز بن باز، موجودہ دور کے تمام مقلد وغیر مقلد وہابی، دیوبندی، ندوی، تبلیغی، مودودی، نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین ......ان سب کا تعلق ’خارجی فرقہ‘ سے ہے)

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’خوارج جہنمیوں کے کتے ہیں‘

عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی جس نے امیرالمؤمنین سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنی زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے شہید کیا تھا' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب اس کو قصاص میں قتل کرنے کے لئے قید خانہ سے نکالا گیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تو اس نے کچھ آہ وفریاد نہیں کی' پھر گرم سیخ سے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی تو بھی اس نے کچھ اُف نہیں کی اور نہ کوئی آہ اس کی زبان سے نکلی۔ اس دوران وہ برابر سورہ ﴿**اقرا باسم ربك الذی خلق**﴾ پڑھتا رہا' یہاں تک کہ سورہ ختم کردی۔ اس حالت میں کہ اس کی آنکھوں سے مواد جاری تھا' پھر جب اس کی زبان کاٹنے کا قصد کیا گیا تو وہ گھبرانے لگا۔اس سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے یہ گوارہ نہیں کہ دُنیا میں کچھ دیر بھی ایسی حالت میں رہوں کہ اللہ کا ذکر نہ کرسکوں۔ابن ملجم ایک گندم گوں شخص تھا جس کے ماتھے پر سجدے کا گہرا نشان تھا۔

نافع بن الازرق خارجی اور اس کے ساتھی یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب تک ہم شرک کے ملک میں ہیں تب تک مشرک ہیں اور جب ملکِ شرک سے نکل جائیں گے تو مومن ہوں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ جس کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہو وہ مشرک ہے اور جو ہمارے اس عقیدے کا مخالف ہو وہ بھی مشرک ہے جو لڑائی میں ہمارے ساتھ نہ ہو وہ کافر ہے۔

ابراہیم الخارجی کا عقیدہ تھا کہ دیگر تمام مسلمان قوم کفار ہیں اور ہم کو ان کے ساتھ سلام ودُعا کرنا اور نکاح ورشتہ داری جائز نہیں' اور نہ ہی میراث میں اُن کو حصہ بانٹ کر دینا درست ہے۔اُن کے نزدیک مسلمانوں کے بچے اور عورتوں کا قتل بھی جائز تھا کیونکہ اُن کے نزدیک یہ سب مشرک اور خارج از اسلام ہیں۔

خوارج کا یہ بھی قول تھا کہ اگر کسی نے یتیم کے مال سے دو پیسے (کچھ مال)

کھا لئے تو اس پر جہنم کی آگ واجب ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یتیم کا مال کھانے پر آتش جہنم کی وعید سنائی ہے لیکن اگر کوئی شخص یتیم کو قتل کر دے یا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے، یا اس کا پیٹ پھاڑ ڈالے تو جہنم واجب نہیں۔

مختصر یہ کہ یہود کی سازش اور شر انگیزی سے اُمت مسلمہ میں شامل وہ نو مسلم اور خود غرض و طالع آزما مسلمان متاثر ہوئے جو زیادہ تر مصر و عراق کے باشندے تھے اس قسم کے لوگ سواد اعظم سے کٹ کر خارجی اور رافضی شیعوں کی صورت میں علحدہ ہوگئے۔ یہ دونوں ہی دشمن اسلام فرقے مسلمانوں سے شدید عداوت اور بغض وکدورت رکھتے تھے اور جنگ نہروان میں خارجیوں کی ہزیمت اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھ اُن کے قتل عام نے اُن کی بغض و عداوت کی آگ کو اور زیادہ بھڑکا دیا۔ امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ اسی عداوت و دشمنی کا شاخسانہ تھا۔

معتزلہ کا ظہور : یہ دراصل خوارج کی ایک شاخ ہے۔ اگر چہ تحکیم کے بعد خوارج نے مرتکب کبائر کی تکفیر کی جس سے اس وقت اس مسئلے کا چرچہ ہوا مگر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تردید اور تمام صحابہ کرام کی تائید سے کچھ دنوں کے لئے یہ مسئلہ دب گیا مگر بالکلیہ ختم نہیں ہوا، بلکہ بعد میں کسی نہ کسی نوع سے یہ مسئلہ اُٹھتا رہا، اور جب معتزلہ کا ظہور ہوا تو پھر اس مسئلے میں تیزی پیدا ہوئی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں، واصل بن عطاء نامی ایک شخص حاضر ہوا کرتا تھا، اس زمانہ میں یہ مسئلہ اُٹھا۔ واصل نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ: گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مسلمان ہے اور نہ کافر ہے بلکہ ایمان وکفر کی درمیانی منزل میں ہے۔ اس کے بعد اُس نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس سے علحدگی اختیار

کر کے اسی مسجد میں اپنا الگ حلقہ قائم کرلیا۔ شہرستانی اس کے قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: واصل کہتا تھا کہ ایمان جملہ اعمالِ خیر کا نام ہے جب کسی شخص میں یہ چیزیں موجود ہوں گی تب وہ مومن ہوگا' فاسق میں یہ تمام خصال خیر جمع نہیں ہوسکتیں اس لئے اس کو مومن نہیں کہا جائے گا' مگر علی الاطلاق کافر بھی نہیں کہہ سکتے' کیوں کہ وہ کلمہ شہادت کا قائل ہے اور دوسرے اعمال خیر بھی اس میں موجود ہیں مگر ایسا شخص اگر توبہ کئے بغیر انتقال کرتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں ہوگا کیوں کہ آخرت میں دو ہی فریق ہوں گے' جنتی اور جہنمی۔

مسلمانوں میں جو اختلاف سب سے پہلے رونما ہوا وہ عملاً فاسق کے بارے میں تھا کہ وہ مومن ہے یا کافر۔ خوارج کہنے لگے کہ کافر ہے۔ معتزلہ کہنے لگے کہ نہ وہ مومن ہے اور نہ ہی کافر۔ تمام اہلِ سُنّت وَ جماعت نے کہا کہ وہ مومن ہے۔

مرجیہ فرقہ :

یہ فرقہ خوارج کی ضد میں نکلا تھا۔ ان لوگوں کا قول یہ ہے کہ مومن کو گناہ سے مطلقاً کوئی ضرر نہیں پہنچے گا جس طرح کافر کو اطاعت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ فرقہ مرجیہ نے اس بات کو شہرت دی کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کچھ ضرر لاحق نہیں ہوتا ہے جس طرح کفر کی موجودگی میں طاعات اور عبادات بے اثر ہیں اور دعویٰ کرنے لگے کہ ایمان نام تصدیق اور اقرار کا ہے اعتقاد و معرفت کا ہے اور اس ایمان کی موجودگی میں کوئی معصیت ضرر رساں نہیں ہے ایمان و عمل کے رابطے کی بابت کہنے لگے کہ اعمال کو جنّت و جہنم کے دخول میں سے کوئی علاقہ اور واسطہ نہیں ہے۔ یہ عقیدہ عراق کے شہر بصرہ میں سب سے پہلے حسان بن بلال مزنی نے اختیار کیا تھا۔

عقیدۂ اہلِ سُنّت وَ جماعت: تمام اہلِ سُنّت وَ جماعت اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی کو گناہ سے ضرر ونقصان تو ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس پر رحم کرتے ہوئے معاف کردے اور بلا سزا کے جنّت میں داخل کردے اور چاہے تو شفاعت وسفارش کے ذریعے مغفرت فرمادے' یا اس عمل کے برابر سزا دے کر جنّت میں داخل کرے' لیکن ایسا شخص ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جائے ایسا نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ کسی گناہ کے ارتکاب سے کوئی مسلمان' کافر اور ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے یعنی کسی مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے اگرچہ وہ کبیرہ ہو' تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے۔ خوارج اور معتزلہ ایسے شخص کو ایمان سے خارج کرتے ہیں۔

سید الفقہاء سراج الامت امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ اکبر میں منقول ہے: 'جس مسلمان نے شرک کے سوا دوسرے گناہ کیے اور اس سے توبہ نہیں کیا مگر ایمان پر مرا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے چاہے تو اس کو عذاب دے' چاہے تو اس کو معاف کردے' لیکن اس کو جہنم میں ہمیشگی کا عذاب نہیں دے گا'

یعنی جسے ایمان کی دولت حاصل ہے اور فرائض کی ادائیگی میں کچھ کوتاہی کیا ہے تو وہ گناہ گار مسلمان ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوگا' چاہے تو اس کو عذاب دے اور چاہے تو اُس کو معاف کردے' اگر اس کو کسی کوتاہی پر عذاب دے گا تو گناہ پر عذاب دیا اور اگر اس کو معاف کردے تو گناہ کو معاف کیا۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿**ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی نہیں بخشے گا' ہاں شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ (شرک کا مفصل اور مدلل بیان ہماری کتاب 'حقیقت شرک' میں پڑھیں)

ہم گنہ گاروں پہ تیری مہربانی چاہیئے
سب گنہ دُھل جائینگے رحمت کا پانی چاہیئے
گنہ گاروں پہ ہنسنے والو نہ یوں کسی کا مذاق اُڑاؤ
نہ جانے حصے میں کس کے آئے خدا کی رحمت کا شامیانہ

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

'ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے' فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور
حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے کھڑا اختر عاصی درِ مقدس پر

گنہگار بس گہنگار ہے کافر نہیں

گناہِ کبیرہ سے ایمان ساقط نہیں ہوتا:

عقیدہ اہلِ سُنّت و جماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا' جب کہ وہ گناہ کو گناہ اور حرام کو حرام جانے۔

گناہ کبیرہ کے مرتکب کی بھی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی' اس کی بخشش کی دُعا کی جائے گی۔ اگر کسی نے اُس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو وہ سب مسلمان گناہ گار ہوں گے جو موت کی اطلاع پانے کے باوجود بغیر نمازِ جنازہ دفن کر دیئے۔

ایمان کی اصل تصدیقِ قلبی ہے اور اعضاء کے اعمال ایمان کی حقیقت میں شامل نہیں' لیکن بغیر اعمال صالحہ کے ایمانِ کامل نہیں ہوسکتا بلکہ ناقص ہے اور کسی چیز کا ناقص ہونا اُسے بالکل معدوم نہیں کرسکتا بلکہ اُس کو درجہ کمال سے گرا دیتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کبیرہ گناہ مومن کو ایمان سے محروم نہیں کرسکتا' لیکن کامل ایمان نہیں رہتا۔ گناہ وفسق انسان کو کافر نہیں بناتے لیکن گناہ گار بنا دیتا ہے۔ یہ بات تسلیم کرنا ہوگی کہ مومن دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو مطیع

وفرمانبردار ہیں وہ مومن کامل کہلاتے ہیں۔۔دوسری قسم کے مومن عاصی وبدکردار ہیں' وہ مومنِ ناقص ہوتے ہیں۔ فاسق وعاصی کو بھی قرآن نے مومن کے خطاب سے مخاطب کیا ہے اوراُن پر اسلام کے سارے احکام نافذ وجاری ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کے صحابہ' گناہ گار فاسقوں کی نمازِ جنازہ ادا کرتے رہے ہیں اور انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے رہے ہیں' اُن کے واسطے دُعا واستغفار کرتے رہے ہیں۔ مومن گناہ کبیرہ کرنے والے ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے خواہ وہ بلا توبہ ہی مَر گئے ہوں۔۔قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ہمیشہ دوزخ تو دین کے منکروں اور کافروں کے لئے ہی ہے۔ گناہ گار اور مرتکبانِ کبائر اگر توبہ کے بغیر مَر گئے تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں دوزخ میں رکھے گا پھر معاف کردے گا اور جنّت میں داخل کردے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنّت میں رہیں گے۔۔ایسا شخص آخر کار جنّت میں جائے گا' خواہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اُسے معاف فرمادے یا حضور ﷺ شفاعت فرمادیں' یا اولیاء اللہ' شہداء' علماء' حفاظ' حجاج' صالحین اور نابالغ بچے جو مَر گئے ہیں اُن سب کی شفاعت اس کے حق میں ہوسکتی ہے۔ شفاعت سے گنہگار جہنم سے نکالے جائیں گے' عذاب میں کمی ہوگی' درجات بلند ہوں گے۔

ایمان ایک گوہرِ نایاب ہے اُس کو کامل اور اکمل رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق کی بے حد ضرورت ہے۔ ایمان ایک ایسی دولت ہے جو نہ صرف اس جہان میں کام آتی ہے بلکہ آخرت میں بھی کام آئے گی اور انسانی نجات کا سارا دار ومدار ایمان اور عملِ صالح پر ہے لیکن عملِ صالح اُس وقت تک بارگاہِ رب العزت میں قابل قبول نہیں جب تک کہ انسان پہلے صاحبِ ایمان نہ ہو' پھر ایمان کی دولت نصیب ہونے کے بعد اس کی استقامت ضروری ہے۔ ایمان کی اصل قدر وقیمت کا اندازہ انسان کو اِس دُنیا سے

جانے کے بعد عالمِ برزخ میں ہوتا ہے کیونکہ مابعد زندگی کا سارا تعلق ایمان، صالح اعمال اور عشق رسول ﷺ سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں گناہوں کی بچنے کی توفیق نصیب فرمائے اور حلاوتِ ایمان عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

قدریہ فرقہ : عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں شہر بصرہ میں ایک شخص 'معبد جہنی' ظاہر ہوا جس نے تقدیر کا انکار کیا۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ معبد نے انکار تقدیر ایک نصرانی شخص سوسن نامی سے سیکھا تھا جو کچھ مدت مسلمان رہ کر مرتد ہوگیا تھا۔ شہر بصرہ کے کچھ لوگ اس فتنے میں مبتلا ہوگئے اور اس طرح انکار تقدیر کی وجہ سے اس فرقے کا نام 'قدریہ' پڑ گیا۔

جبریہ فرقہ : یہ فرقہ 'قدریہ' کی ضد میں نکلا تھا ان کا عقیدہ تھا کہ انسان کچھ بھی نہیں کرسکتا بلکہ جو کچھ اچھا یا بُرا کام انسان سے سرزد ہوتا ہے اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ تقدیر میں اس کام کا ہونا یا نہ ہونا اسی نے لکھ دیا ہے۔ اس طرح انسان تو محض آلہ ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہر اچھے اور بُرے فعل کے ہونے کا ذمہ دار خود اللہ تعالیٰ ہے۔

جہمیہ فرقہ : ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ایک شخص جعد بن درہم نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا تھا۔ کوفہ میں جعد کا ایک شاگرد تھا جہم بن صفوان جو اگرچہ کوئی عالم نہیں تھا مگر بڑا چرب زبان اور فصیح اللسان تھا۔ اس نے جعد بن درہم کے خیالات کی اشاعت نہایت زور وشور سے کی، اس طرح کچھ لوگ اس کے ہم خیال ہوگئے، اس فرقے کا نام جہم کے نام پر 'جہمیہ' ہوا۔

جعد بن درہم کو خالد بن عبداللہ القسری حاکم عراق نے عین بقرعید کے دن شہر واسط میں یہ کہتے ہوئے قتل کردیا تھا: **ایها الناس اضحوا تقبل الله ضحایاکم**

انی مضح بالجعد بن درهم انه زعم ان الله لم یتخذ ابراهیم خلیلا ولم یکلم موسی تکلیما لوگو ! قربانیاں کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قربانیوں کو قبول فرمائے۔ میں جعد بن درہم کو ذبح کرر ہا ہوں‘ اس کا باطل گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوست نہیں بنایا‘ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔

جعد بن درہم کو قتل کردینے پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء سلف نے خالد بن عبداللہ القسری کا شکریہ ادا کیا تھا۔ جہم بن صفوان بھی بنو امیہ کے آخری خلیفہ مروان الحمار کے عہد حکومت میں نصر بن سیار حاکم خراسان کے حکم سے قتل کیا گیا۔

سُنّت صحابہ کو بدعت قرار دینا گمراہی ہے :

ترمذی شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں' حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں تو کہو: '**لعنة الله على شركم**' یعنی صحابہ کرام کو جو بُرا کہے اُس پر لعنت بھیج کر الگ ہو جانا ضروری ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو' دیکھو میرے بعد اُن کو ہدف تنقید نہ بنالینا۔ (ترمذی شریف)

اہلِ سُنّت وَجماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ پر تبرا کرنے والا زندیق اور منافق ہے۔ (الکبائر للذہبی)

جو صحابہ کرام پر طعن کرے وہ ملحد اور اسلام کا دشمن ہے اس کا علاج اگر توبہ نہ کرے تو تلوار ہے۔ (اصول سرخسی)

اہلحدیث (غیر مقلدین) کے یہاں سُنّت کا ایک خودساختہ معیار ہے کہ جو کام وہ خود کریں اُسے سُنّت کا عنوان دیتے ہیں اور ہر اس کام کو خلافِ سُنّت یعنی بدعت قرار دیتے ہیں جو اُن کی مزعومہ سُنّت کے موافق نہ ہو' چاہے اس پر جمہور اہل اسلام عمل پیرا ہوں اور احادیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تائید وتصویب بھی ہوتی ہو۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے خلاف زہر اُگلنا شیعوں کا مشن رہا ہے اس ناپاک سازش میں اہلحدیث غیر مقلدین بھی شریک ہوجاتے ہیں۔ شیعوں کے مانند اہلحدیث بھی صحابہ کرام کی ایک باوقار جماعت کو طعن وتشنیع اور باطنی خباثتوں کا نشانہ بنانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر اہلحدیث غیر مقلدین

نے توہینِ صحابہ کے علاوہ کوئی اور جرم نہ بھی کیا ہوتا تو یہی اُن کو گمراہ ہونے کے لئے کافی تھا لیکن سینکڑوں قسم کی ضلالتوں میں مبتلا ہونے کے باوجود دعویٰ ہے کہ ہم ہی مسلمان ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اہلحدیث (غیر مقلدین) بدعت کا الزام لگاتے ہیں جب کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اُن کے افعال واعمال کو سُنّت قرار دیا ہے **علیکم بسُنّتی وسنة خلفاء الراشدین** تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سُنّت لازم ہے۔ تمام اہلِ سُنّت وَجماعت کا مسلک یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا عمل مستقل سُنّت ہے اور اُن کی سُنّت کی اتباع بحکم حدیث نبوی **علیکم بسُنّتی وسنة خلفاء الراشدین** لازم ہے۔ صحابہ کرام اگر کسی کام کو کریں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عمل مشروع اور سُنّت ہے (صحابہ کرام کا کسی کام کو کرنا یہ اس کے سُنّت شرعیہ ہونے کی دلیل ہے) لیکن نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ ہم خلفائے راشدین کی ان ہی سُنّتوں کو قبول کریں گے جو حضور ﷺ کے قول وعمل سے موافق ہوگی۔ خلفائے راشدن کی مستقل سُنّت دین میں حجت نہیں ہے چنانچہ غیر مقلد صفی الرحمٰن مبارکپوری نے تحفہ الاحوذی میں **علیکم بسُنّتی** ...... والی حدیث کی شرح میں اپنی اس بات کو بڑی قوت سے بیان کیا ہے۔

خلفائے راشدین جو طریقہ عمل جاری کریں وہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی سُنّت ہی کہلائے گا اس لئے کہ خلفائے راشدین کا عمل حضور ﷺ کے حکم سے تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اُن کے اعمال کو سُنّت قرار دیا' نیز خلفائے راشدین کی سُنّت کی اقتداء کا حکم فرمایا لیکن اہلحدیث غیر مقلدین صحابہ کرام کے اقوال اور اُن کے طریقوں کو بدعت قرار دے رہے ہیں۔ بدعت کہتے ہیں خلافِ سُنّت ایجاد کردہ طریقہ کو۔ اس طرح کی بدعت گمراہی ہوتی ہے اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ **شرُّ الْاُمور**

محدثاتها وکل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو اپنی طرف سے نکالے جائیں، دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کا عمل اور آپ کی سُنّت پر بدعت کا اطلاق جائز نہیں ہے اسی طرح خلفائے راشدین کا عمل اور سُنّت کو بدعت کہنا حرام اور ناجائز ہے خلفائے راشدین کے عمل سُنّت ہی ہوں گے، بدعت نہں ہو سکتے۔ اُن کے عمل اور اُن کی سُنّت کو بدعت کہنے والا اُن کے رشد و ہدایت کا منکر ہے۔ جس طرح دین وشریعت میں حضور نبی کریم ﷺ کی سُنّت دلیل شرعی ہے اس طرح خلفائے راشدین کی سُنّت بھی دلیل شرعی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے عمل کی طرح خلفائے راشدین کا عمل بھی مسنون عمل کہلاتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہیں جنّت کی بشارت دی گئی ہے انہیں (معاذ اللہ) نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین بدعتی وجہنمی قرار دے رہے ہیں۔ کیا اس صریح مجرمانہ بغاوت میں اہلحدیث، شیعوں کے ساتھ شریک نہیں؟ شیعوں نے صحابہ کرام پر تنقید کی، اہلحدیث بھی کبار صحابہ کرام کے اعمال کو باطل، بدعت یا خلاف سُنّت قرار دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

آج کل کے اہلحدیث غیر مقلدین، ائمہ فقہ کی پوری جماعت کو معاذ اللہ گمراہ قرار دیتے ہیں۔ اُن کے مسلک کے اعتبار سے پوری اُمت کے کڑوڑوں افراد جاہل اور گمراہ ہیں۔ دُنیا میں اس وقت اگر سو کروڑ مسلمان آباد ہیں تو ان میں اہلحدیث غیر مقلدین پچاس لاکھ ہوں گے۔ جاہل قسم کے غیر مقلدین کی دانست میں باقی ننانوے کروڑ پچاس لاکھ فرزندان توحید اور غلامان مصطفٰی ﷺ گمراہ، کافر اور مشرک ہیں۔

اہلحدیث کی اس گمراہ بکواس کی وجہ سے کئی صحیح احادیث کی بھی تکذیب ہوتی ہے۔

ابوداؤد شریف میں ایک ارشاد مبارک ہے **يوشك الامم ان تداعى الاكلة الى قصعتها فقال قائل ومن قلة يومئذ؟ قال بل انتم يومئذ كثير** عنقریب غیر مسلم قومیں تمہاری سرکوبی کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دیں گی اور پھر وہ سب دھاوا بول دیں گی جیسے کہ بہت سے کھانے والے لوگ ایک دوسرے کو بلا کر دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا' کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا' نہیں۔ بلکہ اس وقت تم بہت بڑی تعداد میں ہوگے۔ اس طرح کئی ارشادات سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کثیر تعداد میں ہوں گے اس کے برعکس اہلحدیث غیر مقلدین اُمت مسلمہ کو انتہائی قلیل تعداد میں محدود کرنے کے کھلم کھلا مجرم ہیں' حالانکہ حضور نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ **لن يجمع أُمتى على الضلالة** میری اُمت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔

اگر تقلید کو گمراہی مانتے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی تکذیب ہوتی ہے اور آپ کے ارشاد پر ایمان کا تقاضا ہے کہ غیر مقلدین کو ہی غلط مانا جائے۔

عقل بھی تقلید کو قبول کرتی ہے۔ دُنیا میں انسان کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کرسکتا۔ ہر ہنر اور علم کے قواعد سب میں اس کے ماہرین کی پیروی کرتا ہے۔ شاگرد اپنے استاد پر اعتماد کرتے ہوئے تقلید کرتا ہے' ڈکشنری (لغت) پر اعتماد کرتے ہوئے الفاظ کے معنوں کو قبول کرتا ہے' کمپیوٹر کے تیار پروگرامس اور پیاجس پر کام کرتے ہوئے اُس کے تیار کرنے والے کی تقلید کرتا ہے۔ ٹکنالوجی میں تقلید ہوتی ہے

دین کا معاملہ تو دُنیا سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس میں بھی اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوگی۔ علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اس لئے ضعیف ہے کہ

بخاری یا فلاں محدث نے فلاں راوی کو ضعیف کہا ہے۔اس کا قول ماننا یہ ہی تو تقلید ہے۔ قرآن کی قرأت میں قاریوں کی تقلید ہے کہ فلاں نے اس طرح اس آیت کو پڑھا ہے۔ قرآن کے فلاں اعراب' آیات سب میں تقلید ہی تو ہے۔ نماز میں جب جماعت ہوتی ہے تو امام کی تقلید کرتے ہیں۔

اہلحدیث (غیر مقلدیت) کا انجام : اہلحدیث لوگوں کا خیال کہ معاذ اللہ صحابہ کرام کے اجتہادات غلط تھے ایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ اہلحدیث افراد نے سیدنا فاروق اعظم' سیدنا عثمان غنی' ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اعمال کو بدعت اور گمراہی قرار دیا اور ان صحابہ کرام پر سخت چوٹیں کی ہیں حالانکہ مومن کی خصوصیت قرآن کی رُو سے اس دُعا کے مطابق ہونی چاہئے کہ ﴿**ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انك رؤف الرحیم**﴾ (حشر/۱۰) اے ہمارے رب ! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں بخش دے اور ہمارے دل میں مومنین کے لئے کوئی کھوٹ نہ رکھ۔ بیشک اے رب ! تو نرمی والا مہربان ہے۔

یہ آیت اس بات کو متضمن ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا واجب ہے اور اُن کے بارے میں کلمات خیر کہنا عین ایمان کا تقاضا ہے۔

افسوس ! اہلحدیث غیر مقلدین' مومنین میں سے سابقین الاولین کے لئے بھی اپنے دل میں کھوٹ رکھتے ہیں شیعوں کی طرح یہ لوگ بھی اسلام کی مایہ ناز ہستیوں کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں۔ کئی اُمور میں شیعہ اور اہلحدیث ایک ہی صف میں ہیں۔ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے بارے میں غیر مقلدوں اور شیعوں کے نقطہ نظر اور

خیالات میں ہم آہنگی نظر آتی ہے' اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ دونوں فرقے ائمہ دین کی تقلید کے منکر ہیں۔ شیعہ بھی تقلید کا انکار کرتے ہیں اور غیر مقلدین بھی تقلید کے منکر ہیں اور اسلافِ اُمت سے بیزاری اور بداعتمادی کا اور اُن کی شان میں جرأت وگستاخی کی سب سے بڑی وجہ یہی عدم تقلید ہے۔ جس کسی شخص یا فرقہ میں عدم تقلید کا رجحان پیدا ہوگا' اس کی زبان وقلم کا اسلاف کے بارے میں بے باک ہوجانا قطعی اور یقینی ہے۔

صحابہ کرام اور ائمہ عظام سے کینہ رکھنے والوں کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ غیر مقلدوں کا ایک زبردست وکیل اور عالم محمد احسن امروہی سلفی جس نے تقلید کے خلاف **مصباح الادلہ لدفع الادلۃ الاذلۃ** نامی کتاب میں حنفی مسلک پر انتہائی بے باکانہ حملے کئے تھے اُس نے اخیر عمر میں قادیانی دھرم قبول کرلیا تھا۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی پہلے غیر مقلد تھا (ڈپٹی نذیر احمد کا تربیت یافتہ تھا)' بعد میں نبوت کا دعویٰ کرکے داخل جہنم ہوا۔ اسی طرح غیر مقلد مولوی اسلم جیراج پوری مرتے وقت منکرِ حدیث کی صف اوّل میں شامل ہوگیا تھا۔

محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالے 'اشاعۃ السنۃ' کی جلد ۱۱ شمارہ ۲ صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے:

'پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں' ان میں بعض عیسائی اور بعض لامذہب بن جاتے ہیں' جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔

سُنّت اور حدیث میں فرق : سُنّت سے مراد حضور ﷺ کے سارے فرمان' افعال اور احوال ہیں جو مسلمانوں کے لئے قابل عمل ہیں ۔حضور ﷺ کے یہ افعال شریعت کہلاتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی خصائص سُنّت نہیں ۔لہذا نو (۹) بیویاں نکاح میں رکھنا' چاند کو شق کرنا' سورج کو پلٹانا' کنکروں سے کلمہ پڑھوانا' درختوں کو بلانا اور واپس بھیجنا' اُنگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمانا اور دیگر سارے خصائص و معجزات اگر چہ حضور ﷺ کے افعال کریمہ ہیں لیکن ہمارے واسطے نا قابلِ عمل' ہر سُنّت حدیث ہے ہر حدیث سُنّت نہیں ۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا '**علیکم بسُنّتی**' تم پر میری سُنّت لازم ہے یہ نہ فرمایا '**بحدیثی**' تم پر میری حدیثوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ ہمارا نام بحمدہ تعالیٰ اہلِ سُنّت یعنی سُنّتوں پر عامل ۔ اہل حدیث نہیں ۔ کیونکہ ساری حدیثوں پر کوئی عمل نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی اہل حدیث ہوسکتا ہے ۔اگر اہلحدیث ہونے کا دعویٰ ہو تو ساری احادیث پر عمل کر کے دکھائے ورنہ ندامت اور صدق دل سے توبہ کرتے ہوئے مذہب اہلِ سُنّت وَ جمات قبول کرے۔

خیال رہے کہ دُنیا میں کوئی شخص اہل حدیث یا عامل بالحدیث ہوسکتا ہی نہیں۔ کسی کا اہل حدیث یا عامل بالحدیث ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے دو ضدیں جمع ہونا غیر ممکن۔ حدیث کے لغوی معنی ہیں بات' گفتگو یا کلام۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿**فبای حدیث بعده یؤمنون**﴾ قرآن کے بعد کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔

﴿**الله نزل احسن الحدیث**﴾ اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھا کلام نازل فرمایا۔

﴿**ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله**﴾ بعض لوگ وہ ہیں جو کھیل کی باتیں و ناول قصے خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔

اس تیسری آیت میں ناول قصّے کہانیوں کو حدیث فرمایا گیا ہے۔

اصطلاح شریعت میں حدیث اس کلام وعبارت کا نام ہے جس میں حضور ﷺ کے اقوال یا اعمال، اسی طرح صحابہ کرام کے اقوال واعمال بیان کئے جائیں۔

اس عامل بالحدیث فرقے سے سوال ہے کہ تم کون سی حدیث پر عامل ہو؟ لغوی پر یا اصطلاحی پر؟ اگر لغوی حدیث پر عامل ہو تو چاہئے کہ ہر ناول گو قصہ خواں اہل حدیث ہو کہ وہ حدیث یعنی باتیں کرتا ہے، ہر سچی جھوٹی بات پر عمل کرتا ہے۔

اگر اصطلاحی حدیث پر عامل ہو تو پھر سوال یہ ہوگا کہ ہر حدیث پر عامل ہو یا بعض پر؟ اگر بعض احادیث پر عامل ہو تو غلط ہے کیونکہ حضور ﷺ کے کسی نہ کسی فرمان پر ہر شخص ہی عامل ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ سچ نجات دیتا ہے جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔ ہر مشرک وکافر اس کا قائل ہے۔ وہ سب ہی اہل حدیث ہوگئے۔ تم حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مسلمانوں کو اہل حدیث کیوں نہیں مانتے؟ یہ تو ہزارہا حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اور اگر اہل حدیث کے معنی ہیں، حضور ﷺ کی ساری حدیثوں پر عمل کرنے والے تو یہ ناممکن ہے کیونکہ بعض حدیثیں منسوخ ہیں، بعض ناسخ۔ بعض حدیثوں میں حضور ﷺ کے وہ خصوصی اعمال شریف بیان ہوئے جو حضور ﷺ کے لئے مباح یا فرض تھے۔ ہمارے لئے حرام ہیں جیسے منبر پر نماز پڑھنا۔ اونٹ پر طواف فرمانا۔ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے لئے سجدہ دراز فرمانا، حضرت امامہ بنت ابی العاص کو کندھے پر لے کر نماز پڑھانا۔ نو بیویاں نکاح میں رکھنا۔ بغیر مہر نکاح ہونا۔ ازواج میں عدل واجب نہ ہونا بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کلمہ یوں پڑھتے تھے **لااله الا الله وانی رسول الله** (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں)۔ غیر مقلد اسی حدیث پر عمل کر کے اس طرح کلمہ کا ورد کریں تو کافر کہلائیں گے

غرض کہ حدیث پر حضور نبی کریم ﷺ کے ایسے اقوال و اعمال بھی ذکر ہیں جو حضور ﷺ کے لئے کمال ہیں' ہمارے لئے کفر۔

بہر حال کوئی شخص ہر حدیث پر عمل نہیں کرسکتا۔ جو اس معنی سے اپنے کو اہل حدیث یا عامل بالحدیث کہے وہ جھوٹا ہے جب نام میں ہی جھوٹ ہے تو کام بھی سارے کھوٹے ہی ہوں گے۔ اسی لئے حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

'علیکم بسُنّتی وسُنّت الخلفاء الرا شدین' تم پر میری سُنّت لازم ہے خلفائے راشدین کی سُنّت لازم ہے۔

یہ نہ فرمایا کہ میری حدیث کو لازم پکڑو' کیونکہ ہر حدیث لائقِ عمل نہیں۔ ہر سُنّت لائقِ عمل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وہ اعمالِ طیبہ جو منسوخ بھی نہ ہوئے ہوں' حضور ﷺ سے خاص بھی نہ ہوں بلکہ اُمت کے لئے لائقِ عمل ہوں انھیں سُنّت کہا جاتا ہے لہذا ہمارا نام اہلِ سُنّت بالکل حق و درست ہے کہ ہم بفضلہٖ تعالیٰ حضور ﷺ کی ہر سُنّت پر عامل ہیں۔ غیر مقلدین کا نام اہلحدیث بالکل غلط ہے کہ ہر حدیث پر عمل ناممکن۔

ساری احادیث پر عمل ممکن ہی نہیں۔ بظاہر احادیث میں اتنا تعارض معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ کے متعلق جب احادیث دیکھی جائیں تو چکّر آ جاتا ہے۔ اگر تقلید نہ کی جائے' صرف حدیثیں دیکھی جائیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ یا اللہ کیا کریں؟ کدھر جائیں؟ کوئی غیر مقلد وہابی دو رکعت نماز ایسی پڑھ کر دکھا دے جس میں ساری حدیثوں پر عمل ہو۔ ایک ایک مسئلہ پر دس دس قسم کی روایتیں موجود ہیں۔ حضور ﷺ وتر ایک رکعت پڑھتے تھے' تین پڑھتے تھے' پانچ پڑھتے تھے' سات پڑھتے تھے' نو' گیارہ' تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اب غیر مقلد ایسی وتر پڑھ کر دکھا دے کہ سب حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

آمین بالجہر کی ایک حدیث ملے گی اور آمین بالاخفاء کی پانچ حدیثیں ملیں گی۔

اب حدیثوں کی یہ چھانٹ کہ کون سی حدیث منسوخ ہے' کون محکم' کون حدیث حضور ﷺ کی خصائص میں سے ہے۔کون سب کی اتباع کے لئے' کون افضل اقتداء کے لئے ہے' کون نہیں ۔کس فرمان کا کیا منشاء ہے' کس حدیث سے کیا مسئلہ صراحۃً ثابت ہے اور کون مسئلہ اشارۃً' کون دلالۃً' کون اقتضاء ۔ یہ سب کچھ امام مجتہد ہی بتا سکتے ہیں ہم جیسے عوام وہاں تک نہیں پہنچ سکتے ۔جیسے قرآن پر عمل کرانا حدیث کا کام ہے ایسے ہی حدیث پر عمل کرانا امام مجتہد کا کام۔ یوں سمجھو کہ حدیث شریف' رب تعالیٰ تک پہونچنے کا راستہ ہے اور امام مجتہد اس راستہ کا نور۔ جیسے بغیر روشنی راہ طے نہیں ہوتی' بغیر امام و مجتہد حضور ﷺ کی سُنّتوں پر عمل ناممکن ہے۔اسی لئے علماء فرماتے ہیں:

القراٰن والحدیث یضلان الا بالمجتھد بغیر مجتہد قرآن وحدیث گمراہی کا باعث ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**یضل بہٖ کثیراً وَّیھدی بہ کثیراً**﴾ اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ بہت کو گمراہ کردیتا ہے اور بہت کو ہدایت دیتا ہے۔

چکڑالوی (نام نہاد اہلِ قرآن) اسی لئے گمراہ ہیں کہ وہ قرآن شریف بغیر حدیث کے نور کے سمجھنا چاہتے ہیں براہ راست رب تک پہونچنا چاہتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) اس لئے راہ سے بھٹکتے ہیں کہ یہ حدیث کو بغیر علم کی روشنی اور بغیر امام مجتہد کے نور کے سمجھنا چاہتے ہیں۔

مقلدین اہلِ سُنّت کا ان شآء اللہ بیڑا پار ہے کہ اُن کے پاس کتاب اللہ بھی ہے اور سُنّت رسول اللہ بھی اور سراج اُمت امام مجتہد کا نور بھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل حدیث بننا ناممکن اور جھوٹ ہے۔اہلِ سُنّت بننا حق ودرست ہے۔ اہلِ سُنّت وہ ہی ہوسکے گا جو کسی امام کا مقلد ہوگا۔

قرآن' حدیث' اجماع علمائے مجتہدین اُمت' قیاس مجتہدین ضروری ہے

شریعت کے دلائل چار ہیں۔ قرآن' سُنّت' اجماع اُمت اور قیاس مجتہدین۔ لیکن کتاب وسُنّت اصل اصول ہیں اور اجماع وقیاس ان کے بعد کہ اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ مل سکے تو ادھر رجوع کرو۔ نیز قیاس قرآن وسُنّت کا مظہر ہے اجماع اُمت و قیاس یہ دونوں بھی اشد ضروری ہیں۔ صحابہ کا اجماع دلیل قطعی ہے۔ خلافت صدیقی اور فاروقی اجماع اُمت سے ہی ثابت ہے اور ان کا انکار کفر۔ مثلا اناج میں' باجرہ اور چاولوں میں سود حرام ہے' مگر کتاب وسُنّت میں اس کا ذکر نہیں۔ قیاس سے حرمت ثابت ہے۔

کتاب وسُنّت سمندر ہے کسی امام کے جہاز میں بیٹھ کر اسی کو طے کرو۔ کتاب وسُنّت طب ایمانی کی دوائیں ہیں' کسی طبیب رُوحانی یعنی امام مجتہد کے مشورے سے انھیں استعمال کرو۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء/۵۹)

'اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو (اپنے ذی شان) رسول کی اور حاکموں (ائمہ عظام) کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اسے اللہ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف۔'

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مکرم کی اطاعت کے علاوہ مسلمان امراء

(ائمہ عظام) اور حکام کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دارِ فانی میں زیادہ دیر اقامت گزیں نہیں ہونا تھا اور حضور ﷺ کے بعد اُمورِ مملکت کی ذمہ داری خلفاء اور اور امراء نے سنبھالنی تھی اس لئے اُن کی اطاعت کرنے کے متعلق بھی تاکید فرمائی۔ لیکن اطاعت رسول ﷺ اور اطاعت امیر میں ایک بین فرق ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے۔ جملہ اُمور میں خصوصاً احکام شرعی کی تبلیغ میں اس سے خطاء نہیں ہوسکتی، اس لئے اُس کی اطاعت کا جہاں حکم دیا غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا۔ مثلاً ﴿**ما آتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فا نتھوا**﴾ ۔ جو کچھ تمھیں رسول ﷺ دے لے لو اور جس سے رُوکے رُک جاو۔ رسول کا ہر حکم واجب التسلیم اور اٹل ہے اس میں کسی کو مجال قیل و قال نہیں۔ خلیفہ کا معصوم ہونا ضروری نہیں، اس سے غلطی بھی ہوسکتی ہے اس لئے اُس کی مشروط اطاعت کا حکم دیا کہ اُس کے حکم کو خدا اور رسول کے فرمان کی روشنی میں پرکھو۔ اگر اس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کرو ورنہ وہ قابل عمل نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے **لا طاعة للمخلوق فی معصية الله**۔ اس لئے حاکمِ وقت کی اطاعت کا حکم فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تمھارے درمیان تنازع رونما ہو جائے تو اُسے لوٹا دو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف۔ یعنی اس حکم کا قرآن وسُنّت کی روشنی میں جائزہ لو۔ اگر اس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کرو ورنہ تم پر اس کی اطاعت فرض نہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

اصول شرعیہ چار ہیں :

کتاب اللہ، سُنّت رسول اللہ، اجماع اُمت یعنی اجماع علمائے مجتہدین اُمت اور قیاس مجتہدین (تفسیر صاوی کبیر و روح المعانی)

اس آیت میں ان چاروں چیزوں کا ذکر ہے :

اطیعوا اللّٰہ میں قرآن مجید کی پیروی کا حکم

اطیعوا الرسول میں سُنّت رسول کی اتباع کا حکم

اولی الامرمنکم میں اجماع مجتہدین کی پیروی کا حکم (کیونکہ علمائے مجتہدین اول درجے کے اولی الامر ہیں)

فردوہ الی اللّٰہ والرسول میں قیاس مجتہدین پرعمل کرنے کا حکم ہے

بعض لوگ صرف قرآن کی اطاعت کے قائل ہیں حدیث کے انکاری جیسے چکڑالوی (نام نہاد اہلِ قرآن) اوربعض لوگ صرف قرآن‘ حدیث کی اطاعت کے قائل ہیں اجماع کے انکاری جیسے تفضیلی روافض‘ نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین)۔ بعض قرآن وحدیث واجماع کے قائل ہیں مگر قیاس شرعی کے منکر جیسے اہل ظواہر۔

اس آیت کریمہ میں قرآن‘ حدیث‘ اجماع اُمت‘ قیاس شرعی سب کو اصول اسلام قرار دیا گیا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والوتمہیں تاکیدی حکم دیا جاتا ہے کہ تم ہرحال میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اوراسی طرح اُس کے رسول (ﷺ) کی پیروی کرو یہ دونوں اطاعتیں تمھارے لئے اہم ترین فرائض میں سے ہیں اوران کی پیروی بھی کروجوتم مسلمانوں میں سے حکم والے علماء مجتہدین ہیں یااسلامی حکم وسلاطین عادلین ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ائمہ کو ماننا قرآن وحدیث کی تعلیمات کے عین مطابق ہے اوریہی حکم شریعت ہے۔

اجماع کے شرعی معنٰی :

شریعت کی اصطلاح میں ایک مخصوص اتفاق کا نام اجماع ہے **’اتفاق المجتہدین الصالحین من اُمۃ محمد ﷺ فی عصر علی امر من الامور‘**

کسی ایک زمانے میں رسول اللہ ﷺ کی اُمت کے صالح مجتہدین کا کسی ایک واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے۔

اجماع کی تعریف میں مجتہدین کی قید لگا کر غیر مجتہدین یعنی عوام کے اجماع سے احتراز کیا گیا ہے چنانچہ اگر کسی امر پر عوام نے اتفاق کر لیا تو شرعاً اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد اُمت کی رہنمائی کے لئے قرآن و سُنّت موجود تھیں لیکن قرآنی آیات و سُنّت رسول کی تعبیر و تفسیر غلط طور پر پیش کئے جانے کا خطرہ تھا جیسا کہ آج کل بھی گمراہ لوگ قرآن و سُنّت کا نام لے کر گمراہی و بے دینی پھیلا رہے ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ آنے والی نسل کے لئے کتاب و سُنّت کی تشریح اور مفہوم کی توضیح سے متعلق غلط اور صحیح کے جانچنے کے لئے ایک معیار اور کسوٹی مقرر کردی جائے۔ یہ معیار اجماع اُمت ہے چنانچہ سورہ النساء میں فرمایا۔

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النساء)

’اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اُسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔‘

اس آیت کریمہ میں جہنم کی وعید دو باتوں کے مجموعے پر سنائی گئی ہے۔ مخالفت رسول پر اور مخالفت سبیل المؤمنین پر۔ اور مومنین کی سب سے پہلی اور افضل جماعت صحابہ کرام کی جماعت ہے لہذا صحابہ عظام ہی اس آیت کے مصداق اولین اور فرد کامل ہوں گے۔ اتباع صحابہ ویسی ہی ضروری ثابت ہوتی ہے جیسی رسول اللہ ﷺ کی پیروی۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین ہر معاملے میں بے اصول اور مذہبِ جمہور کے مخالف نظر آئیں گے۔ تراویح میں جمہور کا مذہب قبول نہیں۔ طلاق کے مسئلہ میں

جمہور کا مذہب قبول نہیں ۔ اذان جمعہ میں جمعہ کا مسلک قبول نہیں ۔ خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کے ذکر کے سلسلہ میں جمہور کا مذہب قبول نہیں ۔ زیارۃ روضہ اقدس کے مسئلہ میں جمہور کا مذہب قبول نہیں ۔ حیاۃ انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ میں جمہور کا مذہب قبول نہیں ۔ قول صحابہ کے حجت ہونے میں جمہور کا مسلک قبول نہیں اور اس طرح کے سیکڑوں مسائل میں جمہور کا مذہب ومسلک قبول نہیں ۔

جو مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا' ہم اُس کو جہنم میں ڈال دیں گے ۔ **سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ** ' مومنوں کا راستہ' اولاً بالذات خلفاء راشدین ابوبکر وعمر عثمان وعلی رضی اللہ عنہم پھر صحابہ کرام اور اُمت کے ارباب حل وعقد ائمہ مجتہدین ہیں جن کے راستے پر چلنے کی قرآن نے ہدایت دی ہے ۔

اس آیت میں اُن لوگوں کو دھمکی دی گئی ہے جو ﴿**يَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ**﴾ یعنی مومنین کی پیروی نہ کرنے کی روش اختیار کریں ۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور غیر سبیل مومنین (مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ) کے اتباع پر وعید بیان فرمائی ہے اور جس چیز پر وعید بیان کی جائے وہ حرام ہوتی ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور غیر سبیل مومنین (مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے) کا اتباع دونوں باتیں حرام ہوں گی اور جب یہ دونوں باتیں حرام ہیں تو اُن کی اضداد یعنی (رسول اللہ ﷺ کی موافقت اور سبیل مومنین کا اتباع) دونوں واجب ہوں گی ۔

الحاصل اس آیت سے سبیل مومنین کے اتباع کا واجب ہونا ثابت ہوگیا اور مومنین کی سبیل اور اختیار کردہ راہ ہی کا نام اجماع ہے لہذا اجماع کے اتباع کا واجب ہونا ثابت ہوگیا اور جب اجماع کا اتباع واجب ہے تو اس کا حجت ہونا ثابت ہوگیا ۔

اجماع کے حجت شرعی ہونے پر عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر کچھ واقعات ایسے ہوں جن میں نص موجود نہ ہو اور وہ احکام مہمل اور بیکار رہ جائیں تو دین کامل نہیں ہوگا مگر چونکہ **الیوم اکملت لکم دینکم** کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کے کامل اور مکمل ہونیکی خبر دی ہے اس لئے مجتہدین نے کسی زمانے میں کسی حکم کا استنباط کیا اور اس پر اتفاق کیا تو اس زمانے کے لوگوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہوگا اور جب ایسا ہے تو ان کا اتفاق اس حکم کی ایسی دلیل ہوگا جس کی مخالفت جائز نہ ہوگی کیونکہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے :

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ﴾

(ال عمران/ ۱۰۵) اور تم اُن لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے باہم تفریق کر لی اور باہم اختلاف کر لیا' اُن کے پاس احکام واضحہ پہنچنے کے بعد۔

(روشن دلیلیں آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا)

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کا دعویٰ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی پیروی جائز نہیں اور یہ آیت صاف طور پر کہتی ہے کہ مومنین کی پیروی بھی باعث نجات ہے۔

﴿وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ (طور/ ۲۱)

جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ اُن کی پیروی کی' ہم اُن کی اولاد کو بھی اُن سے ملا دیں گے۔

یہاں ان بچوں کی تعریف ہو رہی ہے جنہوں نے اپنے صاحبِ ایمان والدین کی پیروی کی۔ دراصل صالح مومنین کی اتباع گویا خود صاحبِ شریعت علیہ السلام کی اتباع ہے اسی طرف قرآن وحدیث میں رہنمائی کی گئی ہے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کی مخالفت اور اجماع اُمت کی مخالفت سے انسان توفیق الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے اور شیطان کے ہاتھ میں محض ایک کھلونا بن کر رہ جاتا ہے اور وہ جیسے چاہتا ہے اسے تگنی کا ناچ نچاتا ہے۔

﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا﴾ (ال عمران/۱۰۳)

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کی رسّی کو (اس طور پر کہ باہم سب متفق ہو رہو) اور باہم نا اتفاقی نہ کرو (پھوٹ نہ ڈالو)۔

اللہ تعالیٰ نے تفرق سے منع فرمایا ہے اور تفرق نام ہے خلاف اجماع کا۔ لہذا اجماع کا اتباع واجب ہوگا۔ اور جب اجماع واجب الاتباع ہے تو اس کا ماننا لازم ہوگا اور وہ خود حجت شرعی ہوگا۔

اجماع کا حجت شرعی ہونا احادیث سے بھی ثابت ہے :

حضور نبی کریم ﷺ نے نجات پانے والے جنتی فرقہ کا نام '**الجماعة**' اور '**سواد اعظم**' بتایا یعنی مسلمانوں کی بڑی جماعت۔ اسی وجہ سے اس جنتی جماعت کا نام 'اہلِ سُنّت وَ جماعت' ہوا۔ اہلِ سُنّت وَ جماعت کے سوا تمام فرقے باطل وگمراہ ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ لایجمع اُمتی علی ضلالہ وید اللہ الجماعہ ومن شذّ شذ فی النار

(ترمذی، مشکوٰۃ) 'اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔ اکثریت پر اللہ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا'

ان اُمتی لاتجتمع علی الضلالۃ (ابن ماجہ، ترمذی)

میری اُمت ضلالت پر اتفاق نہیں کرسکتی ہے (ابن ماجہ، ترمذی)

مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسُنّت میں ہے **اِتَّبعوا السواد الاعظم فانه' من شَذَّ شُذَّ فی النار** بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعتِ مسلمین سے علحدہ رہا وہ علحدہ کرکے جہنم میں بھیجا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ ہر مومن کو مسلمانوں کی بڑی جماعت (اہلِ سُنّت وَ جماعت) کے ساتھ رہنا چاہئے۔ جماعت سے علحدگی دوزخ میں جانے کا راستہ ہے۔ عامۃ المسلمین مقلد ہیں، غیر مقلد اپنا انجام سوچ لیں۔

نیز حدیث میں آیا ہے **ما راه المومنون حسنا فهو عند الله حسن** جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلید شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے۔ اور مقلد ہی ہوئے۔ آج بھی عرب وعجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں۔ اور جو غیر مقلد ہوا وہ اجماع کا منکر ہوا۔ اگر اجماع کا اعتبار نہ کرو تو خلافتِ صدیقی وفاروقی کس طرح ثابت کروگے۔ وہ بھی تو اجماع اُمت سے ہی ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ جو شخص ان دونوں خلافتوں میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ۔ اسی طرح تقلید پر بھی اجماع ہوا۔

لم یکن الله لیجمع اُمتی علی الضلالة اللہ تعالیٰ میری اُمت کو ضلالت پر اکٹھا نہ کرے گا۔

یہ اُمت ساری گمراہ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک ایک فرقہ حق پر رہے گا۔ یہ اس اُمت کی خصوصیت ہے۔ اس میں اشارتاً فرمایا گیا کہ مسلمانوں کا اجماع برحق ہے جس پر سارے علماء اولیاء متفق ہو جائیں۔ وہ مسئلہ ایسا ہی لازم العمل ہے جیسے قرآن کی آیت۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے۔

﴿وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا﴾

'اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اُسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔'

(یعنی جو مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ کوئی اور راہ چلے گا، ہم اُسے دوزخ میں بھیجیں گے)

اجماعِ اُمت کا حجت ہونا یہ بھی جماعت اہلِ سُنّت کی ہی خصوصیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دستِ کرم جماعت پر ہے اس سے مراد حفاظت، رحمت اور مدد ہے یعنی اللہ تعالیٰ جماعت کو غلطی اور دشمنوں کی ایذا سے بچائیگا۔ حدیث شریف میں ہے جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے :

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾

اور ہم نے تم کو سب اُمتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں تم زمین میں اللہ کے گواہ رہو۔

لہذا جس کام کو عام علماء صلحاء اور عوام مسلمین اچھا جانیں وہ اچھا ہی ہے۔ خیال رہے کہ بڑی جماعت سارے مسلمانوں کی معتبر ہے نہ کہ کسی خاص جگہ اور خاص وقت کی۔ لہذا اگر کسی بستی میں ایک سُنّی ہے سب بد مذہب تو وہ ایک ہی سواد اعظم ہوگا کیونکہ وہ صحابہ کرام سے اب تک کی جماعت کے ساتھ ہے۔

یہ حدیث تا قیامت بد مذہبیت سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے اگر مسلمان اس پر کاربند ہیں تو چھوٹے چھوٹے فرقے خود ہی ختم ہو جائیں گے۔

عن معاذ بن جبل قال، قال رسول الله ﷺ ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم ياخذ الشاذة والقاصية والناحية واياكم والشعاب وعليكم بالجماعة (مسند احمد)

'شیطان' انسان کا بھیڑیا ہے بکریوں کے بھیڑیئے کی طرح اکیلی ہونے والی' الگ ہونے والی اور ایک طرف ہونے والی کو کھا جاتا ہے تم لوگ قبیلوں اور برادریوں میں بٹنے سے بچو' تم پر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے'۔

من خرج من الجماعة قید شبر فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه

(عبدالرزاق' حاکم) جو شخص ایک بالشت کے بقدر جماعت سے ہٹا اُس نے اسلام کا پھندہ اپنی گردن سے نکال دیا۔

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ اُمت اجتماعی طور پر خطاء سے محفوظ ہے یعنی پوری اُمت خطاء اور ضلالت پر اتفاق کرلے ایسا نہیں ہوسکتا ہے اور جب ایسا ہے تو اجماع اُمت کا ماننا اور اس کا حجت شرعی ہونا ثابت ہوگا۔

اجماع اُمت دلیل قطعی ہے اس کا انکار ویسا ہی کفر ہے جیسے حضور ﷺ کی مخالفت کفر ہے اللہ تعالیٰ نے مخالفتِ رسول اور مخالفتِ اجماع دونوں کی سزا جہنم قرار دی ہے۔

تقلید ائمہ ضروری ہے کیونکہ یہ عام مسلمانوں کا راستہ ہے تمام اولیاء' علماء' محدثین' مفسرین مقلد ہوئے۔ اُن کی مخالفت کرکے غیر مقلد بننا مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنا ہے۔ ہمیشہ سے ہر طبقہ کے مسلمان مقلد ہوئے۔ محدثین' مفسرین' فقہاء' اولیاء اللہ ان میں سے کوئی غیر مقلد وہابی نہیں۔ چنانچہ امام بخاری شافعی ہیں۔ امام ترمذی' امام ابوداؤد' امام نسائی' دارقطنی وغیرہ تمام محدثین شافعی ہیں۔ امام طحاوی وامام زیلعی' عینی شارح بخاری' طیبی' علی قاری' عبدالحق محدث دہلوی' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' امام احمد رضا فاضل بریلوی وغیرہم تمام محدثین حنفی ہیں۔

تفسیر کبیر' تفسیر خازن' بیضاوی' جلالین' تنویر المقیاس والے سارے مفسرین شافعی ہیں۔

تفسیر مدارک، تفسیر صاوی والے سارے مفسرین حنفی۔ فقہاء اور اولیاء اللہ سارے کے سارے مقلد ہیں۔ غیر مقلد وہابی سوچیں کہ اُن میں کتنے محدث، کتنے مفسر، کتنے فقہاء، کتنے اولیاء ہیں۔ اُن کی جڑ کس زمین پر قائم ہے اور وہ کس درخت کی شاخ یا کس شاخ کا پھل ہیں۔

اسی طرح میلاد شریف، ختم بزرگان، فاتحہ تمام اُمور خیر عام مسلمانوں کا راستہ ہے اُسے حرام کہنا اس راستہ کو چھوڑنا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اُولی الاُمر کی اطاعت مطلقا واجب نہیں بلکہ اللہ رسول کی اطاعت کے ضمن میں اُن کی اطاعت واجب ہے کہ اگر وہ موافق شرع حکم دیں تو اُن کی اطاعت کرو ورنہ نہیں۔ جب تک وہ قوم مسلم سے رہیں تب تک اُن کی اطاعت واجب۔ اگر خلاف شرع حکم دے کر بے ایمان ہو جائیں تو ان کی اطاعت نہ کرو۔

حدیث میں وارد ہے کہ ایک لشکر پر ایک انصاری کو امیر بنا کر بھیجا گیا۔ راستے میں اس امیر کو لشکر والوں پر غصہ آ گیا۔ اس نے کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ ﷺ نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ سب نے کہا: ہاں۔ تو بولا۔ لکڑیاں جمع کرو، اُن میں آگ جلاؤ۔ جب آگ جل چکی تو کہا، سب اس میں کود جاؤ۔ صحابہ کرام نے کہا کہ ہم آگ سے بھاگ کر حضور ﷺ کے دامن میں چھپے ہیں۔ کیا اب بھی جائیں؟ کسی نے بھی نہیں کودا۔ واپسی پر بارگاہ رسالت ﷺ میں یہ واقعہ پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم آگ میں کود جاتے تو ہمیشہ آگ میں ہی رہتے۔ پھر فرمایا **انما الاطاعه فی معروف**۔ حاکم کی اطاعت جائز کام میں ہے۔ (بخاری و مسلم)

ابو داؤد شریف وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ مسلمان پر اپنے

امیر کی اطاعت واجب ہے مگر جب کہ وہ گناہ کا حکم نہ دے۔ اگر گناہ کا حکم دے تو **فلاسمع ولاطاعة۔**

اولی الامر سے مراد یا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وسیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ' ہیں جیسے ترمذی شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا پتہ تم میں میرا قیام کتنا ہے۔تم میرے بعد ابوبکر وعمر کی اطاعت کرنا۔ یا **اولی الامر** سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور فرمایا کہ میرے صحابہ میری اُمت میں ایسے ہیں جیسے کھانے میں نمک ۔کھانا بغیر نمک کے ٹھیک نہیں ہوتا۔ یا **اولی الامر** سے مراد اسلامی حکام وسلاطین ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سنو واطاعت کرو اگر چہ تم پر حبشی غلام امیر بنا دیا جائے۔ چونکہ بعض اسلامی احکام حکومت اسلامیہ سے وابستہ ہیں جیسے جہاد' قصاص چور وزانی کو سزا دینا' ملکی نظام قائم رکھنا اس لئے ان جیسے احکام میں حکام کی اطاعت ضروری ہوئی۔ یا **اولی الامر** سے مراد ائمہ مجتہدین ہیں یا علمائے دین ہیں۔آخری قول سیدنا عبداللہ ابن عباس' جابر ابن عبداللہ' مجاہد وحسن اور عطا کا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان بزرگوں نے اس آیت سے دلیل پکڑی **ولو ردّوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم** چونکہ اللہ رسول کی اطاعت اُن کے فرمانوں کے سمجھے بغیر نہیں ہوسکتی اس لئے اُن کی اطاعت کے لئے علماء دین کی اطاعت لازم ہوئی۔ پارلیمنٹ کا کام ہے قانون بنانا۔ وکیل کا کام ہے قانون سمجھانا۔ حکام کا کام ہے قانون منوانا۔ اسی طرح اللہ رسول قانون بنانے والے ہیں (قانون ساز)۔ علماء قانون سمجھانے والے (قانون داں) اور حکام قانون منوانے والے کہ بزور حکومت اسلامی قوانین پر عمل کرادیں۔لہذا علماء کی اطاعت لازم ہوئی۔

نکتہ : یہاں نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) اعتراض کرتے ہیں کہ **اولی الامر** سے مراد امام نہیں ہیں بلکہ خلفائے راشدین ہیں۔

اگر خلفائے راشدین مراد ہیں تب بھی یہ تو ثابت ہو گیا کہ اللہ اور رسول کی پیروی اور اطاعت کے ساتھ خلفائے راشدین کی بھی پیروی کا حکم ہے۔

دوسرے یہ بھی سوچئے کہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں نازل ہوا تھا' اُس وقت سیدنا ابوبکر صدیق' سیدنا عمر فاروق' سیدنا عثمان غنی' سیدنا علی مرتضیٰ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ضرور تھے......لیکن کوئی بھی بحیثیت خلیفہ نہیں بلکہ بحیثیت صحابی اور ذمے دار حضرات موجود تھے' اس لئے **اولی الامر** کا ترجمہ ذمے دار حضرات (ائمہ مجتہدین' علمائے دین) ہی زیادہ صحیح ہے اس کا مطلب صرف خلیفہ یا بادشاہ سمجھنا ایک وسیع لفظ کو محدود کر دینا ہے۔

جن مسائل پر اجماع منعقد کیا گیا :

ا۔ جماع بدون الانزال موجب غسل ہونے میں ابتداء صحابہ میں اختلاف تھا چنانچہ انصار وجوب غسل کے قائل نہیں تھے اور مہاجرین وجوب غسل کے قائل تھے لیکن جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انصار و مہاجرین دونوں کو جمع کر کے پوری صورت حال ان کے سامنے رکھی اور اُن کو وجوب غسل پر آمادہ کیا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ پر سب متفق ہو گئے اور کسی نے کوئی انکار یا اختلاف نہیں کیا۔

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جماعت صحابہ کے اجماعی فیصلے اور اجتماعی عمل حجت شرعیہ ہیں' اسی طرح انفرادی رائے بھی۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا جب کسی بات پر اتفاق ہو جائے تو وہ بات باطل نہیں ہو سکتی۔

جماع بدون الانزال کے موجب غسل ہونے پر صحابہ کا اجماع منعقد ہوا ہے۔ (طحاوی)

۲۔ امام طحاوی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے علقمہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک زمین جو بصرہ میں تھی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ فروخت کی۔ کسی نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کو اس معاملہ میں خسارہ ہوگیا ہے یہ سن کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' مجھے اختیار ہے (یہ زمین نہ خریدوں) کیونکہ میں نے بغیر دیکھے زمین خریدی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کو خسارہ ہوگیا' انھوں نے فرمایا کہ مجھے اختیار ہے (یہ زمین فروخت نہ کروں) کیونکہ میں نے اپنی زمین بغیر دیکھے فروخت کی ہے۔ دونوں حضرات نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ طلحہ کو خیار رویت (دیکھنے کا حق) حاصل ہے عثمان کو حاصل نہیں ہے۔ یہ واقعہ صحابہ کرام کی موجودگی میں پیش آیا مگر کسی نے اختلاف نہیں کیا' گویا اس پر صحابہ کا اجماع منعقد ہوگیا کہ خیار رویت مشتری (دیکھنے کا حق خریدار) کو حاصل ہوگا' بائع (فروخت کرنے والے) کو حاصل نہ ہوگا۔ (اشرف الہدایہ)

۳۔ حضور نبی کریم ﷺ نے صرف دو رات تراویح باجماعت پڑھیں' اس کے بعد یہ فرما کر تراویح پڑھنی چھوڑ دی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تمہارے اُوپر فرض نہ کر دی جائے۔ (بخاری شریف)

پھر صحابہ کرام کے مابین عملاً وقولاً اختلاف رہا' پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورے رمضان پابندی کے ساتھ بیس رکعت باجماعت تراویح پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع منعقد ہوگیا۔

۴۔ ایک طہر یا ایک مجلس کی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہو یا تین ہی واقع ہوں یہ مسئلہ بھی صحابہ میں مختلف فیہ رہا' پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اس پر صحابہ کرام

کا اجماع ہو گیا اور اس کے بعد سے جمہور اس پر متفق چلے آ رہے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

کسی نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سوال کیا کہ اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں یا ایک وقت میں تین طلاقیں دینا (غیر مقلدین کے بقول) کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں سے یہ حکم لائے اور اس پر اجماع کیوں ہوا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ حکم وہاں سے لائے جہاں اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا ہے ﴿**لعلمه الذين يستنبطونه منكم**﴾ (القرآن: ۴/۸۳) حکم کو معلوم کرلیں گے وہ لوگ جو استنباط کریں گے تم میں سے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۲: ۴۵۹)

۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ کی تکبیرات پانچ بھی منقول ہیں اور سات اور نو اور چار بھی۔ اس لئے صحابہ کرام کے درمیان اس میں اختلاف رہا ہے اس کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے فرمایا کہ تم صحابہ کی جماعت ہو کر اختلاف کر رہے ہو تو تمہارے بعد آنے والوں پر کتنا شدید اختلاف ہو گا پس چار تکبیرات پر اجماع منعقد ہو گیا۔

۶۔ اگر کوئی شخص متعدد مرتبہ چوری کرے اور ایک مرتبہ میں اس کا دایاں ہاتھ اور دوسری مرتبہ میں اس کا بایاں پیر کٹ چکا ہو اور پھر تیسری اور چوتھی مرتبہ چوری کرے تو اس کے ہاتھ' پیر کاٹ کر سزا دی جائے یا قطع کے علاوہ دیگر کوئی سزا دی جائے' اس سلسلے میں اختلاف رہا ہے اس کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک صورت متعین فرما دی کہ تیسری چوتھی مرتبہ میں قطع نہ ہو گا اور

صحابہ کرام نے اس پر سکوت اختیار کیا۔ پس یہ ہی طے ہوگیا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں بھی صحابہ کا اجماع ہے۔

یہ چند واقعات ذکر کیئے گئے ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور بہت سے واقعات ہیں جن میں صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہوا ہے اور اُمت نے ان کو تسلیم کیا ہے اور ان پر عمل کیا ہے۔ یہ سارے واقعات علی الاطلاق اجماع کی حجیت پر دلالت کرتے ہیں ان کے ہوتے ہوئے روافض، خوارج اور اس زمانے کے اہلحدیث (غیر مقلدین) کا اجماع کے حجت شرعی ہونے کا انکار کھلا ہوا مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔

اہلحدیث اور شیعہ دونوں مسئلہ اجماع کے منکر ہیں: نام نہاد اہلحدیث کی ضلالتوں میں سے ایک اجماع اُمت کا انکار بھی ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک اسلامی عقیدہ کے اصول صرف کتاب وسُنّت ہیں حتیٰ کہ اجماع صحابہ کے بھی منکر ہیں۔ اُن کا یہ عقیدہ بھی شیعوں کے ساتھ توافق اور مسلکی موافقت کا مظہر ہے۔ شیعہ اور اہلحدیث کے علاوہ کوئی فرقہ ہمارے علم میں ایسا نہیں کہ جس نے اجماع کا انکار کیا ہو، وہ اجماع کہ جس کے اصول دین ہونے پر حضرات صحابہؓ خلفائے راشدین اور پوری اُمت کا اتفاق ہے۔ انکارِ اجماع، روافض کا مذہب ہے اہلِ سُنّت کا مذہب نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: 'روحیں جمع شدہ لشکر ہیں۔ جن رُوحوں کا باہم تعارف ہوتا ہے وہ مل جاتی ہیں اور جن رُوحوں میں اجنبیت ہوتی ہے وہ ایک دوسرے سے دور رہتی ہیں'۔ چنانچہ روافض، منافقین اور ملحدین کے مابین عقائد میں جو اتفاق ہے وہ غالباً اسی روحانی تعارف اور قرب کا لازمی نتیجہ ہے اور اب نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین بھی اس اتحاد میں شامل ہونے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ چنانچہ غیر مقلدین جن بہت سے اُمور میں روافض کے ہم قدم ہیں اُن میں سے ایک یہ

انکار اجماع بھی ہے۔ غیر مقلد نواب نور الحسن لکھتے ہیں :

'دین اسلام کی اصل صرف دو میں منحصر ہیں کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ۔
(عرف الجادی/۳)

'اجماع کوئی چیز نہیں ہے' (عرف الجادی/۳)

'ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اجماع کی اس ہیبت کو دلوں سے نکال دیں جو دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے' (عرف الجادی)

'جو اجماع کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ بہت بڑا ہے کیونکہ وہ اس کو ثابت نہیں کر سکتا' (عرف الجادی)

'حق بات یہ ہے کہ اجماع ممنوع ہے' (عرف الجادی)

'اجماع جس کا وقوع اور ثبوت ممکن ہے ہم اسے حجت شرعیہ تسلیم نہیں کرتے'

(عرف الجادی)

اولی الامر میں اختلاف ہونے کی صورت میں (قیاس واجتہاد مجتہدین):

اے صحابہ اگر کسی چیز میں تمھارا اختلاف ہو جائے تو اللہ رسول کی بارگاہ میں لوٹ آؤ اور اُن سے فیصلہ کرالو۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونا رب تعالیٰ ہی کے پاس آنا ہے حضور ﷺ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو نا قابل اپیل ہے۔ نیز حضور ﷺ سب کی اصل ہیں لہذا اُن کے پاس آنا اپنے اصل کی طرف لوٹنا ہے۔

اے علماء یا اے حکام یا اے مؤمنین۔ اگر کسی مسئلے یا کسی چیز میں تمھارا آپس میں اختلاف ہو جائے اور وہ حکم قرآن و حدیث میں موجود نہ ہو' اُمت کا اس پر اجماع بھی نہ ہوا ہو بلکہ نزاع رہا ہو تو اس مسئلے کو اللہ رسول کے فرمان یعنی کتات وسُنّت کی

طرف ردّ کرو اس طرح کہ غیر منصوص حکم کو کسی منصوص حکم سے ملاؤ اور علّت مشترکہ کی وجہ سے غیر منصوص چیز میں منصوص کا حکم جاری کرو۔ مثلاً سوال پیدا ہو کہ باجرہ جوار چاول ان میں سود جائز ہے یا نہیں؟ یہ چیزیں غیر منصوص ہیں جن کا ذکر قرآن اور حدیث میں نہیں، تو تم دیکھو کہ حدیث شریف میں گندم جَو نمک میں سود حرام کیا گیا ہے کیونکہ انکی جنس اور وزن یکساں ہیں تو تم یہ کہو کہ چونکہ باجرہ، جوار، چاول کی جنسیں اور وزن یکساں ہیں لہٰذا ان میں بھی سود حرام ہے یہ ہوا اس شئے کا اللہ رسول یعنی قرآن وحدیث کی طرف ردّ کرنا۔ تاقیامت ایسا مسئلہ نہیں ہوسکتا جس کی مثال قرآن یا حدیث میں نہ مل جائے۔ مسئلہ اور ہے مثال کچھ اور۔ بہرحال یہ آیت کریمہ بہت سے احکام کی اصل ہے۔ قیاس مظہر احکام ہے یعنی احکام کا ثبوت مآخذ ومخزن تو کتاب وسُنّت ہیں اور قیاس واجتہاد مظہر احکام ہیں۔

قرآن وحدیث بلکہ اجماع صحابہ وتابعین سے قیاس واجتہاد کے جائز اور قابل قبول ہونے کے دلائل بالکل واضح ہیں قرآن مجید میں فرمایا:

﴿**فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول**﴾ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اُٹھے تو اس کے لئے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ ایک وہ جو ظاہر حدیث سے اور ایک وہ جو قرآن وحدیث کی طرف بطریق قیاس رجوع سے معلوم ہوتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قرآن وسُنّت کے مطابق فتویٰ دو **فاذا لم تجد الحكم فيها اجتهد رايك** اور جب قرآن وسُنّت میں کوئی حکم نہ پاؤ تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ ہی الفاظ حضرت معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو اس وقت فرمائے تھے جب آپ نے انھیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا : **من یرد اللّٰہ بہٖ خیرا یفقھہ فی الدین** (مسلم، ترمذی) جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اجتھدوا فکل میسر لما خلق (مسلم) اجتہاد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو جس کام کے لئے پیدا کرتا ہے وہ کام اس کے لئے آسان فرما دیتا ہے۔

جب مجتہد اجتہاد کرتا ہے تو صحیح فیصلہ کرتا ہے تو اُس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اس نے اجتہاد میں غلطی کی تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (جامع صغیر)

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **واذا حکم فاجتھد ثم اخطأ فلہ اجر** (بخاری شریف) اور جب فیصلہ کرنے اور اجتہاد کرنے میں مجتہد سے غلطی سرزد ہو تو بھی وہ ثواب و اجر کا مستحق ہے۔ (یعنی مجتہد خطاء کی صورت میں بھی مستحق اجر ہوتا ہے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا:

اعرف الامثال والاشباہ وقس الامور عندك (شرح موطا تنویر الحوالک) یعنی امثال و نظائر کو پہچانو اور سمجھو پھر زیر فتویٰ مسائل کو اُن پر قیاس کرو نیز قیاس و اجتہاد کے جائز ہونے پر صحابہ کرام بھی متفق ہیں۔

نکتہ : تجارت و کاروبار میں منافع نہ ہونے یا نقصان کی صورت میں بھی ملازمین کو اُن کی محنت کا اجر و معاوضہ، تنخواہ کی شکل میں دیا جاتا ہے، اور اگر تجارت و کاروبار میں بہت زیادہ فائدہ ہو جائے تو ملازمین کو اجر (تنخواہ) کے علاوہ بونس بھی دیا جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی معاملہ ہے کہ جب مجتہد اجتہاد کرتا ہے تو صحیح فیصلہ کرتا ہے تو اُس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اس نے اجتہاد میں غلطی کی تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

اجتہاد (قیاس) کے دلائل : قیاس حجت شرعی ہے

(☆) مشکوٰۃ شریف کتاب الامارات' ترمذی شریف ابواب الاحکام اور دارمی شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت معاذ ابن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا' کتاب اللہ سے۔ فرمایا: اگر اس میں نہ پاؤ۔ عرض کیا' اُس کے رسول کی سُنّت سے۔ فرمایا: اگر اس میں بھی نہ پاؤ۔عرض کیا' **اجتهد برائی ولا اٰلو** یعنی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہ کروں گا' اجتہاد نام ہے قیاس کا۔ یہ سُن کر حضور نبی کریم ﷺ نے اُن کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیاس مجتہد برحق ہے جس سے اللہ رسول راضی ہیں۔ اگر قیاس حجت شرعی نہ ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قول **اجتهد برائی** فوراً رد کر دیتے' لیکن آپ نے رَد نہیں فرمایا بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ پس حضور ﷺ کا معاذ رضی اللہ عنہ کے قول کو رَد نہ فرمانا بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے۔ کوئی حکم اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ (قرآن وحدیث) میں موجود نہ ہو۔ کسی حکم اور کسی چیز کا قرآن وحدیث میں نہ پانے سے اس میں موجود نہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ ﷺ کے اندر موجود احکام جو ظاہر نظر سے معلوم نہیں ہوتے بذریعہ قیاس اُن کا استنباط کیا جاتا ہے۔ اس سے واضح ہوا اجتہاد و قیاس صرف انھیں اُمور میں کیا جائے گا جن کا واضح حکم کتاب و سُنّت سے نہ ملے۔ ائمہ دین و

مجتہدین عظام کا قیاس محض اُن کی ذاتی رائے نہ ہوتی تھی بلکہ کتاب وسُنّت اجماع اُمت خلفاء راشدین کی ہدایات تعامل صحابہ کو معیار بنا کر کسی مسئلہ کا حکم ظاہر کرنا ہوتا تھا اوراس قیاس یا رائے کا محمود یا مطلوب ہونا کتاب مجید کی آیت **یتفقھوا فی الدین** سے ثابت ہے۔

جولوگ ائمہ مجتہدین پر قیاس واجتہاد کی بناء پر طعن کرتے ہیں انھیں بھی اس قیاس سے مفر نہیں ہے۔ غور کیجئے جن مسائل پیش آمدہ کے متعلق قرآن وحدیث اور اجماع اُمت خاموش ہو۔اُن کا حکم شرعی معلوم کرنے کا طریقہ سوائے اجتہاد وقیاس کے اور کیا ہے اور قیاس واجتہاد کی مخالفت میں جو آیت واقوال پیش کے جاتے ہیں دراصل اُن میں اس قیاس واجتہاد کی مذمت ہے اوراُسے فاسد و باطل قرار دیا گیا ہے جومحض اپنی خواہشات نفسانی کی بناء پر کیا جائے۔لیکن وہ قیاس واجتہاد جو کتاب و سُنّت کو معیار بنا کر کیا جائے وہ تو فقہ اسلامی کا یک اہم ماخذ ہے۔

(☆) بخاری اور مسلم کی حدیث ہے:

عن عبدالله بن عمرو وابی هریره قال' قال رسول الله ﷺ اذا حکم الحاکم فاجتهدوا صاب فله اجران واذا حکم الحاکم فاجتهدوا خطاء فله اجر واحد۔

جب حاکم حکم کرے اور اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچ جائے تو اس کے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد کر کے حکم کرے اور خطاء کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد کو بصورت صواب دو اجر ملیں گے ایک اجتہاد کرنے کا اور ایک صواب کا۔ اور اگر مجتہد کو استنباط میں خطا واقع ہوگئی تو ایک اجر اجتہاد کا ملے گا۔

اجتہاد ہی کا نام قیاس ہے پس اجتہاد اور قیاس پر ثواب اور اجر کا وعدہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے اور شریعتِ اسلام نے اس کا اعتبار کیا ہے۔

(☆) بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے:

عن ابن عباس قال اتی رجل النبی ﷺ فقال ان اختی نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبی ﷺ لو كان عليها دَين اكنت قاضيه قال نعمْ قال فاقض دين الله فهو احق بالقضاء

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ایک آدمی دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر کہنے لگا، میری بہن نے حج کرنے کی نذر کی تھی لیکن وہ مرگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا؟ کہا، ہاں۔ پس اللہ کا دَین (قرضہ) ادا کرو کیونکہ وہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اُس شخص کو قیاس ہی کے ذریعہ سمجھایا کہ جب بندے کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا قرض بدرجہ اولیٰ ادا کرنا چاہئے۔

(☆) بیہقی اور دار قطنی میں ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر فرمایا:

الفهم الفهم فيايختلج فی صدرك مما لم يبلغك فی الكتاب والسنة أعرف الاشباه والامثال ثم قس الامور عند ذالك فاعمد الى احبها الى الله واشبهها بالحق فيما ترىٰ (الحدیث)

سمجھ سمجھ کر چلنا اس میں جو کہ خلجان کرے تمہارے قلب میں اس شئی کے بارے میں جو نہیں پہنچی تم کو کتاب اللہ اور حدیث میں۔ اشباہ اور امثال کو پہچانو پھر اس وقت اُمور کو قیاس کرو۔ پس قصد کرو ان چیزوں میں سے اس کا جو اللہ کے نزدیک محبوب تر ہو۔ اور حق کے مشابہ ہو اُن چیزوں میں جن کو تم دیکھتے ہو۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اُمور دینیہ میں قیاس کرنا مشروع ہے اور قیاس حجت شرعی ہے۔

(☆) ابوداؤد کی حدیث ہے:

عن عبدالله بن عمرو قالؒ قال رسول الله ﷺ العلم ثلثة آية محكمة وسنة قائمة او فريضة عادلة وما سوا ذالك فهو فضل۔	حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے علم تین ہیں۔ (۱) آیت محکمہ (۲) حدیث صحیح (۳) احکام اجتہادی کہ وہ وجوب عمل میں قرآن وحدیث کے مانند ہیں اور اس کے سوا فضول ہے۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسائل قیاسیہ جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہوں انہیں کے حکم میں ہیں اور جب ایسا ہے تو قرآن وسُنّت کی طرح وہ بھی حجت شرعی ہے۔

(☆) بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بنوقریظہ کی طرف ایک لشکر روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا **لايصلين احد العصر الا فی بنی قريظه** کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنوقریظہ میں۔ پس لشکر بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں غروب کا وقت قریب آ گیا۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے ظاہر ارشاد پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم کو بنوقریظہ سے پہلے نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہوا بلکہ منع فرمایا ہے لہذا ہم راستہ میں نماز نہیں پڑھیں گے چاہے نماز قضاء ہو جائے۔

صحابہ کرام کی دوسری جماعت نے کہا کہ آپ کی غرض جلدی چلنے اور جلدی پہنچنے کی ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ راستہ میں نماز نہ پڑھنا۔ اس لئے ہم کو نماز پڑھ لینی چاہئے' نماز کو قضاء نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ ان حضرات نے راستہ میں نماز پڑھی۔

حضور نبی کریم ﷺ کو جب دونوں جماعتوں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے دونوں کو کچھ نہیں فرمایا بلکہ دونوں کی تقریر فرمائی۔ اس موقع پر صحابہ کرام کی ایک جماعت نے ظاہر ارشاد پر عمل کیا' اور دوسری جماعت نے ظاہر ارشاد کے خلاف اپنی عقل اور سمجھ یعنی قیاس پر عمل کیا' لیکن حضور ﷺ نے اس جماعت پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیاس حجت شرعی ہے۔

(☆) نسائی شریف کی حدیث ہے :

عن طارق ان لاجلا اجنب فلم یصل فاتی النبی ﷺ فذکر له ذالك فقال اصبت فاجنب آخر فتیمم وصلی فاتاه فقال نحو ما قال الاخر یعنی اصبت

طارق سے روایت ہے ایک شخص جنبی ہو گیا اس نے نماز نہیں پڑھی پھر اس نے دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر اس قصد کا ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا۔ پھر دوسرا شخص جنبی ہوا' اُس نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی وہ بھی حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اُس کو بھی وہی جواب دیا جو دوسرے کو دے چکے تھے یعنی تو نے ٹھیک کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجتہاد اور قیاس جائز ہے کیونکہ ان دونوں کو اگر نص معلوم ہوتی تو عمل کے بعد سوال کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد اور قیاس پر عمل کر کے حضور نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی تھی۔ اور حضور ﷺ نے دونوں کی تصویب فرمائی۔ اور شارع کا کسی امر کو سن کر انکار اور رَد نہ کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عہد رسالت میں صحابہ کرام نے قیاس کیا اور حضور ﷺ نے اس کو جائز رکھا اور جب ایسا ہے تو قیاس کے جائز اور حجت شرعی ہونے

میں کیا شبہ ہے۔ یہ خیال رہے کہ دونوں کو حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ ' ٹھیک کیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب ملا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حکم ظاہر ہونے کے بعد بھی ہر ایک کو اختیار رہے' چاہے تیمّم کرے' چاہے تیمّم نہ کرے' خواہ نماز پڑھے خواہ نماز نہ پڑھے۔

(☆) ابوداؤد شریف کی حدیث ہے :

عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلة باردة فی غــزوة السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذالك النبی ﷺ فقال یا عمرو صلیت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذی منعتنی من الاغتسال وقلت انی سمعت الله عزوجل یقول لاتقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما فضحك رسول الله ﷺ ولم یقل شیئا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوۃ السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات میں احتلام ہوگیا اور مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو ہلاک ہوجاؤں گا پس تیمّم کرکے میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھادی۔ اُن لوگوں نے دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمرو ! تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی؟ میں نے آپ کو اس امر کی اطلاع دی جو غسل سے مانع تھا اور عرض کیا' میں نے حق تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے **لاتقتلوا انفسکم** اپنی جانوں کو قتل مت کرو۔ اللہ تم پر مہربان ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔

یہ حدیث بھی صراحتاً اجتہاد اور قیاس کے جواز پر دلالت کرتی ہے چنانچہ دریافت کرنے پر حضرت عمرو نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دیا اور آپ نے اسکو جائز رکھا۔

(☆) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر ہی پانی مل گیا تو ایک نے وضو کر کے نماز کا اعادہ کرلیا اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی پھر دونوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا' جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اس سے آپ نے فرمایا تو نے سُنّت کے موافق عمل کیا اور وہ پہلی نماز تجھ کو کافی ہوگئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجھ کو ثواب کا پورا حصہ مل گیا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا۔ (نسائی شریف)

اس واقعہ میں دونوں صحابیوں نے قیاس پر عمل کیا اور صاحبِ شریعت ﷺ نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی البتہ ایک کا قیاس سُنّت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح۔ یہ تو ہمارا عین مذہب ہے **المجتهد يخطي ويصيب** مگر آپ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر کیوں عمل کیا ہے۔ الحاصل یہ حدیث بھی قیاس کے جواز اور اس کے حجت شرعی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

(☆) **عن سالم قال سئل ابن عمر عن أجل يكون له على رجل دين الى اجل فيضع عنه صاحب الحق ليعجل الدين فكره ذالك ونهى عنه (اخرجه مالك)**

حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر کچھ میعادی دَین (مقررہ مدت کا قرضہ) واجب ہے اور صاحبِ حق (قرض دینے والا) اس میں سے کچھ قرض اس شرط کے ساتھ معاف کرتا ہے کہ وہ مقررہ وقت سے پہلے قرض لوٹا دے۔ آپ نے اس کو ناپسند کیا اور اس سے منع کیا۔

اس مسئلہ میں چونکہ کوئی صریح مرفوع حدیث نہیں ہے اس لئے یہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قیاس ہی کہلائے گا۔ بہرحال ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فتوی سے بھی قیاس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(☆) عن مالك انه بلغه ان عمر رضی الله عنه سئل فی رجل اسلف طعاما علی ان یعطیه ایاه فی بلد آخر فكره ذالك عمر وقال فاین كراء الحمل

امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن کو خبر پہنچی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اس نے کچھ غلہ اس شرط پر کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا اور یہ فرمایا بار برداری کا کرایہ کہاں گیا۔

اس مسئلہ میں بھی چونکہ کوئی حدیث مرفوع موجود نہیں ہے اس لئے یہ جواب بھی قیاس سے تھا۔ اس واقعہ سے بھی قیاس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(☆) مس ذَکر (مرد کی شرمگاہ کو چھونے) کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علی مرتضیٰؓ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت سعدؓ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم نے ذَکر (مرد کی شرمگاہ) کو ناک، کان، ران اور دوسرے اعضاء پر قیاس کیا ہے اور مس ذَکر (مرد کی شرمگاہ) کو غیر ناقص وضو قرار دیا ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ مس ذکر (مرد کی شرمگاہ کا چھونا) ناقص وضو ہے یا نہیں؟ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ما ابالی انفی مست او اذنی اور ذکری میں پروا نہیں کرتا میں اپنی ناک کو مس کروں یا کان کو یا ذَکر (عضو) کو۔ یعنی جس طرح کان، ناک کے مس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اسی طرح ذَکر (مرد کی شرمگاہ) کو مس کرنے سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا **ماابالی ذکری مست فی الصلوٰۃ او اذنی او انفی** حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا **ماابالی ایاہ مست او انفی** حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا **انما ھو بضعۃ منک مثل انفی او انفک** (مرد کی شرمگاہ بھی جسم کا ایک حصہ ہے جس طرح میری اور تیری ناک ہے)۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا **اقطعہ انما ھو بضعۃ منک** اُس کو کاٹ دے اللہ کے بندے وہ بھی تیرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ (طحاوی) ان اجلہ صحابہ کرام نے ذَکر (مرد کی شرمگاہ) کو بدن کے دوسرے اعضاء پر قیاس کیا ہے اور مس ذکر (شرمگاہ کو چھونے) سے عدم نقض وضو کا حکم دیا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی قیاس کرتے تھے۔

'مذہب اہلحدیث میں ذَکر (مرد کی شرمگاہ) کے چھونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے' (تعلیم الصلوٰۃ)

(☆) جب ایک جماعت ایک شخص کو عمداً قتل کرے تو اس جماعت سے قصاص لینے میں شک تھا لیکن جب سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ایک جماعت چوری میں شریک ہو تو سب کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے پس اس پر قیاس کا تقاضہ ہے کہ پوری جماعت سے قصاص لیا جائے۔ حضرات صحابہ نے اسی قیاس کی طرف رجوع کیا اور پوری جماعت سے قصاص کے قائل ہو گئے۔

(☆) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اولاً نانی کو تو میراث دلائی لیکن دادی کو محروم کیا مگر جب بعض انصار نے دادی کو نانی پر قیاس کر کے اس کو بھی میراث کا حقدار قرار دیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قیاس کی طرف رجوع کر کے دونوں کو میراث میں شریک کیا۔

اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے قیاس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

مجتہد کی شرائط :

قرآن وسُنّت سے اجتہاد وقیاس کے لئے یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر عالم دین کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قیاس واجتہاد کرے جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کی یہ روش ہوگئی ہے کہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی کی سند حاصل کر کے یا بعض وہ لوگ جو اسلامیات کی ڈگری حاصل کر کے قیاس واجتہاد کا منصب سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ مجتہد کے لئے مخصوص صلاحیتوں اور شرطوں کا ہونا لازمی وضروری ہے مثلاً وہ متقی وپرہیزگار' صائب الرائے' صاحب فراست' انصاف پسند' پاکیزہ اخلاق کا مالک ہو' زبان عرب لغت صرف ونحو ومعانی' قرآن وسُنّت' تفسیر' اسباب ونزول' راویوں کے حالات جرح وتعدیل کے طریقوں سے' ناسخ ومنسوخ کی حقیقت سے' مذاہب سلف سے واقفیت رکھتا ہو اور دلائل شرعیہ سے مسائل کا استنباط کرنے (نکالنے) پر قادر ہو۔ قیاس کے اصول وقواعد کو جانتا ہو' یا یوں کہیے کہ درجہ اجتہاد صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو پوری شریعت کے مقاصد کو سمجھتا ہو اور دلائل شرعیہ سے مسائل کے استخراج کی قدرت رکھتا ہو۔ (الموافقات)

قیاس واجتہاد کا دائرہ :

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے مجتہد کو بھی قیاس واجتہاد صرف ان مسائل میں جائز ہے جن کے متعلق قرآن وسُنّت اور اجماع اُمت میں صریح حکم نہ ملے۔ اگر کسی مسلئے میں قرآن وسُنّت اجماع اُمت نے واضح احکام دے دیئے ہیں تو پھر قیاس واجتہاد ناجائز وممنوع ہے چنانچہ مجتہد مطلق سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں کہ کسی بات کا حکم معلوم کرنے کے لئے میں سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع

کرتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی حکم قرآن میں نہیں ملتا' تو پھر سُنّت رسول کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اگر قرآن وسُنّت دونوں سے حکم شرعی معلوم نہ ہو تو پھر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اقوال اور فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کے اقوال مختلف ہوں تو اُن میں سے اُس کو اختیار کرتا ہوں جو قرآن وسُنّت کے زیادہ قریب ہو اور کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کا قول وعمل نہ ملے تو پھر تابعین کرام کے فیصلوں پر غور وفکر کر کے اپنی الگ رائے قائم کر کے اس پر عمل کرتا ہوں۔ (الانتقا لابن عبدالبر وشامی)

فقہ ائمہ اربعہ کیا ہے؟

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ فقہ حنفی جو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ' کی طرف منسوب ہے یہ امام کی محض ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ قرآن و سُنّت اجماع اُمت وقول وعمل خلفاء راشدین وصحابہ کرام کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ حافظ ذہبی علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کے تقلیدی موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ مسلمانوں نے ائمہ اربعہ (امام اعظم' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' اور امام مالک) کی باتوں کو صرف اسلئے اختیار کیا ہے کہ یہ ائمہ حضور ﷺ کی احادیث کے سب سے عمدہ عالم اور پیروی کرنے والے اور احادیث کی معرفت اور اتباع میں سب سے عمدہ قوت اجتہاد رکھنے والے ہیں۔ (ذہبی)

اس بناء پر امام اہلِ سُنّت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان یکون اتباع الروایه دلاله (عقد الجید) یعنی بات نبوت کی ہو اور الفاظ امام ومجتہد کے ہوں اُسے مان لینے کا نام تقلید ہے۔

کیا اب اجتہاد کا دَروازہ بند ہوگیا :

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ فی زمانہ مجتہدانہ شان کا عالم و فاضل پیدا ہونا ناممکن ہے لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام مالک وامام احمد بن حنبل (جو مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز تھے) کے بعد آج تک مجتہد مطلق کے درجہ کا کوئی شخص ظہور میں نہیں آسکا۔ سینکڑوں علم وفضل کے آفتاب ومہتاب محدث مفسر ومجدد غوث وقطب اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔ مگر یہ سب کے سب ائمہ اربعہ ہی میں سے کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے اور انھوں نے خود اجتہاد وقیاس کے بجائے ائمہ اربعہ حنفی شافعی مالکی وحنبلی ہی میں سے کسی کے اتباع میں عافیت سمجھی ہے حالانکہ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے علم وفضل اور دینی بصیرت وبصارت کا آج بھی کوئی انکار نہیں کرتا۔

کتاب اللہ' سُنّت رسول' اجماع وقیاس ان چاروں اصولوں پر عمل کرنا دُنیا میں بھی مفید ہے اور آخرت میں بھی۔ ہر غیر مجتہد مسلمان پر واجب ہے کہ کسی مجتہد کے قیاس پر عمل کرے۔ قیاس کیا چیز ہے۔ کتاب وسُنّت کے سمندر میں سے نکالے ہوئے موتی۔ اگر تمھیں غوطہ خوری کا فن نہیں آتا تو سمندر میں ہرگز چھلانگ نہ لگاؤ۔ کسی غوطہ خور کے نکالے ہوئے موتی کسی دکان سے حاصل کرو۔ قرآن وحدیث سمندر ہے امام اعظم ابوحنیفہ اس کے غوطہ خور ہیں اور ہمارے علماء ومشائخ اُن کے دُکاندار۔ اس سمندر میں کسی جہاز کے ذریعے جاؤ ورنہ ڈوب جاؤ گے۔ غرض کہ یہ آیت کریمہ وجوب تقلید کی قوی دلیل ہے۔

اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو ان چاروں چیزوں پر ضرور عمل کرو' یہ عمل تمھارے لئے دُنیا میں بھی بہتر ہے کہ اس سے تمھارا شیرازہ بندھا رہیگا تمھیں شرعی احکام معلوم کرنے میں دشواری نہ ہوگی اور اس کا انجام

بھی اچھا ہے کہ تم اس کی برکت سے بہکو گے نہیں، بھٹکو گے نہیں۔ شیطان کا تم پر داؤ نہ چلے گا۔ جب نماز کے لئے ایک امام اختیار کرتے ہو، ملک کے لئے ایک بادشاہ بناتے ہو، قوم میں ایک سردار ہوتا ہے گھر میں ایک آقا ہوتا ہے فوج میں ایک کرنل ہوتا ہے ریل میں ایک انجن ہوتا ہے جسم میں ایک دل ہوتا ہے تو چاہئے کہ تمھاری اجتماعی زندگی میں بھی ایک امام ہو جس کے تم پیروکار رہو۔

قرآن وحدیث میں امام کا ذکر : امام کا لفظ قرآن وحدیث دونوں میں ہے

﴿**يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ**﴾ (بنی اسرائیل/۷۱)

جس دن ہم ہر جماعت کو اُس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

﴿**وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ**﴾ (القصص/۵) اور ہم چاہتے تھے کہ اُن پر احسان کریں جو زمین میں پست کر دیئے گئے اور انہیں امام بنائیں، نیز قائم مقام کر دیں۔

﴿**وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا**﴾ (سجدہ/۲۴) جب انہوں نے صبر کیا، ہم نے اُن میں امام بنائے جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے

احادیث مبارکہ : **عن تمیم الداری ان النبی** صلی اللہ علیہ وسلم **قال الدین النصیحة ثلٰثا قلنا لمن ؟ قال له ولکتابه ولرسوله ولائمة المسلمین** (بخاری ومسلم) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: دین نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ (خیر خواہی) کس کے لئے؟ فرمایا، اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول کے لئے، مسلمانوں کے اماموں اور عام مسلمانوں کے لئے۔

(☆) ابن ماجہ کتاب الجہاد میں ایک روایت ہے **عن ابی ھریرہ قال قال رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **من اطاعنی فقد اطاع الله ومن اطاع الامام فقد اطاعنی**

ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن عصی الامام فقد عصانی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے امام کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے امام کی نافرمانی کی، اُس نے میری نافرمانی کی۔

بہرحال قرآن وحدیث میں امام کی اہمیت بتائی گئی ہے۔

فتنہ انکارِ حدیث۔ ایک شبہ اور اُس کا ازالہ :

فتنہ انکارِ حدیث جو عامۃ المسلمین کے سَروں پر ضلالت وگمراہی کا مہیب سایہ بن کر منڈلا رہا ہے اور تاریخی حقائق سے لاعلمی اس فتنہ سے متاثر ہونے کا سبب بنی ہوئی ہے وہ منکرینِ حدیث کا ایک بے بنیاد اور جاہلانہ اعتراض ہے کہ احادیث کی تدوین وتالیف کا کام عہدِ رسالت کے ڈھائی سو سال بعد شروع ہوا ہے چنانچہ اس طویل وقفہ نے کتب احادیث کی روایات کو ناقابلِ اعتبار بنا دیا ہے لیکن اُن کا یہ کہنا سراسر مغالطہ، فریب اور تاریخی حقائق سے بے بہرہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ احادیثِ رسول کی حفاظت وکتابت کا سلسلہ عہدِ رسالت سے لے کر پورے تواتر وتسلسل کے ساتھ آج تک جاری ہے اور مذکورہ بالا ڈھائی سو سال کے کسی عرصہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا کیونکہ آقائے دو جہاں سرور کائنات ﷺ کے عہد مبارک ہی میں متعدد صحابہ کرام نے احادیث کو قلمبند کرنا شروع کر دیا تھا اور اس کی انھیں اجازت بھی مل گئی تھی۔

امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر حضور ﷺ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ یمن کے رہنے والے ایک شخص نے عرض کی **اکتب لی**

یارسول اللہ یہ خطبہ مجھے لکھ دیجئے۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ **اکتبوا لہ** اس شخص کے لئے یہ خطبہ لکھ دو۔

نیز سنن ابوداؤد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حفاظت کے خیال سے رسول اللہ ﷺ سے سُن کر ہر بات لکھ لیا کرتا تھا۔ قریش کے کچھ لوگوں نے مجھے یہ کہہ کر لکھنے سے روک دیا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے سُنی ہوئی ہر بات لکھتے ہو جب کہ حضور ﷺ کبھی خوشی کی حالت میں کچھ ارشاد فرماتے ہیں اور کبھی حالتِ غضب میں بولتے ہیں۔ میں نے اس واقعہ کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: تم لکھا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میری یہ زبان کبھی کسی حالت میں حق کے سوا کچھ نہیں بولتی۔

اور بھی روایات کثیرہ اس امر کی شہادت کے لئے موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے ارشادات، افعال و احوال قلمبند کرنے کا خاص اہتمام کیا کرتے ہیں۔

تقلید اور ائمہ محدثین:

احادیث جمع کرنے والے تمام ائمہ محدثین مقلد تھے۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام نسائی، امام بیہقی ...... یہ سب محدثین سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی اور تقلید کرتے تھے۔

محدث یحییٰ بن معین، محدث یحییٰ بن سعید القطان، محدث ابن جراح، محدث امام طحاوی، محدث امام زیلعی، محدث یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہم حنفی المسلک تھے۔ یہ سب سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی پیروی وتقلید کرتے تھے۔

صاحبِ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی، حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام نسائی، امام بیہقی ...... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم، حضرت بایزید بسطامی، حضرت شاہ بہاء الحق نقشبند ...... اسلام میں ایسے پائے کہ علماء اور مشائخ گذرے کہ ان پر اہلِ اسلام جس قدر بھی فخر کریں کم ہے مگر ان حضرات میں سے کوئی کوئی بھی مجتہد نہ ہوئے بلکہ سب مقلد ہی ہوئے، خواہ امام شافعی کے مقلد ہوں یا امام ابوحنیفہ کے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ زمانہ موجودہ میں کون اُن کی قابلیت کا ہے جب اُن کا علم مجتہد بننے کے لئے کافی نہ ہوا تو جن بے چاروں کو ابھی حدیث کی کتابوں کے نام لینا بھی نہ آتے ہوں وہ کس شمار میں ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ائمہ مجتہدین کے سرخیل ہیں اور اس عظیم المرتبت جماعت کے سب سے نمایاں فرد ہیں جن کی ثقاہت، عدالت اور امامت پر اُمت کا اجماع ہے اور اجماع کے ثبوت کے جتنے بھی طریقے ہیں ان میں ہر طریقے سے ان کی عدالت وفقاہت پر اجماع ثابت ہو چکا ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تمام فقہاء ومحدثین کے بالواسطہ یا بلاواسطہ اُستاذ ہیں یہ تمام حضرات امام اعظم کے شاگرد، چنانچہ امام شافعی، حضرت امام محمد کے سوتیلے بیٹے اور اُن کے شاگرد ہیں۔ ایسے ہی امام مالک نے حضرت امام کی تصنیفات سے فیض حاصل کیا، نیز امام بخاری محدثین کے استاذ ہیں، اور امام بخاری کے بہت اُستاذ وشیخ حنفی ہیں، گویا آسمانِ علم کے سورج امام اعظم ہیں باقی علماء تارے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بلاواسطہ شاگرد ایک لاکھ سے زیادہ ہیں جن میں سے اکثر مجتہد ہیں جیسے امام محمد، امام ابویوسف، امام زفر، امام ابن مبارک جو دُنیائے علم کے چمکتے ہوئے تارے ہیں۔

اُمت محمدیہ کے بڑے بڑے اولیاء اللہ' غوث وقطب' ابدال' اوتاد حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دامن سے وابستہ ہیں اور آپ کے مقلد ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہم' حضرت شقیق بلخی' حضرت معروف کرخی' حضرت بایزید بسطامی' حضرت فضیل ابن عیاض خراسانی' حضرت داؤد طائی' حضرت ابو حامد بلخی' خلف ابن ایوب عبداللہ ابن مبارک (ولی' فقیہ' محدث) وکیع ابن جراح' شیخ الاسلام ابوبکر ابن وراق ترمذی جیسے سرداران اولیاء حنفی ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویری جن کا آستانہ مرجعِ خلائق ہے حنفی ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کے نزدیک مقلد (حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی)' معاذ اللہ گمراہ اور مشرک ہوتا ہے۔ مقلدین کے ترجمہ قرآن اور ترجمہ حدیث کو وہ معتبر نہیں سمجھتے۔ اہلحدیث (غیر مقلدین) جب یہ سب کچھ کہتے اور سمجھتے ہیں تو مقلد محدثین کی احادیث پر کیسے عمل کرتے ہیں! کتب حدیث میں مرتب شدہ کوئی ایک حدیث بھی آپ ایسی نہیں پیش کر سکتے جس میں کم از کم ایک راوی مقلد نہ ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں غیر مقلد نواب صدیق خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

> **وقد ذکره ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیه نقلاً عن السُبکی**
>
> امام ابو عاصم نے حضرت سبکی کی روایت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو شافعی لکھا ہے۔ (الحطۃ فی ذکر صحاح الستہ)

اسی کتاب میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

’ کان احداً علام الدین وارکان الحدیث امام اهل عصره ومقدمهم بین اصحاب الحدیث وجرحه وتعدیله معتبر بین العلماء وکان شافعی المذهب امام نسائی دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ‘ حدیث کے اراکین میں سے ایک رکن‘ اپنے زمانے کے امام اور محدثین کے پیشوا تھے۔ اُن کی جرح وتعدیل علماء میں معتبر ہے اور وہ شافعی المسلک تھے۔ (الحطۃ فی ذکر صحاح الستۃ)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہی غیر مقلد عالم لکھتے ہیں:

فقیل حنبلی وقیل شافعی امام ابوداؤد کو بعض حضرات حنبلی بتلاتے ہیں اور بعض شافعی۔ (الحطۃ فی ذکر صحاح الستۃ)

تعجب ہے کہ خود اہلحدیث (غیر مقلد) مولوی (نواب صدیق حسن خاں) اس بات کو مانتے ہیں کہ محدثین بھی ائمہ فقہ کے مقلد تھے اور وہی غیر مقلدین‘ محدثین کو اہمیت دینے کی خاطر فقہائے کرام کا مذاق اُڑاتے ہیں اور مقلد کو مشرک قرار دیتے ہیں۔

ائمہ مجتہدین اور علماء : حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:
’دیکھو ایک ہوتا ہے دوکاندار جو سامان فروخت کرتا ہے اور ایک کمپنی ہوتی ہے جو بناتی ہے۔ جہاں مال تیار ہوتا ہے وہ اور ہے بیچنے والے اور ہیں۔ ہم نے اگر ایک دوکاندار سے کہا کہ ہم کو عطر حنا چاہیئے۔ اس نے ایک شیشی لاکر دے دیا۔ اور کہے کہ ہم کو عطر مجموعہ چاہیئے‘ وہ لاکر دے دیا اور ہم اگر دوکاندار سے یہ پوچھیں کہ کیا ثبوت ہے کہ یہ عطر حنا ہے اور یہ بتاؤ کہ یہ کیسے بنتا ہے اور اس میں کون کون سے اجزاء ڈالتے ہیں تو

وہ یہی کہے گا کہ نادان ! بنانے والے اور ہیں‘ بیچنے والے اور ہیں۔ اگر تمہیں معلوم کرنا ہے تو فیکڑی کو جاؤ‘ وہاں پتہ چلے گا ہم تو صرف لیبل لگا ہوا دیکھتے ہیں کہ یہ لیبل ہے عطر حنا کا۔ یہ لیبل ہے عطر گلاب کا۔ یہ لیبل ہے عطر کیوڑہ کا۔ اگر اس لیبل پر بھروسہ ہو تو لیکر جاؤ ورنہ رکھ کر چلا جاؤ۔ ہم تو لیبل لگا ہوا پیش کر رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ بنانے والے اور ہیں اور بیچنے والے اور ہیں۔ تو سنو ! قرآن وسُنّت سے مسائل استخراج کرنے والے اور ہیں اور مسائل کو سمجھانے والے اور ہیں۔ پس تو دیکھو یہ مسائل حنفی فیکڑی میں تیار ہوتے ہیں اور کچھ مسائل شافعی فیکڑی میں تیار ہوتے ہیں اور ایسا ہی مالکی فیکٹری ہے اور حنبلی فیکڑی بھی۔ جہاں سے مسائل استخراج ہوئے ہیں۔ امام اعظم تیار کر رہے ہیں‘ امام شافعی تیار کر رہے ہیں‘ امام احمد بن حنبل تیار کر رہے ہیں‘ امام مالک تیار کر رہے ہیں۔ اور یہ جو تیار کر رہے ہیں تو یہ قرآن وسُنّت ہی کا نچوڑ وعطر لے رہے ہیں اور ارشادِ صحابہ کا نچوڑ وعطر لے رہے ہیں جو قرآن وسُنّت پر اُن کو عبور تھا وہ تو ہرگز اِن کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ وہ قرآن کو بھی خوب سمجھتے تھے اور سُنّت کو بھی خوب سمجھتے تھے اور انھوں نے اسکا نچوڑ نکال کر اپنی فقہ بنائی اور ہمارا کام کیا رہ گیا۔ وہ یہ کہ آپ پوچھو کہ فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے یہ کیا مسئلہ ہے تو ہم حنفی لیبل لگا ہوا لاکر پیش کر دیں گے اور ایسا ہی شافعی لیبل لگا ہوا اور مالکی لیبل لگا ہوا‘ اور حنبلی لیبل لگا ہوا ہے۔ لیبل کا پیش کرنا علماء کا کام ہے اور مال کا تیار کرنا مجتہدین کا کام ہے۔ دلائل کا دیکھنا مجتہدین کا کام ہے اور جو کام مجتہدین کا ہے یہ مجھ سے چاہتا ہے۔ ہم تو لیبل لگا ہوا ہی پیش کر دیں گے‘ ماننا ہو تو مانو۔ اگر جھگڑے کرنا ہو تو وہاں جا کر جھگڑا کرو۔ کہاں سے آپ نے نکال دیا تو امام اعظم کہیں گے ارے نادان قرآن وسُنّت اگر میں نہ سمجھا تو کیا تو سمجھ گیا۔

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

صحابہ کرام اور تقلید

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نہ ہی حنفی تھے‘ نہ شافعی تھے‘ نہ مالکی تھے اور نہ ہی حنبلی تھے۔ لہذا ہم کیوں چار اماموں میں سے کسی کی تقلید کریں؟

اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ کیا صحابہ کرام نے بخاری شریف پڑھی ہے؟ کیا مسلم شریف پڑھی ہے؟ کیا ترمذی شریف پڑھی ہے؟ کیا حدیث کی دیگر کتابیں نسائی‘ ابن ماجہ‘ ابوداؤد...... پڑھی ہیں؟ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ کتابیں نہیں پڑھی ہیں تو پھر اہلحدیث (غیر مقلدین) ان کتابوں کا اتباع کیوں کرتے ہیں؟

تحقیقی جواب :

(☆) حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام تمام مسلمانوں کے امام و پیشوا ہیں کہ ائمہ دین امام ابوحنیفہ‘ امام شافعی‘ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اُن کی پیروی کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جن کی پیروی کروگے ہدایت پالوگے۔ **علیکم بسنی وسنۃ الخلفاء الراشدین** (مشکوٰۃ) تم لازم پکڑو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سُنّت کو۔

صحابہ کرام تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے جن میں سیدنا ابوبکر صدیق‘ سیدنا عمر فاروق‘ سیدنا عثمان غنی‘ سیدنا علی مرتضیٰ‘ سیدنا عبداللہ بن مسعود‘ سیدنا ابوموسیٰ اشعری‘ سیدنا معاذ بن جبل‘ سیدنا ابی بن کعب‘ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ مجتہد تھے باقی سب اُن کے مقلد۔

حجت و دلیل کے بغیر کسی کی بات مان لینے کو تقلید کہتے ہیں لہذا وہ صحابہ کرام جو کسی دور کے قبیلہ میں رہتے تھے اُن کی تعلیم کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کسی عالم صحابی کو اُن کے یہاں بھیجتے تھے تو وہ لوگ بلا حجت و دلیل اور حکم شرع کی حقیقت دریافت کئے بغیر اس عالم صحابی کی بات مانتے تھے۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ جو صحابہؓ حضور ﷺ کی بارگاہ میں زیادہ حاضری نہیں دے سکتے تھے وہ واقف کار صحابہ سے پوچھ کر اُن کی پیروی کیا کرتے تھے اور جو حضور ﷺ کی خدمت میں بآسانی حاضر ہو سکتے تھے وہ ہر مسئلے میں آپ ہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے لیکن جب حضور ﷺ کا وصال ہو گیا تو سارے صحابہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے مجتہد صحابہ کی طرف رجوع کیا اور اُن کی تقلید کی۔ اس طرح ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ مقلد ہو گئے۔

(☆) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے زمانے کے فقیہ صحابہ کرام کی تقلید کرتے تھے اس سلسلے میں کتاب الحج میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ روایت پر توجہ دیجئے ! الفاظ روایت ہیں: **ان اهل المدينة سالوا ابن عباس عن امرة طافت ثم حاضت قال لهم تسفر قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زيد** اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس خاتون کے بارے میں دریافت کیا جو طوافِ زیارت کے بعد حائضہ ہو گئی (اس کے طواف وداع کا کیا حکم ہے؟ لازم یا معاف؟) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ وہ (بلا طواف وداع) جا سکتی ہے۔ اہل مدینہ نے کہا ہم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آپ کے قول کو اختیار نہیں کریں گے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے مشہور فقیہ صحابی تھے۔ اہل مدینہ اکثر انہی کی تقلید کرتے تھے۔ اسی ایک مثال سے یہ امر واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام بھی عملاً تقلید ہی کرتے تھے اور الحمدللہ ہم بھی تقلید کے قائل ہیں۔ ائمہ فقہ نے

صحابہ کرام ہی کے مسلک کو اختیار کیا ہے مثلاً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باجماعت نماز کی سُنّت قائم فرمائی۔ بیس (۲۰) رکعت تراویح پورے ماہ رمضان میں باجماعت ادا کرنا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سُنّت ہے۔ اہلحدیث غیر مقلدین اس کے برخلاف تہجد کی آٹھ رکعت کو عدم تفقہ کی بناء پر تراویح سمجھ بیٹھے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود تمام صحابہ کرام نے اس عمل کو قبول کیا۔ چودہ سو سال سے پوری اُمت بیس رکعت سُنّت مسلسل ادا کر رہی ہے۔ خود حرمین شریفین میں بھی شروع سے آج تک بیس رکعت ادا کرنے کا دوامی عمل جاری ہے۔ اب بتلائیے کہ صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر کون چل رہا ہے؟ مقلدین (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) یا اہلحدیث (غیر مقلدین)؟

کچھ لوگ بیس رکعت تراویح ادا کرنے سے بچنے ہی کی خاطر اہلحدیث غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور آٹھ رکعت نماز ادا کرنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔

حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ائمہ اور مقلدین درحقیقت سب صحابہ کرام ہی کے راستہ پر چلتے ہوئے اُن کی پیروی کرتے ہیں اور قرآن وحدیث سے نکالے ہوئے مسائل میں اُن کی تقلید کرتے ہیں کہ اصل مذہب صحابہ ہی کا ہے۔ ان کی اصل حدیث ہے اور حدیث کی اصل قرآن ہے اس طرح ائمہ اربعہ کی تقلید درحقیقت صحابہ کرام ہی کی پیروی ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک سے جاری ہے۔

تقلید اور نام نہاد اہلحدیث : بزرگوں پر اعتماد کرنا ہی اصل شریعت ہے۔ اپنے اسلاف پر اعتماد کرنا اور اُن کے ساتھ حُسن ظن کا معاملہ رکھنا وہ دولت ہے جس کے صدقہ میں آج دین اپنی صحیح شکل میں ہمارے ہاتھوں میں محفوظ ہے اسی بات کو حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عقد الجید میں بیان فرمایا ہے:

ان الامة اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف فى معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا فى ذٰلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا فى كل طبقة اعتمدوا العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذٰلك لان الشريعة لايعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لايستقيم الا بان يأخذ كل طبقة عمن قبلها بالاتصال (عقدالجید/٣٦)

معرفت شریعت میں تمام اُمت نے بالاتفاق سلف گذشتہ پر اعتماد کیا ہے چنانچہ تابعین نے صحابہ کرام اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا۔ اسی طرح بعد والے علماء اپنے متقدمین پر اعتماد کرتے آئے۔ اور عقل سلیم بھی اس کو اچھا سمجھتی ہے کیونکہ شریعت بغیر نقل اور استنباط کے معلوم نہیں ہوسکتی اور نقل اسی وقت صحیح ہوگی جب بعد والے پہلوں سے اتصال کے ساتھ لیتے چلے آئیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمام شریعت کی جڑ ہی گذشتہ بڑوں پر اعتماد واعتبار رہے تو اب تقلید کا معنیٰ سمجھنا آسان ہوگیا۔

تقلید کا مطلب ہے کہ اکابر اُمت میں سے وہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خصوصی سمجھ عطا فرمائی ہے اور کتاب وسُنّت کے علوم کے وہ ماہر اور اس میں گہری نگاہ رکھنے والے ہیں اُن پر اعتماد کیا جائے اور دین کے سلسلہ میں اُن کی رہنمائی کو قبول کیا جائے' گویا تقلید میں پہلی چیز اسلافِ اُمت پر اعتماد ہے۔ اب ظاہر بات ہے کہ عدم تقلید کا مفہوم اس کے برعکس ہوگا۔ یعنی عدم تقلید کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اسلافِ اُمت پر اعتماد نہ ہو' یعنی مقلد وہ ہوا جو دین وشریعت کے بارے میں صحابہ کرام' ائمہ مجتہدین' محدثین کرام' اولیاء اللہ اور دیگر اسلاف اُمت پر اعتماد کرتا ہو' اور غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو دین وشریعت کے معاملہ میں صحابہ کرام' ائمہ دین اور دیگر اسلافِ اُمت کو ناقابلِ اعتماد قرار دیتا ہو۔

جب عدم تقلید کا خاصہ اور اس کی بنیاد یہی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ غیر مقلدین کا قلم آزاد ہو گیا۔ اسلافِ اُمت پر اُن کا نقد حدود سے تجاوز کر گیا، ائمہ دین اور فقہائے اُمت اور اولیاء اللہ کی ذات کو مجروح کرتے کرتے صحابہ کرام کی قدسی جماعت بھی اُن کی زد پر آ گئی۔

جن صحابہ کرام کی محبت کو ایمان کا تقاضا حدیث میں قرار دیا گیا اور اُن کی عداوت و دشمنی کو اللہ اور اس کے رسول کی عداوت و دشمنی قرار دیا گیا، اُن صحابہ کرام پر نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین نے نقد و جرح کی باڑھیں تان دیں اور انھوں نے صحابہ کرام کو عام اُمتی کی صف میں کھڑا کر دیا اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ صحابہ کرام کا نہ قول حجت، نہ فعل حجت، نہ فہم حجت، نہ رائے حجت۔ حتیٰ کہ خلفائے راشدین کی جاری کردہ سُنّت کو بھی جس کو لازم پکڑنے کا حدیث شریف میں حکم تھا انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ اُن کے بارے میں انکا نقد و جرح اتنا بڑھ گیا کہ صحابہ کرام کو حتیٰ کہ خلفائے راشدین تک کو حرام و معصیت اور بدعت کا مرتکب قرار دیا۔ صحابہ کرام کے بارے میں شیعوں اور نام نہاد اہلحدیث کے نظریات بہت حد تک یکساں ہیں۔

اہلحدیث (غیر مقلدین۔ گستاخانِ ائمہ) چاروں اماموں کی تقلید سے انکار کرتے ہیں اُسے گمراہی قرار دیتے ہیں اور اُن میں سے چند تو وہ ہیں جو تقلید کو شرک و کفر ٹھہراتے ہیں حالانکہ اہلحدیث سب کے سب اپنے مولویوں کی تقلید ضرور کرتے ہیں سارے اہلحدیث قرآن و حدیث سے مسئلہ نکالنے کی قدرت نہیں رکھتے تو وہ اپنے مولویوں کی طرف رجوع کرتے ہیں پھر وہ اپنے قیاس سے مسئلہ بتاتے ہیں اس پر وہ عمل کرتے ہیں اس طرح وہ اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں۔ اہلحدیث حجت و دلیل کے بغیر اپنے مولویوں کی بات مانتے ہیں جب کہ اُن کے نزدیک مفہوم تقلید تو یہی ہے کہ کسی کی بات

ماننا ۔ اہلحدیث غیر مقلد مولوی بلا حجت و دلیل اپنے بڑوں کی باتیں مانتے ہیں اس طرح وہ ابن تیمیہ' ابن قیم' قاضی شوکانی اور ابن عبدالوہاب نجدی کی تقلید کرتے ہیں ۔ اہلحدیث غیر مقلدین' امام اعظم ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کی تقلید سے تو انکار کرتے ہیں مگر ابن تیمیہ' ابن قیم' قاضی شوکانی' ابن عبدالوہاب نجدی ...... جو ائمہ اربعہ سے بہت متاخر یعنی بہت پیچھے اور بعد میں پیدا ہوئے) ہیں اُن کی تقلید کرتے ہیں ۔ فقیہ اعظم صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

' غیر مقلدوں نے تمام مسلمانوں سے الگ ایک راہ نکالی کہ تقلید کو حرام و بدعت کہتے اور ائمہ دین کو سَبّ و شتم (گالیوں) سے یاد کرتے ہیں مگر حقیقت میں تقلید سے خالی نہیں ۔ ائمہ دین کی تقلید تو نہیں کرتے مگر شیطان لعین کے ضرور مقلد ہیں ۔ یہ لوگ قیاس کے منکر ہیں اور قیاس کا مطلقاً انکار کفر ہے ۔ یہ تقلید کے منکر ہیں اور تقلید کا مطلقاً انکار کفر ہے ۔ مطلق تقلید فرض ہے اور تقلیدِ شخصی واجب ہے' (بہار شریعت حصہ اول)

نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں :

' تقلید میں غیر اللہ کو اپنا حَکَمْ (حاکم) بنانا ہے اور یہ شرک ہے لہذا تقلید شخصی شرک ہے ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ نہیں ہے حکم مگر اللہ کا' (عامہ کتب اہلحدیث)

نام نہاد اہلحدیث تقلید کو شرک کہتے ہیں یعنی سارے مقلدین' مشرک ہیں ۔ (معاذ اللہ)

مسلم و بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی :

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ ایمان
ان الانسان ليأرُز الى المدينة كما مدینہ منورہ کی طرف ایسا سمٹ آئے گا
تأرُز الحية الى حجرها ۔ جیسے سانپ اپنے سوراخ کی طرف۔
(مشکوٰۃ باب الاعتصام)

معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ ہمیشہ سے اسلام کا مرکز ہے اور رہے گا۔ وہاں ان شآء اللہ کبھی شرک نہ ہوگا۔ الحمد للہ کہ سارے حجاز خصوصاً مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ میں سارے مسلمان مقلد تھے اور مقلد ہیں' وہاں غیر مقلد ایک بھی نہیں۔ سب اپنے کو حنبلی و شافعی کہتے ہیں۔ اگر تقلید شرک ہوتی تو حرمین طیبین اس سے پاک و صاف رہتے۔

اگر غیر خُدا کو حاکم۔ جج۔ قاضی۔ پنچ بنانا شرک ہے تو حدیث ماننا بھی شرک ہوا' نیز سارے محدثین و مفسرین مشرک ہوگئے (معاذ اللہ) کیونکہ ترمذی' ابو داؤد و مسلم وغیرہ حضرات تو مقلد ہیں اور امام بخاری وغیرہ مقلدوں کے شاگرد۔ دیکھو عینی شرح بخاری۔

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک بخاری مسلم وابن ماجہ امام اعظم ابوحنیفہ
کہ جتنے فقہا محدثین ہیں تمہارے خرمن سے خوشہ چیں ہیں ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ امام اعظم ابوحنیفہ

اگر تقلید کرنا شرک ہوتا ہو سارے کے سارے محدث (معاذ اللہ) مشرک ہوتے اور اگر محدثین کرام مشرک ہوتے (معاذ اللہ) تو حدیثوں کا کیا بنتا؟ اور آج جو تم <u>اہل حدیث</u> کہلاتے ہو وہ کیسے درست ہوتا؟

جس روایت میں ایک فاسق راوی آجائے وہ روایت ضعیف یا موضوع ہے۔ تو جس روایت میں کوئی مقلد آجائے تو مشرک آگیا (معاذ اللہ)۔ لہذا وہ بھی باطل۔ پھر ترمذی وابوداؤد تو خود مقلد ہیں' مشرک ہوئے (معاذ اللہ)۔ اُن کی روایات ختم ہوئیں۔ بخاری وغیرہ پہلے ہی ختم ہوچکی کہ وہ مشرکوں کے شاگرد ہیں (معاذ اللہ)۔ اب حدیث کہاں

سے لائے؟ قرآن پاک فرماتا ہے ﴿وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها﴾ اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حَکَمْ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک حَکَمْ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حَکَمْ بنایا۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی حکم خُدائے پاک ہی کا ہے اور جو اس کے سواء کے احکام ہیں علماء' فقہاء اور مشائخ کے اسی طرح احکام حدیث' یہ تمام بالواسطہ خدائے تعالیٰ ہی کے حکم ہیں۔ اگر یہ معنی ہوں کہ کسی کا حکم سوائے خدا کے ماننا شرک ہے تو آج تمام دُنیا' قاضیوں اور ججس کا فیصلہ عدالتوں کے مقدمات میں مانتی ہے۔ سب ہی مشرک ہو گئے؟ (جآء الحق مصنفہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ)

خوارج' تحکیم (کسی فرد کو حَکَمْ یا ثالث یا امام مقرر کرنے) کو کفر قرار دیتے ہیں' اسی لئے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کرنے لگے تھے کہ آپ اپنے کفر کا اقرار کر کے توبہ کا اعلان کریں۔ خوارج نے ﴿اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا اللّٰه﴾ کو اپنا شعار بنایا اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کافر کہہ دیا۔ نام نہاد اہلحدیث اصلاً خارجی ہیں اسی لئے یہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے آج تک تمام مسلمانوں کو کافر کہہ دیتے ہیں۔

برصغیر (ہندوستان' پاکستان' بنگلہ دیش اور افغانستان) میں نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) 'تقلید اور اہل تقلید' کے ساتھ بغض وعناد کے خاص وصف میں سب سے ممتاز ہیں۔ اُن کی ساری کوشش اور تگ و دو صرف اسی میدان میں محصور رہتی ہے اُن کا منظورِ نظر ہونے کے لئے بس تقلید کا منکر ہونا کافی ہے۔ جو مقلدین کی مذمت اور اُن کے ائمہ کی شان میں گستاخیاں کرے وہ اُن کا دوست اور قریب ترین عزیز ہے۔

جو شخص تقلید وار بابِ تقلید پر نقد کرے بس وہی اُن کے یہاں ناشرِ توحید وداعی

سلفیت ہے یعنی جماعت اہلحدیث (غیر مقلدین) کی اصطلاح میں ناشرِ توحید اور داعی سلفیت (پکّا مسلمان اور موحّد) وہی ہے جو تقلید اور مقلدین (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کی مذمت کرتا رہے۔ اس کے علاوہ ہر جرم اُن کے یہاں حلال، ہر خبیث پاکیزہ، ہر گمراہی ہدایت ...... اگر اسی کا نام توحید وسلفیت ہے تو خدا کی پناہ اور اس پر خدا کی ہزار لعنت۔

اہل قرآن اور اہل حدیث : نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین یہ پروپکنڈہ کرتے ہیں کہ اللہ و رسول کو چھوڑ کر غیر معصوم اماموں کی تقلید کرنا حرام ہے اور قیاس ایک شیطانی فعل ہے وہ کوئی حجت نہیں ہے حالانکہ قیاس (اجتہاد) ایک ضروری امر ہے قرآن وحدیث سے اس کا مطلوب ہونا ثابت ہے اور شیطانی قیاس وہ ہے جو کسی نص کی طرف منسوب نہ ہو، محض ایجاد بندہ ہو۔ تقلید کے لئے معصوم ہونے (عصمت) کی قید شیعوں کے علاوہ کوئی نہیں لگاتا۔ جو بات نام نہاد اہلحدیث اماموں کے تعلق سے کہتے ہیں وہی بات فرقہ اہل قرآن احادیث اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہتا ہے کہ قرآن کو چھوڑ کر احادیث رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا، غیر اللہ کو رب بنا لینا ہے۔ پس یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر فرقہ اہلِ قرآن کی یہ بات غلط ہے اور یقیناً غلط ہے، کیونکہ اللہ کا رسول جو کچھ کہتا ہے وہ اللہ کی طرف سے کہتا ہے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا، اس لئے یہ رسول کو رب بنانا نہیں ہے۔ پس نام نہاد اہلحدیث کی یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین بھی جو کچھ کہتے ہیں قرآن وحدیث سے مستنبط کر کے کہتے ہیں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے۔ پھر اُن کی بات ماننا، اُن کو رب بنانا کیسے ہوا؟

فرقہ اہل قرآن کہتا ہے کہ حجت شرعیہ بس قرآن کریم ہے کیونکہ وہ ﴿**تبیانا لکل شیئ**﴾ (دین کی تمام باتوں کی خوب وضاحت کرنے والا) ہے اس لئے قرآن کے علاوہ کسی چیز کی حاجت نہیں۔ یہ فرقہ، حدیث شریف کی تاریخی حیثیت کا انکار نہیں کرتا، اس کی حجیت کا انکار کرتا ہے۔ یہ فرقہ احادیث شریفہ کو بزرگوں کے ملفوظات کا درجہ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احادیث سے نصیحت پذیری کا تو کام لیا جاسکتا ہے مگر اس کو قانون اسلامی کا ماخذ نہیں بنایا جاسکتا۔

یہ فرقہ اپنا نام اگر چہ ’اہل قرآن‘ رکھتا ہے مگر یہ نام وجہ امتیاز نہیں بن سکتا۔ کیونکہ قرآن کریم کو تو سب ہی مسلمان حجت مانتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ ’منکرین حدیث‘ ہیں اور یہی نام اُن کے لئے موزوں ہے۔

اور فرقہ اہلحدیث کہتا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ احادیث شریفہ بھی حجت شرعیہ ہیں اور بس احادیث کے علاوہ کوئی چیز حجت نہیں‘ یعنی اجماع اُمت حجت نہیں‘ اگر چہ وہ صحابہ کرام کا اجماع ہو۔ اسی طرح قیاس بھی حجت نہیں‘ اسی طرح صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار بھی حجت شرعیہ نہیں ہیں۔

یہ فرقہ اپنے آپ کو ’اہل حدیث‘ کہتا ہے مگر حقیقت میں یہ نام بھی وجہ امیتاز نہیں بن سکتا کیونکہ سب ہی مسلمان احادیث شریفہ کو حجت مانتے ہیں‘ پھر یہی فرقہ ’اہل حدیث‘ کیوں کہلائے ؟

اہلحدیث کے قیاس پر مبنی فتوے : نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین۔ گستاخانِ ائمہ۔ منکرین فقہ) کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں' قیاس' کو نہیں مانتے۔ لیکن جب ان کے مولویوں سے فتوے طلب کیئے جاتے ہیں تو وہ اپنے فتوؤں میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث شریف کو پیش نہیں کرتے بلکہ ابن تیمیہ' ابن قیم' ابن جوزی' قاضی شوکانی' ابن عبدالوہاب نجدی' عبدالعزیز بن باز' محمد بن صالح العثیمین' محمد بن صالح المنجد' ناصرالدین البانی ...... کے اقوال اور اُن کے قیاس سے جائز اور ناجائز کے فتوے جاری کرتے ہیں' لہذا کھلم کھلا ثابت ہوگیا کہ وہ غیر مقلد جو قیاس کی مخالفت کرتے ہیں اور اسی سبب سے چاروں اماموں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اُن کی تقلید کو حرام و گمراہی قرار دیتے ہیں وہی غیر مقلد مولوی خود قیاس کرتے ہیں اور اپنے قیاس پر لوگوں کو عمل کراتے ہیں اور اُن کے عوام چاروں اماموں کو چھوڑ کر اُن کی تقلید کرتے ہیں۔ چار اماموں کی تقلید چھوڑنے کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اہلحدیث غیر مقلدین چالیس مولویوں کی تقلید کرتے پھرتے ہیں۔ پیٹ سے نیچے کسی کی بھی ڈاڑھی نظر آتی ہے تو اُس کی تقلید شروع کر دیتے ہیں۔ یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی جو امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ ائمہ کا دامن جو نہ تھامے وہ قیامت تک کوئی اختلافی مسئلہ حدیث سے ثابت نہیں کرسکتا۔ جسے دعویٰ ہو ثابت کردے کہ کتا کھانا حلال ہے یا حرام؟ کونسی حدیث میں آیا ہے کہ کتّا کھانا حرام ہے؟ قرآن کی آیت نے تو کھانے کی صرف چار چیزوں کو حرام فرمایا ہے: مردار' رگوں کا خون' خنزیر (سور) کا گوشت اور وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔ کتّا درکنار۔ سور کی چربی' گردے اور اوجھڑی کہاں سے حرام ہوگئی؟ کسی حدیث میں ان کی تحریم نہیں اور آیت میں لحم فرمایا ہے جو ان کو شامل نہیں۔ (فتویٰ رضویہ جلد نہم)

چار مذہب کیوں ؟

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) اعتراض کرتے ہیں کہ امام چار ہی کیوں ہوئے؟ اگر پانچ امام ہوتے تو وہ پوچھتے کہ پانچ ہی کیوں ہوئے؟ تین ہوتے تو وہ پوچھتے کہ تین ہی کیوں؟

نام نہاد اہلحدیث بیباک' بے لگام' بے ٹوک اور بے امام ہوتے ہیں اُن کی زبان کی زَد سے ائمہ تو درکنار بہت سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محفوظ نہیں ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دین اور مذہب کسے کہتے ہیں؟ دین اور مذہب میں فرق کیا ہے؟ واضح رہے کہ ہمارا دین اسلام ہے اور مذہب حنفی ہے۔ دین مجموعہ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعہ فروع کا۔ اور ہر فروع کے لئے اصول ضروری ہیں۔ دِین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلہ کے ہے اور مذہب مثل شہروں اور چھوٹے قبیلوں کے۔ اطلاقات روزمرہ میں اپنے کو شہر اور چھوٹے قبیلہ کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں (مبارکپوری' لکھنوی' حیدرآبادی......) البتہ جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے اس وقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتلاتے ہیں (ہندوستانی ......صدیقی' فاروقی' انصاری)۔ اسی طرح اطلاقات روزمرہ میں اگر کوئی اپنے کو حنفی یا شافعی بتلائے اور جب دِین سے سوال ہو اُس وقت مسلمان کہے۔ اپنے آپ کو حنفی یا شافعی (قادری یا چشتی' حیدرآبادی یا لکھنوی) کہنے سے شرک لازم نہیں آتا۔ یہ نسبتیں تو اصطلاحات اور خاص حالات کی تعبیر کی سہولت کے لئے ہیں لہذا حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' قادری' چشتی' نقشبندی' سہروردی کہنا بھی جائز ہے۔

دراصل فقہائے کرام تو بہت سے حضرات تھے لیکن تمام مسائل پر مفصل بحث ان چار مسلکوں میں ہی ہوئی اور کتاب الطہارت سے لے کر کتاب الفرائض تک تمام

مسائل مرتب و مدون ہو کر اُمت کے سامنے آئے‘ بیشمار کتابیں تصنیف کی گئیں‘ اس تفصیل سے دوسرے مجتہدین کے مسائل مرتب نہ ہو سکے‘ اس لئے اُن کے مسالک مروج نہ ہو سکے۔ چار مسالک کیوں بنے‘ اس کی مصلحت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن چار کے عدد کی دین میں کچھ خصوصیت رہی ہے مثلاً انبیاء ورُسل علیہم السلام کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار تشریف لائے لیکن اُن میں جلیل القدر جن کے پیرو کثیر تعداد میں ہوئے چار ہیں :

(۱) سید الانس والجن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

(۲) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

(۳) حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام

(۴) حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام۔

آسمانی کتابیں کئی نازل ہوئیں‘ ان میں شہرت چار ہی کو ملی۔

(۱) قرآن مجید (۲) تورات (۳) زبور (۴) انجیل۔

ملائکہ لاتعداد ہیں مگر شہرت یافتہ چار ہیں:

(۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام

(۲) حضرت میکائیل علیہ السلام

(۳) حضرت عزرائیل علیہ السلام

(۴) حضرت اسرافیل علیہ السلام

صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی لیکن امتیازی شان چار ہی کو نصیب ہوئی:

(۱) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۳) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ (۴) سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سورۂ بقرۃ/ ۲۲۶ کا ترجمہ ہے 'اُن کے لئے جو قسم کھا جائیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کے بارے میں' مہلت ہے چار مہینہ کی۔ پس اگر انھوں نے رجوع کر لیا تو بیشک اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔ (معارف القرآن' حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ)

سورۂ حٰمٓ سجدہ/ ۱۰ کا ترجمہ ہے 'اور اس نے اس زمین میں اس پر پہاڑ گاڑ دیئے اور اس میں برکتیں رکھیں اور اس میں اس کے غذائی ذخیرے سب ضرورت مندوں کے لئے یکساں چار روز میں کر دیئے'

سورۂ توبہ/ ۳۶ کا ترجمہ ہے 'بے شک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں کتاب الٰہی میں جس دن سے پیدا فرمایا تھا آسمانوں کو اور زمین کو ان میں سے چار (مہینے) محترم (قابلِ احترام) ہیں' (معارف القرآن' حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو موت کے بعد زندگی کا ثبوت چار پرندوں کے ذریعے دکھایا گیا۔

سورۂ بقرہ/ ۲۶۰ کا ترجمہ ہے' نکاح کے لئے زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کی اجازت دی گئی'

غرض چار کے عدد کی دین میں اہمیت بہت ہے ممکن ہے چار امام' اللہ تعالٰی کی ایسی ہی کسی حکمت کا مظہر ہوں' اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی اپنی کتاب 'جآء الحق' میں فرماتے ہیں :

چار رُسل چار فرشتے چار کتب ہیں دین چار ۔۔۔ سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے' چار میں
آتش و آب و خاک و باد سب کا انہی سے ہے ثبات ۔۔۔ چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

چار کا عدد تو خدا کو بڑا ہی پیارا ہے۔ کتابیں بھی چار بھیجیں اور دین بھی چار ہی بنائے' انسان کا خمیر بھی چار ہی چیزوں سے کیا ...... خانہ کعبہ کے اِردگرد چاروں طرف نماز

ہوتی ہے مگر رُخ سب کا کعبہ ہی ہوتا ہے۔ ایسے ہی حضور نبی کریم ﷺ تو کعبۂ ایمان ہیں۔ چاروں مذہبوں نے چاروں راستے گھیر لئے۔ وہاں کسی راستہ سے پہونچیں۔

چار ائمہ کی تقلید: شروع دور میں اگرچہ بہت سے مجتہدین اُمت میں گذرے ہیں' لیکن اُن سب کی الگ الگ باقاعدہ اس انداز میں فقہ کی تدوین نہیں ہوسکی کہ اُن کی تقلید کرنے والا' دوسروں سے بے نیاز ہوجائے۔ ہمیں آج ان مذاہب کی شرائط وقیود کا پورا علم نہیں ہے اور وہ مذاہب ہم تک تواتر کے طریقہ پر نہیں پہنچے۔ اگر وہ اس طریقہ پر ہم تک پہنچتے تو ہمارے لئے اُن کی تقلید کرنا جائز ہوتا' مگر ایسا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فخر وامتیاز حضرات ائمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) کو عطا فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے مذہب کی جزئیات اور اصول اس انداز میں مدون ہوئے کہ جو شخص دین کے جس مسئلہ میں رہنمائی چاہے' اس کو ہر مذہب میں رہنمائی مل سکتی ہے چنانچہ جب غیر مجتہدین کے لئے تقلید شخصی کا سوال سامنے آیا تو تجربہ اور تحقیق سے اُمت اس امر پر متفق ہوئی کہ جامعیت اور تدوین کے اعتبار سے حضرات ائمہ اربعہ کے مذاہب سے زیادہ کوئی مسلک اس ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا' اس لئے چوتھی صدی میں اس بات پر اجماع ہوگیا کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید شخصی باضابطہ نہیں کی جائے گی۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

ان هذا المذاهب الاربعة المدوّنة المحررة قد اجتمعت الامّة او من يعتد منها على جواز تقليدها الى يومنا هٰذا۔ وفى ذالك من المصالح مالا يخفى لاسيما فى هذه الايام التى قصرت فيها الهمم جدا فاشربت النفوس الهوى واعجب كل ذى رأى برأيهٖ۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

یہ چاروں مذاہب جو مدون و مرتب ہیں ان کی تقلید پر آج تک اُمت کے معتبر افراد کا اتفاق چلا آ رہا ہے اور اس میں جو مصالح ہیں وہ مخفی نہیں، خاص کر اس زمانہ میں جب کہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہوگئی ہیں اور خواہشِ نفس لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہوچکی ہے اور اپنی رائے کو ہی اچھا سمجھنے کا دور دورہ ہے۔

اور عقد الجید میں تحریر فرماتے ہیں:

ولما اندرست المذاهب الحقه الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعاً للسود الاعظم والخروج عنها خروجاً من السواد الاعظم۔ (عقد الجید)

اور جب ان چار مذاہب کے علاوہ سب ہی مذاہبِ حقہ کالعدم ہوگئے تو اب انہی کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع کہلائے گا اور ان چار مذہبوں سے خروج سوادِ اعظم کے مذہب سے خروج کہلائے گا۔

اور درحقیقت اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یہ اللہ رب العزت کا بڑا فضل وانعام ہے کہ اس نے مذاہب اربعہ کی شکل میں ہمارے لئے عمل کی ایسی راہیں متعین کردی ہیں جو ہر قسم کے خرخشہ سے پاک اور دلجمعی اور سکونِ قلبی کے ساتھ ہر طرح کے احکامات بجالانے کا سرچشمہ ہیں۔ ملا جیون علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

والانصاف ان انحصار المذاهب فى الاربعة واتباعهم فضل الٰهى وقبولية عندالله لامجال فيه للتوجيهات والادلة۔ (تفسیرات احمدیہ)

اور انصاف کی بات یہ ہے کہ مذاہب اربعہ پر انحصار اللہ کا عظیم فضل ہے اور عنداللہ ان کے مقبول ہونے کی ایسی نشانی ہے جس میں توجیہات اور دلائل کی چنداں حاجت نہیں۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں: **ان الاجماع العقد على عدم العمل بمذهب مخالف الابعة الانضباط مذاهبهم وانتشارها وكثرة اتباعهم** (الاشباہ) ائمہ اربعہ

کے خلاف رائے اپنانے کے ممنوع ہونے پر اجماع منعقد ہے اس لئے ان چاروں کے مذاہب ہی مدون ہیں اورعوام وخواص میں مشہور ہیں اوران کے پیروکاروں کی کثرت ہے۔

لہذا اقضاء وافتاء میں مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی امام کی پیروی ممنوع قراردی جائے گی اس لئے کہ مذاہب اربعہ مشہور ومعروف ہوچکے ہیں حتٰی کہ ان کے مطلق احکامات کی قیدیں' اورعام اُمور کی تخصیص وغیرہ کا علم ہوگیا ہے۔ان کے برخلاف دیگر مذہبوں کی اس طرح وضاحت نہیں ہوسکی کیونکہ ان کے پیروکارنا پید ہوچکے ہیں۔

مذاہب اربعہ پرعمل کا انحصارایک اجماعی مسئلہ ہے اوردین کی صحیح شکل وصورت میں حفاظت کا بڑاا اہم وسیلہ ہے۔

ایک ہی امام کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین ۔گستاخانِ ائمہ۔منکرین فقہ) یہ بات بھی بڑے زوروشور سے اُٹھاتے ہیں کہ اگر چاروں مذاہب برحق ہیں تو پھرایک ہی امام کی تقلید کو ضروری کیوں خیال کیا جاتا ہے؟ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جس مسئلہ میں چاہیں حسبِ سہولت دوسرے کے مسلک پرعمل کرلیں تو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ گوکہ کسی متعین عالم کی تقلید فرض عین کے درجہ کی چیز نہیں ہے لیکن عوام کی سہولت پسندی' بے احتیاطی' بددیانتی اورافتراق وانتشار کودیکھتے ہوئے صدیوں سے اُمت کا اس پرعملاً اتفاق رہا ہے کہ ایک عامی شخص (جس میں وہ علماء بھی شامل ہیں جن میں اجتہاد کی مطلوبہ صلاحیت نہیں ہے) کے لئے صرف ایک ہی امام کی تقلید لازم اورواجب ہے کیونکہ جب وہ مجتہد نہیں ہے تو وہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ کس کی رائے راجح ہے اورکس کی مرجوح۔ اب جب بھی وہ مسلک سے خروج کرے گا تو یقیناً کسی نہ کسی ذاتی غرض

اورخواہش کی وجہ سے ہوگا۔ اوراتباعِ **ھویٰ** (نفس کی پیروی) شریعت میں قطعاً جائز نہیں ہے۔تو یہ شخصی تقلید، حکم انتظامی اورفرض لغیرہ ہے تاکہ عامۃ المسلمین مذہبی اعتبار سے افتراق وانتشار سے محفوظ رہیں۔ اوراس کی نظیر دورِعثمانی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے قرآن کریم کی سات لغات میں سے صرف لغت قریش کو اختیارکرنے اور بقیہ مصاحف کوختم کرنے کا واقعہ ہے۔ اختلافِ لغات کے سبب باہم نزاع ہواتو باجماع صحابہ قرآن شریف کوایک لغت قریش میں کردیا گیااورسب لغات جبراً موقوف کردیئے گئے کہ جملہ دیگر مصاحف جلادیئے گئے اور جبراً چھین لئے گئے۔ دیکھو یہاں مطلق کومقید کیا مگر بوجہ فسادِ اُمت کے۔

علامہ نووی علیہ الرحمہ نے مذہب معین ہی کی تقلید ضروری ہونے پران الفاظ میں روشنی ڈالی ہے: **ووجهه انه لو جاز اتباع الى مذهب من شاء لافضى الى ان يلتقط رخض المذاهب متبعا هواه ويتخير بين التحليل والتحريم والوجوب والجواز وذالك يؤدى الى اضلال وبقة التكليف بخلاف العصر الاول فانه لم تكن المذاهب الوافيه باحكام مهذبة فعلى هذا يلزمه ان يجتهد فى اختيار مذهب يقلده على التعيين** (شرح المہذب)

اوراس کی وجہ یہ ہے کہ اگرجس مذہب کی چاہے اتباع کی اجازت دے دی جائے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے مذاہب کی رخصتوں کو چبا جائے گا اور حلال وحرام اوروجوب وجواز کے درمیان عمل کا اختیار دیا جائے گا جس کا نتیجہ بالآخر شرعی تکلیف کا چولا اُتار پھینکنے کی صورت میں نمودار ہوگا۔ برخلاف دورِاولیٰ (خیرالقرون) کے کہ اس زمانہ میں وہ مذاہب جن میں مسائل کا حل ہومہذب ومرتب نہیں تھے لہذا اس بنا پر آج مقلد پرلازم ہے کہ وہ ایک متعین مذہب کی اتباع میں اپنی پوری کوشش صرف کردے۔

دورِ حاضر کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ جو شخص بھی کسی امام کی تقلید کا راستہ چھوڑ کر 'ہر جائی' بننے کی کوشش کرتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کی آزادی کھلی گمراہی اور کفر وضلال تک پہنچا دیتی ہے عام طور پر باطل فرقوں کے دام تزویر میں یہی آزادی اور تجدّد پسند لوگ پھنستے ہیں جو اپنے کو کسی ایک عالم کا پابند نہیں سمجھتے بلکہ حق ناحق بس اپنی رائے اور خواہش کی پیروی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس انتشار سے اُمت کے ہر فرد کو محفوظ فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین۔

اذا صح الحدیث فھو مذھبی کا صحیح مطلب

فتنہ پرور اہلحدیث (غیر مقلدین) عوام کو دھوکہ دینے کے لئے سراج الامت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد 'اذا صح الحدیث فھو مذھبی' (جب صحیح حدیث سامنے آجائے تو وہی ہمارا مذہب ہوگا) بڑے زوروشور سے پیش کرتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ :

'امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمہ) نے تو دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے غیر راجح مسئلہ بیان کرنے کے باوجود اپنا دامن یہ کہہ کر بچالیا کہ اگر اس کے مقابلے میں صحیح حدیث آجائے تو وہی میرا مذہب ہوگا' لیکن اُن کے مقلدین اُن کی اس ہدایت کو نظر انداز کرتے ہوئے صحیح احادیث آجانے کے باوجود امام صاحب کے اقوال کو سینے سے لگائے رہتے ہیں' (عامہ کتب اہلحدیث)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے 'جو حدیث صحیح ہو وہی میرا مذہب ہے' چونکہ آپ نے بلا واسطہ صحابہ کرام سے احادیث سُنیں یا تابعین کرام سے' اور ان میں کوئی راوی ضعیف نہیں۔اس لئے آپ تک پہنچنے والی تمام احادیث صحیح ہیں اور آپ کا مذہب صحیح احادیث کے مطابق ہے۔

امام اعظم کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے تو وہ میرا مذہب بنی یعنی ہر مسئلہ اور ہر حدیث میں' میں نے بہت جرح قدح اور تحقیق کی ہے تب اُسے اختیار کیا' چنانچہ حضرت امام اعظم کے یہاں ہر مسئلہ کی بڑی چھان بین ہوتی تھی۔ مجتہد شاگردوں (حضرت امام محمد' حضرت امام ابو یوسف' حضرت امام زفر' حضرت امام ابن مبارک ......رحمہم اللہ تعالیٰ) سے نہایت تحقیقی گفتگو کے بعد اختیار فرمایا جاتا تھا۔

یہ بات دیکھنے میں بڑی خوبصورت معلوم ہوتی ہے اور ایک خالی الذہن آدمی اسے سُن کر بے اختیار مقلدین احناف سے بدگمانی دِل میں بٹھالیتا ہے حالانکہ یہ پوری تقریر محض تلبیس اور حقیقت واقعہ سے قصداً روگردانی پر مبنی ہے اس لئے کہ **اذا صح الحدیث** کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جہاں کہیں بھی صحیح حدیث نظر آجائے بس فوراً اس پر عمل کرلیں اور نہ یہ کسی کا مذہب ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ بہت سی احادیث اگرچہ صحیح ہیں لیکن اُن کے مضامین میں تعارض ہے اس تعارض کو ختم کرنے کے لئے مجتہد کے اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے اور مجتہد ناسخ منسوخ قوت وضعف اور اصول شریعت سے موافقت وغیرہ اُمور پر پورے غور وفکر کے بعد ہی کسی ایک جانب کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیتا ہے۔ ذخیرۂ حدیث کا ادنیٰ سا مطالعہ کرنے والا شخص بھی اس بات کو جانتا ہے کہ بہت سی احادیث صحیح سند سے مروی ہونے کے باوجود منسوخ ہیں یا اجماع اُمت اُن کے ظاہر پر عمل ترک کردیا گیا ہے مثلاً آگ پر پکی ہوئی چیزوں کو کھانے سے وضوٹوٹنے کی روایت صحیح سند سے ثابت ہے لیکن منسوخ ہے اور آج کوئی اس پر عمل نہیں کرتا۔ (ترمذی شریف)

اسی طرح متعہ کی مشروعیت کی روایات بھی صحیح ہونے کے باوجود منسوخ ہیں۔ (بخاری شریف)

امام ترمذی نے کتاب العلل میں لکھا ہے کہ میری کتاب میں دو حدیثوں کو چھوڑ کر ہر حدیث پر اُمت کے کسی نہ کسی طبقہ کا عمل ہے ان میں سے ایک حدیث شرابی کو قتل کرنے کے بارے میں ہے اور دوسری حدیث بلا عذر جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں ہے۔ (کتاب العلل)

اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے

کہ کہیں بھی کوئی حدیث صحیح نظر آ جائے تو فوراً سے مذہب بنا لیا جائے بلکہ لازمی طور پر اس حدیث کا دیگر نصوص و احادیث سے موازنہ و مقابلہ کیا جائے گا پھر جو رائے صحت کے ساتھ سامنے آئے گی صرف اسے ہی قبول کیا جائے گا۔ اور حضرات احناف ایسے مختلف فیہ مسائل میں چونکہ دلیل کے اعتبار سے امام اعظم ابوحنیفہ کی رائے کو راجح سمجھتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں اگر بالفرض کوئی ظاہری حدیث آ رہی ہو تو اس کا صحیح محمل تلاش کرتے ہیں اور دلائل کے تعارض کو ختم کر کے تطبیق کی صورتیں نکالتے ہیں۔ اصولی اعتبار سے علمائے احناف کا یہ عمل نہ تو شریعت کے خلاف ہے اور نہ امام اعظم ابوحنیفہ کی ہدایت کے خلاف ہے۔ نام نہاد اہلحدیث افراد کا اس طرزِ عمل کو کتاب و سُنّت کے خلاف قرار دینا بجائے خود ناواقفیت یا محض شرانگیزی پر مبنی ہے۔

خانقاہ اشرفیہ کے فیض یافتہ حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی فرماتے ہیں:

'بیشک امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ حکم ہے کہ اگر میرا قول کسی حدیث صحیح کے مقابل واقع ہو جائے تو حدیث پر عمل کرنا' میرے مذہب پر عمل کرنا ہے۔ یہ امام اعظم کا انتہائی تقویٰ ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ قیاس مجتہد وہاں ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو' لیکن سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں دُنیا میں ایسا کون محدث ہے جو احادیث کا اس قدر وسیع علم رکھتا ہو کہ تمام احادیث پھر اس کی تمام اسنادوں پر اطلاع رکھتا ہو۔ اور یہ بھی جانتا ہو کہ امام اعظم نے یہ حکم کس حدیث سے لیا ہے؟ ہم لوگوں کی نظر صحاح ستہ سے آگے نہیں ہوتی۔ پھر کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام اعظم کا یہ فرمان کسی حدیث سے ماخوذ نہیں۔

یوں تو حدیث میں بھی آتا ہے کہ **اذا بلغکم منی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فان وافقه فاقبلوه والا فردوه** (مقدمہ تفسیرات احمدیہ) جب تم کو میری کوئی حدیث

پہونچے تو اُس کو کتاب اللہ پر پیش کرو۔ اگر اُس کے موافق ہو تو قبول کرلو ورنہ رد کردو۔ تو اگر کوئی چکڑالوی (منکرین حدیث) کہے کہ بہت حدیث چونکہ خلافِ قرآن ہیں' اس لئے ہم حدیث کو چھوڑتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ میراث تقسیم کرو۔ حدیث میں ہے کہ نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔

جس طرح یہ کلام مردود ہے اسی طرح تمہارا قول بھی رد ہے۔ (جآء الحق)

لطیفہ : 'اذا صح الحدیث فھو مذھبی' جب صحیح حدیث سامنے آجائے تو وہی ہمارا مذہب ہوگا۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کو پیش کرتے ہوئے غیر مقلد جوناگڑھی کہتا ہے کہ 'امام ابوحنیفہ اہل حدیث تھے' (مشکوٰۃ محمدی/۳۴)

کیا صحیح حدیثیں صرف صحاحِ ستہ میں ہیں؟

اہلحدیث یہ بھی پروپگنڈہ کرتے ہیں کہ صحیح حدیثیں صرف صحاحِ ستہ بالخصوص بخاری ومسلم میں ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے مسلک پر اُن کے خلاف کوئی ایسی حدیث پیش کرے جو صحاح ستہ کے علاوہ کسی معتبر کتاب میں ہو تو وہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اس کے قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کردیتے ہیں کہ اس کا ذکر صحاح میں نہیں ہے حالانکہ یہ بات واقعہ کے برخلاف ہے۔ اتنی بات تو درست ہے کہ صحاح کی اکثر احادیث صحیح ہیں مگر یہ بات قطعاً صحیح نہیں کہ تمام صحیح حدیثوں کا انحصار صرف صحیحین یا صحاح پر ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ شرح مسلم میں لکھا ہے کہ جب امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن وارہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے حضرت الامام کی یہ کہہ کر سرزنش کی کہ تمہاری اس کتاب مسلم کو دیکھ کر بدعتیوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ تمام صحیح حدیثیں بس مسلم ہی میں ہیں اور جو حدیث اس کے علاوہ ہو وہ قابل قبول نہیں ہے

تو اس پر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت پیش کرتے ہوئے یہ جواب دیا کہ حضرت والا ! میں نے اس کتاب کو تصنیف کر کے صرف یہ کہا ہے کہ اس کی روایتیں صحیح ہیں۔ میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جس حدیث کی میں نے اس کتاب میں تخریج نہیں کہ وہ مطلقاً ضعیف ہے۔ میرا تو منشاء صرف یہ ہے کہ صحیح احادیث کا ایک مجموعہ میرے پاس اور میرے شاگردوں کے پاس مہیا ہو جائے تا کہ اس پر اعتماد ہو جائے۔ چنانچہ ابن وارہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے عذر کو قبول کیا اور تعریف فرمائی۔ (مقدمہ نووی علی المسلم)

لہذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ تمام صحیح حدیثوں کا انحصار صحیحین یا صحاح پر ہے بلکہ دیگر کتب حدیث میں بھی صحیح اور مستند روایتوں کا معتبر ذخیرہ موجود ہے اور ایسی سب صحیح روایتیں قابل استدلال اور لائق حجت ہیں' اگر کوئی مجتہد ان سے اپنے مذہب پر استدلال کرے گا تو اسے یقیناً قبول کیا جائے گا۔

صحیح حدیث کا دارو مدار صحاح ستہ (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ اور ابو داؤد) پر نہیں ہے۔ صحاح ستہ کو صحیح کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی ساری حدیثیں صحیح ہیں ان کے سوا دوسری کتب کی ساری حدیثیں ضعیف بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ان میں صحیح حدیثیں زیادہ ہیں۔ ہمارا ایمان حضور نبی مکرم احمد مجتبیٰ ﷺ پر ہے نہ کہ محض بخاری ومسلم وغیرہ پر۔ حضور ﷺ کی حدیث جہاں سے ملے ہمارے سر آنکھوں پر ہے۔ بخاری میں ہو یا نہ ہو۔ تعجب ہے غیر مقلدوں پر کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں مگر بخاری ومسلم پر ایسا ایمان رکھتے ہیں اور اُن کی ایسی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ !

نام نہاد اہلحدیث' ائمہ اربعہ کی تقلید کو حرام کہتے ہیں حالانکہ حدیثوں کے امام' امام بخاری' مسلم' ابن ماجہ' صاحب مشکوٰۃ' ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یہ سب کے سب

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دو یا تین ذریعوں سے مقلد ہیں یعنی پیروکار ہیں اور پھر تو یہ سب کے سب اہلحدیث کے فتوے کے مطابق (معاذ اللہ) مشرک ہوئے۔ اب ان کی حدیثیں نقل کرنا کیسا ہے کیونکہ مشرک سے حدیثیں نہیں لے سکتے؟

ضعیف احادیث : ضعیف حدیث، جھوٹی یا گڑھی ہوئی حدیث کو نہیں کہتے جیسا کہ نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین نے عوام کے ذہن نشین کرا دیا ہے بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بناء پر اس حدیث کا درجہ (حدیث صحیح اور حسن سے) کچھ کم رکھا ہے۔

(☆) ضعیف حدیث وہ ہے جس کا کوئی راوی متقی یا قوی الحافظہ نہ ہو، راویان کا تسلسل نہ ہو (درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گیا ہو)، احادیث مشہورہ کے خلاف ہو یعنی جو صفات حدیث صحیح میں معتبر تھیں اُن میں سے کوئی ایک صفت نہ ہو۔

ضعیف حدیث صرف فضائل میں معتبر ہے احکام میں معتبر نہیں، یعنی اس سے حلال وحرام احکام ثابت نہ ہوں گے ہاں اعمال یا کسی شخص کی عظمت وفضیلت ثابت ہوسکتی ہے۔ ماں باپ کے ضعیف ہوجانے سے اُن کی عظمت وفضیلت میں کوئی فرق نہیں آئے گا ہرحال میں اُن کا احترام کیا جائے گا، البتہ اُن کے بزرگ کندھوں پر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔

(☆) ضعیف حدیث دو یا زیادہ سندوں سے روایت کی جائے اگرچہ وہ سب اسنادیں ضعیف ہوں (چند ضعیف روایتوں سے مروی ہوجائے) تو اب وہ ضعیف نہ رہی حَسن بن گئی۔ اس سے احکام وفضائل سب کچھ ثابت ہوسکتے ہیں۔

کمزور تنکے مل کر مضبوط رسّی بن جاتے ہیں تو کمزور اسنادیں متن حدیث کو قوی کیسے نہ کریں گی۔

(☆) اسناد کے ضعف سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں لہذا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث ایک اسناد میں ضعیف ہو دوسری اسناد میں حسن ہو' تیسری میں صحیح۔ اسی لئے امام ترمذی ایک حدیث کے متعلق فرما دیتے ہیں:

هٰذا الحديث حسن صحيح غريب یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی ہے غریب بھی۔

یعنی یہ حدیث چند سندوں سے مروی ہے ایک اسناد سے حسن ہے دوسری سے صحیح تیسرے سے غریب۔

(☆) علمائے کاملین کے عمل سے ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے یعنی اگر حدیث ضعیف پر علمائے دین عمل شروع کردیں تو وہ ضعیف نہ رہے گی حسن ہوجائے گی۔ حدیث' روایت کے لحاظ سے ضعیف تھی مگر علماء اُمت و مجتہدین کے عمل سے قوی ہوگئی۔

(☆) علماء کے تجربہ اور اولیاء کے کشف سے ضعیف حدیث قوی ہوجاتی ہے۔

ضعیف احادیث کا طعنہ :

نام نہاد اہلحدیث کے یہاں ایک عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے احادیث کی صحت وضعف کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے جس حدیث کو چاہا صحیح مان لیا اور جس حدیث کو چاہا ضعیف بنادیا۔ ایک حدیث کو ایک جگہ صحیح کہہ دیا اور اسی کو دوسری جگہ ضعیف قرار دیا۔ جس چیز کو چاہا قاعدۂ کلیہ تسلیم کرلیا اور جس کو چاہا اس قاعدہ سے خارج کردیا' یہی انکارِ حدیث ہے۔ یہ لوگ (غیر مقلدین) اہلحدیث نہیں بلکہ 'منکرینِ حدیث' ہیں۔ قرآن مجید کی کسی بھی آیت کا انکار قرآن مجید کا انکار کہلائے گا' اسی طرح اپنے مزاج وعقیدہ کے خلاف کوئی حدیث شریف دکھائی دے تو ضعیف یا موضوع یا باطل قرار دینا 'احادیث' کا انکار کہلائے گا۔ نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) ایک دو حدیث کے

منکر نہیں ہیں بلکہ ہزار ہا احادیث کو ضعیف' موضوع' من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں لہذا یہی اولین درجہ کے 'منکرین حدیث' ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے مخالف کی ہر حدیث کو ضعیف کہہ دیتے ہیں اور کسی نہ کسی معقول نامعقول حوالہ کی آڑ لیتے ہیں حالانکہ محدثین کے نزدیک جرح مبہم معتبر نہیں۔ اگر جرح وتعدیل میں مقابلہ ہو تو تعدیل مقدم ہے۔ کسی اسناد کے ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں ۔ بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں۔ انھیں صرف ضعیف کا سبق یاد ہے اُن کے اس ضعیف ضعیف کے رٹ لگانے نے آج مسلمانوں میں منکرین حدیث [نام نہاد اہل قرآن (چکڑالوی)] پیدا کر دیئے جو کہنے لگے کہ کسی حدیث کا اعتبار نہیں' سب ضعیف ہی ہیں' صرف قرآن کو مانو۔

مقامِ تعجب ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو غیر مقلدین شرک کہتے ہیں مگر ابن تیمیہ' ابن قیم' قاضی شوکانی' ابن جوزی' ابن عبدالوہاب نجدی' بن باز' ناصر البانی ...... ناقدین حدیث کے ایسے اندھے مقلد ہیں کہ جس حدیث کو وہ ضعیف کہہ دیں اُسے بغیر سوچے سمجھے آنکھیں بند کر کے مان لیتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کی جرأت اتنی بڑھ گئی کہ وہ احادیث کی مشہور چھ کتابیں یعنی صحاح ستہ (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ اور ابوداؤد) کی بھی چھانٹ کر رہے ہیں احادیث کی ان کتابوں سے من مانی انداز میں احادیث کو حذف کرتے جا رہے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل ومعجزات اور اہلبیت اطہار' صحابہ کرام اور اولیائے اُمت کے فضائل وکرامات کی احادیث کو کتب صحاح ستہ سے عمداً نکال دیا جا رہا ہے نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کے اشاعتی اداروں سے شائع ہونیوالی کتابیں اب تحریف شدہ ہیں ......اصلی حالت میں محفوظ نہیں ہیں...... نامکمل اور محذوف ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث نے کتب احادیث سے چھانٹ کرنے کی ایک بدعت ایجاد کی ہے۔ فضائل ومعجزات النبی ﷺ اور کرامات اولیائے اُمت کے ابواب (chapters) کو نکالتے ہوئے مختصر بخاری شریف، مختصر مسلم شریف، مختصر ترمذی شریف .... کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ محدثین کرام نے ایک ایک حدیث کو جمع کرنے کے لئے سفر کی صعوبتیں ومشقتیں برداشت کی ہیں لیکن نام نہاد اہلحدیث، مجموعہ احادیث سے احادیث کو غائب کر کے مختصر کرتے جارہے ہیں۔

اہلحدیث (غیر مقلدین) کا یہ بھی وطیرہ ہے کہ اپنی غلط رائے کو اپنانے کے لئے تو کسی ضعیف حدیث کو بھی کھینچ تان کر اور محدثین کے ایک طرفہ اقوال کو نقل کر کے اسے صحیح قرار دینے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے، لیکن اگر اتفاق سے حنفیہ اپنے مذہب میں کوئی ایسی حدیث پیش کر دیں جس کی سند میں کوئی راوی ضعیف آ گیا ہو تو پھر اہلحدیث غیظ وغضب میں زمین آسمان ایک کر دیتے ہیں۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ آج کل کے اہلحدیث کا مبلغِ علم مشہور غیر مقلد ناصر الدین البانی کی تحقیقات ہیں، جن کا غیر مقلدیت میں تعصب روز روشن کی طرح آشکارا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی بھی متعصب شخص حدیث کی تضعیف وتصحیح میں جانب داری سے بچ نہیں سکتا، چنانچہ محققین علماء کی نظر میں البانی کی متعصّبانہ جرح اور تضعیف نا قابل قبول ہے۔ دوسری بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ کسی راوی کی جرح وتعدیل میں اقوال مختلف رہے ہوں اس کو محض ایک طرفہ طور پر مجروح کر کے مطلقا ضعیف نہیں کہا جا سکتا اور ان میں سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ جو روایت ضعیف قرار دی جارہی ہے اس میں ضعف کس زمانہ کے راوی کی وجہ سے آیا ہے۔ اگر ضعیف راوی سیدنا امام اعظم کے زمانہ کے بعد کا ہے (جیسا کہ اکثر ضعیف روایتوں کا حال ہے) تو اس راوی کے ضعف سے یہ

ہرگز لازم نہیں آتا کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ تک بھی یہ روایت ضعیف طریقوں سے پہنچی ہو' بلکہ عین ممکن ہے کہ اُن تک پہنچنے والی تمام روایتوں کے طرق معتبر اور قابل قبول ہوں اور انہی پر سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہو' لہذا کسی روایت کے ضعیف ہونے سے مذہب ابوحنیفہ کا کمزور ہونا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

ناصر البانی نے کتب صحاح ستہ (بخاری' مسلم' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ) کی ہزاروں صحیح احادیث کو محض اپنی ذاتی فکر و رائے سے ضعیف' موضوع' من گھڑت اور باطل قرار دیا ہے' اُس نے ضعیف احادیث کے عنوان سے یہ کتابیں لکھی ہیں:

(۱) سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ للالبانی

(۲) ضعیف الجامع الصغیر للالبانی

(۳) ضعیف الترغیب والترہیب للالبانی

(۴) ضعیف ابوداؤد للالبانی

(۵) ضعیف ترمذی للالبانی

(۶) ضعیف نسائی للالبانی

(۷) ضعیف ابن ماجہ للالبانی

لطیفہ : نام نہاد اہلحدیث طبقہ کے عام جاہل افراد بھی ضعیف' ضعیف کی رٹ لگاتے ہیں' بات سُننے اور سمجھنے سے پہلے ہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔ کسی بات کو سُننے اور ماننے تیار ہی نہیں ہوتے بلکہ بڑے بیباک انداز میں شد و مد سے انکار کرتے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ 'توسل اور قبولیتِ دُعا' کے موضوع پر نام نہاد اہلحدیث سے گفتگو ہو رہی تھی اور اُسے قائل کرنے کے لئے نصوص شرعیہ پیش کئے جا رہے تھے لیکن وہ اپنے آپ کو کسی بات کے ماننے کے لئے آمادہ ہی نہیں کر رہا تھا بلکہ ضعیف' ضعیف

کہتا جا رہا تھا۔ اُس ضعیف العقیدہ کی ہٹ دَھرمی اور انکار سُن سُن کر ہم نے یہ آیت کریمہ ترجمہ کے ساتھ پیش کر دی:

﴿وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا﴾ (النسآء/۶۴)

اے محبوب (ﷺ)! اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے پاس آ جاتے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

نام نہاد اہلحدیث چونکہ ضعیف' ضعیف کا وظیفہ پڑھتے ہیں اسی لئے اُس نے آیتِ کریمہ اور ترجمہ سُننے کے باوجود بھی کہہ دیا کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔ مجمع میں بیٹھے سارے لوگ اُس کی جہالت پر افسوس کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ حدیث شریف نہیں بلکہ قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے۔ نام نہاد اہلحدیث اپنی فطری بے غیرتی اور ہٹ دَھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ لوگ ترجمہ غلط پیش کر رہے ہیں۔

اولیاء کے کشف سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے:

کلمہ طیبہ کا نصاب: علماء کے تجربہ اور اولیاء کے کشف سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ شیخ ابو یزید رحمتہ اللہ علیہ قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث سُنی کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ** پڑھے اُس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے گی۔ میں نے یہ ارشاد سُن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے

جنّت دوزخ کا بھی اُس کو کشف ہوتا ہے مجھے اس کی صحت میں کچھ تردّد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتاً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جَل رہی ہے اُس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ میں اُس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا مجھے خیال آیا کہ یہ نصاب اُس کی ماں کو بخش دوں جس سے اُس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے اُس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس واقعہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس حدیث کی صداقت وصحت کا (اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سُنی تھی اس کا تجربہ ہوا) اور دوسرے اس نوجوان کے کشف پر یقین کامل۔ (برکات توحید)

حدیث پر غور وفکر : حدیث پر غور وفکر انتہائی اہم' لازمی اور ضروری ہے۔ شرح مسلم شریف میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے داؤد ظاہری (جو غیر مقلدوں کے اصلی امام ہیں) کی اہم ترین غلطی کا تذکرہ کیا ہے۔ داؤد ظاہری نے حدیث **لا یبولن احدکم فی الماء الدائم** (تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے) کے الفاظ پر غور نہیں کیا اور صرف ظاہری الفاظ کے پیشِ نظر فتویٰ دیا کہ **ماء راکد** یعنی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا تو منع ہے اور اس میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا لیکن اگر کسی الگ برتن میں پیشاب کر کے وہ برتن پانی میں اُلٹ دیا گیا تو پانی ناپاک نہ ہوگا' اسی طرح کوئی پانی کے کنارے پیشاب کرے اور وہ بہہ کر پانی میں چلا جائے تب بھی پانی ناپاک نہ ہوگا' (اہلحدیث کہتے ہیں کہ ٹھہرے ہوئے

پانی میں پیشاب نہ کرے، پیخانہ کرسکتے ہیں) کیونکہ حدیث میں صرف ماء راکد میں پیشاب سے منع فرمایا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں پیشاب پانی میں نہیں کیا گیا اس لئے پانی ناپاک نہ ہوگا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس فتوے کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں **'هذا من اقبح مانقل عنه فی الجمود علی الظاهر'** یہ فتویٰ حدیث کے ظاہری معنٰی پر اکتفاء کرنے کی بدترین مثال ہے۔

اسی قسم کے ایک اور حدیث دانی کے دعویدار تھے وہ ہر استنجا کے بعد وتر پڑھا کرتے تھے۔ اُن کی دلیل ملاحظہ فرمائیے، وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے **من استجمر فلیوتر** جو شخص استنجا کرے وہ بعد میں وتر ادا کرے۔

کاش ! وہ تھوڑا تفقہ سے کام لیتے تو آسانی سمجھ پاتے کہ اس حدیث کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ استنجا کے لئے جو ڈھیلے استعمال ہوں وہ وتر (طاق عدد) ہوں یعنی ایک، تین، پانچ یا سات۔ اس قسم کی مزید مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کے محض الفاظ ہی جاننا کافی نہیں اس پر تفقہ وتدبر بھی لازمی ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم کا زمانہ :

لطیفہ : اہلحدیث (غیر مقلدین) جھوٹ ہانکتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں :

> 'امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ کیسے مقلد ہو سکتے ہیں جب کہ وہ خیرالقرون میں پیدا ہوئے۔۔امام ابوحنیفہ اور امام شافعی تو بہت بعد میں پیدا ہوئے۔ جن روایتوں کو امام بخاری اور دوسرے محدثین نے ضعیف اور موضوع قرار دیا تھا' انہیں کو اماموں نے گلے لگالیا اور مقلدین کے مسلک کی بنیاد انہیں روایتوں پر ہے'۔ (تقلید شخصی اور محدثین)

غیر مقلدین دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اہلحدیث ہیں لیکن انھیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدث کی سن ولادت کا بھی علم نہیں ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۹۴ ہجری میں ولادت ہوئی' اس لحاظ سے سیدنا امام اعظم سے امام بخاری ایک سو چودہ (۱۱۴) سال عمر میں چھوٹے ہیں۔ دوسرے تمام محدثین اُن کے بعد ہی پیدا ہوئے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے اُستاذ جلیل القدر محدث امام حماد رضی اللہ عنہ تھے اُن کے اُستاذ علم حدیث کے ممتاز ائمہ علقمہ اور سالم رضی اللہ عنہما تھے اُن کے اُستاذ جلیل القدر صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ ان تمام حضرات (تابعین کرام اور صحابی رسول) کا تقویٰ پرہیزگاری اور علم حدیث میں رُسوخ مسلّم ہے۔ اتنی جلیل القدر ہستیوں سے علم' سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ تک پہونچا۔ ان حضرات میں نہ کوئی حافظے کا کچا تھا' نہ کذب (جھوٹ) سے اُن کا کوئی واسطہ تھا۔

نہ ہی کسی زاویئے سے ان میں کوئی ذرا بھی غیر مستند تھا۔ غرض انتہائی مستند اور قابل اعتماد ذریعے سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے علم حاصل کیا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اہلبیت نبوت سے خاص فیوض و برکات حاصل کیے جو دوسرے ائمہ کو حاصل نہ ہوئے۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تلمیذ خاص اور مخصوص صحبت یافتہ ہیں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام اعظم کو دو سال تک حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی معیت نصیب ہوئی' خود فرماتے ہیں **لو لاالسنتان لهلك النعمان** اگر وہ دو سال نہ ملتے تو نعمان یعنی میں ہلاک ہو جاتا۔

البتہ سوا سو سال بعد جب محدثین کرام احادیث مرتب کرنے لگے اس وقت تک درمیان میں کئی ایک راوی آ گئے۔ اُن میں اگر کوئی حافظے کا کچا تھا یا اُسے بھول چوک کی عادت تھی تو محدثین کو وہ راوی اپنے معیار کے لحاظ سے ضعیف محسوس ہوا' اس لئے اس روایت کو ضعیف قرار دے دیا۔ ضعیف حدیث راوی کی نسبت سے ضعیف ہوتی ہے صاحبِ ارشاد ﷺ کی نسبت سے تو ضعف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اسناد کے ضعف سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں' لہذا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث ایک اسناد میں ضعیف ہو دوسری اسناد میں حسن ہو' تیسری میں صحیح۔

بعد کا ضعف اگلے محدث یا مجتہد کے لئے مضر نہیں' لہذا اگر ایک حدیث امام بخاری یا ترمذی کو ضعیف ہو کر ملی ہو کیونکہ اس میں ایک راوی ضعیف شامل ہو گیا تو ہوسکتا ہے کہ وہی حدیث سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو سند صحیح سے ملی ہو۔ آپ کے زمانہ تک وہ ضعیف راوی اس کی اسناد میں شامل نہ ہوا ہو' لہذا کسی غیر مقلد کے لئے یہ ثابت کرنا آسان نہیں کہ یہ حدیث امام اعظم کو ضعیف ہو کر ملی۔

اس سلسلے میں ایک مثال سن لیجئے ۔ ابن ماجہ میں ایک حدیث کوضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں ایک راوی جابر جعفی ہیں جو ضعیف القول ہیں۔ یہ جابر جعفی ۲۳۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ روایت کے الفاظ ہیں **من كان له امام فقرأة الامام له قراة** یعنی جس کا امام ہوتو امام کی قرآت اسی کی قرأت ہوگی۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ روایت آئی' اُس وقت جابر جعفی کے پردادا بھی شاید پیدا نہ ہوئے ہوں گے کیونکہ سیدنا امام اعظم کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہے اور وفات ۱۵۰ ہجری میں' لہذا اس وقت یہ حدیث بالکل صحیح تھی' بعد کے محدثین کوضعیف ہوکر ملی' اس لئے سیدنا امام اعظم پر اس ضعف کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اُن کے پاس جن معتبر راویوں کے ذریعے روایت پہنچی اُن پر پوری اُمت اعتماد کرتی ہے۔ اس مثال سے آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ یا دوسرے ائمہ فقہ پر حدیث ضعیف پر عمل کا الزام کتنی بڑی غلط فہمی ہے۔

مناقب سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ :

سراج الامت امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب ہماری حدوعدّ سے باہر ہیں۔ حضور مخبر صادق نبی کریم ﷺ کا زندۂ جاوید معجزہ اور باب العلم امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی نہ مٹنے والی کرامت ہیں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ اُمت مصطفویہ کے چراغ' دینی مشکلات کوحل فرمانے والے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی پیشن گوئی اور فضیلت نہایت اہتمام سے بیان فرمائی' چنانچہ مسلم وبخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابونعیم شیرازی' طبرانی نے

قیس ابن ثابت ابن عبادہ سے روایت کی۔

لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ' رجال من ابناء فارس وفی روایۃ البخاری والمسلم والذی نفسی بیدہٖ لوکان الدّین معلقًا بالثریا لتناولہ' رجل من فارس	اگر ایمان ثریا تارے کے پاس ہوتا تو فارسی اولاد میں سے بعض لوگ وہاں سے لے آتے۔ مسلم بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ قسم اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر دین ثریا تارے میں لٹکا ہوتا تو فارس کا ایک آدمی اُسے حاصل کر لیتا۔

بتاؤ فارسی النسل میں اس شان کا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا کون ہوا؟

ترفع زینت الدُنیا سنۃ خمسین ومائۃ	سنہ ڈیڑھ سو میں دُنیا کی زینت اُٹھالی جائے گی۔

سنہ ۱۵۰ میں حضرت امام اعظم کی وفات شریف ہے۔ معلوم ہوا کہ امام اعظم دُنیائے شریعت کی زینت' شریعت کی رونق' علم وعمل کی زیبائش تھے۔

نام نہاد اہلحدیث' مناقب کی احادیث کے بھی منکر ہیں:

'امام صاحب کے مناقب کی حدیثیں بھی سب موضوع ہیں جن میں امام صاحب کا نام ہے۔ یہ سب خوش گپیاں ہیں'

(غیر مقلد جوناگڑھی۔ مشکوٰۃ محمدی/ ۱۱۹)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت کو ائمہ دین' فقہائے اُمت' محدثین کرام سب مانتے ہیں مگر یہ شریر وسرکش غیر مقلدین نہیں مانتے ہیں۔

حضرت امام اعظم دُنیائے اسلام میں پہلے وہ عالمِ دین ہیں جنہوں نے فقہ واجتہاد کی بنیاد رکھ کر ساری اُمتِ رسول پر احسانِ عظیم فرمایا' باقی تمام ائمہ جیسے امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل وغیرہم رضی اللہ عنہم نے اسی بنیاد پر عمارت قائم کی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے **مَنْ سَنَّ حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا** جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس نئے طریقہ کو اپنائیں گے اُن کا ثواب بھی اُسے ملے گا۔

حضرت امام اعظم تمام فقہاء ومحدثین کے بلا واسطہ یا بالواسطہ اُستاذ ہیں۔ یہ تمام حضرات امام اعظم کے شاگرد ہیں' چنانچہ امام شافعی' حضرت امام محمد کے سوتیلے بیٹے اور اُن کے شاگرد ہیں۔ ایسے ہی امام مالک نے حضرت امام کی تصنیفات سے فیض حاصل کیا' نیز امام بخاری محدثین کے اُستاذ ہیں اور امام بخاری کے بہت اُستاذ وشیخ حنفی ہیں گویا آسمانِ علم کے سورج امام اعظم ہیں' باقی علماء تارے۔

امام اعظم کے بلاواسطہ شاگرد ایک لاکھ سے زیادہ ہیں جن میں سے اکثر مجتہدین ہیں جیسے امام محمد' امام ابو یوسف' امام زفر' امام ابن مبارک جو دُنیائے علم کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ حضرت امام محمد نے (۹۹۰) دینی شاندار کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے چھ کتابیں بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں جنھیں کتب ظاہرالروایۃ کہا جاتا ہےاور یہ تمام کتب فقہ کی اصل مانی جاتی ہیں۔ (جآء الحق۔ مصنفہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی)

تصانیف امام اعظم :

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانے میں کتابیں لکھنے کا باقاعدہ رواج نہیں تھا۔ لوگ اپنے حافظے اور یادداشت پر اعتماد کرتے۔ دوسری صدی ہجری میں تصنیف وتالیف کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تدوینِ فقہ

کے لئے کوفہ میں مجلسِ فقہ قائم کی جس میں آپ اپنے شاگردوں کو احادیث اور فقہ کا املا کراتے تھے۔ اس علمی ذخیرہ کو آپ کے تلامذہ نے اپنے اپنے حلقوں میں بیان کیا۔اس طرح یہ روایات انہی کی طرف منسوب ہوگئیں۔گویا آپ کے تلامذہ کی طرف منسوب تصانیف درحقیقت امام اعظم ہی کی تصانیف ہیں۔امام اعظم کی تصانیف کے علاوہ آپ کی روایت کردہ احادیث پر مشتمل کئی کتب تھیں جنہیں امام محمد بن محمود خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نے یکجا جمع کردیا ہے۔ علامہ کوثری مصری رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے جن کی سندیں متصل ہیں ان تمام مسانید کو علماء نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی احادیث سے جمع کیا ہے۔

علمِ فقہ اور علمِ حدیث (فقیہ اور محدّث) :

اہلحدیث (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بہت کم روایتیں معلوم تھی، اگر انھیں کثرت سے روایتیں معلوم ہوتیں تو وہ ضرور حدیث کی کتاب لکھتے اور محدث کا درجہ حاصل کرتے اور انہیں فقہ کی دَردسری مول نہ لینی پڑتی۔ جب حدیث موجود ہو تو فقہ کی کیا ضرورت؟ فقہ تو خواہ مخواہ ایجاد کرلی گئی ہے اصل علم تو قرآن وحدیث ہی ہے فقہ ایجاد بندہ ہے جو دین کو مشکل اور مضحکہ خیز بناتا ہے۔

ضرورتِ فقہ : نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) اعتراض کرتے ہیں :

رہبری کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں۔ ان میں کیا نہیں جو کہ فقہ سے حاصل کریں، قرآن فرماتا ہے ﴿**ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین**﴾ اور نہ ہے کوئی تر اور خشک چیز جو ایک روشن کتاب میں لکھی نہ ہو۔ ﴿**ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدّکر**﴾ اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا، تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔
ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب ہے اور قرآن سب کے لئے آسان بھی ہے۔ پھر کس لئے مجتہد کے پاس جائیں؟ (عامہ کتب اہلحدیث)

قرآن وحدیث بیشک راہبری کے لئے کافی ہیں اور اُن میں سب کچھ ہے مگر اُن سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونا چاہئے۔ سمندر میں موتی ہیں مگر اُن کو نکالنے کے لئے غوطہ خور کی ضرورت ہے۔ ائمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ میڈیکل (طب) کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے مگر ہم کو ڈاکٹر یا حکیم کے پاس جانا اور اس سے نسخہ تجویز کرانا ضروری ہے۔ ائمہ دین طبیب ہیں ﴿**ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدّکر**﴾ میں فرمایا کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لئے آسان کیا ہے۔ نہ کہ اُس سے مسائل استنباط کرنے کے لئے۔ اگر مسائل نکالنا آسان ہے تو پھر حدیث کی بھی کیا ضرورت ہے؟ قرآن میں سب کچھ ہے اور قرآن آسان ہے۔ نیز پھر قرآن سکھانے کے لئے نبی کیوں آئے؟ قرآن میں ہے ﴿**ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ**﴾ اور وہ نبی اُن کو کتاب اللہ اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔ قرآن وحدیث رُوحانی دوائیں ہیں، امام رُوحانی طبیب۔

جس طرح قرآن کے ہوتے حدیث کی ضرورت ہے اسی طرح حدیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی ضرورت ہے۔ فقہ، قرآن وحدیث کی تفسیر ہے اور جو حکم کہ ہم کو نہ حدیث میں ملے نہ قرآن میں، اُس کو فقہ ہی بیان فرماتا ہے۔

(کتاب **جآء الحق** / باب تقلید مصنفہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ)

مسلم شریف میں ایک ارشاد مبارک ہے **من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین** اللہ تعالیٰ جس بندے کی بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی فقہ نصیب فرماتا ہے۔ ایک اور ارشاد ہے **الا لاخیر فی عبادۃ لیس فیھا تفقہ** سن لو ! اس عبادت میں کوئی خیر نہیں جس میں فقہ نہیں (سمجھ نہیں)۔ مسلم شریف ہی کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں **ان طول صلوٰۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقھہ** کسی شخص کا نماز کو طول دینا اور خطبے کو مختصر کرنا اس کے فقیہ ہونے کی علامت ہے۔ ترمذی شریف کی ایک روایت ہے **خصلتان لاتجتمعان فی منافق حسن سمت وفقہ فی الدین** دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں (۱) اچھے اخلاق (۲) دین کی فقہ۔ اگر کسی میں اچھے اخلاق اور فقہ جمع ہو جائیں تو وہ منافق نہیں ہوسکتا۔ فقہ اور اچھے اخلاق سے محروم شخص کے لئے منافقت کا خطرہ ہے۔ پھر فقہ سے نفرت اور بغض کتنی بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ **خیرکم اسلاما احسنکم اخلاقا اذا فقھوا** تم میں سے اسلام میں وہ بہتر ہیں جو اخلاقاً اچھے ہیں جب کہ وہ فقہ کی اہلیت رکھتے ہوں۔ ترمذی اور ابوداؤد میں روایت ہے **نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ الی من ھوافقہ منہ** (حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش وخرم رکھے جس نے میری بات سُنی، اُسے یاد رکھا اور اُسے دوسروں تک پہنچایا۔

کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ علم کی بات جاننے والا وہ بات ایسے شخص تک پہنچا دیتا ہے جو اس سے (راوی سے) زیادہ فقہ کا ماہر ہوتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ ہر وہ شخص جو روایت بیان کرتا ہے یا حدیثیں جمع کرتا ہے ضروری نہیں کہ بڑا عالم ہو بلکہ جس تک روایت پہنچائی جاتی ہے وہ دین کی سمجھ اور بصیرت میں راوی سے بھی زیادہ قابل اور بڑا عالم ہوسکتا ہے۔ اس حدیث کی رُو سے تو روایتیں جمع کرنے سے اہم کام حدیث پر غور وفکر کرنا قرار پاتا ہے۔ یہی غور وفکر دینی اصطلاح میں فقہ اور تفقہ ہے۔ محدثین کرام نے بڑی جانفشانی سے روایات جمع کرنے کا فریضہ انجام دیا اور ائمہ فقہ نے ان احادیث پر غور وفکر اور تدبر کیا' مسائل اخذ کئے اور فقہ مرتب کی۔

امام اعمش رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے محدث تھے ایک مرتبہ ایک مسئلے کی گتھی سلجھانے کی غرض سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع ہوئے۔ امام اعظم نے اطمینان بخش جواب دیا۔ امام اعمش نے تعجب سے پوچھا: آپ نے یہ مسئلہ کس حدیث سے حل کیا؟ جواب دیا' اس روایت سے جو ایک مرتبہ آپ نے مجھے اپنی سند سے بیان کی تھی۔ اس حدیث کی روشنی میں یہ مسئلہ اس طرح حل ہوتا ہے۔ محدث امام اعمش یہ سن کر بے اختیار کہہ اُٹھے: **نحن الصيادلة وانتم الاطباء** ہم (محدثین) دوا فروش (کیمسٹ) ہیں اور تم فقہاء ڈاکٹر ہو۔ یعنی ہمارا کام حدیث جمع کرلینا اور صحیح وضعیف کو پرکھ لینا ہے لیکن احادیث سے احکام اور مسائل نکالنا تم فقہاء ہی کا کام ہے۔ امام اعمش رضی اللہ عنہ نے کتنی جامع بات فرمائی۔

تجربہ شاہد ہے کہ کیمسٹ دوائیں جمع کرنے کی خدمت انجام دیتے ہیں اور ڈاکٹر نسخہ تجویز کرتے ہیں۔ دونوں بیماری کے علاج میں ممد ومعاون اور لازم وملزوم' لیکن ڈاکٹر سے یہ توقع نہ رکھنی چاہئے کہ وہ ہر طرح کی دوا کا اسٹاک رکھے' اور نہ ہی کیمسٹ

سے تقاضا ہو کہ وہ دوا تجویز کرے۔ دونوں کے کام کے میدان الگ الگ ہیں۔ محدثین کرام نے جمع احادیث کی خدمت انجام دی، فقہائے کرام نے مسائل کے حل کی ذمہ داری نبھائی، کیونکہ ان کا اصل کام ہی یہی تھا نہ کہ حدیثیں جمع کرنا۔

صرف مختلف فیہ مسائل پر ہی بحث کیوں ؟

اہلحدیث (غیر مقلدین) کی شرانگیزی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ ناواقف عوام کے سامنے صرف چند رَٹے رَٹائے اختلافی مسائل کی بحثیں کر کے علمائے احناف کو مخالف سُنّت قرار دینے کا جھوٹا پروپکنڈہ کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر احناف مخالف سُنّت ہیں اور بقول اہلحدیث غیر مقلدین انھیں صحیح احادیث سے تنفر ہے تو پھر کہیں بھی اُن کا کوئی بھی مسئلہ حدیث کے موافق نہ ہونا چاہیئے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ کتاب الطہارہ سے کتاب المیراث تک فقہ کی ہزاروں ہزار جزئیات میں بلا مبالغہ اسی پچاسی فیصدی مسائل پر کاربند رہتے ہیں۔ انھوں نے آخر ان چند مسائل میں ظاہر کے خلاف قول کیوں اپنایا۔ یقیناً اُن کے پاس کوئی ایسی دلیل ہوگی جس کی وجہ سے انھیں حدیث کے معنی اور محل صحیح انداز میں متعین کرنا پڑا۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ معنی دوسرے مجتہدین کے لئے بھی قابل قبول ہوجائیں۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اور اُن کے مسلک کے علماء نے اپنی اجتہادی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اگر کوئی ایسی رائے اپنالی جو دوسروں سے میل نہیں کھاتی تو آخر انھوں نے ایسا کون سا قصور کرلیا کہ اُن کے خلاف پورا محاذ جنگ کھول دیا جائے۔ ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کا حق ہے لیکن وہ دوسرے شخص پر اپنی رائے زبردستی تھوپنے کا قطعاً مجاز نہیں۔ آج کے زمانہ میں بھی اکر کوئی اہلحدیث (غیر مقلد) یہ کہے کہ میرے اندر اجتہاد مطلق کی

صلاحیت ہے جیسا کہ بہت سے کم علم اور آزادی کے فیشن ایبل نام نہاد محققین کو اپنے بارے میں خوش گمانی ہوگئی ہے تو ہمیں اُن سے کوئی واسطہ مطلب نہیں۔ وہ شوق سے اپنے اجتہاد پر عمل کریں اور اپنے ماننے والوں کو کرائیں۔ ہماری شکایت تو یہ ہے کہ اُمت مسلمہ کا ننانوے فیصدی طبقہ جو صدیوں سے معتبر ائمہ کے اُوپر اعتماد کرتا چلا آرہا ہے اور اُن کی فقہ پر عمل پیرا ہے اس کو نئے مدعیان اجتہاد کے نام نہاد اجتہادی مسائل کے لئے تختہ مشق بننے پر آخر کیوں مجبور کیا جارہا ہے۔ کیا ان نام نہاد اہلحدیث کے وجود سے پہلے اُمت کا یہ عام طبقہ ضلالت و گمراہی میں پڑا رہا' اور لمبے عرصہ میں کسی کو فکر آخرت اور دیانت کا خیال نہ آیا؟ کتاب وسُنّت کو چھوڑ کر ائمہ کے اقوال اُمت میں رائج رہے اور صدیوں تک کوئی ایسا صاحبِ عزیمت پیدا نہ ہوسکا جو اس رواج پر نکیر کرتا؟ اس ذمہ داری کی ادائیگی کی توفیق صرف انھیں لا مذہبوں کو نصیب ہوئی ہے !!!

بہرحال اس وقت اُمت میں مذہبی اعتبار سے افتراق وانتشار کی یہ کوشش باعثِ صد مذمت ہے اور سب ہی دَردمندانِ اُمت کے لئے انتہائی تشویش کا سبب ہے۔ اگر اہلحدیث تحریک پر مضبوط بند نہ لگایا گیا تو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ فتنہ گھر گھر میں اور بھائی بھائی میں نزاع وَجدال اور قتل وخونریزی کا ذریعہ نہ بن جائے۔

ضرورت ہے کہ ان بے ادب اور گستاخ اہلحدیث غیر مقلدین کو لگام دینے کے لئے (حنفی' شافعی' مالکی حنبلی) علماء اتحاد وانضباط کا مظاہرہ کریں اور ملت کو انتشار سے بچانے کے لئے اسی طرح کمربستہ ہوں جیسے انھوں نے قادیانیت کا تعاقب کر کے اُن کے ضلال کو واضح کیا ہے۔

سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم حدیث میں مقام :

حضور مخبر صادق نبی کریم ﷺ کا زندۂ جاوید معجزہ اور باب العلم امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نہ مٹنے والی کرامت ہیں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی جلالتِ قدر و عظمت شان کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ تابعیت کے عظیم دینی اور رُوحانی شرف کے حامل ہیں۔ امام اعظم کی یہ ایسی فضیلت ہے جس نے انہیں اپنے معاصر...... فقہاء محدثین میں اسناد عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے چنانچہ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں :

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی پیدائش سن ۸۰ھ کے بعد صحابہ کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے جو کوفہ میں تھے (کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ موجود تھے' بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ موجود تھے حضرت سہیل ابن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں موجود تھے' حضرت ابوطفیل عامر ابن واصلہ مکہ معظّمہ میں موجود تھے۔ ان چار صحابہ کرام کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ مختلف شہروں میں موجود تھے) اس لئے وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں اور یہ شرف اُن کے معاصر محدثین وفقہاء جیسے شام میں امام اوزاعی' بصرہ میں امام حماد بن سلمہ' امام حماد بن زید' کوفہ میں امام سفیان ثوری' مدینہ میں امام مالک اور بصرہ میں امام لیث بن سعد کو حاصل نہیں ہو سکا۔ (الخیرات الحسان)

اہل بیت کے چشم و چراغ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں جب حضرت امام ابوحنیفہ نے حاضری دی اور چند مسائل پر سیر حاصل تقریر فرمائی تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ جوشِ مسرت میں اُٹھ کر اُن کی پیشانی چوم لی

(عقود الجمعان) پھر ایک مدت تک آپ امام ممدوح کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ وحدیث کے متعلق بہت سی نادر معلومات حاصل کیں۔ اسی طرح آپ نے حضرت امام باقر کے فرزند رشید اور جانشین حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فیض صحبت سے بھی بہت زیادہ علمی استفادہ فرمایا اور یہ دونوں مقدس ہستیاں جن کے گھر سے فقہ وحدیث بلکہ تمام مذہبی علوم نکلے' اپنے سعادت مند شاگرد امام ابوحنیفہ کو اپنے علمی فیضان سے ہمیشہ سرفراز فرماتی رہیں اور ان دونوں بزرگوں اور دوسرے اکابر نے آپ کی وسعتِ معلومات پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرمائی اور آپ کے تمام اساتذہ آپ پر انتہائی شفیق اور آپ کی علمی قابلیت کے مداح رہے۔

آپ نے تمام علوم میں کامل ہونے کے بعد گوشہ نشینی کا ارادہ فرمایا تو ایک رات آپ سرکار اقدس ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوحنیفہ ! تم کو اللہ تعالیٰ نے میری سُنّت زندہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے تم گوشہ نشینی کا ارادہ ہرگز نہ کریں۔ اس بشارت کے بعد آپ درس وتدریس اور مسائل شرعیہ کے اجتہاد واستنباط میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ آپ کا مذہب ساری دُنیا میں پھیل گیا۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ (۸۳) ہزار مسائل حل فرمائے ہیں جن میں سے (۳۸) ہزار مسائل عبادات سے متعلق ہیں اور باقی معاملات کے بارے میں ہیں جو آپ کی مرویات کو دیکھنا چاہے وہ موطا امام محمد' کتاب الاثار' اور حضرت امام ابویوسف کی کتاب الخرج' کتاب الامالی حجر دین زیاد وغیرہا کا مطالعہ کرے ان میں امام اعظم کی روایت کردہ کئی سو حدیثیں صحیح اور حسن ملیں گی۔

سیدنا امام اعظم کے تابعی ہونے کا غیر مقلدین انکار کرتے ہیں :

'امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے نہیں پڑھا'
'یہ لکھنا صریح جھوٹ ہے کہ امام صاحب نے صحابہ سے بالمشافہ روایت کی ہے'
(غیر مقلد جونا گڑھی ۔ مشکوٰۃ محمدی / ۱۱۸)

'یہ ثابت ہونا محال ہے کہ امام صاحب نے صحابہ کرام سے بالمشافہ حدیث سُنی'
'امام صاحب تابعی نہ تھے ۔ بس یہ سب خوش گپیاں ہیں'
'تحقیقی طور پر امام صاحب کے تابعی ہونے میں بھی کلام ہے'
(غیر مقلد جونا گڑھی ۔ مشکوٰۃ محمدی / ۱۱۹)

سیدنا امام اعظم کے معاصر محدثین وفقہاء مانتے ہیں کہ آپ کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے لیکن تیرہ سو سال بعد پیدا ہونے والے نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین اس بات کے منکر ہیں ۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دادا حضرت زوطی رضی اللہ عنہ فارسی النسل ہیں ۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عاشق زار اور آپ کے خاص مقربین بارگاہ میں سے تھے آپ ہی کی محبت سے کوفہ میں قیام اختیار کیا' جو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ تھا۔ حضرت زوطی رضی اللہ عنہ اپنے فرزند حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو جو بچہ تھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس دُعا کے لئے لے گئے ۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے دُعا فرمائی اور بہت برکت کی بشارت دی۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دُعا' کرامت و بشارت بن کر سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے ۔

سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ وکلام کے علاوہ بطورِ خاص حدیث پاک کی تعلیم وتحصیل کی تھی اور اس کے لئے حضرات محدثین کی روش کے مطابق سفر بھی کئے‘ صدر الائمہ موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور جامع کتاب ’مناقب الامام الاعظم‘ میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے طلب علم میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا تھا اور اکثر سال‘ سال بھر سے قریب قیام رہتا تھا۔

اُس زمانے میں سفر حج ہی افادہ واستفادہ کا ایک بڑا ذریعہ تھا کیونکہ بلاد اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے ارباب فضل وکمال حرمین شریفین میں آ کر جمع ہوتے تھے اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ امام ابوالمحاسن مرغینانی نے بالسند نقل کیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے پچپن حج کئے تھے۔ علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ تک جس کی مدت چھ سال کی ہوتی ہے آپ کا مستقل قیام مکہ معظّمہ ہی میں رہا۔
(عقود الجمان‘ محدث امام محمد بن یوسف الصالحی الشافعی)

ظاہر ہے کہ اُس دور کے طریقہ رائج کے مطابق دوران حج اور اس چھ سالہ مستقل قیام کے زمانہ میں آپ نے شیوخ حرمین شریفین اور واردین وصادرین اصحاب حدیث سے خوب استفادہ کیا۔ طلب علم کے اسی والہانہ اشتیاق اور بے پناہ شغف کا ثمرہ ہے کہ آپ کے اساتذہ وشیوخ کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔

امام مِسعر بن کدام جو اکابر حفاظ حدیث میں ہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی جلالت شان کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے امام ابوحنیفہ کی رفاقت میں حدیث کی تحصیل کی تو وہ ہم پر غالب رہے اور زہد وپرہیزگاری میں مصروف ہوئے تو اس میں بھی وہ فائق رہے اور فقہ اُن کے ساتھ شروع کی تو تم دیکھتے ہو کہ اس فن میں کمالات کے کیسے جوہر دِکھائے‘ (مناقب ذہبی)

یہ مِسعر بن کدام وہ بزرگ ہیں جن کے حفظ و اتقان کی بناء امام شعبہ انہیں مصحف کہا کرتے تھے۔ (تذکرہ الحفاظ، امام ذہبی) اور حافظ ابو محمد نے اصول حدیث کی اولین جامع تصنیف المحدث الفاضل میں لکھا ہے کہ امام شعبہ اور امام سفیان ثوری میں جب کسی حدیث کے بارے میں اختلاف ہوتا تو دونوں کہا کرتے کہ **'اذھبنا الی المیزان مسعر'** ہم دونوں کو مسعر کے پاس لے چلو جو فن حدیث کے میزان علم ہیں۔ امام شعبہ اور امام سفیان ثوری دونوں امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں پھر ان دونوں بزرگ کی میزان جس ذات کے بارے میں یہ شہادت دے کہ وہ علم حدیث میں ہم پر فوقیت رکھتی ہے اس شخصیت کا فن حدیث میں پایہ کیا ہوگا !

مشہور امام تاریخ وحدیث حافظ ابوسعد سمعانی کتاب الانساب میں امام اعظم کے تذکرہ میں لکھتے ہیں : امام ابوحنیفہ طلب علم میں مشغول ہوئے تو اس درجہ غایت انہماک کے ساتھ ہوئے کہ جس قدر علم انہیں حاصل ہوا دوسروں کو نہ ہوسکا۔

سیدنا امام احمد بن حنبل اور امام بخاری کے اُستاذ حدیث شیخ الاسلام حافظ ابوعبدالرحمٰن مقری جب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو اس الفاظ کے ساتھ روایت کرتے تھے **اخبرنا شاھنشاہ** ہمیں علم حدیث کے شہنشاہ نے خبر دی۔ یہ حافظ ابوعبدالرحمٰن مقری، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے خاص شاگرد ہیں اور آپ سے نو سو (۹۰۰) حدیثیں سُنی ہیں جیسا کہ علامہ کردی مناقب الامام الاعظم میں لکھتے ہیں :

عبداللہ بن یزید المقری (ابو عبدالرحمن) سمع من الامام تسع مأۃ حدیث)

اسی بات کا اعتراف محدث عظیم حافظ یزید بن ہارون نے ان الفاظ میں کیا ہے :

امام ابوحنیفہ پاکیزہ سیرت، متقی، پرہیزگار، صداقت شعار اور اپنے زمانہ میں بہت

بڑے حافظ حدیث تھے۔ (اخبار ابی حنیفہ)

امام ابوحنیفہ کے علوم وقرآن وحدیث میں امتیازی تبحر اور وسعتِ معلومات کا اعتراف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور اُستاذ حدیث امام مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ پرہیزگار' عالم' آخرت کے راغب' بڑے راست باز اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ (مناقب الامام الاعظم)

سید الفقہاء سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کثرت معلومات کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے حدیث پاک میں اپنی اولین تالیف کتاب الآثار کو چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے۔ سیدنا امام اعظم اپنے عہد کے اکابر ائمہ حدیث وحفاظ حدیث میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ اکابر محدثین' فقہاء عباد وزہاد اور اصحابِ امانت ودیانت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی عظمت شان اور دینی امامت کے بارے میں شہداء اللہ فی الارض (زمین پر اللہ کے گواہ) ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ان گواہوں کی گواہی کے بعد مزید کسی شہادت کی حاجت نہیں۔

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر اک کا نصیب یہ بخت رسا کہاں

غیر مقلد محمد جونا گڑھی کہتا ہے کہ امام اعظم کی کوئی تصنیف نہیں:

'امام ابوحنیفہ کی کوئی تصنیف نہیں۔ اس طبقہ کی کتابوں کی اکثر وبیشتر حدیثیں گری پڑی بلکہ موضوع اور واہی ہیں' (مشکوٰۃ محمدی/۳۲)

غیر مقلد جونا گڑھی ادب سے ناآشنا اور گستاخ مزاج ہے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دروغ گوئی کا مظاہرہ کرتا ہے اور احادیث مبارکہ کو

گری پڑی بلکہ موضوع اور واہی کہتا ہے۔

خانقاہ اشرفیہ کے فیض یافتہ حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی فرماتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام المحدثین تھے بغیر حدیث دانی اس قدر مسائل کیسے استنباط ہو سکتے تھے اُن کی کتاب مسند ابوحنیفہ اور امام محمد کی کتاب مؤطا امام محمد سے اُن کی حدیث دانی تو معلوم ہوتی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایات بہت کم ملتی ہیں۔ تو کیا وہ محدث نہ تھے؟ کمی روایت احتیاط کی وجہ سے ہے۔ امام اعظم کی تمام روایات صحیح ہیں کیونکہ اُن کا زمانہ حضور ﷺ سے بہت قریب ہے بعد میں بعض روایات میں ضعف پیدا ہوا۔ بعد کا ضعف سیدنا امام اعظم کو مضر نہیں۔ جس قدر اسناد بڑھی، ضعف بھی پیدا ہوا۔ (جآء الحق)

غیر مقلد جونا گڑھی اس حقیقت سے بھی انکار کرتا ہے کہ مسند ابوحنیفہ، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب ہے۔ (مشکوٰۃ محمدی/۳۲)

غیر مقلد جونا گڑھی لکھتا ہے کہ امام ابوحنیفہ مسائل سے بے خبر تھے:

'امام ابوحنیفہ بہت سے مسائل سے بے خبر تھے' 'حضرت امام ابوحنیفہ نے دس مسائل کی نسبت فرمایا کہ میں انہیں نہیں جانتا۔ ہر ایک کا جواب یہی دیا کہ **لاادریٰ** (مشکوٰۃ محمد/۱۷۱)

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین اس طرح کی باتیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بابت بھی کہتے ہیں۔ ادب سے ناآشنا اور گستاخ مزاج لوگ بڑی بیباکی سے رسول اللہ ﷺ کو جاہل اَن پڑھ، بے خبر سب کچھ کہہ دیتے ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اہلحدیث کی گستاخیاں:

خلیجی مما لک کی دولت نے (جو غیر مقلدین کو عطیات و صدقات کی شکل میں مل رہی ہے) اس دولت نے اُن کا دماغ خراب کر دیا ہے اور اب اُن کی زبان وقلم کی پوری طاقت کا استعمال اس مقصد کے لئے ہو رہا ہے کہ اہل سُنّت و جماعت اسلام سے خارج اور کتاب وسُنّت سے دور ہیں۔ سرچشمہ ہدایت صرف اُن (بدباطن، گمراہ، نام نہاد اہلحدیث) کے ہاتھ میں ہے اُن کے علاوہ بقیہ تمام مسلمان گمراہ ہیں، بددین ہیں، بدعتی ہیں، کافر ہیں، مشرک ہیں۔ ہندوپاک میں احناف کی اکثریت ہے اس لئے اُن کا نشانہ اس برصغیر میں بطور خاص احناف ہی ہیں اور احناف کے خلاف اُن کی دریدہ ذہنی بدزبانی اور تبرا اخلاق وشرافت کی آخری حد کو پار کر چکا ہے۔

غیر مقلدوں کی کتابوں میں احناف اور فقہ حنفی کے خلاف جو زہر اُگلا جا رہا ہے اور جس قسم کی سڑی گالیوں سے فقہ حنفی اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تواضع کی جاتی ہے اُن کے نمونے اس قسم کے آپ کو ملیں گے جس کو پڑھ کر بازاری عورتیں بھی سکتہ میں آجائیگی۔ بطورِ نمونہ چند غیر شائستہ عبارات، غیر مقلد ابوالاقبال سلفی کی کتاب 'مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف' سے نقل ہیں، ملاحظہ ہو۔

> 'اور اسی طرح ہمارے مذہب اسلام کا مقابلہ مذہب حنفی کیسے کرسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کا مقابلہ، فقہ حنفی کیا کرسکتا ہے جو ایک قسم کا کوک شاشتر ہے بے شمار گندگیوں کا مجموعہ ہے مختلف خیال لوگوں کی گپ شب کا ایک پلندہ ہے متضاد خیالات کا ایک چوں چوں کا مربہ ہے۔
>
> (غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ 'مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف' / ۸)

’یہ بدقسمتی حنفیوں ہی کو مبارک ہو کہ اسلام جیسا کامل و مکمل دین اُن کو کافی نہیں بلکہ اس کو وہ ناقص سمجھ کر مذہب حنفی کے نام سے ایک نیا دین انھوں نے جاری کیا ہے جو باقاعدہ اسلام سے علحدہ ایک پوری شریعت ہے‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘ / ۱۵)

’یہ تمہارا مذہب سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے ان تمام گندگیوں کو چھوڑ دو اور فقہ کی گندی کتابوں کو چھوڑ دو‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘ / ۱۷)

’یہودی وہ قوم ہے جو اسلام کی دشمن اور قرآن وحدیث کی دشمن ہے یہ حنفی اسی سانچے میں فٹ ہوتے ہیں ان کو حدیث رسول سے چڑھ ہے قرآن سے دشمنی ہے محمدی نام سے چڑھ ہے حنفی نام سے محبت ہے جو امام ابوحنیفہ کی بیٹی حنیفہ کی نسبت ہے‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘ / ۱۹)

’یہ تو حنفی‘ یہودیوں کی فطرت ہے جو قرآن کی آیتوں میں تحریف کرتے ہیں‘ اضافے کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘ / ۲۰)

’لیکن چونکہ اُن کا مذہب حنفی ہے‘ اُن کا رب ابوحنیفہ ہے‘ اُن کے نبی علمائے احناف ہیں ۔ یہ صرف انھیں کا کلمہ مانیں گے اللہ اور رسول کا حکم نہیں مانیں گے ہاں حنفیوں کے رب ابوحنیفہ اور اُن کے نبیوں علمائے احناف نے شریعت حنفیہ کی طرف سے حکم دیا ہے‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘ / ۲۵)

’لیکن چونکہ اُن کا رب ابوحنیفہ ہے اور اُن کے نبی علمائے احناف ہیں اس لئے یہ اُن کی بتائی ہوئی نماز پڑھتے ہیں۔ حنفیہ عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کتوں کی طرح ہاتھوں کو زمین پر بچھا کر سجدہ کریں‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘/۲۴)

’رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اس طریقہ پر نماز نہیں پڑھتے کیونکہ اُن کا مذہب اسلام نہیں حنفی ہے۔ اُن کا رب اللہ نہیں ابوحنیفہ ہے اور اُن کے نبی حضرت محمد ﷺ نہیں بلکہ علمائے احناف ہیں‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘/۲۶)

’حنفیہ ان تمام حدیثوں کو نہیں مانتے۔ آخر سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں مانتے؟ صرف اس لئے نہیں مانتے کہ اُن کے رب ابوحنیفہ نے اس کا حکم نہیں دیا‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘/۴۵)

’مذہب حنفی میں شریعت سازی کا حق امام ابوحنیفہ اور علمائے احناف کو ہے یہ ہے فرق اسلام اور مذہب حنفی میں۔ جب کہ حنفی مذہب بالکل علحدہ مذہب ہے‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘/۴۲)

’حنفی مذہب کی بنیاد ساری کی ساری من گھڑت ضعیف اور جھوٹی بے بنیاد حدیثوں پر ہے‘

(غیر مقلد ابوالاقبال سلفی ۔ ’مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف‘/۴۰)

'حنفی منافق ہیں۔ حنفی مذہب کی نماز کیا ہے ایک مذاق ہے'

(غیر مقلد ابو الاقبال سلفی ۔ 'مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف' / ۴۵)

'حنفیہ حضرات بظاہر تو کلمہ **لااله الا الله محمد رسول الله** پڑھتے ہیں لیکن عملاً اُن کا کلمہ **لااله الا ابوحنیفه وعلماء الاحناف اربابا من دون الله** ہے'

(غیر مقلد ابو الاقبال سلفی ۔ 'مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف' / ٦٩)

ان ساری عبارات پر بحث اور گرفت کرنے کے بجائے' غیر مقلد محمد حسین بٹالوی کے حقیقت پر مبنی تبصرہ پر اکتفاء کرتے ہیں جو انھوں نے پچیس (۲۵) برس کے تجربہ کے بعد محسوس کیا ہے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والے ضرور مُرتد ہو جاتے ہیں۔ سَر سید احمد خان (نیچری) اور غیر مقلدین کے پَروردَہ مرزا غلام احمد قادیانی کی مثالیں پیشِ نظر رکھ کر غیر مقلد محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

'پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں' ان میں بعض عیسائی اور بعض لا مذہب بن جاتے ہیں' جو کسی دِین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔

(محمد حسین بٹالوی۔ 'اشاعۃ السنۃ' جلد ۱۱ شمارہ ۲ صفحہ ۵۳)

ہم نے صرف ایک کتاب '<u>مذہب حنفی کا اسلام سے اختلاف</u>' سے چند نمونے پیش کیے ہیں۔ اسی سے آپ اندازہ لگالیں کہ اہلحدیث کے کیمپوں (ٹرینگ سنٹرس) میں

کس طرح تربیت ہورہی ہے اور دِین ودعوت کے اشاعت کے نام پر غیر مقلدین کے مدرسوں اورمرکزوں میں جو کام ہورہا ہے اُس کی نوعیت کیا ہے۔اُن کے مدارس اوراداروں سے جولوگ پڑھ پڑھ کرنکل رہے ہیں اُن کی فکر' اُن کا مزاج کس سانچے میں ڈھل رہاہے۔ اُن کے ذہن اوردماغ میں جوزہرگھولا جارہاہے وہ اُمت مسلمہ کے لئے کتنا قاتل ہےاوردین وشریعت کے لئے کتنا مہلک ہے۔

نام نہاد اہلحدیث چاہتے ہیں کہ حنفی مذہب ختم ہوجائے' کہیں نام ونشان نہ رہے مگر......

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دُنیا کا دوتہائی مسلمانوں کا مذہب حنفی ہے اور بیشتر ممالک مسلمہ میں مذہب حنفی رائج ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں جب نام نہاد اہلحدیث بدزبان اور گستاخ ہیں تو وہ اگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کوسب وشتم کرےتو کوئی تعجب نہیں۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غیر مقلدحکیم فیض عالم لکھتا ہے:

> 'امام ابوحنیفہ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعت کے مزعومہ ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں' (اختلاف اُمت کا المیہ/ ۳۷)

اور فقہ حنفی کے متعلق اپنی اسی کتاب میں یہ غیر مقلد خارجی لکھتا ہے :

> 'لہوالحدیث (دل بہلانے والی باطل قوتوں) کا مجموعہ دُنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصہ کوگمراہ کرنے کا موجب بن رہاہے'
>
> (اختلاف اُمت کا المیہ/۹۴)

بد بخت غیر مقلد خارجی جونا گڈھی لکھتا ہے :

> ’تعجب ہے کہ جس دِین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو‘ اس دِین والے ایک اُمتی کی رائے کو اصل اور حجت سمجھنے لگے‘
>
> (طریق محمدی/۳۰)

صرف اہل سُنّت نشانہ کیوں ؟

غور طلب بات یہ ہے کہ اہل حدیث‘ اسلامی فرقوں میں صرف اہل سُنّت اور بالخصوص احناف کے مخالف کیوں ہیں؟ تو اس کا واحد سبب یہ ہے کہ اہل سُنّت وَ جماعت نے چونکہ غیر مقلدوں کا عملی سطح پر ناطقہ بند کر رکھا ہے اس وجہ سے ہند و پاک کے تمام غیر مقلدین کو اہل سُنّت و جماعت سے بطور خاص دشمنی و نفرت ہے اور اُن کے پاس عملی جواب نہیں ہے۔ ہر لحاظ سے یہ لوگ بنام احناف کو گالیاں اور اہل سُنّت و جماعت کو کافر‘ مشرک‘ بدعتی وغیرہ سب کچھ کہہ ڈالتے ہیں۔ فرقہ غیر مقلدین نے اس وقت ہند و پاک میں اپنی شر پسندی‘ اسلاف بیزاری‘ صحابہ کرام اور ائمہ فقہ و حدیث اور جمہور علمائے اسلام کے خلاف طعن بدزبانی اور شیعوں کے انداز میں تبرا بازی میں خاص شہرت حاصل کر لی ہے۔ اہلحدیث فرقہ جاہلوں کو مسلسل یہ باور کرانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ یہی فرقہ تنہا کتاب وسُنّت پر عمل کرنے والا ہے اور اس کے سارے مسائل کتاب وسُنّت سے ماخوذ ہیں اور یہ کہ صحیح حدیث اس کے لئے آنکھ کا سُرمہ ہے ۔ یہ بات محض دعووں کی حد تک ہے۔ صداقت وحقانیت اس کے برعکس ہے۔

بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے

(سُنّت رسول ﷺ)

عَنْ جا بِرٍ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْه وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ (صَلَّے اللّٰه عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وکُلُّ بدْعةٍ ضَلَا لَۃٌ

’حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے حمد ثناء کے بعد ارشاد فرمایا بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین بات نئ خلاف سُنّت گھڑی ہوئی بات ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ کی سُنّت سب سے افضل اور بہترین طریقہ ہے جس طرح کلام اللہ ہمیشہ کے لئے راہ ہدایت ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ کا طریقہ یعنی اتباع سُنّت مصطفیٰ ﷺ بھی ہمیشہ کے لئے لازمی ہے۔ موطاء امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک اُن کو مضبوطی سے تھام کر رکھو گے گمراہ نہیں ہوں گے اُن میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری میری سُنّت ہے۔ ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصوا پر خطبہ دیتے ہوئے میں نے سُنا آپ نے فرمایا: **یاایھا الناس انی ترکت فیکم من ان اختم به لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی** (ترمذی شریف) اے لوگو میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اُسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب

(قرآن عظیم) اور میرے گھر والے' عترت واہل بیت'

یہ ارشاد حضور نبی کریم ﷺ کی وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے جملہ قرابت داروں خاندانِ بنو ہاشم خصوصاً اہل بیتِ کرام کی محبت' اُن کا ادب واحترام عینِ ایمان بلکہ جانِ ایمان ہے۔ جس کے دِل میں اہلِ بیت کے لئے محبت نہیں وہ یوں سمجھے کہ اُس کی شمع ایمان بُجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ جتنی کسی کی قرابت حضور ﷺ سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اُس کی محبت واحترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ بے شک اہلبیتِ پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضور ﷺ کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجرِ ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس عمل کی مہک ہے' یہ اس خورشید کی چمک ہے جہاں ایمان ہوگا وہاں حُبِ آلِ مصطفیٰ ضرور ہوگی۔ جس نے اہلبیت سے محبت نہ کی اُس نے نبی کا حق ہی ادا نہ کیا' ارشاد نبوی ﷺ ہے :

اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِيُّكُمْ وَحُبِّ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَقِرَاءَ ةُ الْقُرْآنِ اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ' اپنے آقا ﷺ سے محبت' اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا (الجامع الصغیر)

نبی کریم ﷺ کے اہلبیت کے فضائل آسمان کے تاروں اور زمین کے ذرّوں کی طرح بیشمار ہیں اور کیوں نہ ہوں جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دسترخوان سے حضور نبی کریم ﷺ ہاتھ پونچھ لیں تو وہ دسترخوان آگ میں نہ جلے تو وہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا وحسنین کریمین طاہرین جن کا خمیر خون خیر الرُسل سے ہے اُن کا کیا پوچھنا؟ (دیکھیں ہماری کتابیں 'امہات المومنین' اور 'حضور ﷺ کی صاحبزادیاں')

خلاف سُنّت نئی بات نکالنے کی مذمت

حضور ﷺ نے ایک دفعہ وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :

اُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا حَبْشِيًّا فَاِنَّه مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرَىٰ اِخْتَلَافاً كُثِيْرًا افعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدَ وَ اِيَّاكُمْ وَمَحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ابوداوٗد)

’میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنے امراء کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو‘ کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت کچھ اختلاف دیکھے گا۔تم میرا اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ مضبوطی سے تھامے رہنا اور دانتوں سے اُسے پکڑ لینا اور نئی گھڑی ہوئی باتوں سے بچنا۔کیونکہ (خلافِ سُنّت ایجاد کردہ) ہرنئی بات بدعت ہے۔اور ہر بدعت گمراہی‘

اس حدیث میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ ان اُمور پر سختی سے عمل کرو جو نبی کریم ﷺ نے کئے ہیں اور پھر انھیں صحابہ کرام نے اپنایا ہے اور دین میں خلاف سُنّت کوئی نئی بات نہ گھڑی جائے۔

عَنْ عَآئِشَة رضى الله عنها قال رسول الله ﷺ مَنْ اَحْدَثَ فِىْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (بخاری و مسلم)

بدعت کس کو کہتے ہیں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلْبِدْعَۃُ الْمَذْمُوْمَۃُ مَازاحَمَ السنۃ الماثُوْرَۃ ۔ اَوْ کَانَ یفدی الی تغییرھَا ۔

'کہ بدعت مذمومہ وہ ہے جو کسی مشہور حدیث کے خلاف ہو یا اس کی وجہ سے کسی سُنّت میں تغیر پایا جائے۔'

اب جب صرف بدعت کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے وہ امر مراد ہوتا ہے جو کسی سُنّتِ مشہورہ کے خلاف ہو یا اس سے حضور ﷺ کی کسی سُنّت میں تغیر رو پذیر ہو۔

جہاں بدعت کا لفظ مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مراد وہی فعل ہے جو سُنّت مشہورہ کے خلاف ہو۔ (ضیاء النبی ﷺ)

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز۔ قرآن کریم فرماتا ہے **قل ما کنت بدعا من الرسل** فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں۔ نیز فرماتا ہے **بدیع السمٰوٰت والارض** آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے۔ ان آیات میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ایجاد کرنا 'نیا بنانا وغیرہ۔

بدعت کے شرعی معنٰی ہیں وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور ﷺ کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔ بدعت شرعی دو طرح کی ہے۔

(۱) بدعت اعتقادی ۔ (۲) بدعت عملی

بدعت اعتقادی :

اُن بُرے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور ﷺ کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے جیسے جبریہ قدریہ' مرجیہ' چکڑالوی' قادیانی' مہدوی' وہابی' غیر مقلد اہلحدیث ...... بدعت اعتقادیہ ہیں کیونکہ یہ سب بعد میں بنے اور یہ لوگ ان کو اسلامی عقائد سمجھتے ہیں مثلاً

دیوبندی کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے حضور ﷺ غیب سے جاہل یا حضور ﷺ کا خیال نماز میں بیل گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ حضور ﷺ کے علم غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے مثل کہنا، ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے یہ کہنا کہ حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا عوام کا خیال ہے...... یہ ناپاک عقیدے بارہویں صدی ہجری کی پیداوار ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے کہ: **مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ** جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو کہ دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہے۔ ثابت ہوا کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔ بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد رکھنا ہے جو کہ حضور ﷺ سے معروف ہے۔

بدعت عملی :

ہر وہ کام ہے جو کہ حضور ﷺ کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دینوی ہو یا دینی۔ خواہ صحابہ کرام کے زمانہ میں ہو یا اس کے بعد بھی۔

حضور سید عالم ﷺ کے زمانہ ظاہری جس میں نزولِ قرآن ہوا کرتا تھا اُس مبارک ومقدس زمانے میں بھی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجاویز، رائے ومشوروں اور فیصلوں کو حضور ﷺ کی تائید و پسندیدگی حاصل تھی اور قرآن مجید میں کئی مقامات پر تجاویز مشوروں اور فیصلوں کی حمایت وتائید میں آیات کا نزول ہوا ہے۔

مقام ابرہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف تعمیر کیا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ پتھر معظم ہے ہم اسے کیوں نہ مصلیٰ بنالیں؟ یعنی اس کے سامنے کھڑے ہو کر کعبہ شریف کو رُخ کر کے نماز کیوں نہ پڑھیں؟ حضور ﷺ نے اس رائے

کو پسند فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ تب آفتاب ڈوبنے سے پیشتر ہی آیت کریمہ۔ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى﴾ نازل ہوگئی۔ ('اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ')

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نیک واحسن رائے اور تجویز کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے انکی خواہش کے مطابق تائید میں آیت کریمہ نازل فرمائی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں وہ مشہور واقعہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ایک یہودی اور ایک ظاہری مسلمان اپنا مقدمہ لے کر حاضر ہوئے۔ یہودی نے عرض کیا کہ آپ کے رسول ﷺ نے مقدمہ سماعت فرما کر میرے حق میں فیصلہ صادر فرمایا ہے لیکن یہ مسلمان آپ کے رسول ﷺ کے فیصلے کو نامنظور کرتے ہوئے آپ کی عدالت میں فیصلہ چاہتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت صحیح فیصلہ صادر فرمادیا۔ تلوار سے اس ظاہری مسلمان (منافق) کی گردن اڑادی۔ شور ہوگیا کہ عمر نے مسلمان کو مارڈالا۔ جس کو مارا تھا وہ نماز پڑھنے والا تھا۔ حضور ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے والا تھا۔ شہادت کا اقرار کرنے والا تھا۔ بارگاہ رسالت میں طلبی ہوئی۔ فاروق اعظم نے حاضر ہوکر کیا پیاری بات عرض کی ہے۔

حضور ﷺ نے پوچھا تو عرض کیا کہ ہم نے کسی مسلمان کو نہیں مارا ہے۔

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء)

اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دِلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دِل سے مان لیں۔

آیت کا پہلا کلمہ یعنی **وَرَبِّكَ** تمہارے رب کی قسم ۔۔ اس قدر پُر لطف ہے کہ پڑھ کر وجد طاری ہوتا ہے۔ رب نے اپنی قسم فرمائی، مگر اپنا نام نہ ارشاد فرمایا۔ واللہ یا والرحمٰن نہ فرمایا بلکہ اپنا ذکر اپنے محبوب علیہ السلام کے ساتھ فرمایا کہ اے پیارے تیرے رب کی قسم ۔۔ اے محبوب ہم کو تمہارے پروردگار کی قسم۔ کیا کلامِ ناز ہے اور کیا نرالا انداز۔ اس ناز والے محبوب کے صدقے، اُن کے رب کریم کے قربان **صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰلهٖ واصحابهٖ وبارك وسلم**۔ اس طرزِ کلام کا لطف وہ ہی پائے گا جو کہ اس محبت سے آشنا ہو۔ اب فرمایا یہ جا رہا ہے کہ ہماری بارگاہ میں تمغہ ایمان وہ ہی پائے گا جو کہ تمغہ غلامی رکھتا ہو۔

دُنیا دیکھ رہی ہے فاروق اعظم کی زبان پر قرآن بول رہا ہے۔ اے اللہ کے رسول آپ کے رب کی قسم وہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جو اپنے سارے معاملات میں آپ ﷺ کو حکم (Gudge) نہ بنائے آپ کے فیصلے سے راضی نہ ہو جائے۔ آپ کے فیصلے کو نہ مان لے۔

گویا فاروق اعظم کا تیور بول رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول ہم نے کلمہ پڑھنے والے کو ضرور مارا ہے مگر مسلمان کو نہیں مارا ہے۔ ہم نے نماز پڑھنے والے کو ضرور مارا ہے مگر مسلمان کو نہیں مارا ہے۔۔ نماز، روزہ اور کلمہ ہمیں تو دھوکہ دے سکتا ہے مگر فاروق اعظم کو نہ دے سکا۔ فاروق اعظم اپنی بات مکمل نہ کر سکے تھے کہ اتنے میں جبرئیل امین آ گئے اور آنے کے بعد آیات قرآنی کا نزول ہونے لگا۔ وہی بات جو فاروق اعظم کر چکے تھے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ دُنیا دیکھ رہی ہے فاروق اعظم کی زبان پر قرآن بول رہا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ' الفاروق ' (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

ظاہر ہوگیا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلوں اور تجاویز کو اللہ تعالےٰ اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں مقبولیت کی سند حاصل ہے۔ وحی نبوت کے نزول کا سلسلہ ختم ہوجانے اور حضور ﷺ کے زمانہ ظاہری (دورِ رسالت) کے بعد بھی اُمت مسلمہ کے لئے حضرت سیدنا فاروق اعظم اور صحابہ کرام کے فیصلے شرعی دلیل ہیں۔ صحابہ کرام کے ایجاد کردہ نیک وخیر اعمال کی اتباع باعث ہدایت ونجات ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام سے راضی ہے۔ **رضی اللّٰہ عنهم ورضوعنه** اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ حضور ﷺ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لوکان نبی بعده فکان عمر بن الخطاب اناخاتم النبین اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ میں سب سے آخری نبی ہوں۔

خلفائے راشدین کی سُنّت حقیقتاً سُنّت نبوی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں مشہور نہ ہوئی۔ ان حضرات کے زمانہ میں مشہور ہوگئی۔ اور ان کی طرف منسوب ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سُنّت خلفاء اس کو کہتے ہیں کہ جو اصل میں تو سُنّت رسول ﷺ ہو مگر اس کو مسلمانوں میں رائج کرنے والے خلفائے راشدین ہوں۔ محدثین اور فقہاء فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین کا حکم سُنّت سے ملحق ہیں۔

(☆) حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کرنے کا حکم دیا اور تراویح کو دیکھ کر فرمایا۔ **نعمت البدعة هذه** ۔ یہ تو بڑی اچھی بدعت ہے۔ (مشکوٰۃ)

یہاں **نعمت البدعة هذه** (یہ اچھی ونیک بدعت) فرمانا لغت کے اعتبار سے ہے کیونکہ یہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سُنّت ہے جو نزول وحی کا سلسلہ ختم ہونے اور

حضورﷺ کے زمانہ ظاہری کے بعد رائج کی گئی۔صحابہ کرام کی سُنّت حسنہ لغت کے اعتبار سے بدعت حسنہ (Commendable Innovation) کہلائے گی اور شریعت کی اصطلاح میں سُنّت حسنہ،سُنّت صحابہ کہا جائے گا۔

اسی طرح کی چیزوں میں جنہیں لغوی اعتبار سے بدعت قرار دیا جا سکتا ہے تدوین قرآن اور مسجد میں چراغ روشن کرنے کا معاملہ بھی ہے۔

(☆) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک جمع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ **كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ قَالَ هُوَ خَيْر۔**

آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو حضورﷺ نے نہ کیا؟

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے۔

(☆) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مانعینِ زکوٰۃ (منکرین زکوٰۃ) سے قتال بھی ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے محض زکوٰۃ نہ دینے کے سبب کسی سے قتال نہیں کیا تھا اس کے برخلاف رسول کریمﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ' مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کلمہ **لااله الا الله محمد رسول الله** کی شہادت دینے لگیں۔ اگر وہ اس کلمہ کی شہادت دینے لگیں تو وہ مجھ سے اپنے جان و مال اور خون کو محفوظ کر لیں گے مگر جان و مال کے حقوق کی بنا پر اُن کے جان و مال کے بارے میں کارروائی ہوگی اور اُن کا حساب و کتاب اللہ لے گا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کلمہ طیبہ **لااله الا الله محمد رسول الله** کا زبانی اقرار کرنے والے' مانعین زکوٰۃ کے خلاف فوجی کارروائی اپنے اس اجتہاد کی بنا پر کی تھی جس کے مطابق آپ نے زکوٰۃ کو کلمہ طیبہ کے حقوق میں شمار کیا تھا۔اس طرح مانع زکوٰۃ کو آپ نے کلمہ طیبہ کا منکر تصور فرمایا تھا۔

آپ کے اس اجتہاد کی تائید ایک دوسری صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ 'مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ کلمہ **لااله الا الله محمدرسول الله** کی شہادت دیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں'۔ بہرحال سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ عمل لغت کے اعتبار سے بدعت ہی کہلائے گا کیونکہ اس کی نظیر دورِ نبوی میں نہیں ملتی' تاہم دیگر احادیث اس عمل کی تائید کرتی ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد کو لغوی اعتبار سے بدعت قرار دیا جا سکتا ہے لیکن درحقیقت صحابہ کرام کی ایجاد واجتہاد (بدعات حسنہ) کو سُنّت صحابہ کہتے ہیں۔ صحابہ کرام کے طریقہ (سُنّت صحابہ) کو بدعت کہنا' بذاتِ خود بدعت (ضلالت وگمراہی) ہے۔ زکوٰۃ کا انکار یا مانعین زکوٰۃ کی تائید وحمایت کفر ہے۔

(☆) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہود' نجران کے نصاریٰ اور دیگر مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کیا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض الموت میں اس بات کی وصیت کر گئے تھے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس فرمان نبوی کو اس لئے نافذ نہ کر سکے کہ مرتدین کے خلاف جنگ میں مصروف تھے اور فارس وروم سے قتال شروع کر چکے تھے۔ اسی طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ابتدائی ایام میں یہ کام فارس وروم کے خلاف جنگ آزمائی کے سبب نہ کر سکے' لیکن جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس حکم نبوی کی تعمیل پر قادر ہوئے تو انہوں نے اس پر عمل کیا۔ اگرچہ یہ فعل بھی لغت کے اعتبار سے 'بدعت' ہی کہلائے گا لیکن درحقیقت صحابہ کرام کی ایجاد واجتہاد (بدعات حسنہ) کو سُنّت صحابہ کہتے ہیں۔

بدعت عملی کی دو قسم ہے: (۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ۔

بدعت حسنہ: (اچھی بدعت) وہ نیا کام جو کہ کسی سُنّت کے خلاف نہ ہو جیسے محفل میلادُ دینی مدارس' نئے نئے عمدہ کھانے' مساجد میں قالین بچھوانا' محفل ختم قرآن مجید' مساجد میں قرآن مجید اور دینی کتب رکھوانا' ایرکولر اور فریج کا دینی مدارس یا مساجد میں رکھوانا' مساجد یا دینی مدارس میں فرش بچھوانا' پریس میں قرآن مجید و دینی کتب کا چھپوانا' دینی کتب کا تقسیم کروانا' دینی کتب خانوں کا قیام' ذکر اور درود شریف کی محافل' موسم گرما میں چھتری اور برف تقسیم کرنا' مساجد یا دینی مدارس میں شامیانے نصب کروانا غریبوں میں دوائیں تقسیم کرنا' فلاحی کاموں کا کرنا............ وغیرہ۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک بی بی کے پاس گئے جن کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا' کیا میں تمھیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تم پر اس سے آسان بھی ہو اور بہتر بھی۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بولتا ہوں اس کے برابر جسے آسمان میں پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بولتا ہوں اس کے برابر جسے زمین میں پیدا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بولتا ہوں اس کے برابر جو اُن کے درمیان ہے اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بولتا ہوں اس کے برابر جسے وہ پیدا فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے (اسی قدر) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں (اسی قدر) اور اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں (اسی قدر) اور اللہ تعالیٰ کے بغیر نہ قوت (اسی قدر)

سُبْحَانَ اللّٰہِ عدد ما خلق فی السمآء و سبحٰن الله عدد ما خلق فی الارض و سُبْحَانَ اللّٰہِ عدد ما بین ذلك و سُبْحَانَ اللّٰہِ عدد ما هو خالق والله اکبر مثل ذلك وَالْحَمْدُ لِلّٰہ مثل ذلك وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مثل ذلك وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ مثل ذلك (ترمذی' ابوداؤد)

حضرت ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تسبیحیں ان دانوں پر شمار کر رہی تھی۔ یہ حدیث مروجہ تسبیح کی اصل ہے کہ بکھرے دانوں اور دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں میں کوئی فرق نہیں۔ حضور ﷺ نے یہ تسبیح کبھی استعمال نہ کی' آپ ہمیشہ اُنگلیوں پر شمار فرماتے تھے مگر ایک صحابیہ کو یہ کرتے دیکھا منع نہ فرمایا۔ لہذا تسبیح صحابی کی سُنّت عملی ہے اور حضور ﷺ کی سُنّت سکوتی۔ مرقات نے فرمایا جن لوگوں نے اس تسبیح کو بدعت کہا غلط کہا۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ تسبیح شیطان پر کوڑہ ہے حضرت جنید ولایت کی انتہاء پر پہنچکر بھی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی' جواب دیا کہ اسی کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچے ہیں۔ اُسے ہم کیسے چھوڑیں (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لئے تھیلیوں اور بوریوں میں بادام یا گٹھلیاں جمع کر رکھتے ہیں' اُن کی اصل بھی یہ حدیث ہے۔

حضور نبی مکرم ﷺ کی مجلس میں ایک شخص حاضر ہوا اور بیٹھتے ہوئے یہ کلمات کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبَّنَا وَيَرْضٰى (سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہے پاکیزہ اور برکت والی ہے جیسی ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے) حضور ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جوں ہی اس شخص نے یہ کلمات کہے دس فرشتے اُن کی طرف لپکے' ہر ایک حریص تھا کہ میں اُن کو لکھ لوں لیکن اُن کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ اُن کو کس طرح لکھیں (یعنی اُن کلمات کا ثواب کتنا لکھیں) چنانچہ رب العزت کے سامنے اُن کو پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُن کو ایسے ہی لکھ لو جیسے میرے بندے نے کہا ہے (میں خود اس کا ثواب دوں گا)

معلوم ہوا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا چاہئے۔ وظائف' دُعاؤں اور حمد و ثنا کی بکثرت احادیث ہیں جس میں حضور نبی مکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کے عمل کی تائید فرمائی اور انھیں بہت زیادہ ثواب کی خوشخبری و بشارت دی گئی۔ حضور نبی الرحمہ ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے نئی دُعا' نیا وظیفہ اور اپنی فکر و ذہن سے نیا طریقہ اور عبادت میں جدّت پیدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی صحابہ کرام کے ان اعمال پر تنبیہ نہیں فرمائی اور یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول کے حکم' منشاء و فرمان کے علاوہ دین میں نئی بات اور طریقہ کیوں ایجاد کیا گیا؟ اللہ عز وجل اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال و عبادات کو بدعت و گمراہی قرار نہیں دیا۔

(☆) امام بخاری و مسلم اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فجر کی نماز کے وقت فرمایا۔ اے بلال! مجھے وہ عمل بتاؤ جو تم نے اسلام میں کیا ہو اور اس پر اجر و ثواب کی بہت امید ہو' کیونکہ میں نے جنّت میں تمہارے قدموں کی چاپ سُنی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ جب بھی میں نے دن یا رات میں وضو کیا' تو اس وضو سے میں نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھی۔

(☆) امام ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے جب بھی اذان کہی تو دو رکعتیں ادا کیں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹا تو میں نے وضو کیا اور یہ جانا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت ادا کرنا مجھ پر لازم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **بِهَا نِلْتَ** اسی سبب سے تو نے یہ مقام پایا۔

(☆) بخاری شریف میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ اس حدیث میں ہے وہ پہلے شہید ہیں جنہوں نے حالت قید میں شہید کئے جانے سے پہلے نماز ادا کرنے کی سُنّت قائم کی۔

ان احادیث سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال اور حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عبادت کا وقت مقرر کرنے میں اجتہاد سے کام لیا۔ حالانکہ اس سے پہلے نبی کریم ﷺ کا حکم یا فعل اس سلسلے میں وارد نہیں ہوا تھا۔

حضور ﷺ کی اقتداء اور نماز میں اضافہ:

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے رکوع سے سر اُٹھاتے وقت آپ کہتے **سمع الله لمن حمده**۔ ایک مقتدی نے کہا **رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ** ۔ نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ کلمات کس نے کہے؟ صحابی نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ میں نے کہے ہیں۔ فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو لپکتے ہوئے دیکھا' اُن میں سے ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ کلمات لکھے۔

محدث عبدالرزاق' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ صحابہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک صحابی نے صف میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔

الله اكبركبيرا والحمدلله كثيراوسبحان الله بكرة واصيلا ۔

اللہ سب سے بڑا ہے۔ سب سے عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے حمد کثیر ہے اور صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھ کر فرمایا۔ یہ کلمات کس نے کہے؟ صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے کہے ہیں اور ان سے میری مراد خیر کے سوا کچھ نہ تھی۔ آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ ان کلمات کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ جب سے یہ سُنا میں نے یہ کلمات ترک نہیں کیے۔

غور کیجئے رسول اللہ ﷺ نے ذکر کی زیادتی کی کس طرح تائید فرمائی۔ حالانکہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت یہ زیادتی آپ سے منقول نہ تھی۔ اس کے باوجود آپ نے زائد کلمات کہنے والے صحابہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی تائید اور خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نماز کے یہ دونوں موقعے اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کے مواقع ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی ہمیں مسجد قبا میں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ وہ جب بھی نماز میں کوئی سورت پڑھتے اس سے پہلے پوری سورۃ اخلاص پڑھتے پھر اس کے ساتھ دوسری سورت پڑھتے وہ ہر رکعت میں اسی طرح پڑھتے ۔حضور ﷺ نے ہر رکعت میں بالالتزام سورۂ اخلاص کے پڑھنے کا سبب دریافت فرمایا۔ انصاری صحابی نے عرض کیا کہ میں اس سورت سے محبت رکھتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اس سورت سے تمہاری محبت تمہیں جنّت میں لے جائے گی۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن پاک کے کسی حصے کے ساتھ خصوصی لگاؤ اوراس حصے کا کثرت سے پڑھنا جائز ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کے اجتہادات کو قبول اور پسند فرمایا۔

ہر وہ عمل جس کے مطلوب ہونے کی شریعت گواہی دے اور وہ نہ تو کسی نص کے مخالف ہو اور نہ ہی اس پر کوئی فساد ہی مرتب ہو تو بدعت کی حدود میں داخل نہیں بلکہ سُنّت میں داخل ہے۔

آیات قرآنی سے طلب شفاء

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ راوی ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت سفر پر روانہ ہوئی۔ راستے میں عرب کے ایک قبیلے کے پاس آرام کیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس

قبیلے کے سردار کو کسی چیز نے ڈس لیا۔ ایک صحابی تشریف لے گئے۔ وہ الحمد شریف پڑھتے جاتے تھے اور اس سردار پر آہستہ آہستہ پھونکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہوگیا جیسے وہ رسی میں بندھا ہوا ہو اور اب رسی کھل گئی ہو۔ اس کے چلنے پھرنے میں بھی کوئی کجی نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر صحابی نے واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ تجھے کس نے بتایا کہ سورہ فاتحہ میں دم ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا **وما يدريك** تجھے کس نے بتایا۔ یہ ایسا کلمہ ہے کہ کسی چیز پر تعجب کرتے ہوئے بولا جاتا ہے۔ بسا اوقات کسی شئے کی عظمت بیان کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس جگہ یہی معنیٰ لائق ہیں۔

اس سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کو پہلے سے علم نہ تھا کہ فاتحہ کے ساتھ دم کرنا جائز ہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا اپنے اجتہاد سے کیا اور چونکہ اس میں شریعت مبارکہ کی مخالفت نہ تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کے عمل کو برقرار رکھا۔ کیونکہ جو عمل خیر ہو اور اس پر کوئی فساد مرتب نہ ہوتا ہو۔ اس کے برقرار رکھنے میں نبی کریم ﷺ کا یہی طریقہ اور یہی سُنّت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ مدینہ طیّبہ کے ایک راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک شخص کو مرگی ہوگئی۔ میں اُس شخص کے قریب گیا اور اُس کے کان میں قرآنی آیات کی تلاوت کی تو اُس کو افاقہ ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اُس کے کان میں کیا پڑھا؟ میں نے عرض کیا' میں نے ان آیات کی تلاوت کی تھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **والذی نفسی بیدہٖ لو اَنَّ رجلا مؤمنا قرأبها علیٰ جبلٍ لزال** ۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی مومن شخص اس کو کسی پہاڑ پر بھی تلاوت کرے تو وہ بھی ہٹ جائے۔

﴿اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ ۝ وَمَنۡ يَّدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرۡهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ ۝ وَقُلۡ رَّبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ﴾ (المؤمنون/ ۱۱۵۔۱۱۸)

کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔ پس بہت بلند ہے اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزت والے عرش کا مالک ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پوجتا ہے جس کی اُس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ بلاشبہہ حق کا انکار کرنے والے کامیاب نہیں ہوں گے (کافروں کو چھٹکارہ نہیں ہے)، اور اے محبوب! (آپ یوں) عرض کرو میرے رب! بخش دے (میری گنہگار اُمت کو) اور رحم فرما (ہم سب پر) اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک مریض پر سورۂ مومنون کی آخری آیات پڑھنے کی تائید فرمائی۔ انھوں نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے نہیں سنی تھی بلکہ انھوں نے اپنے اجتہاد سے دریافت کی تھی۔ چونکہ یہ اچھا کام تھا اور شریعت کے کسی حکم کے مخالف نہ تھا اس لئے آپ نے ان کی تائید فرمائی۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین' بدعت حسنہ کے بھی انکاری ہیں :

'دین میں ہر بدعت حرام اور باعثِ ضلالت وگمراہی ہے (دین میں ہر چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے) جس نے بدعت کی تقسیم اچھی اور بُری بدعت سے کی ہے وہ غلطی وخطا پر ہے۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی نہیں بلکہ کچھ بدعتیں ایسی ہیں جو نیک ہیں اچھی ہیں۔ تمام بدعتوں پر گمراہی کا حکم ہے خواہ وہ اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری و باطنی اعمال واقوال ہوں۔ بدعت حسنہ کہنے والوں کے پاس کوئی حجت ودلیل نہیں ہے۔
(البدعة واثرها السيّئ / ٢٣ ۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

نام نہاد اہلحدیث ڈاکٹر ابوعدنان سہیل لکھتا ہے:

'کل بدعة ضلالة کے مطابق تمام ہی بدعات مذموم ہیں اور اُن پر عمل کرنا گمراہی ہے اور از روئے تحقیق یہ بات ثابت شدہ اور اجماعی ہے کہ ہر بدعت باطل ہے اور کوئی بھی بدعت حق نہیں ہے'
(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام / ٢٣)

نام نہاد اہلحدیث اچھائی اور بُرائی میں تمیز نہیں کر پاتے۔ اُن کی زبان کی زد سے ائمہ تو درکنار بہت سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محفوظ نہیں ہیں۔ بے تکلف کہہ دیتے ہیں کہ اُن سے مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ صحابہ کرام کے اجتہادات' فتاویٰ اور تفاسیر کو بدعت' غیر شرعی' قابلِ ترک عمل اور ناقابل اعتماد ٹھہرا دیتے ہیں۔ بدعت' بدعت کا وظیفہ پڑھنے والے بدباطن غیر مقلدین کو زمین پر ہر طرف صرف گمراہی وضلالت نظر آتی ہے۔ قبر میں تاریکی' محشر میں وحشت وگرمی اور جہنم میں عذابِ ویل نظر آئے گا۔

بدعت حسنہ کی تین قسمیں ہیں :

(۱) **بدعت جائز**: ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور بغیر کسی نیّت خیر کے کیا جائے جیسے موٹریں، ہوائی جہاز میں سفر کرنا، عمدہ کھانے، ایر کولرس فریج وغیرہ کا استعمال۔ ان کاموں پر نہ ثواب نہ عذاب۔ ٹیلیفون، کمپیوٹر، فیاکس...... یہ سب نئی چیزیں ہیں لیکن استعمال جائز ہے

(۲) **بدعت مستحبہ**: وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان کار ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو نیّت خیر سے کرے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کا ایجاد کرنا، محفل میلاد، فاتحہ بزرگان کہ عام مسلمان اس کو کار خیر اور ثواب جانتے ہیں اس کو کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا گنہگار نہ ہوگا۔

(۳) **بدعت واجبہ** : وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو جیسے کہ قرآن کے اعراب، دینی مدارس، علم نحو وغیرہ کا پڑھنا۔ اصول فقہ کا جمع کرنا وغیرہ جو جائز کام مسلمانوں میں مروج ہو جائے باعث ثواب ہے۔

اسلام کی کوئی عبادت، حسنہ سے خالی نہیں۔ فہرست ملاحظہ ہو۔

ایمان۔ مسلمان کے بچے بچے کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے ایمان کی یہ دو قسمیں اور اُن کے یہ دونوں نام بدعت ہیں قرون ثلاثہ میں اس کا پتہ نہیں۔

قرآن:۔ قرآن شریف کے تیس پارہ بنانا، اُن میں رکوع قائم کرنا، اس پر اعراب لگانا اسکی سنہری روپہلی جلدیں تیار کرنا، قرآن کو عصری ٹکنکی انداز سے چھاپنا سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

حدیث:۔ حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا، حدیث کی اسناد بیان کرنا، اسناد پر جرح

کرنا اور حدیث کی صحیح قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے، یہ حسن، یہ ضعیف، یہ موضوع ...... ان قسموں میں ترتیب دینا کہ اوّل نمبر صحیح ہے، دوم نمبر حسن، سوم نمبر ضعیف، پھر ان کے احکام مقرر کرنا کہ حرام و حلال چیزیں حدیث صحیح سے ثابت ہوں گی۔ اور فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوگی۔ غرضکہ سارا فنِ حدیث ایسی بدعت ہے جس کا قرون ثلٰثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

اصول حدیث :۔ یہ فن بالکل بدعت ہے بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے۔ اس کے سارے قاعدے قانون بدعت۔

فقہ :۔ اس پر آج کل دین کا دارومدار ہے۔ مگر یہ بھی از اوّل تا آخر بدعت ہے۔ جس کا قرون ثلٰثہ میں ذکر نہیں۔

اصول فقہ و علم کلام :۔ یہ علم بھی بالکل بدعت ہیں ان کے قواعد وضوابط سب بدعت۔

نماز :۔ نماز میں زبان سے نیّت کرنا بدعت۔ جس کا ثبوت قرون ثلٰثہ میں نہیں۔ رمضان میں بیس رکعت تراویح پر ہمیشگی کرنا بدعت ہے۔ خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا **نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ** یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

روزہ :۔ روزہ افطار کرتے وقت زبان سے دُعا کرنا **اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ** ...... اور سحری کے وقت دُعا مانگنا کہ **نویت ان اصوم غدا** ...... بدعت ہے۔

زکوٰۃ :۔ زکوٰۃ میں موجودہ سکہ رائج الوقت (کرنسی) ادا کرنا بدعت ہے۔ قرون ثلٰثہ میں تصویر والے سکے اور کاغذی نوٹ نہ تھے نہ اُن سے زکوٰۃ جیسی عبادت ادا ہوتی تھی۔ موجودہ سکے اور نوٹ سے غلوں سے فطرہ نکالنا یہ سب بدعت ہیں۔

حج :۔ ریل گاڑیوں‘ لاریوں‘ موٹروں‘ ہوائی جہازوں کے ذریعہ حج کرنا‘ موٹروں میں مکہ معظّمہ‘ منٰی‘ مزدلفہ‘ عرفات جانا بدعت ہے ۔ اُس زمانہ پاک میں نہ یہ سواریاں تھیں نہ اُن کے ذریعہ حج ہوتا تھا۔

اب بتائیں کہ بدعت سے بچ کر دینی حیثیت سے زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟ جب ایمان اورکلمہ میں بدعات داخل ہیں تو بدعت سے چھٹکارا کیسا؟

لہذا لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ یہ بدعات حسنہ (نیکی اور ثواب کے اُمور) ہیں۔

دُنیاوی چیزیں :۔ آج کل دُنیا میں وہ چیزیں ایجاد ہوگئی ہیں جن کا خیرالقرون میں نام ونشان بھی نہ تھا۔اورجن کے بغیراب دُنیاوی زندگی مشکل ہے۔ ہر شخص ان کے استعمال پر مجبور ہے۔ ریل‘ موٹر‘ ہوائی جہاز‘ سمندری جہاز‘ رکشا گاڑی۔ پھر خط‘ لفافہ‘ ای میل‘‘ تار‘ ٹیلیفون‘ موبائل فون‘ ریڈیو‘ لاؤڈ اسپیکر اورعصری ایجادات وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں اور ان کا استعمال بدعت ہے اور انھیں ہر جماعت کے لوگ بلا تکلف‘ استعمال کرتے ہیں۔ کیا بغیر بدعات حسنہ کے دُنیاوی زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہرگزنہیں۔ (جآءالحق ‘ سُنّت وبدعت)

بدعت سیئہ (بُری بدعت): وہ جو کہ کسی سُنّت کے خلاف ہو یا سُنّت کو مٹانے والی ہو جیسے خلیج کے عربوں کا **السلام علیکم** کے بجائے **صباح الخیر**‘ **مساء الخیر** کہنا۔ **وعلیکم السلام** کے بجائے **حیاك الله**‘ **اهلاً** کہنا۔ خلاف سُنّت فرنچ کٹ ڈاڑھی رکھنا‘ امریکی طرز کے طہارت خانے بنوانا‘ مساجد کے اندرونی حصّے سے اذان کہنا‘ تراویح میں قرآن مجید دیکھ کرنماز پڑھنا اور پڑھانا‘ غیر عربی میں خطبہ جمعہ وعیدین پڑھنا......

بُری بدعت (بدعت سیئہ) گمراہی ہے۔ بدعت سیئہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) بدعت مکروہہ: وہ نیا کام جس سے کوئی سُنّت چھوٹ جائے۔ اگر سُنّت غیر مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر سُنّت مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تحریمی ہے مسجدوں کو فخریہ زینت دینا۔

(۲) بدعت حرام: وہ نیا کام جس سے کوئی واجب چھوٹ جائے یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔ نماز کا وقت شروع ہونے سے قبل اذان کہنا اور نماز ادا کرنا، سحری میں بہت زیادہ تاخیر کرنا، حج اور عمرہ کے بعد صرف چند بالوں کا کاٹ لینا، مزدلفہ میں قیام کئے بغیر منٰی واپس ہو جانا، چمڑے کے جرابوں کے بجائے کپڑے (اونی یا سوتی) کے ساؤکس پر مسح کرنا، نمازوں کی قضاء کو ضروری نہیں سمجھنا، سفر کے دوران واجبات، سنن و انوافل کو ترک کر دینا، ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو اکٹھا ایک ہی وقت میں (عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ) ادا کرنا...... یہ سب بُری بدعات ہیں۔

جائز اور ناجائز رسومات :

مسلمانوں کی وہ رسمیں جن کو شریعت نے منع کیا ہے وہ تو یقیناً حرام و ناجائز ہیں مثلاً ناچ گانا۔ باجہ بجانا، آتش بازی، دولہا کو چاندی سونے کے زیوارت پہنانا، تقریبات میں عورتوں، مردوں کا بے پردگی کے ساتھ جمع ہونا۔ لیکن شریعت نے جن رسموں کو ناجائز نہ بتایا، یا وہ رسمیں جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے۔ ان کو ہرگز ناجائز اور حرام نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے نہ ثابت ہو اس وقت تک اسے حرام و ناجائز نہیں کہہ سکتے۔ بعض افراد کا کہنا یہ کہ لوگ رسومات کو فرض سمجھ کر پابندی سے کرتے ہیں، کبھی ترک نہیں کرتے ہیں اس لئے ہم اُن لوگوں کو رُوکتے ہیں کہ لوگ ایک غیر فرض کو فرض سمجھنے لگے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا دھوکہ ہے اور دَر حقیقت یہ لوگ خود بھی دھوکے میں ہیں اور دوسروں کو بھی

دھوکہ دے رہے ہیں۔ کسی چیز کو ہمیشہ کرتے رہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا کرنے والا اُس کو فرض سمجھتا ہے۔ کسی چیز کو ہمیشہ کرتے رہنا یہ اور بات ہے اور اُس کو فرض سمجھ لینا اور بات ہے۔ بعض لوگ ہر سال حج ادا کرتے ہیں۔ پابندی سے عمرے ادا کرتے ہیں تو کیا اُن کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ اُن لوگوں نے ہر سال حج اور عمرہ کو فرض سمجھ لیا ہے؟ وضو کرنے والا ہمیشہ وضو میں کانوں اور گردن کا مسح ضرور کرتا ہے۔ کبھی بھی گردن اور کانوں کے مسح کو نہیں چھوڑتا۔ تو کیا کوئی بھی اس پر یہ الزام لگا سکتا ہے کہ وہ سر کے مسح کی طرح گردن اور کانوں کے مسح کو بھی فرض سمجھتا ہے؟ حالانکہ کانوں اور گردن کا مسح سُنّت و مستحب ہے۔ اور کیا کوئی بھی اس کی جرأت کرسکتا ہے کہ لوگوں کو کانوں اور گردن کا مسح کرنے سے منع کردے کہ لوگ ایک غیر فرض کو فرض سمجھنے لگے ہیں بس اسی طرح سمجھ لو کہ لوگ ہمیشہ عید کے دن سویاں، شب برأت میں حلوہ پکاتے ہیں۔ میلاد شریف میں ہمیشہ شیرینی بانٹتے ہیں اور کبھی بھی اس کو ترک نہیں کرتے۔ محرم کا کھچڑا ہو یا مالیدہ، گیارھویں شریف کی بریانی، عیدالفطر کا شیر خورمہ اور ناشتہ میں کھچڑی، قیمہ محض ایک رسم و رواج کے طریقہ پر لوگ پکاتے کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ کوئی بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ یہ فرض یا سُنّت ہے۔ اس لئے اس کو ناجائز کہنا درست نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ کسی حلال کو حرام و ناجائز ٹھہرانا اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگانا ہے جو ایک بدترین گناہ ہے۔

جائز رسومات :

بچے کی پیدائش، ختنہ، عقیقہ، بسم اللہ خوانی، شادی بیاہ اور دوسری تمام تقریبات سے لے کر انسان کے آخری انجام یعنی موت تک مسلمان گھرانوں میں طرح طرح کی رسمیں ہوتی جاتی ہیں ہر ملک میں نئی رسوم ہیں اور ہر قوم و خاندان کے رواج اور طریقے جداگانہ۔ رسوم کی بنیاد عرف پر ہے۔ یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ شرعاً واجب یا سُنّت یا مستحب ہیں...... لہذا جب تک کسی رسم کی ممانعت، شریعت سے ثابت نہ ہو اُس وقت تک اُسے حرام و ناجائز نہیں کہہ سکتے۔

کھینچ تان کر اُسے ممنوع قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔

دراصل شرع شریف کا ایک کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ اور رسول اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے بُرا فرمائیں وہ بُری ہے اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اُس کی خوبی نکلی نہ بُرائی کہ نہ اُس کی ممانعت شریعت مطہرہ سے ثابت ہے نہ شریعت نے اُس کے کرنے کا حکم دیا تو وہ چیز اباحتِ اصلیہ پر رہتی ہے۔ اور جسے مباح قرار دیا جائے گا کہ اس کے کرنے میں کوئی ثواب نہیں اور نہ کرنے پر کوئی عذاب وعتاب نہیں۔ یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر جگہ کام آئے گا آجکل مخالفینِ حق اور اہلسنت سے کٹ کر نئی راہوں پر چلنے والوں مثل وہابیہ دیوبندیہ، غیر مقلدین نے یہ روش اختیار کر لی ہے کہ جس چیز کو چاہا، شرک، حرام، بدعت ضلالت کہنا شروع کر دیا۔ اس پر طرہ یہ کہ اہلسنت سے پوچھتے ہیں تم جو ان چیزوں کو جائز بتاتے ہو قرآن وحدیث میں کہاں جائز لکھا ہے۔ حالانکہ اُن کو اپنی خوش فہمی سے اتنی خبر نہیں کہ جائز کہنے والا کسی دلائل کا محتاج نہیں۔ جو ناجائز کہے وہ قرآن وحدیث میں دِکھلائے کہ ان افعال کو کہاں ناجائز لکھا ہے ورنہ شریعت کسی کی زبان کا نام نہیں کہ جسے چاہے آدمی بے دلیل حرام وناجائز وممنوع کہہ دے۔

اور فرقہ وہابیہ کے مبلغ اور اُن کے بہی خواہ جو اس قسم کے مسائل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں **من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو ردّ** (یعنی جو شخص دین میں نئی بات پیدا کرے وہ بات مردود ہے) تو یہ محض بے محل او مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا ایک بہانہ ہے ورنہ اُن کے بڑے بھی یہ بات خوب جانتے ہیں کہ بدعت ضلالت وہی ہے جو دین میں نئی پیدا ہو اور دُنیاوی رسوم وعادات پر حکم بدعت نہیں ہوسکتا مثلاً شروانی کُرتہ، قمیص پہننا، بریانی شیرمال فروٹ چاٹ کباب چٹنی کھیر ...... وغیرہ لذیذ کھانا، عالیشان مکانوں میں رہنا، بنگلوں کے نام تجویز کرنا اور اُن میں رہنا، فریج واشنگ مشین ایرکنڈیشن استعمال کرنا، دولہا کو عمدہ پوشاک پہنانا، سنوار کر پورے اہتمام سے دلہن کے گھر لے جانا اور اُن کو جائز

طریقوں پر استقبال کرنا اور خاطر و مدارت میں پیش پیش رہنا' دلہن کو بوقت رخصت پالکی یا موٹر وغیرہ میں بٹھانا۔ اسی طرح دلہن اور دلہا کے سر پر سہرا باندھنا۔ سہرا پہننا مباح ہے یعنی پہنے تو نہ کوئی ثواب اور اگر کوئی نہ پہنے تو کوئی عذاب نہیں۔ سہرا نہ شریعت میں منع ہے نہ شریعت میں ضروری یا مستحب' بلکہ ایک دُنیاوی رسم ہے۔ کوئی بھی ان چیزوں کو دینی بات سمجھ کر نہیں کرتا' نہ بغرض ثواب انہیں کیا جاتا ہے بلکہ سب ایک دُنیاوی رسم ہی جان کر کرتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی جاہل اور ناواقف محض ایسا ہو کہ انہیں دینی بات جانے اور نہ کرنے کو شرعاً بُرا یا گناہ مانے تو اس کی اس بے ہودہ سمجھ پر اعتراض صحیح ہے۔ اور اگر جو کوئی اسے حرام گناہ و بدعت وضلالت بتائے وہ سخت جھوٹا سراسر مکار ہے۔

یونہی دولہا دلہن کو ابٹنا ملنا' خوشبو لگانا' دلہن کو مائیوں بٹھانا اور ڈال بری کی رسم کہ کپڑے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں' یہ جائز ہے۔ اسی طرح دلہا دلہن کے گلوں میں خالص پھولوں کے ہار پہنانا کہ ان میں پھولوں سے بس اتنی بات زائد ہے کہ انہیں ایک ڈورے میں پرو لیا ہے اور گلے میں ڈالنا خوشبو سے خود فائدہ لینا اور اپنے ساتھیوں کو فرحت پہنچانا ہے اور خوشبو لگانا سُنّت ہے اور خوشبو کی چیزیں پھول پتی وغیرہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پسند ہیں اور پھول اگر ہاتھ میں لئے رہیں تو ہاتھ بھی رُکے اور پھول بھی جلد کملا جائیں' اسی لئے ڈورے میں پرو کر گلے میں ڈالنے سے کوئی حرج نہیں تو اس میں حرمت یا ممانعت و ناجوازی کس طرف سے آ گئی۔

کیا آج کوئی ٹلیفون' ٹیلیگرام' فیاکس' ٹیلکس' کمپیوٹر' انٹرنٹ' ٹی وی ویڈیو اور الکٹرانکس کی افادیت سے انکار کرسکتا ہے؟ اگر آج کوئی یہ کہے کہ نئی نئی سائنسی ایجادات کے استعمال سے گریز کرنا چاہئے' یہ اسلام کے خلاف ہے' یہ دین میں بدعت ہے' ان تمام چیزوں سے فائدہ اُٹھانا' اُن کو استعمال کرنا حرام ہے تو وہ یقیناً احمق' مجنون' فاتر العقل' فقہی بصیرت سے محروم' قلیل البضاعۃ' جاہل' عالم سے بے خبر اور مخبوط الحواس سمجھا جائے گا۔

اصولی طور پر فرضیت یا حرمت کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی درکار ہے اور جس طرح ایک حرام کو حلال قرار دینا اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ کفر کی حد کو پہنچا دیتا ہے اسی طرح ایک حلال کو حرام قرار دینا بھی اتنی ہی اہمیت کا حامل ہے۔

غرض یہ کہ ان جائز رسوم و عادات کو جو بلا دلیل شرعی ناجائز وحرام اور بدعت وضلالت کہتا ہے وہ شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے اگر سچا ہے تو بتائے کہ اللہ ورسول نے قرآن وحدیث میں اُسے کہاں ناجائز اور کہاں منع فرمایا ہے؟ اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے منع نہیں فرمایا تو دوسرا اپنی طرف سے منع کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔

مروجہ بدعات : مسلمان کا ہر عمل اور ہر حرکت قرآن وسُنّت، اعمال صحابہ، اجماع اُمت اور اصول دین یعنی شریعت کے مطابق ہوتو وہ عبادت ہے۔ دینی کام اس کو کہتے ہیں جس پر ثواب ملے۔ دُنیا کا کوئی بھی کام نیّت خیر سے کیا جائے تو اُس پر بھی ثواب ملتا ہے۔ تمام اعمال کا تعلق دین سے ہی ہے۔ مسلمان کا کوئی عمل دین سے خارج نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ نیّت خیر سے اپنے بچوں کو پالنا بھی ثواب رکھتا ہے۔ کسب حلال، اولاد کی پرورش، ازدواجی زندگی گذارنا، غسل کرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا، بیت الخلاء جانا، راستہ چلنا، ملاقات وگفتگو کرنا، دین کی فکر وسوچ، یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی زوجہ کے منہ میں دے وہ بھی ثواب۔ لہذا مسلمان کا ہر دُنیاوی کام بھی دینی ہے۔

حکایت: کسی بزرگ کے مرید نے ایک گھر تعمیر کیا پھر اپنے شیخ کو اس میں گھر میں دعوت دی جب وہ بزرگ تشریف لائے تو انھوں نے دریافت کیا کہ مکان میں تم نے کھڑکیاں اور روشن دان کیوں رکھے ہیں؟ مرید نے جواب دیا تاکہ ان سے ہوا اور روشنی آسکے، بزرگ فرمانے لگے یہ تو ایک ظاہری بات ہے ان چیزوں کو تو حاصل ہونا ہی ہے لیکن مناسب یہ تھا کہ تم اصل میں ان کھڑکیوں کے لگاتے وقت یہ نیت کرتے کہ ان سے اذان کی

آواز سُنائی دے گی تو اس سے تمہیں ثواب بھی حاصل ہوتا' روشنی اور ہوا تو خود بخود اسکے تابع ہوکر مل جاتی۔ الغرض نیّت خیر سے ایصال ثواب کے لئے گیارہویں۔ بارہویں کا اہتمام کرتے ہوئے غربا وفقراء کو کھانا کھلانا بھی بہت عظیم ثواب ہے۔غرض کہ مسلمان کے سارے اعمال دین کے مطابق ہوں تو عبادت ہے۔اور یہی اعمال اصول دین کے خلاف یہود ونصاریٰ' کفار ومشرکین کی تقلید میں ہوں تو بدعت' خلاف سُنّت اور حرام قرار دیئے جائیں گے۔

☆ سب سے بڑی بدعت تو یہ ہے کہ ہم نے انسانوں پر اللہ ورسول کے قانون کے بجائے اللہ ورسول کے دشمنوں کا قانون نافذ کر رکھا ہے جب کہ قرآن نے اللہ ورسول کی اتباع وپیروی کولازم کیا ہے مگر کسی کو اس میں شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

ننگے سر رہنا' ڈاڑھیاں منڈانا' جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیشہ ٹوپی پہنی اور عمامہ باندھا' ڈاڑھی کی شدید تاکید فرمائی۔آپ نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا مگر ہم کھلم کھلا خلاف ورزی کررہے ہیں اور احساس تک نہیں کہ کس بدترین بدعت کا ارتکاب کررہے ہیں۔ہمیں ان اعمال میں بھی شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

عورتیں سج بن کر بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں جب کہ قرآن میں سج بن کر نکلنے کی ممانعت کی گئی ہے اور فرمایا۔ دَورِ جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ پھرو۔ دوپٹے کو گریبانوں پر ڈالے رہو۔اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ حضور ﷺ نے خوشبو لگا کر عورت کو باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ نابینا صحابی ابن اسحاق رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ پردے میں چلی گئیں۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ' مگر ہم کو قرآن وحدیث کے خلاف کسی عمل میں بدعت وگمراہی نظر نہیں آتی اور کسی طرف سے شرک و بدعت کی بات سننے میں نہیں آتی۔

شادی بیاہ کی محفلوں میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے' حالانکہ ریاکاری اور فضول خرچی کی قرآن وحدیث میں سخت ممانعت آئی ہے اور فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔مگر اس شیطانی عمل میں بھی کسی کو شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

بعض خواتین فخریہ مردوں کا لباس پہنتی ہیں ۔ جب کہ حضورﷺ نے ایسی خواتین پرلعنت فرمائی ۔ یہاں تک فرمایا کہ ایسی خواتین کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ یہ بھی فرمایا۔ وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں جیسی بنے ۔ یہاں تک فرمایا۔ مردانی عورت جنّت کی خوشبو سے محروم ہوگی ۔ ان احادیث کے ہوتے ہوئے ہمارا کیا طرزِعمل ہے سب کے سامنے ہے۔ ہم کو ان باتوں میں شرک و بدعت نظر نہیں آتا۔

منصوبہ بندی کے بہانے بچوں کی پیدائش پر پابندی لگانا دَورِجدید کی بدترین بدعت ہے۔ اللہ کے نظام کو اپنے ہاتھ میں لینا جبکہ قرآن حکیم میں اعلان فرمادیا گیا' کوئی زمین پر چلنے والا نہیں جس کا رزق ہمارے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ اللہ اکبر ۔ کیڑے مکوڑے سب کھائیں اور انسان بھوکے رہیں ۔منصوبہ نبدی کے اس عمل میں کسی کو شرک و بدعت نظر نہیں آتے ۔

تصویر سازی ہمارے معاشرے میں عام ہے۔ حضورﷺ نے تصویروں کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ بیت اللہ کی دیواروں پر مقدس افراد کی تصاویر کو اپنے دست مبارک سے مٹایا۔ دولت کدے میں مصور پردہ لٹکایا گیا تو اس کو اُتروادیا۔ پھر اس کو دولخت کردیا گیا۔ الغرض جس چیز میں تصویر دیکھتے بغیر مٹائے نہ چھوڑتے ۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے صاحب خانہ کے پردے میں تصاویر ملاخطہ فرمائی تو دعوت میں شریک نہ ہوئے ۔ واپس آگئے ۔ یہ ساری باتیں احادیث میں موجود ہیں مگر ہمارا طرزِعمل سراسر اس کے خلاف ہے۔ پھر بھی کسی کو ان باتوں میں شرک و بدعت نظر نہیں آتے ۔

دین میں خلاف سُنّت نئے طرز کے سلام کو رائج کرنا بدعت ہے ۔

'**اسلام علیکم** ' کے بجائے 'صباح الخیر' (گڈ مارننگ) مساء الخیر (گڈ ایوننگ) **اھلاً وسھلاً** ومرحبا' آداب وغیرہ کہنا بدعت ہے۔ **وعلیکم السلام** کے بجائے **اھلاً** '**مرحبا** '**حیاك الله** ' جیتے رہو۔ کہنا خلاف سُنّت اور بدعت ہے)

فرنچ کٹ ڈاڑھی (خلیج کے عربوں کی پرفریب اور فیشن پرست ڈارھی خلاف سُنّت

اور بدعت ہے۔ خلاف سُنّت حد شرع سے زیادہ، لمبی لمبی، ناف تک غیر مقلدین کا ڈاڑھی رکھنا، مضحکہ خیز حرکت اور بدعت ہے۔

کپڑوں کے موزوں (ساؤکس) پر مسح کرنا بدعت ہے۔ جبکہ وضو میں ٹخنوں دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

غیر عربی خطبہ جمعہ وعیدین میں پڑھنا بدعت اور خلاف سُنّت ہے۔

نماز تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا اور سننا بدعت ہے۔

(یہ بدعت خلیجی مما لک میں بہت زیادہ رائج ہے) صحابہ کرام، تابعین، فقہاء، علماء سے اس عمل کا ثبوت نہیں ملتا۔ اجماع اُمت کا بھی اس پر عمل نہیں رہا ہے۔

﴿فاقرء واماتیسرمن القرآن﴾ (المزمل/۲۰)

'قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہوا تنا پڑھو'

﴿وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (اعراف/۲۰۴)

'اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو'۔

(☆) خطبہ جمعہ میں اردو کے اشعار جو وعظ ونصیحت پر مشتمل ہوتے ہیں پڑھے جاتے ہیں۔ یہ امر اس سُنّت کے خلاف ہے جو مسلمانوں میں صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک رائج ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے دور میں بحمداللہ تعالےٰ ہزاروں شہر عجمیوں (غیر عرب) کے فتح ہوئے۔ ہزار ہا منبر نصب کئے گئے، ہزاروں عجمی کہ ہنوز جو زبان عربی سے واقف نہ تھے مسجدوں میں موجود ہوتے، مگر کہیں منقول نہیں کہ صحابہ کرام نے اُن کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا ہو، یا اس میں دوسری زبان کو خلط ملط کر دیا ہو۔ ایسا نہیں تو پھر اب کیوں ہوا؟ اور عوام کا عذر کہ عربی ہماری سمجھ میں نہیں آتی ۔ جب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا۔ اب کیوں قابل قبول ہونے لگا۔ بات یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے علم سیکھنا سب پر واجب کیا ہے۔ عوام کہ نہیں سمجھتے یا نہیں سیکھتے تو قصور اُن کا ہے۔ نہ کہ امام وخطیب کا۔ آخر عوام

قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا ان کے لئے قرآن اردو میں پڑھا جائے؟ (فتاویٰ رضویہ)

غرض یہ کہ مسلمان مرد وعورت پر لازم ہے کہ عربی زبان پڑھیں اور سیکھیں۔ قرآن مجید کی تلاوت عرب کے لہجے میں۔ یعنی کلمات وحروف کی ادائیگی۔ قواعد تجوید کے مطابق صحیح مخارج وصفات کے ساتھ ہونی چاہیئے قرآن مجید کی آیات وکلمات کو عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں تحریر کرنا' یا غیر عربی رسم الخط (انگریزی' ہندی کی مدد سے تلاوت کرنا جس کی وجہ سے تجوید کے قواعد یعنی مخارج وصفات کی صحیح ادائیگی ممکن نہیں رہتی ہے اور معنی بدل جاتے ہیں۔ اس طرح قرآن مجید کو تحریر کرنا اور تلاوت کرنا قطعی حرام اور گمراہ بدعت ہے۔ (علم دین کا سیکھنا فرض عین ہے۔)

☆ بال کو کالا کرنے کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال حرام اور بدعت ہے زرد مہندی کا استعمال سُنّت ہے۔

☆ سر پر ویگ کا استعمال حرام و بدعت ہے۔ ویگ کے ساتھ ادا ہونیوالی نمازیں باطل قرار دی جائیں گی۔

اصولِ دین کے خلاف دِین میں نئی فکر پیدا کرنا اور نئے نظریات ایجاد کرنا' قرآن مجید کی بالرائے غلط تفسیر اور نصوص کے خلاف عقائد ومسائل پیش کرنا بُری اور گمراہ بدعت ہے۔

حلال کو حلال' حرام کو حرام' مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا اور قرار دینا ضروریات دین سے ہے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا بدعت ضلالہ ہے۔

ریڈیو اور ٹی وی کی اقتداء میں نماز ادا کرنا بدعت ہے۔

اذان واقامت کے کلمات میں کمی بیشی کرنا بدعت ہے۔

نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے اذان کہنا ناجائز و بدعت ہے۔ (جمعہ کی نماز کا وقت شروع ہونے سے بہت قبل غیر مقلدین اذان کہہ دیتے ہیں' یہ درست نہیں ہے۔)

اہلحدیث اور شیعہ مذہب کی بدعات :

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین میں رفض و تشیع کے جراثیم سرایت کر چکے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے فقہی اور اعتقادی مسائل میں دونوں جماعتوں کے درمیان توافق پایا جاتا ہے اور یہی چیز دونوں باطل فرقوں کے مابین گہرے روابط کی نشاندہی کرتی ہے۔

شیعہ مذہب کے فقہی مسائل :

☆ ایک بڑے مٹکے میں کتّے کے پیشاب وغیرہ کرنے سے وہ پانی پاک ہی رہتا ہے
(فروع کافی جلد سوم کتاب الطہارۃ)

☆ قے، زَرد پانی اور کچلو بھی پاک ہے۔ (المبسوط ص ۲۸)

☆ پاخانہ کا بھرا ہوا ٹوکرا اگر کنوئیں میں گر جائے تو کنواں پاک ہی رہتا ہے۔
(استبصار، وسائل الشیعہ)

☆ اگر کنوئیں میں خون و شراب یا خنزیر گر پڑے تو بیس ڈول نکالنے سے پانی پاک ہو جاتا ہے۔ (تہذیب الاحکام، وسائل الشیعہ)

☆ تھوک سے استنجاء جائز ہے۔ (فروع کافی جلد۳)

☆ خنزیر کی کھال سے بنے ہوئے ڈول سے نکالا گیا پانی پاک ہے۔
(فروع کافی جلد سوم، وسائل الشیعہ)

☆ جس پانی سے استنجاء کیا گیا وہ استعمال شدہ پانی بھی پاک ہے۔
(تحریر الوسیلہ جلد اول)

☆ استنجاء میں استعمال شدہ پانی اگر کپڑے پر گر پڑے تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا
(وسائل الشیعہ)

☆ گدھے اور خچر کا بول اور لید (پیشاب پاخانہ) ناپاک نہیں ہیں۔
(المبسوط۔ کتاب الطہارۃ)

☆ مذی اور ودی دونوں پاک ہیں۔ اگر کپڑے یا جسم پر لگ جائیں تو اس کا دھونا اور انہیں دُور کرنا کوئی ضروری نہیں۔ (المبسوط، مذاہب الخمسہ)

☆ دوران نماز اگر مذی یا ودی نکل کر ایڑیوں تک بہہ جائے تو اس سے نہ نماز ٹوٹی نہ وضو گیا۔ (فروع کافی جلد سوم)

☆ جنابت کے غسل کے لئے استعمال شدہ پانی پاک ہے۔ (المبسوط جلد ا)

☆ ہوا خارج ہونے سے اس وقت وضو جاتا ہے جب اس کی آواز پیدا ہو یا اس کی بو ناک میں چڑھے۔ (فروع کافی، وسائل الشیعہ)

☆ 'ران' کا پردہ نہیں (من لا یحضرہ الفقیہ)

☆ عورت کی دُبر میں وطی کرنے سے نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اُس پر غسل کا وجوب۔ (وسائل الشیعہ، تہذیب الاحکام)

☆ خون اور پیپ وغیرہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (الفقہ علی المذاہب الخمسہ)

☆ اُڑنے والے تمام جانوروں کی بیٹ پاک ہے نیز حلال جانوروں اور چوپایوں کا گوبر و پیشاب پاک ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الخمسہ)

☆ سجدہ تلاوت کے لئے وضو کی ضرورت نہیں ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الخمسہ)

☆ پکی ہوئی ہنڈیا میں مرا ہوا چُوہا ملے تو شوربا گرا دو اور بوٹیوں کو کھا جاؤ۔
(وسائل الشیعہ، فروع کافی)

☆ چوہا اور کُتّا اگر تیل یا گھی میں گر پڑے تو گھی یا تیل بدستور پاک رہے گا
(فروع کافی)

☆ ہر حیوان بلکہ کتا اور خنزیر جب تک زندہ ہے پاک ہے (المبسوط)

☆ جنبی (حالتِ ناپاکی) کی اذان بلا کراہیت جائز ہے (تہذیب الاحکام، وسائل الشیعہ)

☆ دورانِ نماز بچے کو دودھ پلانے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ (وسائل الشیعہ)

☆ دورانِ نماز بیوی یا لونڈی کو سینے سے لگانا جائز ہے۔ (وسائل الشیعہ)

☆ دوران نماز آلہ تناسل سے دل بہلانا جائز ہے۔ (وسائل الشیعہ جلد چہارم)

☆ نجس ٹوپی اور موزہ پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔ (المبسوط)

☆ سونے چاندی پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (وسائل الشیعہ)

☆ عورت کے ساتھ دُبر میں وطی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (وسائل الشیعہ)

☆ وطی فی الدبر جائز ہے۔ (وسائل الشیعہ، تہذیب الاحکام)

☆ گھوڑے کا گوشت کھانا سُنّت رسول ہے۔ (تہذیب الاحکام، وسائل الشیعہ)

☆ کوّا کھانا حلال ہے۔ (تہذیب الاحکام، وسائل الشیعہ)

☆ گدھا حلال ہے۔ (وسائل الشیعہ)

☆ سُنّی کی دُکان سے خریدا ہوا حلال گوشت خنزیر سے زیادہ حرام ہے۔

(تہذیب الاحکام، وسائل الشیعہ)

جماعت اہلحدیث کے عقائد و فقہی مسائل (بدعات) :

۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک لفظ اللہ کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے۔ (البنیان المرصوص ۴۳)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔ اہلحدیث (غیر مقلدین) دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اب محسوس ہورہا ہے کہ انہیں بھی صحابہ، فقہاء اور محدثین کی ضرورت ہے۔

۲۔ خدائے تعالیٰ جس شکل میں چاہے تجلی فرما سکتا ہے۔ (نزل الابرار)

۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔ (عرف الجادی ۲۵۷)

جواز و عدم جواز شرعی حکم ہے اس کے لئے ایسی حدیث پیش کرو جس میں یہ موجود ہو کہ میری قبر کی زیارت کرنی جائز نہیں یا میری زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔

۴۔ غیر مقلدین کے نزدیک رام چندر اور لچھمن اور کرشن نبی ہیں جو ہندوؤں میں مشہور ہیں اسی طرح فارسیوں میں زرتشت۔ اور چین و جاپان والوں میں کنفیوس۔ اور بدھ و سقراط اور فیثا غورس یونانیوں میں۔ چنانچہ مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ہم ان کی نبوت کا انکار نہیں کر سکتے۔ یہ انبیاء صلحا تھے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۸۵)

۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک پردہ کی آیت خاص ازواج مطہرات کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ اُمت کی عورتوں کے واسطے نہیں ہے۔ (البنیان المرصوص ۱۶۸)

نام نہاد اہلحدیث کو معلوم ہونا چاہئے کہ پردے کے احکام ساری اُمت کی عورتوں کے لئے ہیں۔ نزول خاص ہوتا ہے اور احکام عام ہوتے ہیں۔

۶۔ شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے تین سو سے زیادہ مسئلوں میں غلطی کی ہے۔
(فتاویٰ حدیثیہ ۸۷)

۷۔ غیر مقلدین کے نزدیک خطبہ میں خلفاء کا ذکر کرنا بدعت ہے۔ (ہدیۃ المہدی ۱۱۰)

۸۔ غیر مقلدین کہتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال حجت نہیں ہیں ۔ (ہدیۃ المہدی ۲۱۱)

۹۔ غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ عیدگاہ، مسجد نبوی ﷺ سے افضل ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ)

۱۰۔ غیر مقلدین کے نزدیک کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔اس کا کھانا جائز ہے (دلیل الطالب ص۴۱۳ مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد وعرف الجاوی صفحہ ۲۴۷ مؤلفہ نذیر حسین خاں غیر مقلد) نام نہاد اہلحدیث کو دلیل میں حدیث صحیح یا قرآن کی آیت پیش کرنی چاہیئے۔

غیر مقلد ہوکر شوکانی کی تقلید جائز نہیں۔

۱۱۔ غیر مقلد کا مذہب ہے کہ مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کرسکتا ہے۔ اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہو (ظفر اللاضی ص۱۴۱ و۱۴۲ نواب صاحب غیر مقلد کی عرف الجادی ۱۱۵)

یہ کہنا کہ یہ اجتہادی تقریر ہے غلط ہے نص کے موجود ہوتے ہوئے قیاس واجتہاد کیسا؟ اور شوکانی کی تقلید کیسی؟ حدیث حسن لغیرہ موجود، جس کا اقرار۔ اور پھر شوکانی کی تقریر اجتہادی جو غلط ہے بغیر رد کے ذکر کرنا اور جو دلائل اس کے خلاف ہوں ان کی تردید کرنی یہ تقلید جامد نہیں تو اور کیا ہے؟

۱۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک خشکی کے وہ تمام جانور حلال ہیں جن میں خون نہیں۔ (بدور الاہلہ ص ۳۴۸ مؤلفہ نواب صاحب مذکور)

دعویٰ کے لئے اور جواز کے واسطے صحیح حدیث یا قرآن کی آیت کی ضرورت ہے۔

یہ کہنا کہ یہ اجتہادی تقریر ہے بچوں کو سمجھانا ہے۔

۱۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک جو جانور مر گیا اور میتہ ہے وہ ناپاک نہیں (دلیل الطالب ص۲۲۴)

تقریر اجتہادی کی ضرورت نہیں بلکہ صریح وصحیح حدیث کی ضرورت ہے ورنہ اعتبار نہیں۔

۱۴۔ نواب صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ سوّر کے ناپاک ہونے پر آیت سے استدلال کرنا صحیح اور قابل اعتبار نہیں۔ بلکہ اس کے پاک ہونے پر دال ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۵، ۱۴)

پس سوراُن کے نزدیک پاک ہے قیاس کا اعتبار نہیں۔ ناپاک نہ ہونے اور ناپاک عین نہ ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

۱۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک سوائے حیض ونفاس کے خون کے باقی تمام جانوروں اور انسانوں کا خون پاک ہے۔ (دلیل الطالب ص۲۳۰ بدورالاہلہ ص۱۸' عرف الجاوی ص۱۰)

طاہر ہونے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کا قول ہونا چاہئے' قیاس کا اعتبار نہیں۔ ابنائے زمانہ کو رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی زید وعمرو کے بنائے ہوئے قاعدہ پر نہ چلنا چاہئے ورنہ عمل بالحدیث نہ ہوگا۔

۱۶۔ غیر مقلدین کے نزدیک مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (بدورالاہلہ ص۱۰۲ اور دلیل الطالب ومسک الختام شرح بلوغ المرام وشرح رسالہ شوکانی)

رسول اللہ ﷺ کا صحیح قول پیش کرنا چاہئے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں۔ زید وعمرو کے قاعدوں کا اعتبار نہیں۔

۱۷۔ غیر مقلدین کے نزدیک چھ چیزوں کے سوا باقی تمام اشیاء میں سود لینا جائز ہے۔
(دلیل الطالب' عرف الجاوی' البنیان المرصوص' بدورالاہلہ وغیرہا)

باقی میں جواز کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کا قول صریح پیش کرنا چاہئے۔

۱۷۔ غیر مقلدین کے نزدیک ناپاک آدمی کو بغیر غسل کئے قرآن شریف کو چھونا اُٹھانا' رکھنا اور ہاتھ لگانا جائز ہے۔ (دلیل الطالب ۲۵۲' عرف الجاوی' البنیان المرصوص)

جواز کے لئے کوئی صحیح صریح حدیث چاہئے۔ زید وعمرو کے اقوال سند کے لئے کافی نہیں۔

۱۸۔ غیر مقلدین کے نزدیک چاندی سونے کے زیوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔
(بدورالاہلہ ص۱۰۱) منکرین زکوٰۃ کا یہ بہانا ہے۔ قرآن یا حدیث سے دلیل پیش کرنا چاہئے۔

۱۹۔ غیر مقلدین کے نزدیک شراب ناپاک ونجس نہیں ہے بلکہ پاک ہے۔
(بدورالاہلہ صفحہ ۱۵' دلیل الطالب ص۴۰۴' عرف الجاوی ص۲۴۵)

اس کی طہارت پر کوئی صحیح صریح حدیث یا آیتِ قرآن پیش کرنا چاہئے ورنہ داؤد ظاہری وغیرہ کے اقوال سے استدلال صحیح نہیں۔

۲۰۔ غیر مقلدین کے نزدیک سونے چاندی کے زیور میں سود نہیں ہوتا' جس طرح چاہے بیچے خریدے' کمی زیادتی ہر طرح جائز ہے۔ (دلیل الطالب ص ۵۷۵)

صحابہ کرام کے اقوال اُن کے نزدیک حجت نہیں لہذا کوئی صریح صحیح حدیث زیور کے بارے میں جواز کے لئے پیش کرنا چاہئے تاکہ مخالف پر حجت ہو۔ فلاں نے ایسا کہا' فلاں یوں کہتا ہے' میدانِ تحقیق میں غیر مقلد ہوکر زیبا نہیں۔

۲۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک منی پاک ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۵ دیگر کتب بالا)

اہلحدیث (غیر مقلد) ہوکر رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے قول کو دلیل میں پیش کرنا شانِ محدثیت میں بٹہ لگانا ہے۔ پاک ہونا شرعی حکم ہے اس کے واسطے حدیث صحیح پیش کریں۔

۲۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک زوال ہونے سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۷۱)

کہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ اگر ہو تو سند صحیح کے ساتھ پیش کرنا چاہئے۔ اماموں کے قول پیش کرنا غیر مقلدین کے لئے مفید نہیں ہیں۔ اُن کی ضرورت تو ہم جیسے مقلدوں کو ہوتی ہے۔

۲۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک جوان مردوں اور لڑکوں کو چاندی کا زیور پہننا جائز ہے (بدولہ الاہلہ ص ۲۵۶' دلیل الطالب ص ۴۳۴ و ۴۳۵)

غیر مقلد نواب اور شوکانی دونوں کہہ رہے ہیں کہ چاندی کا زیور پہننا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے جائز ہے۔ عورتیں اور مرد اس میں برابر ہیں۔ یہاں قرآن وحدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

۲۴۔ غیر مقلدین کے نزدیک اگر کوئی قصداً نماز چھوڑ دے اور پھر اس کی قضا کرے

تو قضا سے کچھ فائدہ نہیں' وہ نماز اس کی مقبول نہیں۔ اور نہ اس نماز کا قضا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے وہ ہمیشہ گنہگار رہے گا۔ (دلیل الطالب ص ۲۵۰)

اس کے واسطے صحیح حدیث پیش کرنی چاہئے کہ قضا واجب نہیں' علماء کا اختلاف غیر مقلدین کو مفید نہیں۔ غیر مقلد زور لگائیں اور کوئی نص پیش کریں۔ حسن بصری یا داؤد ظاہری یا ابن حزم وغیرہ کے اقوال تمہارے لئے حجت نہیں۔ زید و بکر کے بنائے ہوئے اصول میں اُن سے استدلال کرتے ہیں' افسوس ہے۔

۲۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک تمام جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۴)

رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث' پاک ہونے پر پیش کرنی چاہئے۔ اس کا اعتبار نہیں کہ فلاں نے یہ کہا ہے اور فلاں نے وہ کہا ہے۔ تم غیر مقلد ہو' غیر مقلد کے معنی بھول جاتے ہیں اس لئے لوگوں کے اقوال دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ قیاس کا اعتبار نہیں' حدیث پیش کیجئے۔

۲۶۔ غیر مقلدین کے نزدیک دریا کے تمام جانور زندہ ہوں یا مردہ سب حلال ہیں مگر طافی۔ (بدور الاہلہ صفحہ ۳۳۳ عرف الجادی ص ۲۴۷)

غیر مقلدو! اگر تم سیدنا امام شافعی یا سیدنا امام مالک رحمہما اللہ کے مقلد ہوں تو اُن کے اقوال پیش کریں ورنہ خاموش رہ کر اس حدیث کو پڑھیں کہ میرے واسطے دو میتہ ایک مچھلی دوسرے جراد حلال کئے گئے ہیں اسی حدیث نے دوسری حدیث کے عموم کو خاص کر دیا ہے۔

۲۷۔ غیر مقلدین کے نزدیک چاندی سونے کے برتن استعمال کرنا جائز ہے (بدور الاہلہ ۲۵۴)

۲۸۔ غیر مقلدین کے نزدیک جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہے وہ شخص اس کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے اگرچہ وہ لڑکی اسی زنا سے پیدا ہوئی ہو۔ (عرف الجادی/۱۱۳)

اس کے جواز کے لئے کوئی صحیح صریح حدیث پیش کرنی چاہئے۔ یہ کہنا کہ امام شافعی اس کے قائل ہیں یا دوسرے لوگ یوں کہتے ہیں غیر مقلدوں کے لئے زیبا نہیں۔

صحاح ستہ سے جواز یا عدم جواز کی کوئی صریح صحیح حدیث پیش کریں۔ امام رازی نے ثابت کیا ہے یا فلاں نے بیان کیا ہے عامل بالحدیث کے دعوے کو ثابت نہیں کرسکتا۔

۲۹۔ غیر مقلدوں کے نزدیک مشت زنی کرنی۔ یا کسی چیز سے منی خارج کرنا اس شخص کے لئے مباح ہے جس کے بیوی نہ ہو۔ اور اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو واجب و مستحب ہوتا ہے۔ (عرف الجاوی صفحہ ۲۱۴)

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہم حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اقوالِ رجال قابلِ اعتبار نہیں۔ اگر یہ مسائل غلط ہیں تو کبھی تو ایک رسالہ ایسا لکھ کر شائع کیا ہوتا کہ جس میں علی حسن خان' نورالحسن خان' نواب صدیق حسن خان غیر مقلدین کی غلطیاں بیان کی ہوتیں اور کہا ہوتا کہ صحاح ستہ میں یہ مسئلے نہیں ہیں اس لئے قابل اعتبار نہیں۔

۳۰۔ غیر مقلدین کے نزدیک ایک ہی بکری کی قربانی بہت سے گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے اگرچہ سو آدمی ہی ایک مکان میں کیوں نہ ہوں۔ (بدور الاہلہ ۳۴۱)

اگر سو کی جگہ پر ایک مکان میں ہزار آدمی ہوں تو ایک بکری قربانی میں اُن کی طرف سے کافی ہوگی یا نہیں؟ مکان کے سو یا ہزار آدمی ایک بکری میں شریک ہوکر قربانی کرنا چاہیں تو سب کی طرف سے قربانی ادا ہوجائے گی یا نہیں؟ نفی و اثبات دونوں کے لئے نص صریح صحیح ہونا چاہیۓ۔

۳۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک نجاست گرنے سے کوئی پانی ناپاک نہیں ہوتا' پانی تھوڑا ہو یا بہت۔ نجاست پاخانہ و پیشاب ہو یا اور کوئی ہو۔ ہاں رنگ و بو مزہ ظاہر ہو تو ناپاک ہوجائے گا۔ (عرف الجاوی ۹)

اس کے واسطے حدیث ہونی چاہیۓ کہ تھوڑے سے پانی میں نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ رنگ' بو' مزہ بدلنے پر نجاست کے حکم کو کسی صحیح حدیث سے ثابت کرنا چاہیۓ۔

۳۲۔ غیر مقلدین کے نزیک اگر نمازی ناپاک بدن سے نماز پڑھے تو اُس کی نماز باطل نہیں ہوتی ' اور نہ وہ گنہگار ہے۔ (بدور الاہلہ ۳۸) سند میں حدیث پیش کریں۔

۳۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک بدن سے کتنا ہی خون نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (دستور المتقی)

صحیح حدیث اس کے واسطے پیش کریں۔ اہلحدیث ہو کر حدیث کیوں پیش نہیں کرتے ؟

۳۴۔ غیر مقلدین کے نزدیک سر منڈانا خلاف سُنّت اور خارجیوں کی علامت ہے۔

(البنیان المرصوص ۱۲۹) اس کے واسطے صحیح حدیث پیش کرنی چاہئے۔

۳۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک عورت کی نماز بغیر تمام ستر کے چھپائے ہوئے صحیح ہے تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ ہو یا اپنے شوہر کے ساتھ ہو یا دوسرے محارم کے ساتھ غرض ہر طرح صحیح ہے زیادہ سے زیادہ سر کو چھپالے۔ (بدور الاہلہ ۳۹)

صحت حکم شرعی ہے اس کے واسطے حدیث صحیح سند میں ہونی چاہئے۔

۳۶۔ غیر مقلدوں کے نزدیک نمازی کے کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔ اگر کسی نے ناپاک کپڑوں میں بغیر کسی عذر کے قصداً نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

(دلیل الطالب ۲۶۴' عرف الجادی ۳۲ بدور الاہلہ ۳۹)

ناپاک کپڑوں میں نماز کے صحیح ہونے کے لئے صحیح حدیث پیش کریں۔

۳۷۔ غیر مقلدین کے نزدیک ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دستور المتقی)

حدیث دانی بہت مشکل ہے مفسد اور چیز ہوتی ہے اور زجر او رتنبیہ دوسری چیز ہے دین میں سمجھ پیدا کرو۔

۳۸۔ رمضان میں روزہ کی حالت میں کسی نے قصداً کھا پی لیا تو غیر مقلدوں کے نزدیک اس کے ذمہ کفارہ نہیں۔ (دستور المتقی ۱۰۳)

۳۹۔ غیر مقلدین کے نزدیک سیاہی (خارپشت) کھانا جائز ہے حرمت کی حدیث

ثابت نہیں۔ (بدورالاہلہ ۳۵۱ عرف الجاوی ۲۴۳)

خبیث ہونا کسی حدیث سے ثابت کرنا چاہئے۔

۴۰۔ غیر مقلدین کے نزدیک جانور کے ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھی تو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے۔ اسکا کھانا جائز ہے۔ (عرف الجاوی ۲۴۹)

۴۱۔ مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں جو شخص نکاح یا خوشی کی رسموں میں باجے بجوائے اس کو فاسق کہنا ظلم اور شرارت وتعصب ہے۔ (اسرار اللغۃ پارہ ہشتم ۶۱)

۴۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک حالتِ حیض میں عورت پر طلاق نہیں پڑتی (روضہ ندیہ ۲۱۱)

۴۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک فجر کی نماز کے واسطے علاوہ تکبیر کے دو اذان دینی چاہئے۔ (اسرار اللغت پارہ دہم ۱۱۹)

۴۴۔ غیر مقلد کا مذہب ہے کہ اگر رنڈی نے زنا سے مال کمایا اور اس کے بعد اس نے توبہ کر لی تو وہ مال اس کے اور تمام مسلمانوں کے لئے حلال اور پاک ہو جاتا ہے۔ (دیکھو فتویٰ مولوی عبداللہ غازی پوری۔ مورخہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ)

دعویٰ کے لئے اور جواز کے واسطے صحیح حدیث یا قرآن کی آیت کی ضرورت ہے۔

۴۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک متعہ جائز ہے۔ (ہدیۃ المہدی ۱۱۸)

۴۶۔ غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص عورتوں اور لونڈیوں سے لواطت کرے یعنی پیچھے کے مقام میں ہمبستری کرے اس کو منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مسئلہ مختلف فیہا ہے (ہدیۃ المہدی ۱۱۸)

۴۷۔ غیر مقلدین کے نزدیک گانے اور مزامیر سے لوگوں کو منع نہیں کرنا چاہئے (ہدیۃ المہدی ۱۱۸)

۴۸۔ غیر مقلدین کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لئے جماعت کا ہونا ضروری نہیں۔ اگر دو ہی آدمی ہوں تو ایک خطبہ پڑھے اور پھر دونوں جمعہ پڑھ لیں۔ (بدورالاہلہ /۷۲)

اس قاعدہ سے تو ایک بھی تنہا جمعہ پڑھ سکتا ہے کیونکہ جماعت تو ضروری نہیں لیکن اس کے واسطے قرآن وحدیث سے دلیل پیش کرنا چاہئے۔

۴۹۔ غیر مقلدین کے نزدیک جمعہ کی نماز مثل اور نمازوں کے ہے بجز خطبہ کے اور کسی چیز کا فرق نہیں۔ (بدور الاہلہ/۷۲)

اول تو اس کے واسطے کسی حدیث کی ضرورت ہے کہ جمعہ میں اور دوسری نمازوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔ دوسرے حضور نبی کریم ﷺ نے جمعہ کا غسل مقرر کیا اور نمازوں میں نہیں۔ خوشبو کے لئے حکم فرمایا اور نمازوں کے واسطے نہیں۔ عورت سے جمعہ ساقط کیا اور نمازیں نہیں۔ مسافر پر جمعہ فرض نہیں اور نمازیں پانچوں فرض ہیں۔ بیمار پر جمعہ فرض نہیں' باقی پانچوں نمازیں فرض ہیں۔ اسی طرح اور اُمور بھی ہیں' لہذا یہ کہنا کہ اس میں کسی چیز کی ضرورت نہیں اور کچھ فرق نہیں عجب ہے۔

۵۰۔ غیر مقلدین کے نزدیک دارالحرب میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ (بدور الاہلہ/۷۴)

کس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ دارالحرب میں جمعہ پڑھا کرو۔

۵۱۔ سجدۂ تلاوت کے لئے وضو ضروری نہیں' بلا وضو بھی جائز ہے۔ (کنز الحقائق)

۵۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک تلاوت کا سجدہ کرنے کے لئے سجدہ کرنے والے کو نمازی کی صفت پر ہونا ضروری نہیں۔ (بدور الاہلہ/ ٦٨)

یعنی بے وضو' بے ستر' حالتِ ناپاکی میں اور کسی بھی سمت میں جیسے چاہے سجدہ کر سکتا ہے۔ کیا اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم یا فعل ہے کہ ہر طرح جائز ہے؟

۵۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک اگر مقتدی کو امام کے پیچھے سہو ہوا تو مقتدی کے ذمہ سجدہ سہو واجب ہے۔ (بدور الاہلہ/ ٦٨)

مطلب یہ ہے کہ اس وقت مقتدی کو امام کی تابعداری ضروری نہیں ہے۔ کیا غیر مقلد اس کے واسطے کوئی صریح صحیح حدیث پیش کر سکتے ہیں جو صراحۃً یہ بتلائے کہ مقتدی کے ذمہ سہو کے وقت سجدہ واجب ہے یا تابعداری امام کی ضرورت نہیں؟

۵۴۔ غیر مقلدین کے نزدیک جو جانور بندوق کے شکار سے مر جائے اس کا کھانا جائز اور حلال ہے۔ (بدورالاہلہ/۳۳۵)

اس کے جواز کے لئے کسی حدیث صحیح یا آیت قرآنی کی ضرورت ہے۔ حلال و جواز شرعی حکم ہے اس کے واسطے شرعی نص ہونا چاہیئے۔ غیر مقلد کے لئے جائز نہیں کہ زید و عمرو کے اقوال پیش کر کے مدّعا ثابت کریں اُن کو تو مقلدوں کے واسطے چھوڑ دیجیئے۔ گولی جلاتی ہے پھاڑتی نہیں۔

۵۵۔ کتا کنویں میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ نذیریہ)

۵۶۔ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اُن کا پیشاب پاک ہے۔ (تحفہ جلد اص ۷۸)

۵۷۔ نجس چیز پر ناپاکی کا اثر نہ ہو تو پاک ہے (کنز الحقائق)

۵۸۔ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت بھی پاک ہے (فقہ محمدیہ کلاں)

۵۹۔ غلّے اگر پیشاب میں پڑے رہیں اور وہ پھول بھی جائیں' پھر اس کو پانی میں ڈبو دیا جائے اور خشک کر لیا جائے تو وہ پاک ہوگا۔ (نزل الابرار)

۶۰۔ نجاست سے رنگا گیا کپڑا پاک ہے (نزل الابرار)

۶۱۔ خون پیپ اور قے پاک ہے۔ (نزل الابرار)

۶۲۔ شرابی کا جھوٹا پاک ہے۔ (نزل الابرار)

۶۳۔ کنوئیں میں نجاست' خون اور جانور گر کر پھول پھٹ جائے تو اس کنوئیں کا پانی پاک ہے۔ (نزل الابرار)

۶۴۔ چوہا شراب میں پڑ جائے پھر وہ شراب سرکہ بن جائے تو سرکہ پاک ہے (نزل الابرار)

۶۵۔ شراب سے بنی ہوئی خوشبودار پینے کی چیزیں پاک ہیں اُن کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ (نزل الابرار)

۶۶۔ کتے اور خنزیر کا جوٹھا پاک ہے۔ (ہدیۃ المہدی)

۶۷۔ خون خنزیر اور شراب پاک ہے۔ (عرف الجاوی)

۶۸۔ کتے کو اُٹھا کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (نزل الابرار)

۶۹۔ ماں باپ اور اولاد کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ (عرف الجاوی)

۷۰۔ نکاح میں گواہ کی ضرورت نہیں، بلا گواہ بھی نکاح درست ہے۔ (عرف الجادی)

۷۱۔ مرد عورت ننگے ہو کر شرم گاہ ملائیں تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (نزل الابرار)

۷۲۔ قرآن پاک پر غلاف ہو تو سَر کے نیچے (تکیہ کے طور پر رکھیں) یا پیٹھ کے پیچھے (تختہ کی طرح) رکھ لینا مکروہ نہیں ہے۔ (نزل الابرار)

۷۳۔ شراب پینے والے کا جھوٹا ہر حال میں پاک ہے چاہے شراب پیتے ہی فوراً جھوٹا کر دے۔ (نزل الابرار)

۷۴۔ حالتِ اعتکاف میں بغیر شہوت مباشرت کی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (نزل الابرار)

۷۵۔ اگر نمازی کی زبان سے ہاں، البتہ، نہیں نکل گیا تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ (نزل الابرار)

۷۶۔ شراب ملی ہوئی دوائیں جائز ہیں۔ (کنز الحقائق)

۷۷۔ شراب سے گندھا ہوا آٹا اور اُس سے پکی ہوئی روٹی کھانا جائز ہے (کنز الحقائق)

۷۸۔ پانی میں مرنے والی مچھلی کھانا حلال ہے۔ (کنز الحقائق)

۷۹۔ چوہے کا پاخانہ اگر روٹی کے بیچ پایا گیا ہو تو اس کو کھانا جائز ہے۔ (کنز الحقائق)

۸۰۔ گھوڑا حلال ہے۔ (صحیفہ اہلحدیث)

۸۱۔ ہاتھی اور خچر کھانا حلال ہے۔ (کنز الحقائق)

۸۲۔ کافر کا ذبیحہ حلال ہے۔ (کنز الحقائق)

۸۳۔ سب دریائی جانور حلال ہیں یہاں تک کہ کتا، خنزیر اور سانپ بھی حلال ہیں۔ (نیل الاوطار)

۸۴۔ کچھوا، کوکرا، گھونگا حلال ہیں۔ (فتاوی ثنائیہ)

۸۵۔ جنگلی گدھا حلال ہے۔ (فقہ محمدیہ)

۸۶۔ عورت کی دُبر میں وطی کرنے سے نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اُس پر غسل کا وجوب۔ (کنزالحقائق)

۸۷۔ ضب (گھوڑ پھوڑ، گوہ، سوسمار) حلال ہے۔ (صحیفہ اہلحدیث)

اللہ تعالیٰ نے دراصل اُن (اہلحدیث/ غیر مقلدین) کو یہ سزا دی ہے کہ ان جانوروں کا گوشت خوب کھائیں مگر وہ متبرک کھانا جس پر قرآن شریف درود شریف پڑھا گیا ہو وہ کھانا اُن کو نصیب نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک یہ متبرک کھانا حرام ہے۔ جن لوگوں کے نزدیک ایصال ثواب کی غرض سے دی ہوئی بزرگوں کی فاتحہ اور نیاز حرام ہے اور کُتے، خنزیر، مَنی، مُردار جانور وغیرہ اُن کے لئے حلال ہے۔

بدعت حسنہ اور احیائے سُنّت :

وہ نیا کام جو کسی سُنّت مشہورہ کے خلاف نہ ہو وہ بدعت مذمومہ نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے **مَنْ سَنَّ حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا** جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس نئے طریقہ کو اپنائیں گے اُن کا ثواب بھی اُسے ملے گا۔

عَنْ بِلَا لِ بن حَارِثِ الْمُزنی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْه وسَلَّمَ مَنْ اَحْيىٰ سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِىْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِىْ فَاِنَّ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيرِ اَنْ يَّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةِ لَّايَرْضٰهَا اللّٰه وَرَسُوْلُهُ عَلَيْهِ مِنَ الْاَثمِ مِثْلُ اَثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَايَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا ۔

' حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری کسی سُنّت کو رواج دیا جو میرے بعد متروک ہو گئی تھی تو اُس کو اُس سُنّت پر عمل کرنے والوں کے مجموعی ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر۔ اور جس کسی نے کوئی گمراہی میں ڈالنے والی نئی چیز گھڑی جس سے نہ اللہ راضی ہوا نہ اُس کا رسول۔ اُس کو عمل کرنے والوں کے مجموعی گناہوں کے برابر گناہ ہوگا اور اُن کے گناہوں میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

وقت گزرنے کے ساتھ اکثر لوگ کسی نہ کسی سُنّت پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو اس حالت میں اگر کوئی شخص حضور نبی کریم ﷺ کی سُنّت کو زندہ کرے اس پر خود عمل

کرے اور دوسروں کو عمل کی دعوت دے تو اُسے تمام عمل کرنے والے لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ کتنا عظیم اجر ہے کہ جو ایک سُنّت زندہ کرنے کے بدلے میں ملتا ہے اس لئے ہمیں ہر ممکن طریقے سے حضور ﷺ کی سُنّتوں کو زندہ کرنا چاہئے۔

وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے فساد کے وقت میری سُنّت کو مضبوطی سے تھاما اُسے ایک سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (بیہقی)

فتنہ و فساد ظلم و تشدد اور بُرائیوں کے دور میں سُنّت زندہ کرنے کا اجر سو شہیدوں کی شہادت کے برابر ہے کیونکہ شہید تو ایک بار اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم کھا کر جان دے دیتا ہے لیکن سُنّتوں پر عمل کرنے والے عمر بھر لوگوں کے طعنے سُنتے رہتے ہیں اور اللہ کے رسول کی خاطر سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں اس لئے اُن کے سُنّت پر عمل پیرا ہونے کا اجر سو شہیدوں کے برابر رکھا گیا ہے لہٰذا ہر انسان قدم قدم پر رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کو تھام کر سو شہیدوں کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انھیں جو بلند مقام حاصل ہوا اس کے بارے میں خود انھوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے دِیدار سے خواب میں مشرف ہوا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ بشر حافی تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے تمھیں تمھارے ہمعصروں سے بلند مقام کیوں دیا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ تم نیکوں کی خدمت کرتے ہو، دوستوں کو نصیحت کرتے ہو۔ میری سُنّت اور اہلِ سُنّت سے محبت رکھتے ہو اور اپنے دوستوں سے حُسنِ سلوک رَوا رکھتے ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رضی اللّٰہ عنہ قَا لَ قَالَ رَسُول اللّٰہِ ﷺ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَأتِیْہِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِہٖ اَوْنَھَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ مَا وَجَدْ نَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اتَّبَعْنَا ہُ۔	"حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم میں کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کو وہ پلنگ پر تکیہ لگائے آرام کرتا ہو اور اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم بیان کیا جائے یا کسی بات کو کرنے سے منع کیا ہے اور وہ اس کے جواب میں یہ کہے ہم نہیں جانتے۔ ہم نے تو وہی کیا ہے یا کریں گے جو کچھ ہم نے کتاب اللہ میں دیکھا ہے۔ (احمد۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ بیہقی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ سُنّت کی بھی اطاعت کرنی چاہے اور اگر کسی کے پاس سُنّت کا حکم پہنچے تو اس پر عمل کرنا چاہئے اور دوسروں میں اس کا احیاء کرنا چاہئے اور یہ عذر پیش کرنا نہیں چاہئے کہ صرف آیات پر عمل کروں گا۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ ابِنْ مَعْدِ یْکَرَبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ الَا یُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِمُوْہُ وَاِنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہ اَلَا لَایَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْاَھْلِیُّ وَلَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقْطَہُ مُعَاھِدٍ اِلَّا اَنْ یَّسْتَغْنِیَ عَنْھَا صَاحِبُھَا وَمَنْ نَّزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَیْھِمْ اَنْ یَّقْرُوْہُ فَاِنْ لَّمْ یَقْرُوْہُ فَلَہ اَنْ یُّعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ رَوَاہُ فَلَہٗ اَنْ یُّعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوُدَا وَالدَّارِمِیُّ نَحْرَہُ وَکَذَا ابْنُ مَاجَۃَ اِلٰی قَوْلِہٖ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔

'حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک مجھے قرآن اوراس کی مثل ایک چیز عطا کی گئی ہے دَرحقیقت ایک پیٹ بھرا شخص تخت پر تکیہ لگائے تم سے کہہ رہا ہے کہ قرآن کریم میں جو چیز حلال لکھی ہے اُس کو حلال جانو اور جس چیز کو حرام لکھا ہے اُسکو حرام سمجھ لو لیکن دَرحقیقت رسول اللہ ﷺ نے بھی اُسی طرح چیزوں کو حرام کیا ہے جیسے اللہ نے حرام فرمائی ہیں۔ خبردار ہو جاؤں ! تمہارے لئے گھریلو گدھے حلال نہیں ہیں اسی طرح پھاڑ کھانیوالا جانور (شیر۔ چیتا۔ کتا وغیرہ) بھی۔ اور معاہد کا لفظ (چھوڑا ہوا سامان) مگر جبکہ اس کا مالک اُس سے بے پرواہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی قوم میں مہمان ہو تو میزبانوں کو چاہئے کہ اس کی مہمان داری کریں۔ لیکن اگر وہ مہمان بننے کے لئے تیار نہ ہوں تو اُس میزبان کو چاہئے کہ اُن سے زبردستی مہمانی لے۔ (احمد' ابوداوٗد)

فرمان نبوی ہے جس نے میری سُنّت کو زندہ کیا اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

سُنّت زندہ کرنے کے بارے میں ایک اور حدیث میں یوں تاکید کی گئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّكُمَ زَمَانِ مَّنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَمَا اُمِرَ بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ یَاْتِیْ زَمَانٌ مَّنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا۔

'حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم ایسے زمانہ میں ہو اگر تم میں سے کسی نے عمل کا دسواں حصّہ بھی چھوڑ دیا تو ہلاک ہو جائے گا۔ پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا اگر کسی نے دسویں حصّہ پر بھی عمل کرلیا تو نجات پا جائیگا (ترمذی)

ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْھَا طَا ئِفَةٌ طَیِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَآءَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ و کَانَتْ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَ سَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْھَا طَائِفَةٌ اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَّاتُمْسِکُ مَآءً وَّلَا تُنْبِتُ کِلَآءً فَذَالِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَنَفَعَہٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰالِكَ رَاسًا وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ۔

’حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا مثال اس چیز کی جسے دے کر خدا نے مجھے بھیجا ہے یعنی علم و ہدایت کثیر بارش کی طرح ہے جو زمین پر ہوئی ہو۔ پس زمین کے ایک اچھے ٹکڑے نے پانی کو قبول کرلیا اور خشک گھاس اس سے ہری ہوگئی اور بہت سی نئی گھاس کو اس نے پیدا کیا۔ اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ پانی اس کے اُوپر جمع ہوگیا۔ اور اللہ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ لوگوں نے اس کو پیا اور پلایا۔ اور اس سے کھیتی کو سیراب کیا اور بارش کا یہ پانی ایک اور ایسی زمین کے ٹکڑے کو پہنچا جو چٹیل میدان تھا نہ اس نے پانی کو رُوکا اور نہ گھاس کو اُگایا۔ یہ سب مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین کو سمجھا اور جو چیز خدا نے میرے واسطہ سے بھیجی تھی اس سے نفع اٹھایا اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین کو حاصل نہیں کیا اور خدا کی جو ہدایت میرے ذریعہ سے اس تک پہنچی تھی اس کو قبول نہیں کیا۔ (بخاری و مسلم)

حضور ﷺ نے فرمایا میری ان چیزوں میں جو میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آیا ہوں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم میں نے ایک لشکر دیکھا اور میں اس لشکر کی جانب تمھیں متوجہ کرتا ہوں اور تمھیں اس لشکر سے خبردار کرتا ہوں لہٰذا تم نجات (فلاح) کو تلاش کرو۔ اس وعید سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اُٹھایا اور راتوں رات وہاں سے چلے گئے اور اپنی جانوں کو محفوظ کرلیا لیکن ایک گروہ ایسا بھی تھا جس نے اس وعید کی جانب توجہ نہ کی اور اُس ڈرانے والے کی تکذیب کی۔ اُن کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ جب انھوں نے صبح کی تو غنیم کا لشکر انھیں گھیر چکا تھا اس نے ان پر چھاپہ مارا اور انھیں تباہ و برباد کردیا۔

بلا تمثیل و تشبیہ یہی مثال اُن لوگوں کی ہے جنھوں نے نہ تو میری اطاعت کی اور نہ میرے احکام پر عمل کیا۔ انھوں نے حقانیت کو جھٹلایا اور تباہ و برباد ہو گئے۔

وتر کی تین رکعت ہیں : وتر کی تین رکعت ہیں اسی پر حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل رہا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضور اکرم ﷺ وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے۔ (نسائی، ترمذی)

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں طوال مفصل سے نو سورتوں کی تلاوت فرماتے۔ ہر رکعت میں تین سورتوں ان میں سے آخری سورہ **قل هو الله احد** ہے۔ (ترمذی)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت (آٹھ تہجد اور تین وتر) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری شریف)

بیس رکعت باجماعت نمازِ تراویح اور سُنّت صحابہ :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے **ان النبی ﷺ کان یصلی فی شھر رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ والوتر** (سنن بیہقی) بیشک حضور نبی کریم ﷺ ماہ رمضان میں بلا جماعت بیس (۲۰) رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے صرف دو رات تراویح با جماعت پڑھیں' اس کے بعد یہ فرما کر تراویح پڑھنی چھوڑ دی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تمہارے اُوپر فرض نہ کر دی جائے۔ (بخاری شریف)

پھر صحابہ کرام کے مابین عملاً وقولاً اختلاف رہا' پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورے رمضان پابندی کے ساتھ بیس رکعت با جماعت تراویح پر صحابہ کا اجماع منعقد ہوگیا۔ جماعت کے ساتھ بیس (۲۰) رکعت نماز تراویح اور تین وتر جماعت سے باضابطہ مسجد میں پڑھنا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شروع ہوا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا **نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ** یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے با جماعت نماز تراویح اس اندیشہ سے ہمیشہ نہیں پڑھایا کہ اس طرح کہیں یہ نماز اُمت پر فرض نہ کر دی جائے' لیکن جب حضور ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور سلسلہ وحی ختم ہوگیا اور شریعت میں ردّ و بدل ہونا موقوف ہوگیا تو اُمت پر اس وقت تراویح کے فرض ہونے کا اندیشہ باقی نہیں رہا جس کا حضور نبی کریم ﷺ احساس رکھتے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو مزاج شناسِ رسول ﷺ اور خلیفۃ المومنین تھے ایک امام کے پیچھے نماز تراویح کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کی

خواہش نبویہ کو عملی جامہ پہنا دیا۔ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ جماعت سے ایک امام کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے لگے تو یہ صورتِ عمل ایسی تھی کہ اس سے پہلے لوگ اس کے عادی نہیں تھے' اس لئے لغوی اعتبار سے اس کام کو 'بدعت' کا نام دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ فی الواقع یہ کام 'بدعتِ شرعیہ' ہی ہے۔

صحابہ کرام کی ایجاد یعنی بدعات حسنہ کو سُنّت صحابہ کہتے ہیں۔ خلفائے راشدین کے جاری کردہ سارے کام اگرچہ لغت کے اعتبار سے بدعت کہلائیں مگر شریعت میں وہ سب کے سب سُنّت ہی ہیں' اس لئے کہ خلفائے راشدین کا ان اُمور کو جاری کرنا بحکم خدا اور رسول تھا۔ ائمہ فقہ نے صحابہ کرام ہی کے مسلک کو اختیار کیا ہے مثلاً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باجماعت نماز کی سُنّت قائم فرمائی۔ بیس (۲۰) رکعت باجماعت نماز تراویح پورے ماہ رمضان میں ادا کرنا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سُنّت ہے۔ جہاں تک تراویح کی بیس رکعات کا مسئلہ ہے جس کو صحابہ کرام' محدثین اور ائمہ مجتہدین نے باتفاق اپنایا' وہ احادیث سے صراحتہً ثابت ہے صحابہ کرام اور پوری اُمت کا اس پر اجماع ہے۔ نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین اس کے برخلاف تہجد کی آٹھ رکعت کو عدم تفقہ کی بناء پر تراویح سمجھ بیٹھے ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت (آٹھ نفل اور تین وتر) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری شریف) اس روایت میں تعداد کا ذکر ہے مگر اس میں رمضان اور غیر رمضان دونوں کی تعداد برابر ہے جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ تہجد ہی مراد ہے ورنہ خلفاء راشدین جو' ہر سُنّت کے سچے عاشق تھے وہ ضرور آٹھ رکعت پڑھتے۔ معلوم ہوا کہ غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح پڑھ کر خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مخالفت کر رہے ہیں۔

اگرام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کو صحابہ کرام اور خلفاء راشدین تراویح کے بارے میں لیتے تو مسجد نبوی میں خلفاء راشدین کے زمانے میں آٹھ رکعت تراویح جماعت سے پڑھی جاتی مگر یہ غیر مقلدین اس کو قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں موجود تمام صحابہ کرام نے بیس (۲۰) رکعت باجماعت تراویح کے اس عمل کو قبول کیا۔ چودہ سو سال سے پوری اُمت بیس رکعت سُنّت مسلسل ادا کر رہی ہے۔ خود حرمین شریفین میں بھی شروع سے آج تک بیس رکعت ادا کرنے کا دوامی عمل جاری ہے اور قیامت تک ان شآء اللہ اسی سُنّت پر عمل ہوتا رہے گا، غیر مقلدین مانیں یا نہ مانیں۔ اب بتلایئے کہ صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر کون چل رہا ہے؟ مقلدین (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) یا اہلحدیث (غیر مقلدین)؟

قرآن کریم نے عامۃ المسلمین کو خیر اُمت اور **شهداء على الناس** فرمایا۔ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: **اتبعو السواد الاعظم** مسلمانوں کے بڑے گروہ کی اتباع کرو۔ بیس رکعت تراویح کا ثبوت الحمد للہ حضور نبی کریم ﷺ کے فعل مبارک، صحابہ کرام کے فرمان وعمل اور عامۃ المسلمین کے طریقہ شرعی اور عقل سے ہوا۔

والحمد لله رب العالمين۔

نمازِ تراویح اور غیر مقلدین : غیر مقلدوں کے آٹھ رکعت تراویح کا مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ہر مسئلے میں آسان صورت اختیار کی جائے کہ مسلمان دن بھر روزہ رکھنے کے ساتھ کاروبار کی مشغولیت کے سبب تھک جاتے ہیں اور کھانے کے بعد چاہتے ہیں کہ جلد آرام کریں تو انھوں نے بیس رکعت تراویح کی بجائے آٹھ رکعت کر دی تاکہ مسلمان بارہ رکعت کی چھوٹ پا کر غیر مقلد ہو جائیں اور ہمارا نیا مذہب

قبول کرلیں، حالانکہ صحابی رسول حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے انہوں نے فرمایا: **كنا نقوم فی زمن عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر۔** (بیہقی) ہم صحابہ کرام، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے۔

نام نہاد اہلحدیث کے نزدیک بیس رکعت تراویح کی حدیثیں غلط۔ صحابہ کرام کا بیس رکعت تراویح پڑھنا غلط۔ حضرت امام شافعی کا تراویح کو بیس رکعت قرار دینا غلط۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا کہ **عددة عشرون ركعة** (یعنی تراویح کی تعداد بیس رکعت ہے) یہ بھی اُن کے نزدیک غلط۔ غیر مقلد چاہتے ہیں کہ دین میں آسانی اور چھوٹ دے کر سب کو غیر مقلد بنالیا جائے۔ لوگ سہولت پسند ہوکر اہلحدیث بن جائیں گے اور ائمہ دین سے اظہار بیزارگی اختیار کریں گے۔

نام نہاد اہلحدیث یہ اعتراض کرتے ہیں :

> 'رسول اللہ ﷺ نے صرف دو رات تراویح با جماعت پڑھیں، اس کے بعد یہ فرما کر تراویح پڑھنی چھوڑ دی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تمہارے اُوپر فرض نہ کردی جائے' اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے تراویح آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہ پڑھیں اور باقی وتر۔ لہذا بیس رکعت پڑھنا بدعت سیئہ ہے' (عامہ کتب اہلحدیث)

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بیس رکعت پڑھنا بدعت سیئہ (بُری بدعت) ہے۔ بدعت، ضلالت و گمراہی کو کہتے ہیں اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ بیس رکعت تراویح کو

بدعت کہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو مسلمان بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں وہ سب گمراہ اور جہنمی ہیں۔ یہ سزا انھیں بیس رکعت تراویح پڑھنے کی دی جائے گی۔ (معاذ اللہ)

اگر بیس رکعت تراویح بدعتِ سیئہ ہے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے کیوں اختیار فرمائی اور خود ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُن کی مخالفت کیوں نہ کی؟ اُن پر کیا فتویٰ لگاؤ گے؟ نیز آج سارے غیر مقلد پورے ماہ رمضان میں باجماعت تراویح پڑھتے ہیں۔ بتاؤ اُن کی یہ ہمیشگی بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟ اگر حضور نبی کریم ﷺ نے آٹھ رکعت تراویح پڑھیں تو صرف دو تین روز ہی پڑھیں۔ غیر مقلدین اس کی ہمیشگی کر کے کون ہوئے !

تراویح کی رکعات غیر مقلدین کے یہاں ثابت نہیں ہے۔ غیر مقلدین جو (۸) رکعت پڑھتے ہیں وہ محض اٹکل سے پڑھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ نماز تراویح الگ ہے اور تہجد کی نماز الگ ہے۔ اب جو غیر مقلدین نماز تہجد ہی کو رمضان میں تراویح کہتے ہیں اُن کا یہ کہنا کس حد تک دُرست ہوسکتا ہے؟

کچھ لوگ بیس رکعت تراویح ادا کرنے سے بچنے ہی کی خاطر اہلحدیث غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور آٹھ رکعت نماز ادا کرنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔

فتح الباری شرح بخاری میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے تراویح جمع ہے ترویحہ کی۔ ترویحہ یعنی ایک بار آرام کرنا۔ دو مرتبہ آرام کرنے کو عربی میں **ترویحتان** یا **ترویحتین** کہیں گے اور دو سے زیادہ مرتبہ آرام کرنے کو تراویح کہیں گے۔ ہر چار رکعت بعد آرام کیا جاتا ہے۔ اگر یہ آٹھ رکعتیں ہوتیں تو اس نماز کا نام '**ترویحتان**' یا '**ترویحتین**' ہوتا۔ اس کا نام تراویح اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب اس میں تین یا تین سے زیادہ بار آرام کیا جاتا ہو یعنی عربی گرامر کی رُو سے بھی بارہ رکعت یا اس سے

زائد رکعتوں کی ادائیگی پر ہی اسے تراویح کہا جا سکتا ہے۔

اہلحدیث (غیر مقلدین) اگر صحابہ کرام کی پیروی ترک نہ کرتے تو اجماع اُمت سے باہر نہ جاتے۔

بیس رکعت تراویح اور رکوع : رکوع کے معنیٰ ہیں جھکنا۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآنی رکوع کو رکوع کیوں کہتے ہیں؟ کتب قرأۃ سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر وسیدنا عثمان رضی اللہ عنہما تراویح میں جس قدر قرآن پڑھ کر رکوع فرماتے تھے اس حصہ کا نام رکوع رکھا گیا یعنی ان حضرات کے رکوع کرنے کا مقام کہ اتنا پڑھ کر رکوع ہوا اور چونکہ تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں اور ستائیسویں رمضان کو ختم ہوتا تھا اس لحاظ سے قرآن پاک کے کل ۵۴۰ رکوع ہونے چاہئیں' لیکن چونکہ ختم کے دن بعض رکعتوں میں چھوٹی چھوٹی دو سورتیں پڑھ لی جاتی تھیں اس لئے قرآن کریم کے ۵۵۷ رکوع ہوئے۔ اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتیں تو رکوع ۲۱۶ ہونے چاہئے تھے قرآنی رکوعات کی تعداد بتا رہی ہے کہ تراویح بیس رکعت چاہیں۔ کیا کوئی اہلحدیث آٹھ رکعت تراویح مان کر رکوعات قرآنی کی وجہ بتا سکیں گے؟

ہر دن بیس رکعت نماز : ہر دن میں بیس رکعت نماز ضروری ہے سترہ (۱۷) فرض اور تین وتر۔ دو فرض فجر میں۔ چار ظہر میں۔ چار عصر میں۔ تین مغرب میں اور چار عشاء میں۔ رمضان المبارک میں رب تعالیٰ نے ان بیس رکعات کی تکمیل کے لئے بیس رکعت تراویح اور مقرر فرما دیں۔ جس کی ہر رکعت ان کی ہر رکعت کی تکمیل کرے۔ غیر مقلد غالباً نماز پنجگانہ میں بھی آٹھ رکعت ہی پڑھتے ہوں گے ورنہ آٹھ تراویح کو اُن بیس رکعت سے کیا نسبت ؟

ایک لطیفہ لیکن حقیقت :

قیامت کا جب منظر ہوگا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ حساب و کتاب جب شروع ہوگا تو ہم سے اگر رب تعالیٰ نے یہ سوال کیا کہ تراویح آٹھ رکعت تھیں، تم نے بیس رکعت کیوں ادا کیں؟ تو ہم رب قدوس کے حضور عرض کریں گے اے مولیٰ کائنات : ہم نے تو بیس رکعت تیرے پیارے محبوب ﷺ کی صحیح حدیثوں کو پڑھ کر ادا کی تھیں اگر وہ حدیثیں تیرے نزدیک صحیح نہیں تھیں تو ہم التجاء کرتے ہیں کہ آٹھ رکعت ہم سے قبول فرمالے اور بارہ رکعت ہمیں واپس عطا کر دے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے ہماری اس عرض کو قبول فرما کر ہمیں اس امتحان میں پاس کر دے گا۔ لیکن رب تعالیٰ نے اگر غیر مقلدین کو کہا میرے نبی کے جلیل القدر صحابہ نے تو بیس رکعت ادا کی تھیں، تمہیں کیا ہوا تھا کہ تم نے میری عبادت کو کم کرنے کا شور وغل برپا کیا ہوا تھا۔ تم نے خود بھی بارہ رکعت کم ادا کیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اب وہ کمی پورے کر کے دو ، ورنہ تمہیں عذاب میں مبتلاء کروں گا۔ تو رب تعالیٰ کے اس سوال پر غیر مقلدین کیا کریں گے؟ یقیناً مارے مارے پھریں گے۔ اہل سُنّت و جماعت کے پاس آئیں گے آج تم ہمیں دو دو تراویح کی ہی خیرات دے دو تا کہ ہم بھی اپنا بوجھ ہلکا کر لیں۔ اہلِ سُنّت و جماعت کہیں گے اس وقت تو تم بڑے نیک بنتے تھے اپنے آپ کو سُنّت رسول اللہ ﷺ کا متبع کہتے تھے آج جاؤ ہم تمہاری کوئی امداد نہیں کر سکتے تو بیچارے مایوس ہو کر واپس لوٹ جائیں گے۔

بظاہر یہ لطیفہ نظر آتا ہے لیکن راقم کو حقیقت یہی نظر آتی ہے۔ (ان شآءاللہ)

عورتوں کی بہترین مسجد اور سُنّتِ صحابہ :

مذہب اسلام ایک کامل نظام حیات اور فطرت کے مطابق قانون الٰہی ہے اس لئے اسلام میں جرائم و معاصی کی حرمت کے ساتھ جرائم و معاصی کے ان اسباب و ذرائع کو بھی حرام و ممنوع قرار دے دیا گیا جو بالعموم بطور عادت جاریہ کے ان جرائم تک پہنچانے والے ہیں مثلاً شراب پینے کو حرام کیا گیا تو شراب کے بنانے' بیچنے' خریدنے اور کسی کو دینے کو بھی حرام کر دیا گیا۔ سود کو حرام کیا تو سود سے ملتے جلتے سارے معاملات کو بھی ناجائز اور ممنوع کر دیا گیا۔ شرک و بت پرستی کو جرم عظیم اور ناقابلِ معافی جرم ٹھہرایا گیا تو اس کے اسباب و ذرائع' مجسمہ سازی و بت تراشی اور صورت گری کو بھی حرام اور ان کے استعمال کو ناجائز کر دیا گیا۔

اسی طرح جب شریعت اسلامی میں زنا کو حرام کر دیا گیا تو اُس کے تمام قریبی اسباب و ذرائع اور مقدمات پر بھی سخت پابندی لگا دی گئی جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے: **العینان زنا ھما النظر' والاذنان زنا ھما الاستماع ' واللسان زناہ الکلام ' والید زناھا البطش' والرجل زناھا الخطی** آنکھوں کا زنا (اجنبی عورت کی جانب شہوت سے) دیکھنا ہے' کانوں کا زنا شہوت سے اجنبی عورت کی باتوں کی طرف کان لگانا ہے' زبان کا زنا اُس سے گفتگو کرنا ہے' ہاتھ کا زنا اُس کو چھونا و پکڑنا ہے' پیروں کا زنا اُس کی طرف (غلط ارادہ سے) جانا ہے۔

بُرے ارادے سے کسی اجنبی عورت کی جانب دیکھنا' اُس کی باتوں کی جانب متوجہ ہونا' اس سے بات چیت کرنا' اس کو چھونا و پکڑنا' اس کے پاس جانا یہ سارے کام حقیقتاً زنا نہیں بلکہ زنا کے اسباب و مقدمات میں سے ہیں مگر انہیں بھی حدیث میں زنا سے تعبیر کیا

گیا ہے تا کہ اُمت سمجھ جائے کہ زنا کی طرح اُس کے مقدمات واسباب بھی شریعت میں حرام وممنوع ہیں۔ ان ہی شہوانی جرائم سے بچانے کے لئے عورتوں کے واسطے پردہ کے احکام نازل و نافذ کئے گئے۔ ترکِ پردہ گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے عہد خیر مہد میں عورتوں کے لئے گھر کی چہار دیواری سے باہر برقعہ یا دراز چادر سے پورا بدن چھپا کر نکلنا فتنہ کا سبب نہیں تھا' عہد رسالت خیر وصلاح سے معمور اور فتنہ وفساد سے مامون تھا' جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو وہاں جائز ہوگا' اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے اُس نور افشاں ہدایت افزا اور پاکیزہ ماحول میں عورتوں کو برقعہ وغیرہ میں سارا بدن چھپا کر چند شرائط کے ساتھ مسجدوں میں آنے کی اجازت دی تھی' اگرچہ اُس وقت بھی عورتوں کو ترغیب اسی کی دی جاتی تھی کہ وہ گھروں میں ہی نماز ادا کریں کیونکہ اُن کے لئے مسجد کے مقابلہ میں گھر کے اندر نماز پڑھنا زیادہ باعثِ ثواب اور افضل ہے۔ اسی لئے اس صورت کا حکم زمانے اور حالات کے بدلنے سے بدل بھی سکتا ہے۔ اگر عہد زریں اور خیر وصلاح میں بھی فتنہ کا سبب ہوتا تو ناجائز ہوتا جس طرح آج کے دور ظلمت اور شر وفساد کے زمانہ میں ہے۔ اب عورتوں میں پہلے جیسی احتیاط نہیں رہی اور جن شرائط کے ساتھ انہیں مسجد آنے کی اجازت دی گئی تھی ان کی پابندی سے غفلت ولا پرواہی برتی جارہی ہے اور یہ بات دینی غیرت وحمیت کے خلاف ہے۔ اب عورتوں کا مسجد میں نہ آنا ہی تقاضہ شریعت کے مطابق ہے۔

چند شرائط : مسجد میں حاضر ہونے والی عورت خوشبو سے معطر نہ ہو' بنی سنوری نہ ہو' ناز ونخوت سے نہ آئے' اپنی نظریں پست رکھے' حتی الوسع کسی نامحرم پر نظر نہیں پڑنی چاہئے' بڑی موٹی چادر (برقعہ) اوڑھ لیں جس سے آنکھوں کے سوا سر سے پاؤں تک

پورا بدن ڈھک جائے' پردہ کی پابند ہو' بجتے ہوئے پازیب پہنے ہوئے نہ ہو' دلکش وجاذب نظر کپڑے زیب تن نہ ہو' راستے ومسجد میں مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو' جوان نہ ہو' اور نہ ایسی ہو کہ جوانوں کی طرح اس سے فتنہ کا اندیشہ ہو' اور مسجد آنے کا راستہ بھی فتنہ وفساد وغیرہ سے مامون ہو' اپنی مرضی سے آزاد مسجد نہ جائے بلکہ مرد کی اجازت ومرضی شامل ہو۔

ان سارے احکامات وہدایات اور پابندیوں کا مقصد بجز اس کے اور کیا ہے کہ اُن کے جوہرِ شرافت اور گوہرِ حفاظت پر ایسے پہرے بٹھا دیئے جائیں تاکہ اختلاطِ مرد وزن سے تخم فتنہ کو اسلامی معاشرہ میں نشو ونما کا موقع فراہم نہ ہو سکے۔

خیر القروں اور عہد رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد وہ حالات باقی نہیں رہے کہ عورتیں مسجدوں میں آکر جمعہ وجماعت میں شریک رہیں' بلکہ طبیعتوں میں تغیر' قلبی اطمینان میں فتور پیدا ہوگیا' حالات میں فساد وبگاڑ اور مفسدین کی کثرت ہوگئی۔ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام ہزاروں مربع میل کے علاقے میں پھیل گیا تھا۔ لاکھوں نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ان نو مسلموں کے حالات پر نظر رکھتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے فیصلے کو اسلام کی روح کے مطابق سمجھتے ہوئے بغیر کسی اختلاف کے تسلیم کرلیا اور عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا۔ حضور نبی مکرم ﷺ نے ہدایت کے راستہ کی نشاندہی فرمائی کہ جس پر میرے صحابہ ہیں 'ما انا علیه واصحابی' میری روش پر چلو' میرے صحابہ کی روش پر چلو۔ **'علیکم بسُنّتی وسُنّت الخلفاء الراشدین'** تم پر میری سُنّت لازم ہے خلفائے راشدین کی سُنّت لازم ہے۔

فرقہ اہلحدیث نجات یافتہ فرقہ قطعاً نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ سُنّت صحابہ کا مخالف فرقہ ہے سُنّت صحابہ کو بدعت قرار دیتا ہے۔ اہلحدیث غیر مقلدین اس فتنہ وفساد کے دور میں گرد وپیش سے آنکھیں بند کرکے آج بھی عورتوں کی مسجد میں باجماعت نماز کے قائل ہیں، نیز عید کے روز عیدگاہ میں عورتوں کو لانے پر مُصر ہیں حالانکہ ان دنوں عیدگاہ میں عموماً وہ لوگ شریک عیدین ہوتے ہیں جو سال بھر تارک صلوٰۃ اور فسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں ایسے ہی لوگ جم غفیر کی صورت میں آتے ہیں پھر عید کی مناسبت سے ظاہر ہے کہ عورتیں بھی بہترین لباس میں بن سنور کر ہی عیدگاہ پہنچیں گی۔ اس سے کتنا بڑا فتنہ ہوسکتا ہے اس سے قطعاً بے پرواہ ہوکر اہلحدیث غیر مقلدین عیدگاہ میں عورتوں کی نماز کی پرزور وکالت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں صحیح بخاری ومسلم کی وہ روایت بھی وہ لوگ فراموش کرجاتے ہیں جو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہے فرماتی ہیں **لو ادرک رسول اللہ ﷺ ما احدث النساء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل** اگر حضور نبی کریم ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے اختیار کی ہیں (عورتوں کی موجودہ بے اعتدالیاں) تو آپ خود انہیں مسجد کی حاضری سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم وتفقہ کا استعمال نہایت ہی اعلیٰ طریقے سے کیا ہے اور روح اسلام کے مطابق بہت ہی اچھا فیصلہ دیا۔ خود حضور نبی کریم ﷺ کا مزاج مبارک اس سلسلے میں کیا تھا اس کا پتہ مسند احمد کی ایک روایت سے چلتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر کے اندرونی حصے میں ادا کرتی ہو اُس نماز سے بہتر ہے جو تم بیرونی دالان میں ادا کرتی ہو۔ اور بیرونی دالان میں تمہارا نماز ادا کرنا بہتر ہے

اس نماز سے جو تم اپنے صحن میں ادا کرتی ہو۔ اور اپنے گھر کے صحن میں تمہاری نماز بہتر ہے اُس نماز سے جو کہ تم اپنے محلے کی مسجد میں ادا کرو۔ اور اپنے محلے والی مسجد میں تمہاری نماز اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں ادا کرو...... یعنی عورت کے لئے مسجد نبوی کی نماز سے بھی کئی گنا بہتر ہے کہ وہ اپنے گھر کے اندرونی گوشے میں نماز ادا کرے'

ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہما اسی منشاء نبوی کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کی شدید خواہش کے باوجود گھر کی ایک کھوٹھری میں نماز پڑھتی رہیں اور مرضی رسول اللہ ﷺ کی تکمیل میں تا دمِ حیات مسجد جانے کے لئے گھر سے باہر قدم نہیں نکالا اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا احساس تو اس سلسلہ میں بہت قوی اور نہایت صحیح تھا اور بالخصوص نسوانی مسائل میں اُن سے بڑھ کر اسرارِ شریعت سے واقف اور کون تھا انہوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صاف لفظوں میں اعلان فرما دیا تھا **لو ادرك رسول الله ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المسجد** اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کی اس بدلتی ہوئی حالت کو دیکھتے تو انہیں ضرور مسجد آنے سے روک دیتے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان عالیہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا محل فتنہ ہے اور اُن کا اپنے مکان کے اندر رہنا اللہ کی رضا اور تقرب کا باعث ہے۔ فرمان الٰہی اور ارشاد رسول ﷺ کے مطابق عورت کے لئے اصل حکم تو '**قرار فی البیوت**' ہی ہے ﴿**وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ**﴾ اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ (اپنے گھروں میں قرار گیر رہو)۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی حق کی ادائیگی میں عورتوں کو مسجد آنے پر سرزنش فرمایا کرتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے منشاء ومزاج کے مطابق عورتوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے روکنے کے فیصلے میں سیدنا عمر فاروق اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دونوں میں توافق وہم آہنگی تھی اس لئے از راہ تعصب شیعوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ وہ عورتوں کو آج بھی مسجد میں لاتے ہیں۔ اس معاملے میں شیعوں اور نام نہاد اہلحدیث کا مسلک ایک ہی ہے۔ شیعہ اپنی خواتین کو مسجد لے جانا پسند کرتے ہیں اور اہلحدیث کو بھی یہی پسند ہے۔ فقیہ ائمہ کرام' صحابہ کرام ہی کے مسلک کی پیروی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اسلامی شریعت میں عورت کی عملی سرگرمیوں کا مرکز اس کا اپنا گھر ہے اور اُس کی زندگی کے سہانے اور رحمت آگیں لمحات وہی ہیں جو گھر کی چہار دیواریوں کے پرامن ماحول میں بسر ہوتے ہیں۔

آج جو لوگ گردوپیش اور انجام وعواقب سے آنکھیں بند کر کے عورتوں کو گھروں کی چہار دیواری سے باہر نکلنے کی دعوت دے رہے ہیں کیا وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ حقوق نسواں کا پاس ولحاظ کرنے والے ہیں یا اُن کا معاشرہ اور سوسائٹی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سوسائٹی سے عمدہ اور بہتر ہے یا وہ منشاء رسول اللہ ﷺ کو زبیر بن عوام' عبداللہ بن مسعود' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عباس' عروہ بن زبیر' قاسم بن محمد' اسود علقمہ تلامذہ ابن مسعود' ابراہیم نخعی' سفیان ثوری' عبداللہ مبارک اور جمہور صحابہ وتابعین اور فقہاء ومحدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے مذہب میں جس طرح صحابہ کرام کا قول وفعل اور اُن کی رائے حجت نہیں ہے' اسی طرح صحابہ کرام کا فہم بھی حجت نہیں ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں مفتی فتاویٰ نذیریہ کی گستاخی :

'ولو فرضنا تو یہ عائشہ اپنے فہم سے فرماتی ہیں (یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ اگر حضور ﷺ اس زمانہ میں ہوتے تو آپ عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے) اور فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ/۶۲۲)

فتاویٰ نذیریہ کے مفتی نے اس مسئلہ کے ضمن میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں زبردست گستاخی کرتے ہوئے انھیں حضور ﷺ کے حکم کا مخالف بتایا ہے اور اُن کو قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق قرار دیا ہے۔

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى ويَتَّبِعْ غَيْرِ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِيْراً﴾۔ مفتی کی بات ملاحظہ ہو:

'پھر اب جو شخص بعد ثبوت قولِ رسول وفعل صحابہ کی مخالفت کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى ويَتَّبِعْ غَيْرِ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِيْراً﴾ (النساء/ ۱۱۵) 'جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہوگئی اس کے لئے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اُسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے'۔ ....

جو حکم صراحۃً شرع شریف میں ثابت ہو جائے اس میں ہرگز رائے و قیاس کو دخل نہ دینا چاہیئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ **انا خیر منه** حکم صریح الٰہی سے انکار کر کے ملعون بن گیا ہے اور یہ بالکل شریعت کو بدل ڈالنا ہے ۔

(فتاویٰ نذیریہ/۶۲۲)

فتاویٰ نذیریہ کے مفتی نے دَر پردہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ بیہودہ الزام لگایا کہ آپ نے اس مسئلہ میں حضور علیہ وسلم ﷺ کے حکم کی مخالفت کر کے آیتِ مذکورہ بالا کا مصداق ہوئیں...... دین کے حکم میں رائے اور قیاس کو دخل دے کر وہی کام کیا جو شیطان نے **انا خیر منه** کہہ کر کیا تھا اور یہ کہہ کر کہ موجودہ وقت عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ جانا مناسب نہیں ہے شریعت کو بدل ڈالنے کی (معاذ اللہ) جرأت کی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں شیعوں کی گستاخی:

صحابہ کرام پر طعن و تشنیع اور اُن سے اظہار برأت شیعیت کا شعار رہے۔ باقر مجلسی اپنی کتاب حق الیقین میں لکھتا ہے: 'جب قائم الزماں ظاہر ہوں گے عائشہ کو زندہ کر کے اُس پر حد جاری کریں گے اور اُس سے حضرت فاطمہ کا انتقام لیں گے'

اہلِ سُنّت و جماعت کا اتفاق ہے کہ جو صحابہ کرام پر طعن کرے وہ ملحد اور اسلام کا دشمن ہے اس کا علاج اگر توبہ نہ کرے تو تلوار رہے ۔۔ صحابہ کرام پر تبرا کرنے والا زندیق اور منافق ہے۔ (الکبائر للذہبی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اہلحدیث کی گستاخی :

اہلحدیث میں چونکہ رفض وتشیع کے جراثیم پوری طرح سرایت کئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے فقہی اور اعتقادی مسائل میں دونوں جماعتوں کے درمیان توافق پایا جاتا ہے اور یہی چیز دونوں فرقوں کے درمیان گہرے روابط کی نشاندہی کرتی ہے۔ شیعوں کے مانند اہلحدیث بھی صحابہ کرام کو طعن وتشیع اور باطنی خباثتوں کا نشانہ بنانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے۔ شیخ عبدالحق بنارسی کا نام کون نہیں جانتا' اہلحدیث کے مشہور ومعروف عمائدین اور علماء میں سے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اُن کے تشیع زدہ الفاظ کو تاریخ نے محفوظ کر رکھا ہے :

> 'حضرت علی سے جنگ کر کے حضرت عائشہ مرتد ہو چکی تھیں' اگر بلا توبہ مری تو کفر پر مری' (کشف الحجاب ص ۲۱ بحوالہ آئینہ غیر مقلدین ص ۲۳۹)

افسوس ! آج مومن کتنا بے بس ہو چکا ہے۔ مسلمانو ! تمہارے آقاؤں کو فاسق وفاجر کہا جارہا ہے تمہارے خون میں گرمی کیوں نہیں پیدا ہوتی ؟ تمہارے ایمان کی حرارت کہاں چلی گئی؟ مسلمانوں کی لمبی چوڑی دُنیا میں کوئی ایک بھی مردمومن کیوں نہیں پیدا ہوا جو غیر مقلدین کی زبان کھینچ لیتا؟ تمہاری ماں عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کو مرتد وکافر تک کہا گیا' آخر تمہیں طیش کیوں نہیں آتا؟

متعہ کیا ہے ؟ Temporary Marriage

legitimate to Shia but illigimate and immoral to Sunnis

متعہ سے مراد وقتی نکاح ہے یعنی مرد وزن کا جنسی تسکین حاصل کرنے کے لئے آپس میں وقتی و عارضی طور پر معاہدہ کر لینا ہے جب کہ سورۂ مومن میں ارشاد ہوا کہ تمہارے لئے وہ عورتیں حلال ہیں جن کے ساتھ تم دائمی نکاح کرلو۔ متعہ ایسا معاہدہ ہے جو چند دنوں کے لئے بھی ہوسکتا ہے اور چند گھنٹوں کے لئے بھی، نہ اس میں ولی کی اجازت کی ضرورت اور نہ گواہوں کی ۔۔بس دونوں فریق تنہائی میں بیٹھ کر وقت اور فیس طے کرلیں اور آپس ہی میں ایجاب وقبول کرلیں اور اس کرایہ پر لی گئی عورت سے خواہشات نفسانی کی تکمیل کریں۔

متعہ میں طلاق کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، مقررہ وقت پورا ہونے پر خود بخود جدائی واقع ہوجائے گی۔ جدائی کے بعد نہ وارثت اور نہ عدت اور نہ نان ونفقہ۔ متعہ میں نہ اولاد کی جستجو ہوتی ہے اور نہ ہی میراث مقصود۔ اس عقد میں عورتوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں، ایک عورت سے بیسیوں مرتبہ متعہ ہوسکتا ہے اور کئی مَردوں سے ایک عورت باری باری متعہ کرسکتی ہے اس میں حرمتِ غلیظہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے تیسرے دن اللہ رب العزت کے حکم سے متعہ کو حرام قرار دے دیا جو تا قیامت حرام ہی رہے گا۔اہلِ سُنّت و جماعت متعہ کی حرمت پر متفق ہیں، اسلام کی نظر میں یہ زنا بالرضاء ہے۔ اسلام انسان کی تکریم کے لئے آیا ہے رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾ (الاسراء) ہم نے بنی آدم کو عزت وتکریم بخشی۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے **انما بعث لاتمم مکارم الاخلاق** مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

کیا ممکن ہے کہ یہ اسلام کوئی ایسا قانون دے جس میں ایسی جنسی اباحت ہو اور عورت کے وقار کی اس حد تک توہین کی گئی ہو کہ جس کی نظیر ہمیں اباحیت پر قائم معاشروں کی قدیم و جدید تاریخ میں کہیں نہ مل سکے۔ قانون متعہ میں عورت کا مقام صرف ذلّت و رُسوائی ہے اور اس کی حیثیت بالکل اس سودے کی طرح ہے جسے مرد جب چاہے ایک کے بعد دوسرا بغیر کسی حد و شمار کے بدلتا رہے۔ عورت جسے اللہ تعالیٰ نے اس شرف سے نوازا ہے کہ جہاں وہ ماں کی حیثیت سے عظیم مردوں اور عورتوں کو برابر طور پر جنم دیتی ہے وہاں اُسے ایک ایسا مرتبہ بھی دیا ہے جو ماں کے علاوہ کسی کو نہیں دیا۔ فرمایا: **الجنة تحت اقدام الامهات** جنّت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

کیا اس بلند مرتبہ ماں کے شایانِ شان ہے کہ وہ اپنے اوقات یکے بعد دیگرے مختلف مردوں کی آغوش عشرت میں داد عیش دیتے ہوئے گزارے اور ایسا ہو بھی شریعت کے نام سے؟ اہلِ سُنّت و جماعت کا متعہ کی حرمت پر اتفاق ہے۔

شیعہ مذہب میں متعہ :

اہل تشیع کا مرغوب ترین اور پسندیدہ مسئلہ متعہ ہے جو تمام عبادتوں سے بڑھ کر عبادت اور تمام نیکیوں سے بڑھ کر نیکی ہے۔ شیعہ نہ صرف یہ کہ اس کو زنا تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس عمل پر اجر مستحق بھی قرار دیتے ہیں۔

برٹش عہد میں اور شیعہ ریاستوں میں لائسنس یافتہ عورتیں یہ کام کراتی تھیں۔ زنا کی جتنی شکلیں ہوسکتی ہیں اُن میں سے سوائے زنا بالجبر کے کون سی شکل باقی رہ گئی۔ زنا

تو عام طور پر ہوتا ہی رضامندی سے ہے۔ جب کوئی شخص طوائف کے یہاں کوٹھے پر جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ طرفین سے رضامندی ہوتی ہے اور فیس بھی طے ہوتی ہے۔ اگر عیش بہار کا وقت بھی مقرر کرلیا جائے تو اسی کا نام متعہ ہے اور اس تعین وقت کے لئے ضروری نہیں کہ مدت لمبی ہی ہو' چند منٹ بھی ہو سکتے ہیں اور چند گھنٹے اور چند دن بھی۔۔ اگر ایک شخص داد عیش دے کر فارغ ہو جائے تو فوراً ہی دوسرا شخص اسی طرح عیش دے سکتا ہے اور یہ آمد ورفت کا سلسلہ پوری رات جاری رہ سکتا ہے۔

زنا و بدکاری ہر معاشرہ میں گھناؤنا اخلاقی جرم رہی ہے مگر شیعہ مذہب ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس میں نہ صرف یہ کہ زنا جائز بلکہ افضل اعمال بھی ہے اور متعہ شیعہ حضرات کے نزدیک صرف مسلمہ ہی سے نہیں بلکہ یہودیہ اور نصرانیہ حتیٰ کہ مشرکہ اور کافرہ سے بھی جائز ہے اور متعہ کے لئے غیر شوہر دار ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ شوہر دار سے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے اور یہ بدکاری دو حقیقی بہنوں سے بیک وقت جائز ہے۔

شیعہ فرقہ چونکہ یہود کا ساختہ پرداختہ فرقہ ہے لہذا اس کے طور طریقوں کا پایا جانا ضروری ہے جس طرح یہود نے اپنے اقتدار و تسلط کے لئے تاریخ کے ہر دور میں جنس (Sex) کا سہارا لیا ہے اسی طرح شیعوں نے بھی انسانی معاشرہ کو کھوکھلا کرنے کے لئے زنا و بدکاری پر متعہ کا نقاب ڈال کر اعلیٰ ترین عبادت کا درجہ دے دیا اور کہہ دیا کہ جو متعہ سے محروم رہا وہ جنّت سے محروم رہے گا اور قیامت کے دن نکٹا اُٹھے گا (یعنی ذلیل وخوار ہوکر) اور اس کا شمار اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں ہوگا۔

باقر مجلسی نے زنا و بدکاری کی حلت و جواز کو سرور کائنات ﷺ کی طرف منسوب کرکے یہ روایت اپنی کتاب 'منہج الصادقین' میں درج کی ہے۔ اس شرمناک روایت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں 'جو ایک مرتبہ متعہ کرے گا وہ امام حسین کا درجہ پائے گا اور جو

دو مرتبہ متعہ کرے گا وہ امام حسن کا درجہ پائے گا اور جو تین مرتبہ متعہ کرے گا وہ امیر المؤمنین کا درجہ پائے گا اور جو چار مرتبہ متعہ کرے گا وہ میرا درجہ پائے گا (یعنی معاذ اللہ رسول پاک کا درجہ)

باقر مجلسی متعہ (زنا) کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے' حضرت ﷺ نے فرمایا جس نے زن مومنہ سے متعہ کیا اُس نے ستر مرتبہ کعبہ کی زیارت کی'

(عجالہ حسنہ ترجمہ رسالہ متعہ ص ۱۴/ ۱۶/ لاہور)

'جس نے اس کارِ خیر (متعہ) میں زیادتی کی ہوگی اللہ تعالیٰ اس کے مدارج اعلیٰ کرے گا یہ لوگ بجلی کی طرح پُل صراط سے گذر جائیں گے اُن کے ساتھ ملائکہ کی ستر صفیں ہوں گی' دیکھنے والے یہ کہیں گے کیا یہ مقرب فرشتے ہیں؟ یا انبیاء ورسل ہیں؟ فرشتے جواب دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سُنّت رسول پر عمل کیا یعنی متعہ کیا' اور یہ لوگ بغیر حساب وکتاب جنّت میں داخل ہوں گے۔ (عجالہ حسنہ ترجمہ رسالہ متعہ ص ۱۴/ ۱۶/ لاہور)

شیعوں کو جنّت میں داخلہ کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے صرف متعہ (زنا) جیسے کارِ بَد میں کثرت کرنے سے بغیر حساب وکتاب جنّت میں داخلہ کی گارنٹی ہے۔

اہلحدیث مذہب میں متعہ :

اہلحدیث مذہب کی بنیاد بھی شیعوں کی طرح خواہشاتِ نفسانیہ کی تکمیل اور شہوت پرستی پر ہے۔ یہ مقصد چاہے کسی حرام یا حلال طریقہ سے حاصل ہو اس کی قطعاً پرواہ نہیں۔ جو شخص بھی اس مذہب کا بغور مطالعہ کرے گا اور تعصب سے ہٹ کر اُن کی کتب کی ورق گردانی کرے گا وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ بہت ہی بے غیرت اور حیاء سے عاری لوگ ہیں۔ اہلحدیث اور شیعہ کا مسلکی رشتہ یگانگت ہے لہذا متعہ جیسے لذت بخش مسئلہ میں شیعوں سے کیسے الگ ہو سکتے تھے۔

اہلحدیث کا عقیدہ ہے کہ متعہ نص قرآنی سے ثابت ہے۔ نواب وحید الزماں اہلحدیث اپنی کتاب 'انزال الابرار' میں لکھتے ہیں:

المتعة ثابت جوازها قطعية للقرآن متعہ کا جواز قرآن کی قطعی آیت سے ثابت ہے۔ (نزل الابرار ج ۲)
'متعہ جائز ہے' (ہدیۃ المہدی ۱۱۰)

اس ناپسندیدہ مسئلے پر عمل کی اوّل و آخر ذمہ داری انہی لوگوں کے کندھوں پر ہے جنھوں نے مسلمان خواتین کی عصمتیں مباح قرار دیں اور مومن خواتین کی عزت و وقار کو رائیگاں ٹھہرایا۔ ۔ اللہ تعالیٰ ایسے ناعاقبت اندیشوں اور ایمان سے عاری اور عقل کے اندھوں سے بچائے جنھوں نے تکمیل خواہشات نفسانیہ کے نشہ میں زنا کو حلال قرار دیا ہے۔ **لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم**

طلاق : نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے اس پابندی کو اُٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں (بہارشریعت) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں طلاق سب سے ناپسند ہے۔ (ابوداؤد)

طلاق رجعی : وہ طلاق جس کی عدت کے دوران رجعت ہو سکے طلاق رجعی کہلاتی ہے رجعت اگرچہ دو طلاقوں تک ہو سکتی ہے مگر ایک طلاق کے بعد کر لینا ہی مناسب ہے۔ رجعت کا مطلب دراصل نکاح باقی رکھنا ہے' شوہر عدت کے اندر رجعت (رجوع) کرسکتا ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو اور عدت کے بعد عورت کی مرضی سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔

طلاق بائن : اس سے مراد ایسی طلاق ہے جس کے نتیجے میں عدت کی فرقت واقع ہو جاتی ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان رشتہ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے شوہر اپنی بیوی سے عدت کے دوران رجوع نہیں کرسکتا البتہ عدت کے بعد اگر فریقین باہم راضی ہوں تو ازسرنو نکاح کر سکتے ہیں۔ عورت کی رضا سے شوہر عدت کے اندر نکاح کرسکتا ہے اور بعد عدت حلالہ کی بھی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دو بار ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ اگر شوہر نے بیوی کو دو طلاقیں دیں تب بھی رجعت کرسکتا ہے ایک دی تب بھی رجعت کرسکتا ہے مگر تین کے بعد یہ حق نہیں رہتا۔

طلاق مغلظہ : جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں' پھر وہ عورت اس کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے جائز نہیں۔ (انوارالحدیث)

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین یا ایک طہر میں تین طلاقیں دے دے تو اگرچہ اُس نے بُرا کیا مگر اس صورت میں طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی نہ کہ ایک۔ اور یہ عورت بغیر حلالہ اُس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ [حلالہ سے مراد یہ ہے کہ عورت طلاق کی عدت پوری کرنے کے بعد دوسرے کے نکاح میں رہے' اگر وہ شوہر طلاق دیدے یا اُس کو موت واقع ہو جائے تو عورت عدت گذارے۔ عدت کے بعد عورت اُس پہلے شخص سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے]

تین طلاق اور شیعہ مذہب :

شیعوں کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی ہیں۔ اہل تشیع کی مشہور ومعروف کتاب فروع کافی میں ہے **عن ابی جعفر علیه السلام قال اياك والطلقات الثلاث فی مجلس فانهن ذوات ازواج** (ج۲ص۹۱۷۸)

ابوجعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جن عورتوں کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی گئی ہوں اُن سے نکاح کرنے سے بچنا کیونکہ وہ خاوند والی ہیں (یعنی ابھی تک وہ پہلے شوہر پر حرام نہیں ہوئیں)

اہلحدیث اور شیعہ مذہب میں ایک مجلس کی تین طلاقیں :

ایک مجلس یا ایک طہر کی تین طلاقوں کے عدم وقوع کا مسئلہ اُن مسائل میں سے ہے کہ جس میں شیعہ اور اہلحدیث ایک ہی صف میں کھڑے اور ایک ہی فضا میں اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں:

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز   کبوتر با کبوتر باز با باز

شیعہ اور اہلحدیث کے نزدیک تین طلاق سے ایک ہی طلاق پڑنے کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ہر مسئلے میں آسان صورت اختیار کی جائے اور اگر اس کے خلاف کوئی حدیث پیش کرے تو اُسے ضعیف کہہ کر رَد کر دیا جائے' اس لئے کہ انسان کی خاصیت

ہے کہ وہ آسان کو پسند کرتا ہے اور وہ سب ہمارے مذہب کی آسانی دیکھ کر اپنا قدیم مذہب چھوڑ دیں گے اور اُن کا نیا مذہب قبول کر لیں گے۔ عام طور سے لوگ تین طلاق دے بیٹھتے ہیں پھر چاہتے ہیں کہ عورت ہاتھ سے جانے نہ پائے کیونکہ شریعت میں حلالہ کے بغیر عورت جائز نہیں ۔۔تو اس سے ان نام نہاد اہلحدیثوں اور شیعوں کو بڑی غیرت معلوم ہوتی ہے لہذا یہ لوگ یہ صورت اختیار کر لئے کہ ایک دم تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق پڑنے کا حکم کریں تاکہ تین طلاق دینے والے حلالہ سے بچنے کے لئے اُن کی طرف آجائیں۔

' تین طلاق' چاہے ایک مجلس یا ایک طہر میں دی جائیں یا متعدد اوقات میں وہ تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک یہی ہے۔

واضح رہے کہ صحیح مسئلہ اس طرح ہے کہ شوہر چاہے یوں کہے کہ تجھے تین طلاق۔ یا اس طرح کہا کہ تجھے طلاق ہے۔طلاق ہے۔طلاق ہے۔ دونوں صورتوں میں اس پر تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی۔اس لئے کہ جب شوہر کو تین طلاق دینے کا حق حاصل ہے جس پر سب کا اتفاق ہے اور وہ تین طلاق دے رہا ہے تو تینوں پڑ جائیں گی۔ چاہے ایک مجلس میں تین طلاق دے' چاہے کئی مجلسوں میں' جیسے کہ کسی کو تین مکان بیچنے کا حق حاصل ہو اور وہ تینوں کو بیچ دے تو تینوں بِک جائیں گے۔ چاہے وہ تینوں مکان ایک ہی مجلس میں بیچے' چاہے کئی مجلسوں میں۔۔لیکن بیچ ڈالے وہ تینوں مکان اور بکے صرف ایک مکان' اُسے کوئی عقلمند نہیں تسلیم کرسکتا۔ اسی طرح سے جب شوہر کو تین طلاق دینے کا حق حاصل ہے اور وہ تینوں طلاقیں دے ڈالے مگر پڑے صرف ایک' اسے بھی کوئی عقلمند نہیں مان سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کے پڑ جانے

پر جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور چاروں ائمہ اسلام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کا اتفاق ہے۔ عارف باللہ حضرت علامہ احمد صاوی مالکی علیہ الرحمہ آیت کریمہ ﴿ **فان طلقها فلا تحل ۔** ﴾ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

المعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة او مرات فلا تحل الخ۔ **كما اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتة وهذا هو المجمع عليه۔ واما القول بان الطلاق الثلث فی مرة واحدة لايقع الا طلقة فلم يعرف الا لابن تيمية من الحنابلة وقد ردّ عليه ائمة مذهبه حتى قال العلماء انه الضال المضل۔ (تفسير الصاوی)**

مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کو ایک دم تین طلاق دے یا الگ الگ۔ ہر صورت میں عورت حرام ہو جائے گی (جب تک کہ وہ حلالہ نہ کرے) جیسے کہ بیوی سے جب کہا تجھے تین طلاق ہے۔ یا طلاق بتہ۔ اسی پر عالموں کا اتفاق ہے۔ اور یہ کہنا کہ ایک دم کی تین طلاق میں ایک ہی طلاق پڑتی ہے تو یہ صرف ابن تیمیہ کا قول ہے جو اپنے کو حنبلی کہتا تھا۔ اس کے مذہب کے اماموں نے اس کا رَد کیا یہاں تک کہ عالموں نے فرمایا کہ ابن تیمیہ گمراہ اور گمراہ گر ہے۔ (تفسیر صاوی جلد اول)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ خثیمہ کو تین طلاقیں دیدیں۔ بعد میں آپ کو معلوم ہوا کہ عائشہ کو آپ کی جدائی کا بڑا غم ہے تو آپ رُو پڑے اور فرمایا:

لو لا انی سمعت جدی او حدثنی ابی انه سمع جدی یقول امرأته ثلاثا عند الاقراء او ثلاثا مبهمة لم تحل له حتی تنکح رزجا غیره لراجعتها۔ (لسنن کبریٰ' بیهقی)

اگر میں نے اپنے جد کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے نہ سُنا ہوتا۔ یا یوں فرمایا کہ اگر میں نے اپنے والد سے جدامجد ﷺ کی یہ حدیث شریف نہ سنی ہوتی کہ جو اپنی بیوی کو تین طہروں میں تین طلاقیں دے یا مبہم (اکٹھی تین طلاقیں) دے تو وہ بغیر حلالہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ تو عائشہ سے میں رجعت کرلیتا' (سنن کبریٰ' بیہقی)

اس حدیث مبارکہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ چاہے تین طلاقیں ایک دم اکٹھی دے' چاہے تین طہروں میں۔ بہرصورت تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں یہ قانون بنادیا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی۔ شارح مسلم شریف امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

من قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعی ومالك وابوحنیفة واحمد وجماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث (مسلم)

جس نے اپنی بیوی سے کہا تجھے تین طلاق' تو امام شافعی' امام مالک' امام اعظم ابوحنیفہ' امام احمد بن حنبل اور سلف وخلف کے جمہور عالموں نے فرمایا کہ تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی۔ (مسلم شریف)

اہلحدیث ذہنی طور پر شیعوں سے بہت زیادہ قرب رکھتے ہیں اس لئے یہ شیعوں سے کیسے الگ رہ سکتے ہیں۔

اہلحدیث کے نزدیک قرآن مجید کی تفسیر غلط' ساری حدیثیں غلط' چاروں ائمہ مجتہدین اور سلف وخلف کے جمہور علمائے دین کا مذہب غلط' حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فیصلہ کہ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں سب پڑ جائیں گی جس پر بہت بڑے بڑے محدیثین گواہ ہیں وہ بھی غلط' اس کے بارے میں نواسہ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث غلط۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قانون بنانا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی وہ بھی غلط' اور صحابہ کرام کا اس قانون کو مان لینا اور اس پر عمل درآمد ہونا سب غلط۔ البتہ ابن تیمیہ جو اُمت میں انتشار اور فتنے پیدا کرنے کے لئے کئی صدی بعد پیدا ہوا صرف وہ صحیح ہے یعنی اہلحدیث غیر مقلدین کے نزدیک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام وغیرہ نے نبوت اور شریعت کے مزاج کو نہیں سمجھا صرف ابن تیمیہ نے سمجھا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

دماغ میں خرابی اور فتور رہی کی وجہ سے جب ابن تیمیہ نے بہت سے مسائل میں اجماع اُمت کی مخالفت کی یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اعتراض کا نشانہ بنا ڈالا تو اہلِ سُنّت و جماعت (حنفی' شافعی' مالکی' اور حنبلی) علماء نے اُس کا رَد کیا اور اُسے گمراہ و گمراہ گر قرار دیا' لیکن اہلحدیث ہیں کہ جن کے دِلوں میں کھوٹ اور کجی پائی جاتی ہے انھوں نے شریعت سے بغاوت کرنے والے ابن تیمیہ کی پیروی کر لی اور اُسے اپنا امام و پیشوا بنا لیا۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین ایکدم دی گئی تین طلاقوں کو ایک ہی مانتے ہیں۔ خواہشِ نفسانی کے ماتحت کہتے ہیں اس صورت میں طلاق ایک ہی واقع ہوگی اور عورت سے رجوع کرنا صحیح ہوگا یعنی اہلحدیث اگر بیوی کو تین مرتبہ طلاق کہہ دے تو ایک ہی واقع ہوگی اور وہ بغیر حلالہ کے اُس سے زندگی گذار سکتا ہے۔ اگر تین طلاقوں سے ایک ہی واقع ہو اور شوہر' بیوی سے الگ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں'

لیکن اگر تینوں واقع ہو جائیں اور بغیر حلالہ رجوع کرلیا جائے تو عمر بھر حرام کاری ہو گی لہذا احتیاط بھی اسی میں ہے کہ تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں۔ اسی لئے علماء اصول فرماتے ہیں کہ اباحت اور حرمت میں جب تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا واقع ہو جانا جمہور کا متفق علیہ اور اجتماعی مسئلہ ہے۔ شیعوں کی فقہ جعفریہ کی رُو سے ایک نشست میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک تسلیم کیا جاتا ہے۔ تین طلاقوں کو ایک ماننے کے مسلک میں شیعہ اور نام نہاد اہلحدیث کا مسلک یکساں ہے باقی پوری اُمت کا اجماع اس امر پر ہے کہ تین طلاق ایک ساتھ دینا جرم ہے گناہ ہے البتہ واقع ہو جائیں گی جو شخص ایک ساتھ تین طلاق دیتا ہے وہ بہت بڑے گناہ کا مجرم ہے۔

اہلحدیث غیر مقلدین ایسے لوگوں کو رعایت دیتے ہیں جو ایک ساتھ تین طلاق دیتا ہے کہتے ہیں کہ تین طلاق دینے کے باوجود صرف ایک ہی لگے گی۔ بھلا بتلایئے، ایسے نافرمانوں کو رعایت دینی چاہئے یا سزا؟ اہلحدیث غیر مقلدین، اجماع صحابہ وتابعین وتبع تابعین بلکہ اجماع اُمت کی بھی پروانہیں کرتے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تجھے تین طلاق ! بلا شبہ یہ تین ہی کہلائیں گی۔ البتہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی سے کہے تجھے طلاق، طلاق، طلاق تو یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے شوہر نے تاکیداً طلاق کے لفظ کو دہرایا ہو۔ مثلاً کوئی کہے کہ میں جاؤں گا، جاؤں گا، ضرور جاؤں گا۔ اس کا یہ مطلب تو نہ ہوگا کہ وہ تین بار جائے گا، بلکہ صرف تاکید ثابت ہوگی کہ وہ ضرور جائے گا۔ اسی طرح عہد نبوی سے عہد فاروقی کی ابتداء تک یہ عمومی طریقہ تھا کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو 'انت طالق، انت طالق' کہتا تو اس کی نیّت

تاکید کی ہوتی تھی۔ بالکل قطع تعلق (جسے شرعی اصطلاح میں استیناف کہتے ہیں) کی نیّت نہ ہوتی تھی، اُس زمانے میں تقویٰ خوفِ آخرت اور دینداری کا غلبہ تھالہذا اگر کوئی قسمیہ طور پر کہتا کہ تین بار میں نے طلاق کا لفظ صرف بطور تاکید کہا ہے میری نیّت ایک طلاق ہی کی تھی تو اسے سچ تسلیم کر لینا مناسب اور ضروری تھا لیکن جب نئے نئے لوگ اسلام میں بکثرت شامل ہونے لگے تو سوال یہ پیدا ہوا کہ کیا واقعی یہ حضرات بھی صحابہ کرام ہی کی طرح بالکل قابل اعتماد ہیں؟ طلاق کے بارے میں پے در پے ایسے تجربات ہوئے جن کے پیش نظر اکابر فقیہ صحابہ کو فیصلہ کرنا پڑا۔

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے ایک سرکاری خط آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا **حبلك على غاربك** (تیری رسّی تیری گردن پر ہے) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو موسم حج میں بلوایا، آپ کی ملاقات اس شخص سے دورانِ طواف ہوئی۔ پوچھا: **من انت** یعنی تم کون ہو؟ اُس نے کہا **انا الرجل الذی امرت ان اجلب علیك** میں وہی شخص ہوں جسے آپ نے طلب فرمایا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تجھے رب کعبہ کی قسم، سچ بتا '**حبك على غاربك**' کہنے سے تیری نیّت کیا تھی؟ اُس نے عرض کیا **یا امیر المؤمنین لو استحلفتنی فی غیر هذا الموضع ماصدقتك اردت بهذا العراق** اے امیر المؤمنین آپ نے اس مقدس جگہ کے علاوہ کہیں اور قسم لی ہوتی تو میں سچ سچ نہ بتاتا، حقیقت یہ ہے کہ اس جملے سے میرا مقصد قطع تعلق (مکمل علحدگی) ہی کا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورت تیرے ارادے کے مطابق تجھ سے علحدہ ہوگئی۔ (موطا امام مالک)

ذرا سوچئے ! یہ عراقی ایک عورت کے لئے جھوٹی قسم کھانے کے لئے آمادہ تھا مگر کعبۃ اللہ کی عظمت وتقدس اور حج کے متبرک ایام نے اُس کے نفس کو جھوٹ سے باز رکھا۔

کیا یہ امر شرعی طور پر باعثِ تشویش نہیں کہ ایک شخص مکمل علحدگی کی نیّت سے تین طلاق دیدے پھر غلط بیانی سے کام لے کر کہے کہ میری نیّت صرف ایک ہی طلاق کی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فراست ایمانی نے اس چور دروازے کو بند کرنے کے لئے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور طے فرمایا' چونکہ لوگوں نے ایسے امر میں جلد بازی شروع کردی جس میں انہیں تاخیر کرنی چاہئے تھی لہذا اب جو شخص تین طلاق دے گا ہم اُسے تین ہی قرار دیں گے۔

نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم جاری کرنے سے پہلے تک ایک ساتھ دی گئیں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھی اور شرع کی طرف سے جس کام میں لوگوں کے لئے ڈھیل منظور رکھی گئی تھی اُس کے خلاف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم جاری کردیا کہ اب جو کوئی ایک دفعہ میں تین طلاقیں دے گا وہ تین ہی شمار ہوں گی .... بالفرض اگر ہم یہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حکم مان لیں تب بھی اس حکم کے مطابق عمل واجب ہے کیونکہ صحابہ میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔اسی لئے تمام ائمہ کا بھی اس پر اجماع ہے' مگر ان نام نہاد اہلحدیث کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فراست ایمانی کا کیا حال ہوگا جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: **لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب** (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتے)۔

یوں تو یکبارگی تین طلاق کے واقع ہونے کی حدیث بھی بخاری شریف میں موجود ہے' حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنے بیوی سے لعان کر لینے کے بعد اسی وقت تین طلاق دے دیں اور حضور ﷺ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ ان تینوں طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا۔ بہرحال ایک مجلس کی تین طلاق کے وقوع پر

صحابہ کرام سے اب تک اجماع چلا آ رہا ہے اب اس کی مخالفت وہی جماعت کرسکتی ہے جس کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض ہو اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عمل بالحدیث کا دعویٰ ایک ڈھونگ ہے ورنہ اس مسئلے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل ہی نہیں بلکہ بخاری شریف کی روایت بھی موجود ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں **لم ینقل عن احد منهم انه خالف عمر حین امضی الثلاث وهو یکفی فی الاجماع** جب سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کا فیصلہ نافذ فرما دیا اس سلسلے میں کسی ایک صحابی کے بھی اختلاف کی کوئی روایت نہیں اور یہ بات اجماع اُمت کا کافی ثبوت ہے۔ صحابہ کرام کے اجماع کے بعد چودھویں صدی کے کچھ لوگوں کے اقوال پیش کر کے اجماع اُمت کا انکار کرنا کہاں کی دینداری ہے؟

ابو داؤد شریف میں روایت ہے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا **فقال ان طلق امراته ثلاثا فسكت حتٰی انه رادّها الیه ثم قال ینطلق احدکم فی رکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان الله قال ومن یتق الله یجعل له مخرجا وانك لم تتق الله فلا اجد لك مخرجا عصیت ربك وبانت منك امراتك** یعنی اس نے عرض کیا وہ اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے کر آیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش رہے مجھے گمان ہوا کہ آپ رجوع کا حکم دیں گے لیکن انہوں نے فرمایا: لوگ پہلے حماقت پر سوار ہو جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اے ابن عباس ! اے ابن عباس ! بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو اللہ سے ڈرے اُس کے لئے نجات کی صورت ہوتی ہے اور چونکہ تو اللہ سے نہ ڈرا اس لئے تیرے لئے کوئی راہ نہیں اور تیری بیوی تجھ سے الگ ہو گئی۔

یہ روایت مختلف راویوں نے بیان کی ہے اور تمام رواۃ متفقہ طور پر نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا' اس طرح کی گئی اور روایات بھی کتب حدیث میں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ایک نشست میں دی گئی تین طلاقوں کو تین ماننے میں جمہور صحابہ کے ہم مسلک تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق' حضرت ابن عباس اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت یہی ہے بلکہ صحیح روایت ہی سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے یہی ہے اور یہی مذہب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہا کا نقل کیا گیا ہے۔ (تعلیق المغنی)

اور فقہائے اربعہ اور جمہور سلف وخلف کا یہی مسلک ہے۔ (سبل السلام)

چند سال قبل ادارۃ بحوث علمیہ افتاء ودعوت وارشاد ریاض کے سامنے بھی تین طلاق کا مسئلہ آیا تھا اور وہاں کے تمام اکابر علماء واعیان نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ طلاق ثلاثہ والے مسئلہ میں حق جمہور ہی کے ساتھ ہے۔ سعودی حکومت کے تمام قضاۃ وحکام نے طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں جمہور کے موافق ہی فیصلہ کیا ہے۔

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) نہ صرف طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں بلکہ اور بھی بہت سے مسائل میں جمہور اُمت' ائمہ فقہ' محدثین کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں اور خلیجی ممالک میں جا کر چہرے پر نقاب ڈال کر اُن لوگوں (جن کا مسلک حنبلی اور شافعی ہے) کو دھوکا دیتے ہیں اور مکر وفریب کے ذریعہ کوشش کرتے ہیں کہ چور دروازہ سے اُن میں شمار ہو کر سعودیہ سے لاکھوں اور کروڑوں ریال حاصل کریں اور اُن کی یہ کوشش اُن کے مکر وفریب کے

ذریعہ بڑی حد تک کامیاب بھی ہے مگر اب تلبیہات کا پردہ چاک ہونا شروع ہوگیا ہے جس کی وجہ سے نقلی چہرہ اُتر کر اصلی چہرہ سامنے آنے لگا ہے۔

اس مسئلے میں پوری اُمت ایک طرف ہے شیعہ اور نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) دونوں دوسری طرف مخالفت میں ہیں۔ صحابہ کرام کے مسلک پر مقلد حضرات (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) ہیں اور شیعہ مذہب کی جانب اہلحدیث ہیں اسی لئے فرقہ پرست ہندو تنظیموں کے ساتھ ساتھ یہ دونوں فرقے (اہلحدیث اور شیعہ) بھی مسلم پرسنل لاء (اسلامک لاء) میں تبدیلی چاہتے ہیں۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق اپنی تاثیر کے اعتبار سے تین ہی طلاق شمار کی جائے گی کیونکہ قرآن وحدیث سے یہی مستفاد ہے اور یہی صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وجمہور علمائے اُمت کا مسلک ہے اور عالم اسلام کا عمل بھی اسی کے مطابق ہے۔

ایسے واضح اور طے شدہ مسئلہ کو چھیڑ کر بلا وجہ عمومی بحث کا دروازہ کھولنا وقت ضائع کرنے اور شرعی مسائل کو نشانہ طعن وتضحیک بنانے کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ ہر طے شدہ مسئلہ پر اسی طرح عوامی بحث کا دروازہ کھولا جاتا رہا تو طلاق کا مسئلہ تو الگ رہا، ہم چار رکعت نماز بھی اطمینان ویقین کے ساتھ نہیں پڑھ سکیں گے کیونکہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک نماز کے کئی ایک مسائل میں اختلافات موجود ہیں۔

کتاب وسُنّت سے مستنبط شرعی احکام ومسائل میں کوئی بات کرنے سے پہلے یہ نکتہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ عہدِ حاضر کے بڑے سے بڑا عالم دین بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ کسی شرعی مسئلہ میں اس کی تحقیق امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ائمہ مجتہدین کی تحقیقات کے مقابلے میں زیادہ قابل ترجیح ہے۔ اور وہ ان حضرات سے زیادہ علم کتاب وسُنّت کا حامل ہے۔

اس لئے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ شرعی احکام وفقہی مسائل میں جس طرح پوری اُمتِ مسلمہ ائمہ مذاہب اربعہ پر متفق ہے اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ہم ان کے ساتھ متفق رہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآنی حکم کو بدل ڈالا (معاذاللہ)

جامعہ سلفیہ بنارس کا غیر مقلد رئیس احمد ندوی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے دل میں سخت کینہ پالے ہوئے ہے۔ جس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ جس راہ سے عمر گذرتے ہیں' شیطان اس راہ سے نہیں گزرتا' اورجس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ شیطان' عمر کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے اورجس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ اللہ نے حق کو عمر کی زبان پر نازل کیا ہے اورجس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ شان تھی کہ قرآن میں بیس سے زیادہ آیتیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق اللہ نے نازل فرمائی' جس عمر فاروق کے اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو بے پناہ طاقت حاصل ہوئی' اورجس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد اللہ کے رسول کے پہلو میں آرام کی جگہ ملی' جس عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا کا لقب دربار نبوت سے ملا' انھیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین' شیعوں کے ہم زبان ہوکر یہ پروپگنڈہ کررہے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی شریعت کو بدل ڈالا تھا' اورقرآن کے حکم میں ترمیم کردی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں غیر مقلدوں کے مرکزی ادارۃ جامعہ سلفیہ بنارس کا یہ خبیث سلفی ندوی' کیا بکتا ہے' ملاحظہ فرمائیں:

'موصوف عمر کی خواہش وتمنا بھی یہی تھی کہ قرآنی حکم کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی قرار دیں' مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کردی' اس قرآنی حکم میں موصوفہ نے یہ ترمیم کی کہ تین قرار پانے لگیں'

(تنویرالآفاق/ ۴۹۸)

اس کے بعد غیر مقلد رئیس احمد ندوی نہایت غیظ وغضب کے عالم میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے دلی بغض کا یوں اظہار کرتا ہے :

'پھر کیا وجہ ہے کہ ایک وقت کی طلاق ثلٰثہ میں فرمان فاروقی کو جو تعزیری طور پر نافذ کیا گیا تھا اور نصوص کتاب وسُنّت کے خلاف بعض سیاسی مصلحت کے سبب اپنایا گیا تھا' قانون شریعت بنالیا جائے۔ (تنویرالآفاق/ ۴۹۹)

حضرت علی اور صحابہ کرام غصہ میں غلط فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (معاذ اللہ)

حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ باب العلم سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ایک وقت کی تین طلاق کو تین ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے جامعہ سلفیہ بنارس کے ندوی سلفی استاذ حدیث لکھتے ہیں :

'ظاہر ہے کہ حضرت علی نے یہ بات محض غصہ میں کہی تھی .... یہی غصہ والی بات ان صحابہ کے فتاویٰ میں بھی کارفرما تھی جنہوں نے ایک وقت میں ایک سے زیادہ دی ہوئی طلاقوں کو واقع بتلایا۔ (تنویرالآفاق/ ۱۰۳)

مزید لکھتے ہیں :

> ’’ظاہر ہے کہ زبان سے غصہ کی حالت میں نکلی ہوئی ایسی باتوں کو حجت شرعی نہیں قرار دیا جاسکتا جب کہ غیر نبی کی یہ باتیں خلاف نصوص ہوں۔
>
> (تنویر الآفاق/۱۰۴)

اہل علم غور فرمائیں کہ اس غیر مقلد محقق نے باب العلم سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرات صحابہ کی شان میں کیسی بیہودہ بکواس کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک وقت کی تین طلاق کے تین ہونے کا جو فتویٰ دیا تھا وہ غصہ میں تھا اور غلط تھا۔ صحابہ کرام کے بھی ایسے سارے فتاوے کا جن میں تین طلاق کے تین ہونے کا ذکر ہے وہ غصے کے اور غلط فتاویٰ ہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کے یہ فتاوے کتاب وسُنّت کے خلاف ہیں جو نا قابل قبول ہیں۔ (معاذ اللہ)

خلیفہ راشد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا عام صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں وہی کرے گا جس کی عقل ماؤف ہوچکی ہو، جس کا قلب مریض ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کی عاقبت خراب کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے تو اس کی زبان وقلم سے خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح کی باتیں نکلتی ہیں اور اس کی ذہنیت اس قسم کی بنتی ہے اور اس کی زبان وقلم سے اس قسم کی بیہودہ باتیں نکلتی ہیں۔

صحابہ کرام خلاف نصوص عمل پر عمل پیرا تھے (معاذ اللہ)

غیر مقلدین کا یہ بھی مذہب ہے کہ صحابہ کرام خلاف نصوص کام بھی کیا کرتے تھے اور نصوص کتاب وسُنّت کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے، حالانکہ وہ جانتے ہوتے کہ یہ کام کتاب وسُنّت کے خلاف اور حرام ومعصیت ہے۔

اہلحدیث غیر مقلد وہابی رئیس ندوی جامعہ سلفیہ بنارس لکھتا ہے :

’ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگرچہ واقع مانتے ہیں مگر یہ سارے صحابہ بیک وقت تین طلاق دے ڈالنے والے فعل کو حرام و معصیت اور خلاف نصوص کتاب وسُنّت قرار دینے پر متفق ہیں‘ (تنویرالآفاق/۵۱)

’حالانکہ پوری اُمت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کے وہ فتاوے حجت نہیں بنائے جاسکتے جو نصوص کتاب وسُنّت کے خلاف ہوں‘

(تنویرالآفاق/ ۵۱۵)

شیعی نظریات کا ترجمان رئیس ندوی‘ جوشِ غیر مقلدیت کا مزید مظاہرہ کرتا ہے :

’اس سے قطع نظر ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کو متعدد صحابہ اگرچہ واقع مانتے ہیں مگر وہ بھی ایک وقت میں تینوں طلاق دے ڈالنے والے فعل کو نصوص کتاب وسُنّت کے خلاف اور حرام و معصیت قرار دینے پر متفق ہیں‘ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ ازروئے شریعت جو فعل حرام و معصیت ہو اور جس کے کرنے کی اجازت نہ ہو‘ اُسے کسی صحابی یا متعدد صحابہ کا لازم وواقع مان لینا دوسروں کے لئے دلیل شرعی حجت کیونکر ہوسکتا ہے۔

(تنویرالآفاق/۵۴)

یعنی غیر مقلد مولوی رئیس ندوی کے نزدیک صحابہ کرام وہ کام بھی کیا کرتے تھے جو

(۱) خلاف نصوص ہوا کرتے تھے‘ جو

(۲) حرام و معصیت ہوا کرتے تھے

(۳) شریعت میں جن کی اجازت نہیں ہوا کرتی تھی۔

معاذ اللہ ! یہ ہیں صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدوں کا گندہ عقیدہ۔ اگر صحابہ کرام کا یہی حال تھا جیسا کہ غیر مقلد رئیس ندوی کہتے ہیں' تو کیا ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿رضی اللہ عنھم ورضوا عنه﴾ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔ اور کیا ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ﴿وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ﴾۔ جو اس بات پر نص قطعی ہے کہ صحابہ کرام کو فسق وعصیان والے کام سے طبعی نفرت تھی۔

خلافِ شرع جانتے ہوئے بھی صحابہ کرام اس کا فتویٰ دیتے تھے (معاذ اللہ)

غیر مقلدین کا یہ بھی مذہب ہے کہ صحابہ کرام کو معلوم ہوتا تھا کہ فلاں کام حرام' معصیت ہے' خلاف نصوص ہے مگر اس کے باوجود بھی وہ اس خلافِ شرع کام کا فتویٰ دیتے تھے۔ جامعہ سلفیہ کے شیعی المزاج سلفی ندوی کی بکواس دیکھئے :

> 'ہم یہ دیکھتے ہیں کہ متعدد صحابہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ کے وقوع کا اگر چہ فتویٰ دیتے تھے مگر بہ صراحت بھی ان سے منقول ہے کہ ایک وقت کی طلاق ثلاثہ نصوص کتاب وسُنّت کے خلاف ہے اور حرام و ناجائز بھی۔
>
> (تنویر الآفاق/ ۱۰۵)

اس عبارت کا حاصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت میں ایسے لوگ بھی تھے جو یہ جان کر بھی کہ فلاں کام خلافِ نصوص ہے' حرام اور معصیت ہے' پھر بھی اس کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور اس طرح وہ لوگوں کو حرام اور معصیت کے کام میں مبتلا کرتے تھے۔

صحابہ کرام کے بارے میں بڑے سے بڑا رافضی بھی اس سے سخت تر بات نہیں کہہ سکتا۔
اگر نام نہاد اہلحدیث کی یہ بات تسلیم کر لی جائے تو پھر صحابہ کرام کی عدالت کا ساقط ہونا یقینی ہے خلاف نصوص قصداً اور عمداً فتویٰ دینا اور حرام و معصیت جان کر بھی اس بات کو لوگوں میں اپنے فتاویٰ کے ذریعہ سے پھیلانا' یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس گناہ کا مرتکب دائرہ فسق میں آتا ہے' اس کو عادل کیسے کہا جائے گا۔
شیعوں نے صحابہ کرام کے بارے میں جن باتوں کو غیر سنجیدہ اور غیر علمی انداز میں پھیلایا تھا آج انھیں باتوں کو غیر مقلدیت کی راہ سے علم و تحقیق کے نام پر پھیلایا جارہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف :

اہلحدیث غیر مقلد سلفی ندوی نے جلیل القدر صحابی اور فقہائے صحابہ میں عظیم المرتبت فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف نہایت سوقیانہ و عامیانہ زبان میں گفتگو کی ہے' اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

> 'چونکہ ابن مسعود کا بیان مذکور اللہ و رسول کے بیان کردہ اصول شریعت کے خلاف ہے اس لئے ظاہر ہے کہ بیان ابن مسعود شرعاً ساقط الاعتبار رہے۔
>
> (تنویر الآفاق/١٦٥)

مزید لکھتے ہیں:

’دریں صورت ابن مسعود کا اپنی نظر میں اس طرح تلبیس والا مشکوک عمل اگر قابل نفاذ ہے لیکن شریعت کی نظر میں اس کا حکم بھی واضح وظاہر ہے یعنی کہ ایسی تین طلاقیں ایک قرار پائیں گی تو آخر حکم شریعت کو چھوڑ کر ابن مسعود یا اُن کے علاوہ دوسروں کے موقف کو کس دلیل شرعی کی بنیاد پر اصول فتویٰ بنا لینا درست ہے‘۔ (تنویر الآفاق/ ۱۶۵)

صحابہ کرام آیات سے باخبر ہونے کے باوجود اُن کے خلاف کام کرتے تھے۔ (معاذاللہ)

صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلد سلفی ندوی کا یہ گندہ ریمارک اور اُس کے گستاخ قلم کی جرأت دیکھئے:

’بہت سے صحابہ وتابعین بہت سی آیات کی خبر رکھنے اور تلاوت کرنے کے باوجود بھی مختلف وجوہ سے اُن کے خلاف عمل پیرا تھے‘ (تنویر الآفاق/ ۴۷)

قرآن کی آیت کا علم وخبر رکھنے کے باوجود صحابہ کرام ان آیات کے خلاف عمل کرنا‘ یہ شیعوں کے گھر سے اُڑائی ہوئی بات ہے‘ شیعوں نے صحابہ کرام کے بارے میں اپنی کتابوں میں اسی قسم کی باتیں لکھی ہیں۔ آج غیر مقلدین پر بھی یہی شیعی ذہنیت چھائی ہوئی ہے اس لئے صحابہ کرام کے بارے میں جو شیعہ کہتے آئے ہیں‘ آج غیر مقلدین بھی انھیں کی تھاپ پر اپنا طبلہ بجا رہے ہیں۔

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں :

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ تین طلاق کے بارے میں جمہور اہلِ سُنّت کے مطابق ہے یعنی وہ بھی تین طلاق کے تین ہونے کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ کے مذمت کرتے ہوئے غیر مقلد سلفی ندوی لکھتا ہے:

' اگر بالفرض حضرت ابن عباس کا یہ فتویٰ (کہ تین طلاق ایک ہوتی ہے) نہ بھی ہوتو ہم حدیث کے متبع ہیں' ابن عباس کے نہیں' ۔ (تنویرالآفاق/ ۴۴۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وہی صحابی ہیں جن کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے بطور خاص دُعا فرمائی تھی **اللهم فقه فی الدین وعلمه التاویل** اے اللہ ! تو ابن عباس کو دین میں تفقہ کی دولت عطا فرما اور اُن کو قرآن کی تفسیر کا علم مرحمت فرما۔ حضور نبی کریم ﷺ کی اسی دُعا کے پیش نظر قرآن کے فہم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ مقام تھا کہ اُمت نے ترجمان القرآن کے لقب سے نوازا اور صحابہ کرام میں اُنھیں وہ خصوصی امتیاز تھا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُن کو کبار صحابہ کے ساتھ مشوروں میں شریک کیا کرتے تھے۔ دین وشریعت کے بارے میں اُن کے تفقہ وفہم پر سارے صحابہ کرام کو بھرپور اعتماد تھا۔

افسوس ! غیر مقلدین کو صحابہ کرام سے حد درجہ کی چڑ ہے اور اسی جذبہ بغض کی وجہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تفقہ اور اُن کے فتویٰ پر اعتماد نہیں۔

عورتوں کا چہرہ کھلا رکھنا :

حضور نبی کریم ﷺ نے پیام نکاح سے پہلے ایک نظر عورت کو دیکھنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ اس بات کے تمام مقلدین (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) قائل ہیں۔ اگر عام طور پر عورت کے لئے چہرہ کھلا رکھنا جائز ہوتا تو پھر اس اجازت کی ضرورت کیا تھی؟

لہذا عورتوں کو چاہئے کہ اپنا چہرہ کھلا نہ رکھیں۔ حجاب یہی ہے کہ چہرہ چھپائیں۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارا عمل حدیث نبوی پر ہوتا ہے۔ ساتھ ہی وہ اجتہاد کا دعویٰ بھی کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں اُن کے یہاں بہت سے عقائد اور مسائل میں اختلاف اور تناقص پیدا ہوا۔ اُن کے پیشواؤں میں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔ انہوں نے تقلید شخصی کا دامن چھوڑ کر اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق مسائل و عقائد گڑھنا شروع کئے۔ صحابہ کرام سے عموماً اور خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) سے خصوصاً اہلحدیث کا اختلاف شیعوں کے طرز فکر کا مرہونِ منّت ہے۔

شیعہ خواتین چہرہ کھلا رکھنا جائز سمجھتی ہیں۔ قطر، مصر، بحرین اور دبئ جہاں عورتیں بے حجاب آزاد گھومتی ہیں وہاں کے غیر مقلدین (یوسف القرضاوی...... وغیرہ) بھی یہی مسلک رکھتے ہیں کہ عورتوں کا چہرہ کھلا رہنا چاہئے۔

اس کے برخلاف سعودی عرب کے بعض شہروں میں غیر مقلدین اس معاملے میں بہت شدید رویہ اختیار کرتے ہیں۔ بریدہ، عنیزہ، الرس (القصیم) کے غیر مقلدین نہ صرف چہرہ ڈھانکنے پر سختی کرتے ہیں بلکہ دستانے اور ساؤکس پہننے کے لئے بھی سختی کرتے ہیں اور عورتوں کو چھڑی سے مارتے بھی ہیں۔

افغانستان کے غیر مقلدین (طالبان) نہ صرف جہالت اور شدت کی تمام حدیں پار کر دیتے ہیں بلکہ ظلم وزیادتی کی انتہاء کر دیتے ہیں۔ عورتوں کے چہروں پر تیزاب پھینک دیتے ہیں، پتھروں سے مارتے ہیں، چہرے بگاڑ دیتے ہیں..........۔

عقیدۂ امامت میں شیعہ اور اہل حدیث

شیعوں کے نزدیک عقیدۂ امامت : شیعہ مذہب میں عقیدۂ امامت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے بقیہ تمام عقیدے اسی عقیدۂ امامت کی صیانت وحفاظت کے لئے تصنیف کئے گئے ہیں۔ اہل تشیع کے نزدیک امامت کا عقیدۂ توحید ورسالت کے عقیدہ پر فوقیت رکھتا ہے۔ عقیدۂ امامت **عماد الدین** (دین کا ستون) ہے۔ اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ نبی پر لازم ہے کہ امام کا تعین خود کرے، قوم کے حوالے نہ کرے، اور یہ کہ امام نبی کی طرح معصوم ہوتا ہے۔ شیعوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت کی تصریح فرمائی تھی اور حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی امامت اور حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی امامت کی اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے اور انھوں نے اپنے بیٹے سیدنا ابو جعفر محمد رضی اللہ عنہ کی اور انھوں نے اپنے بیٹے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی امامت کی اور سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اور انھوں نے اپنے بیٹے سیدنا علی رضا رضی اللہ عنہ کی امامت کی اور انھوں نے اپنے بیٹے سیدنا محمد تقی رضی اللہ عنہ کی امامت کی اور انھوں نے اپنے بیٹے سیدنا علی نقی رضی اللہ عنہ کی امامت کی اور انھوں نے اپنے بیٹے سیدنا حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی

امامت کی اور انھوں نے اپنے بیٹے سیدنا محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی امامت کی تصریح فرمائی تھی۔ یہ کُل بارہ امام ہیں انھیں کی طرف شیعوں کا مشہور فرقہ امامیہ منسوب ہے جس کو اثنا عشریہ بھی کہتے ہیں۔ (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۱۰۶)

امام غائب کے بارے میں اہلحدیث کا عقیدہ :

امام غائب اور بقیہ اماموں کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ قریب قریب وہی ہے جو اہل تشیع کا ہے چنانچہ غیر مقلد نواب وحید الزماں صاحب اپنی کتاب 'ہدیۃ المہدی' میں لکھتے ہیں: اگر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے درمیان ہمارے زمانہ میں جنگ ہوتی تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے' اس کے بعد حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ پھر امام حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ ہوتے' ان کے بعد علی بن حسین (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ' اُن کے بعد امام باقر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ' اُن کے بعد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ' اُن کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ' اُن کے بعد امام علی بن موسیٰ کاظم (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ' اُن کے بعد امام محمد تقی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ' اُن کے بعد امام محمد نقی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ' پھر اُن کے بعد حسن عسکری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ہوتے اور اگر ہم باقی رہے تو ان شآء اللہ اپنے امام غائب محمد بن (عبد اللہ) حسن عسکری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ہوں گے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۱۰۲)

اور سُنئے موصوف تحریر فرماتے ہیں:

یہ بارہ امام ہیں اور درحقیقت یہی حکمراں ہے جن پر نبی کریم ﷺ کی خلافت اور دین کی ریاست منتہی ہوتی ہے یہ آسمان علم ویقین کے آفتاب ہیں۔ (ہدیۃ المہدی)

نواب وحید الزماں اس فصل کو ان دُعائیہ کلمات پر ختم فرماتے ہیں :

اللّٰهم احشرنا مع هؤلاء الائمة الاثنیٰ عشر وثبتنا علیٰ حبهم الیٰ یوم النشور

اے اللہ! ان بارہ اماموں کے ساتھ ہمارا حشر فرما اور قیامت تک اُن کی محبت پر ہمیں ثابت قدم رکھ۔

غور فرمائیں کہ کیا مذکورہ کلام میں شیعی عقائد کے جراثیم صاف معلوم نہیں ہو رہے ہیں؟ کیا اس کلام میں شیعیت کی رُوح صاف نہیں جھلک رہی ہے؟ کیا اہلِ سُنّت وجماعت کے کسی فرد کا یہ عقیدہ ہوسکتا ہے !!

شیعوں کے عقیدۂ امامت اور نام نہاد اہلحدیث کے خط کشیدہ عبارات کو بار بار پڑھیں تو صاف سمجھ میں آجائے گا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ سارے امام معصوم ہوتے ہیں اور انبیاء جن صفات سے متصف ہوتے ہیں انھیں صفات سے یہ ائمہ بھی متصف ہوتے ہیں۔

جس طرح شیعہ، امراء بنی امیہ و بنی عباس کو ظالم وسفاک اور بزور وطاقت اقتدار پر قابض ہونے والا گمان کرتے ہیں اسی طرح نام نہاد اہلحدیث بھی اُن امراء بنی اُمیہ و بنی عباس کو ظالم وسفاک اور بزور شمشیر اقتدار پر تسلط جما لینے والا گمان کرتے ہیں۔

شیعہ اور اہلحدیث کی ساری عقیدت کا دائرہ صرف اُن بارہ اماموں تک محدود ہے۔ بارہ امام سے عقیدت بھی محض زبانی دعویٰ ہے ورنہ نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کی کتابیں تو ان نفوس قدسیہ کی شان میں توہین و گستاخیوں سے بھری پڑی ہیں۔

شیعہ قطعاً محبان اہلبیت نہیں ہیں بلکہ وہ گستاخانِ اہلبیت ہیں۔ بد مذہبوں کا باطل عقیدہ یہ ہے کہ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں ہیں بلکہ منہ بولی اور صرف منسوب صاحبزادیاں ہیں۔

بحمدہ تعالیٰ ہم اہلِ سُنّت و جماعت تمام اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام و اہلبیت اطہار سے اچھی عقیدت رکھے۔ مومنوں کی علامات بتائی گئی ہیں کہ وہ اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام کے دُعا گو ہیں اور اُن کے سینے عام مسلمان خصوصاً صحابہ کرام کے لئے پاک ہیں۔ جن کو اللہ کے رسول سے محبت ہوگی اُس کا دل صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار کی عظمت و محبت سے بھی بھرا ہوگا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اہلبیت سے محبت ایمان کی علامت ہے اور اُن سے بغض و عناد منافقت کی نشانی ہے۔ جنّت کی بشارت ہے اُن لوگوں کے لئے جن کے دِلوں میں اہل بیت اطہار کی محبت و عقیدت کے سمندر موجزن ہیں وہ لوگ نہایت خوش مقدر ہیں جو اصحاب رسول ﷺ اور اہلبیت رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہیں۔

خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی کی تصانیف

عورتوں کی نماز : خواتین اسلام کے لئے انمول تحفہ......نماز کے خصوصی مسائل کا گلدستہ

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں جنس کو جسمانی طور پر اس طرح الگ الگ پیدا فرمایا کہ اُن کے تخلیقی نظام میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے' لہذا یہ کہنا کہ مرد اور عورت میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں ہے یہ خود فطرت کے خلاف بغاوت ہے اس لئے کہ یہ تو آنکھوں سے نظر آ رہا ہے کہ مرد عورت میں نمایاں فرق ہے۔ لباس' بال اور وضع قطع میں یکسانیت پیدا کر لینے سے جسمانی نظام کا فرق ختم نہیں ہو جاتا...... دونوں کی آواز میں تک فرق پایا جاتا ہے۔ جسمانی فرق کی وجہ سے کھڑے ہونے' جھکنے اور بیٹھنے کا انداز بھی مختلف ہو جاتا ہے۔۔ نماز چونکہ جسمانی عبادت ہے اس لئے عورتوں کے لئے نماز ادا کرنے کا طریقہ بھی مَردوں سے مختلف ہوتا ہے۔ اس کتاب میں نہایت سلیس انداز میں نماز کا طریقہ اور مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔۔ کتاب کو اپنی انفرادیت کی وجہ سے ہندو پاک میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

صحیح طریقہ غسل : طہارت کے بغیر اسلامی شریعت میں کوئی عبادت قابل قبول نہیں

طہارت نصف ایمان ہے ...... طہارت اسلامی عبادات کا پہلا درس ہے

دُنیا کے تمام مذاہب' اسلام کے جامع نظامِ طہارت کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں

احکامِ طہارت (استنجاء' وضو و تیمّم' پانی کے اقسام و احکام' نجاست کے احکام' غسل کی حکمتیں اور فرضیت کے اسباب' حیض و نفاس اور استحاضہ) سے متعلق تقریباً ایک ہزار مسائل کا منفرد مجموعہ

کتاب میں طہارت و غسل سے متعلق پیچیدہ و جدید مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے

صحیح طریقہ نماز	طریقہ فاتحہ	آیاتِ شفاء
جادو کا قرآنی علاج	احکام میت	مسائلِ امامت
صحابہ کرام اور شوقِ شہادت	قربانی اور عقیقہ	نماز جنازہ کا طریقہ

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

نمازوں کا فوت ہونا (چھوٹ جانا) : فرض نمازوں کو اُن کے اوقات میں ادا کرنا واجب ہے۔ بلا عذر نمازوں کو اپنے اوقات سے مؤخر کر کے ادا کرنے والا سخت گہنگار ہوگا۔ نمازیں اپنے اوقات میں ادا نہ کرے تو یہ نمازیں ساقط (ختم) نہیں ہوتیں بلکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء پڑھے۔ واضح رہے نماز ایک عظیم الشان عبادت ہے اوراس سے غفلت جرم عظیم ہے اوراس کے فرض ہونے کا انکار کفر ہے ہمیشہ نماز قضاء کر کے پڑھنا گناہ ہے اگر کبھی نیند سے بیدار نہیں ہوسکے یا غفلت سے نماز ترک ہوگئی تو ان صورتوں میں جلد از جلد قضاء پڑھنا لازم ہے کیونکہ کیا معلوم موت کا وقت کب ہے؟ لہذا قضاء نمازوں کو اولین فرصت میں ادا کرلیں۔

قضاء نمازوں کی ادائیگی: مقدس راتوں میں نوافل کا ثواب صرف انھیں ہی ملتا ہے جن کی نمازیں قضاء نہیں ہوئیں، جن لوگوں پر فرض نمازوں کے چھوٹ جانے کا بوجھ ہے اُن کے لئے لازم ہے کہ وہ نوافل کے بجائے اپنی فوت شدہ (چھوٹی ہوئی) فرض نمازوں کی قضاء ادا کریں۔ جن کی بہت نمازیں چھوٹ گئی ہیں اُن کے لئے دن اور وقت یاد رکھنا محال ہے۔ بہارِ شریعت اور قانون شریعت میں آسان مسئلہ یہ لکھا ہے کہ قضاء نمازوں کی نیّت اس طرح کریں میرے ذمے جو سب سے پہلے نماز فجر قضاء ہوئی تھی اُس کو ادا کرتا ہوں...... فجر کی دو رکعت فرض ادا کریں...... پھر اُس کے بعد ظہر جو سب سے پہلے قضاء ہوئی تھی اُس کی نیّت کر کے ظہر کی چار رکعت فرض ادا کریں۔ پھر عصر جو سب سے پہلے قضاء ہوئی تھی اُس کی نیّت کر کے چار رکعت فرض ادا کریں۔ پھر مغرب جو سب سے پہلے قضاء ہوئی تھی اُس کی نیّت کر کے تین رکعت فرض ادا کریں۔ پھر عشاء جو سب سے پہلے قضاء ہوئی تھی اُس کی نیّت کر کے چار رکعت فرض ادا کریں، اب نمازِ وتر کی

بھی تین رکعت قضاء پڑھنا لازم ہے۔ قضاء صرف فرض اور واجب نمازوں کی ہے‘ سُنّت ونوافل میں قضاء نہیں ہے۔ ایک دن کی تمام نمازوں کی قضاء کی جملہ بیس (۲۰) رکعتیں ہوتیں ہیں۔ اس طرح روزانہ ۲۰ رکعت نماز بطور قضاء نماز پنجگانہ کے ساتھ ادا کر لینے کا یہ ایک بہتر اور آسان عمل ہے۔

نماز قضاء عمری : نام نہاد اہلحدیث نے یہ گمراہی بھی مچا رکھی ہے کہ نمازوں کی قضاء ضروری نہیں ہے یعنی اگر کوئی قصداً نماز چھوڑ دے اور پھر اُن نمازوں کی قضاء کرے تو قضاء سے کچھ فائدہ نہیں۔ وہ نماز اس کی مقبول نہیں اور نہ اُس نماز کا قضاء کرنا اُس کے ذمہ واجب ہے۔ اہلحدیث کی یہ بات سراسر بے عقلی پر مبنی اور غیر منطقی ہے کہ چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء نہ کرے۔ عورتوں پر ایام حیض ونفاس کے روزے معاف نہیں ہیں بلکہ مجبوری ختم ہو جانے پر روزے رکھنا فرض ہے۔ اگر اہلحدیث کی ڈکشنری میں قضاء کا لفظ نہ ہو تو کیا ایام حیض ونفاس کے روزے عورتوں پر معاف ہو جائیں گے اور عذر ختم ہونے پر مجبوری میں چھوڑے ہوئے روزے بھی معاف ہو جائیں گے؟ ہاں اگر اہلحدیث کے یہاں قضاء کی اصطلاح ہی نہ ہو تو اُن سے دریافت کریں کہ اگر کوئی اُن سے ماضی میں قرض حاصل کیا ہو تو اُس قرض کی ادائیگی ضروری ہے یا نہیں؟

افسوس ! یہ لوگ قرض کی ہی نہیں بلکہ چندہ‘ فطرہ‘ صدقات‘ خیرات کی قضاء بھی وصول کرتے ہیں۔ اہلحدیث دین وشریعت کو اپنے گھر کی میراث یقین کرتے ہوئے نہایت جراءت وبے باکی سے شرعی احکامات کو بدل دیتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کے نزدیک قصداً چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء کا تصور نہیں۔ نماز کا چھوڑنے والا ہمیشہ کے لئے گنہگار رہو گیا' قضاء اور توبہ سے کچھ فائدہ نہیں' عذاب کے لئے تیار رہے۔ غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں :

> ' اگر کوئی قصدًا نماز چھوڑ دے اور پھر اس کی قضا کرے تو قضا سے کچھ فائدہ نہیں' وہ نماز اُس کی مقبول نہیں ۔اور نہ اُس نماز کا قضا کرنا اُس کے ذمہ واجب ہے وہ ہمیشہ گنہگار رہے گا'۔ (دلیل الطالب ص ۲۵۰)

بعض جگہ مسلمان شبِ معراج' شبِ براءت' شبِ قدر اور رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع کے دن کچھ نوافل اور قضاء عمری پڑھتے ہیں۔ غیر مقلد لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں اور لوگوں کو روکتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿**ارء یت الذی ینھی عبدا اذا صلی**﴾ بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ معلوم ہوا کہ کسی نمازی کو نماز سے روکنا سخت جرم ہے۔ قضاء عمری بھی تو نماز ہے اس سے روکنا ہرگز جائز نہیں۔ قضاء عمری کی اصل یہ ہے کہ تفسیر روح البیان پارہ ۷ سورۂ انعام زیر آیت ﴿**ولتستبین سبیلا لمجرمین**﴾ ایک حدیث نقل کی **ایما عبدٍ او امةٍ ترک صلوته فی جهالته لو تاب وندم علی ترکھا فلیصل یوم الجمعة بین الظهر والعصر اثنتی عشرة رکعة یقرءُ فی کل منها الفاتحة واٰیة الکرسی والاخلاص والمعوذتین مرتین لایحاسبه الله تعالیٰ یوم القیٰمة ذکره فی مختصر الاحیاء** جو مرد یا عورت نادانی سے نماز چھوڑ بیٹھے پھر توبہ کرے اور شرمندہ ہو اُس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے تو جمعہ کے دن ظہر وعصر کے درمیان بارہ رکعتیں نفل پڑھے' ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور **قل ھو الله احد** اور سورۂ فلق وسورۂ ناس ایک ایک مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن حساب نہ لے گا۔ اس حدیث کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا۔

صاحبِ روح البیان اس حدیث کا مطلب سمجھاتے ہیں کہ توبہ کرنے اور نادم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ تارک الصلوٰۃ بندہ شرمندہ ہوکر تمام نمازیں قضاء پڑھ لے کیونکہ توبہ کی حقیقت یہی ہے۔ پھر قضاء کرنے کا جو گناہ ہوا تھا' وہ اس نماز قضاء عمری کی وجہ سے معاف ہو جائے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ نمازیں قضاء نہ پڑھو' صرف یہ نماز پڑھ لو' سب ادا ہوگئیں۔ یہ تو روافض بھی نہیں کہتے کہ اُن کے یہاں چند روز کی نمازیں ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے یہ کیونکر ہوسکتا ہے سال بھر تک نماز نہ پڑھو۔ پس مقدس راتوں اور دنوں کو یہ بارہ رکعتیں پڑھ لو سب معاف ہوگئیں۔ مطلب وہ ہی ہے کہ صاحب روح البیان نے بیان فرمایا۔ اور مسلمان اسی نیّت سے پڑھتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشکوٰۃ کتاب الحج باب الوقوف بعرفہ میں ایک حدیث ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عرفہ میں حاجیوں کے لئے دُعائے مغفرت فرمائی۔ بارگاہ الٰہی سے جواب آیا کہ ہم نے مغفرت فرمادی سوائے مظالم (حقوق العباد) کے حضور ﷺ نے پھر مزدلفہ میں دُعا فرمائی تو مظالم یعنی حقوق العباد بھی معاف فرما دیئے گئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی شخص کا قرض مار لو' کسی کو قتل کردو' کسی کی چوری کرلو اور حج کر آؤ' سب معاف ہوگیا۔ نہیں' بلکہ ادائے قرض میں جو خلافِ وعدہ تاخیر وغیرہ ہوگئی وہ معاف کردی گئی۔ حقوق العباد بہرحال ادا کرنے ہوں گے۔ اگر کوئی مسلمان اس قضاء عمری کے پڑھنے یا سمجھنے میں غلطی کرے تو اُس کو سمجھا دو۔ نماز سے کیوں روکتے ہو۔ اللہ توفیق خیر دے۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو جب بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ (جآء الحق)

کیا ماہ رجب کی نمازیں بھی بدعت ہیں؟

'رجب' کا مہینہ بڑی فضیلت وعظمت والا مہینہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رجب کا چاند دیکھ کر یہ دُعا فرماتے تھے کہ اے اللہ ہم کو رجب وشعبان میں برکت دے اور ہم کو رمضان میں پہنچا دے۔ (ما ثبت من السنة)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ رجب عظمت والا مہینہ ہے اس میں نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے اس مہینے کا ایک روزہ ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔ (ما ثبت من السنة)

رجب کی ستائیسویں رات شب معراج ہے اس رات کی فضیلت اس وجہ سے بھی بہت زیادہ ہے کہ اس رات میں حضور نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس رات میں عبادت کرے گا اس کو ایک سو برس کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (احیاء العلوم، امام غزالی)

روایت ہے کہ اس رات میں جو شخص ایک سلام سے بارہ رکعت نفل پڑھے پھر ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور ایک سو مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ اور ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھے پھر دُعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا قبول فرمائے گا بشرطیکہ گناہ کی دُعا نہ کرے۔ (احیاء العلوم)

۲۷/ رجب کا روزہ : ستائیس رجب کا دن بھی بڑا عظیم الشان دن ہے اسی دن پہلی مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ روایت ہے کہ جو شخص ستائیس رجب کو روزہ رکھے گا اُس کو ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ (احیاء العلوم)

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین، ماہ رجب میں پڑھی جانی والی نفل نمازوں کی شد و مد سے مخالفت کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کی اس کائنات میں عبادت و بندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے۔ غیر مقلدین، نفل نمازوں اور روزوں کو بھی بدعت (ضلالت و گمراہی) کہہ دیتے ہیں :

'ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے'
'جہاں تک نماز کی بات ہے تو ماہ رجب میں کوئی مخصوص نماز ثابت نہیں ہے اور ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز صلاۃ الرغائب کے سلسلہ میں جتنی بھی روایتیں مروی ہیں جھوٹ باطل اور غیر صحیح ہیں اور یہ نماز جمہور اہل علم کے نزدیک بدعت ہے'
(البدعة واثرها السيّئ / ٥٩۔ طاہر نصار عزیز، مکتبہ بیت السلام الریاض)

'ماہ رجب یا اس کے روزوں یا اس ماہ کے کسی مخصوص دن کے روزہ اور اس کی کسی مخصوص رات کی عبادت کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں ہے'
'جو حدیثیں رجب کی فضیلت یا اس کے روزوں یا اس کے کسی بھی خاص دن کے روزوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں وہ دو طرح کی ہیں ضعیف اور موضوع'۔
'صلاۃ الرغائب ایک بدترین قسم کی بدعت ہے اور اس سلسلہ میں بیان کی جانے والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے'۔
(البدعة واثرها السيّئ / ٦١۔ طاہر نصار عزیز، مکتبہ بیت السلام الریاض)

'رجب اور شعبان کی دونوں نمازیں بدعت ہیں کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بارے میں حدیثیں وضع کرکے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کا بہتان لگایا گیا ہے'

(البدعة واثرها السیّئ /٦١۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

'رجب اور شعبان کی دونوں نمازیں بدعت (ضلالت وگمراہی) ہیں کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بارے میں حدیثیں وضع کرکے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کا بہتان لگایا گیا ہے اور اعمال کی جزاء میں من مانی اور بلا دلیل تقدیر فرض کرکے اللہ رب العالمین پر جھوٹ کا طومار باندھا گیا ہے لہذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر گھڑی ہوئی چیزوں کو معطل قرار دیا جائے اور اُس (نمازوں) کی قباحت و اشاعت کو آشکارا کیا جائے اور اُس (نمازوں) سے لوگوں کو متنفر کیا جائے'

(البدعة واثرها السیّئ /٨٥۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

ماہ رجب وشعبان کی فضیلت اور ان مہینوں کے روزوں کے بارے میں ہم نے حجۃ الاسلام ابو حامد امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب 'احیاء العلوم' کے حوالے سے احادیث مبارکہ کو پیش کیا ہے۔ جماعتِ محدثین' فقہاء' ائمہ' اولیاء' صوفیاء ومجددین میں حجۃ الاسلام ابو حامد امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کو نمایاں مقام حاصل ہے' بلاشبہ آپ کی ذات حجۃ الاسلام ہے۔ کسی صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اسلام کی حجت سے الجھا کرے۔ یہ بدنصیبی تو ادب سے ناآشنا' عاقبت نااندیش نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے حصے میں آئی ہے کہ اخیارِ اُمت سے الجھا کرتے ہیں۔

بدعت ......' ضلالت وگمراہی کو کہتے ہیں اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ احادیث میں بدعتی کی تعظیم وتوقیر کی سخت ممانعت ہے' فرمایا گیا کہ بدعتی کی تعظیم دراصل دِین کو ڈھانا ومنہدم کرنا ہے۔ چوراورزانی کے بارے میں اتنی سخت وعیدنہیں ہے جتنی بدعتی کے لئے ہے کیونکہ گناہِ کبیرہ کا تعلق عمل سے ہوتا ہے اور بدعت کا تعلق عقیدہ کے فساد سے ہوتا ہے۔ رجب اورشعبان کی نمازوں اورنفل روزوں کو بدعت کہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ جومسلمان رجب وشعبان میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' نفل نمازیں پڑھتے ہیں اورروزے رکھتے ہیں وہ سب گمراہ اورجہنمی ہیں' اُن نمازیوں اورروزے داروں کا احترام وتعظیم دین کوڈھانے کے برابر ہے' یہ سزا انھیں نفل نمازیں پڑھنے اورنفل روزے رکھنے کی دی جائے گی۔ (معاذاللہ)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم :

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں :

مجھ سے مت پوچھ معراج کا واقعہ' ہے مشیت کے رازوں کا اک سلسلہ
دل کواُن کی رسائی پہ ایمان بھی' عقل ایسی رسائی پہ حیران بھی
کیا بتاؤں قیامت کا میں ماجرا' رحمتوں غفلتوں کا ہے اک معرکہ
دل کواُنکی شفاعت پہ ایمان بھی' عقل اپنے کئے پر پشیمان بھی
ناز سے ایک دن آپ نے یہ کہا' یہ بتا طائرسدرۃ المنتہیٰ
ہے تیرے سامنے عالمِ کُن فکاں' تونے پائی کسی میں مری شان بھی
بولے یہ حضرت جبرئیل امیں' اے نگاہِ مشیت کے زہرہ جبیں
ہوترا مثل کوئی کبھی اورکہیں' رب نے رکھانہیں اسکا امکان بھی

حضور فخر موجودات سید کائنات ﷺ کا عظیم الشان معجزہ واقعہ معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے محمد رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے بارہویں سال ۲۷ رجب دوشنبہ' رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد الحرام (کعبۃ اللہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی سیر کرایا اور وہاں سے ساتوں آسمان کا طویل سفر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات دکھائیں۔ نشانیوں کی تفصیلات میں انبیاء سابقین سے ملاقات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء وسابقین کی امامت ملاء اعلیٰ کے فرشتوں سے ہمکلامی آسمانوں کے عجائب وغرائب کا معائنہ جنّت ودوزخ کی سیر' سدرۃ المنتہیٰ اور عرش اعظم کا مشاہدہ اور سب سے بڑھ کر لامکان تک عروج اور ذات کبریاء کا دیدار یہ ساری چیزیں شامل ہیں۔

اسی مقام قرب اور گوشۂ خلوت (مقام قاب قوسین) میں دیگر انعاماتِ نفیسہ کے علاوہ حضور ﷺ کی اُمت کے لئے معراج عطا فرمایا اور وہ معراج ہے نماز۔ **الصلوٰۃ معراج المؤمنین** نماز مومن کے لئے معراج ہے۔

کیا جشن معراج النبی ﷺ منانا بھی بدعت ہے؟

نام نہاد اہلحدیث جن کے قلوب واذہان' محبتِ رسول ﷺ سے یکسر خالی ہیں وہ واقعہ معراج اور جشن معراج النبی ﷺ پر اعتراضات کرتے ہیں۔

واقعہ معراج ساری کائنات کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو مشاہدہ رب ذوالجلال سے سرفرازی ہوئی' یہی آپ کی معراج ہے۔ انبیائے کرام کو حضور نبی کریم ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا' یہی انبیائے کرام کی معراج ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کی معراج دیکھئے' پروردگارِ عالم نے فرمایا:

یاجبریل قبل قدمیه اے جبریل ! میرے محبوب کے دونوں پاؤں چُوم لے۔

خدائے برتر وبالا ہمیں پتہ کیا ہے   ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے
جبینِ حضرت جبریل پر کفِ پا ہے   ہے ابتداء کا یہ عَالم تو انتہا کیا ہے
(حضور شیخ الاسلام)

جبریل علیہ السلام نے اپنی کافوری آنکھیں اور ہونٹ حضور ﷺ کے مبارک قدموں پر رکھ دیئے‘ حضرت جبریل علیہ السلام کی شان کا اندازہ کریں کہ آپ کو سید عالم ﷺ کے پاؤں کو بوسے دینے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت جبریل امین کو رکاب تھامنے‘ حضرت میکائیل کو لگام پکڑنے‘ حضرت اسرافیل (علیہم السلام) کو زین سنبھالنے اور خدمت گزاری سے مشرف ہوئے‘ یہی ملائکہ کی معراج ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہوئے‘ براق کو اپنی قسمت پر وجد آ گیا اور اپنے مقدر پر ناز کرنے لگا‘ یہی براق کی معراج ہے۔ آسمانوں کی معراج ہوئی‘ جنّت کی معراج ہوئی۔ کائنات کے ایک ایک ذرّے کی معراج ہوئی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے تصدیق کئے بغیر سفرِ معراج کی تصدیق کر دی اس صبح آپ ’صدیقِ اکبر‘ کے لقب سے سرفراز ہوئے یعنی ’سب سے بڑا تصدیق کرنے والا‘ یہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معراج ہے۔ حضور ﷺ کی اُمت کے لئے معراج کا تحفہ نماز ہے۔ معراج جسمانی کا قائل صدیق ہے اور منکر ابوجہل ہے۔

ہر صحیح العقل اور جائز النسب انسان کو اپنی تاریخ پیدائش معلوم ہوتی ہے۔ تاریخ پیدائش کی بہت اہمیت ہوتی ہے تمام دستاویزات اور سرٹیفکیٹس میں درج کی جاتی ہے۔ اسی طرح اہم اہم واقعات کی تواریخ بھی سب کے لئے اہمیت کی حامل ہوتی ہیں‘ شادی کی تاریخ سب کو یاد رہتی ہے‘ فتح و کامیابی کی تاریخ سب کو یاد رہتی ہے‘ ملازمت

پر رجوع ہونیکی تاریخ سب کو یاد رہتی ہے۔ افراد خاندان یا متعلقین کی تاریخ وفات سب کو یاد رہتی ہے۔ بہرحال اہم باتیں اور واقعات سب کو یاد رکھا جاتا ہے۔

واقعہ معراج حضور نبی کریم ﷺ کا عظیم الشان معجزہ ہے صحابہ کرام' اہلبیت اطہار اور اُمت کے لئے یادگار و اہمیت کا حامل ہے۔ اُمت مصطفوی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فیض ہے کہ اُس نے اس اُمت کو قیامت تک جشن معراج النبی ﷺ منانے کا شعور عطا کیا۔

نام نہاد اہلحدیث کی زباں پر شرک و بدعت کے کلمات جاری رہتے ہیں' کہتے ہیں :

> 'یہ شب جس میں واقعہ اسراء پیش آیا اس میں کسی طرح کا جشن منانا اور اسے کسی بھی طرح کی غیر مشروع عبادت کے لئے خاص کرنا جائز نہیں'
>
> (البدعة واثرها السيّئ /٦٤۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

غیر مقلد طاہر نصار عزیز مزید لکھتا ہے:

> 'یہ شب جس میں واقعہ اسراء و معراج پیش آیا اس کی تحدید و تعیین کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے نہ رجب کہ نہ کسی اور مہینہ کی'۔
>
> (البدعة واثرها السيّئ /٦٤۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

کیا یہ ممکن ہے کہ جن صحابہ کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کے تبرکات کو محفوظ رکھا ہو' وہ حضور نبی کریم ﷺ کے واقعہ معراج کا مہینہ' دن اور تاریخ محفوظ نہ رکھیں !!

> 'بعض قصہ گوؤں کے حوالہ سے جو ذکر کیا جاتا ہے کہ واقعہ اسراء ماہ رجب میں پیش آیا یہ بات اصحاب جرح و تعدیل کے نزدیک سراسر جھوٹ ہے'
>
> (البدعة واثرها السيّئ /٦٥۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

ایمان سے محروم، بے لگام اور ادب سے نا آشنا افراد کو کیا کہا جا سکتا ہے !!

ابن قیم لکھتا ہے:

'شب اسراء کے بارے میں پتہ نہیں کہ وہ کونسی رات تھی'
(البدعة واثرها السيّئ /٦٥۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

'اس مہینے میں کوئی خاص عبادت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ کچھ لوگ اس مہینے میں رجی روزے رکھتے ہیں'
(البدعة واثرها السيّئ /٨٦۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

'کچھ لوگ رجب کی ستائیسویں رات کو جاگتے اور عبادت کرتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ آج کی رات رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی تھی جب کہ معراج کی تاریخ تو دور کی بات ہے معراج کے مہینے میں بھی اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ آپ کو معراج ربیع الاول میں ہوئی تو کچھ کہتے ہیں کہ نہیں رجب میں ہوئی'
(البدعة واثرها السيّئ /٨٦۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

بن باز لکھتا ہے :

'یہ شب جس میں واقعہ اسراء ومعراج رونما ہوا صحیح احادیث میں اس کی کوئی تعیین موجود نہیں ہے نہ رجب میں اور نہ کسی اور مہینہ کی اس رات کی تعیین کے سلسلہ میں جو روایتیں بھی وارد ہوئی ہیں وہ محدثین کے نزدیک نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں'
(البدعة واثرها السيّئ /٦٥۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

اے ابوجہل ! تو نے کیسی نسل چھوڑی ہے جو یہاں تک بکتی ہے:

’اور اگر اس کی تعیین ثابت بھی ہو جائے تب بھی بلا دلیل خصوصیت کے ساتھ اس میں کسی قسم کی عبادت کرنا جائز نہیں ہے‘

(البدعة واثرها السيّئ /٦٥ ۔ طاہر نصار عزیز‘ مکتبہ بیت السلام الریاض)

نام نہاد اہلحدیث کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بغیر خصوصی اہتمام کے ہونی چاہئے۔ ماہ رجب میں یا ۲۷ رجب (شب معراج) کو اہتمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرنا چاہئے۔ اگر خصوصی اہتمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو ناجائز ہے۔ ناجائز کام کا مرتکب گناہ گار رہوتا ہے اور گناہ گار مستحق عذابِ جہنم ہوتا ہے لہذا خصوصی اہتمام کے ساتھ مقدس راتوں میں اذکار و عبادات مذہب اہلحدیث میں ناجائز ہیں۔

کیا شبِ براءت منانا بھی بدعت ہے؟

ماہ شعبان کی پندرہویں رات کا نام شب براءت یعنی نجات کی رات ہے۔ اس بابرکت رات کے چار نام ہیں لیلة البراءة نجات والی رات لیلة الرحمة رحمت والی رات لیلة المباركة برکت والی رات لیلة الصك نجات کی ضمانت ملنے والی رات۔ (صاوی)

قرآن مجید میں خداوند قدوس نے اس مبارک رات کا ذکر اس طرح فرمایا کہ ’اس رات میں ہمارے حکم سے ہر حکمت والا کام تقسیم کر دیا جاتا ہے‘ (سورۂ دخان) یعنی شب براءت میں بندوں کی روزیاں‘ اُن کی اموات و پیدائش‘ لڑائیاں زلزلے‘ حادثات ......غرض سال بھر میں ہونے والے تمام واقعات کے احکام الگ الگ تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور ہر کام کے فرشتوں کو ان کا کام سونپ دیا جاتا ہے جس کی وہ سال بھر تک تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ (صاوی)

شفاعت کی رات: روایت ہے کہ تیرہویں شعبان کو حضور نبی کریم ﷺ نے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی اُمت کی شفاعت عرض کی تو ایک تہائی اُمت کی شفاعت قبول ہوئی، پھر چودہویں شب میں دُعا کی تو دو تہائی اُمت بخشی گئی، پھر پندرہویں رات میں مناجات کی تو ان نافرمان بندوں کے سوا جو سرکش اونٹوں کی طرح خدا سے مُنھ موڑ کر بھاگتے ہیں ساری اُمت کے حق میں شفاعت قبول ہوگئی۔ (صاوی)

شب براءت کے خوش نصیب و بدنصیب: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے مگر نجومی، جادوگر، شرابی، زناکار، ماں باپ کا نافرمان، سودخوار، حقوق العباد میں گرفتار، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے والا، کسی مسلمان سے کینہ رکھنے والا، بلا کسی شرعی وجہ کے اپنی رشتہ داری کو کاٹ دینے والا۔ اس رات میں نہیں بخشا جاتا۔ (صاوی)

لیکن ہاں اگر یہ لوگ اس رات کے آنے سے پہلے اپنے اُن بُرے کاموں سے توبہ کرلیں تو ان لوگوں کی بھی اس رات میں مغفرت ہوجائے گی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات میں آسمان دُنیا پر تجلّی فرماتا ہے اور قبیلہ بنی کلب کی تمام بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ بندوں کو مغفرت عطا فرماتا ہے۔ (ترمذی)

انعام کے لئے اللہ تعالیٰ کی ندائیں: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج ڈوبنے کے وقت سے آسمان دُنیا پر نزولِ اجلال فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ کیا ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں؟ کیا ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اُس کو روزی عطا کروں؟ کیا ہے کوئی بلا میں مبتلا کہ میں اس کو

عافیت دوں؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ کیا ہے کوئی ایسا؟ اسی قسم کی ندائیں ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

روایت عجیبہ : منقول ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے اور وہاں ایک خوبصورت گنبد نما بلند پتھر دیکھا۔ آپ تعجب سے اُس کے گرد گھومنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ کیا تمہاری خواہش ہے کہ اس پتھر کا راز تم پر ظاہر کر دوں؟ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی' الٰہی : میری تمنا تو یہی ہے۔ اتنے میں یہ پتھر شق ہو گیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی عبادت میں مشغول ہے اور اس کے قریب ہی ایک انگور کی بیل ہے اور ایک نہر جاری ہے۔ اُس شخص نے کہا کہ یہی انگور میں ہر روز کھاتا ہوں اور اس نہر کا پانی پیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم اس پتھر کے اندر کتنے دنوں سے عبادت کرتے ہو؟ اُس نے کہا کہ چار سو برس سے۔ یہ سُن کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ ! شاید اس شخص جیسی عبادت تو تیرے کسی بندے نے نہیں کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ ! میرے حبیب (محمد مصطفیٰ ﷺ) کا جو اُمتی شعبان کی پندرھویں رات میں دو رکعت نماز پڑھے گا وہ اس کی چار سو برس کی عبادت سے بہتر وافضل ہوگا۔ یہ سُن کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے اللہ تو مجھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت میں داخل فرمائے۔ (روض الافکار ونزہۃ المجالس)

اس رات کی سو (۱۰۰) رکعتیں : حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس رات میں ایک سو رکعت نماز نفل پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے پاس ایک سو فرشتوں کو بھیجے گا۔ (۳۰) فرشتے اُس کو جنّت کی بشارت دیں گے اور (۳۰) فرشتے اُس کو جہنم سے بے خوفی کی خوشخبری سنائیں گے اور (۳۰) فرشتے دُنیاوی آفتوں کو اُس سے ٹالتے رہیں گے

اور (۱۰) فرشتے اس کو شیطان کے مکروفریب سے بچاتے رہیں گے۔ (صاوی)

حضور نبی کریم ﷺ کے اعمال :

(۱) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جنّت البقیع (قبرستان مدینہ منورہ) میں تشریف لے گئے اور مسلمان مردوں، عورتوں اور شہیدوں کے لئے دُعا فرمائی۔ (ماثبت من السنة)

(۲) پھر قبرستان سے واپس ہوکر نماز میں مشغول ہو گئے اور سجدے میں بڑی دیر تک آپ اپنے پروردگار سے چپکے چپکے دُعا کرتے رہے۔

اولیاء اللہ کے معمولات :

(۱) بعد نماز مغرب چھ رکعتیں نماز نفل پڑھیں اور ہر دو رکعت پر سلام پھیریں اور ہر دو رکعت کے بعد سورۂ یٰسین ایک مرتبہ یا قل هو الله (۲۱) مرتبہ پڑھیں۔ پہلی مرتبہ سورۂ یٰسین درازی عمر کے لئے پڑھیں، دوسری مرتبہ رزق کی ترقی کے لئے اور تیسری مرتبہ دفع بلا کے لئے۔ پھر دُعائے نصف شعبان پڑھیں۔

(نفل نمازوں اور دُعائے نصف شعبان کے لئے ہماری کتاب 'نورانی راتیں' ملاحظہ فرمائیں)

(۲) بعد نماز عشاء (۱۲) رکعت نفل پڑھیں، ہر رکعت میں الحمد کے بعد (۱۰) مرتبہ **قل هو الله** پڑھیں اور نماز کے بعد (۱۰) مرتبہ کلمہ توحید، (۱۰) مرتبہ کلمہ تمجید اور (۱۰۰) مرتبہ درود شریف پڑھیں۔

(۳) یہ دُعا جتنی مرتبہ پڑھ سکیں پڑھیں :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

اے اللہ ! میں تجھ سے درگذر اور عافیت اور ہمیشہ معافی کی دُنیا و آخرت میں دُعا کرتا ہوں۔

اس رات کی فاتحہ : یہ رات اپنے مُردوں اور دوسرے بزرگوں کی رُوحوں کو ثواب پہنچانے اور فاتحہ دلانے کے لئے بڑی خاص رات ہے۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عید اور عاشوراء اور رجب کے پہلے جمعہ کے دن اور شعبان کی پندرہویں رات (شب براءت) اور جمعہ کی رات میں مُردوں کی رُوحیں اپنے گھروں کے دروازوں پر جا کر پُکارتی ہیں کہ اے گھر والو ! ہمارے اُوپر رحم وکرم اورمہربانی کرو۔ آج کی رات میں ہمارے لئے کچھ صدقہ کرو' کیونکہ ہم لوگ ایصال ثواب کےمحتاج ہیں۔ ہمارے نامہ اعمال ختم کر دیئے گئے اور تمہارے نامہ اعمال جاری ہیں۔ پس اگر یہ رُوحیں کچھ نہیں پاتیں تو حسرت و ناامیدی کے ساتھ واپس چلی جاتی ہیں۔ (فتاویٰ خیریہ بحوالہ ایتان الاواح)

شب براءت کا حلوہ : شب براءت کا حلوہ پکانا نہ تو فرض وسُنّت ہے نہ حرام وناجائز بلکہ حق بات اور سچی حقیقت یہ ہے کہ شب براءت میں دوسرے تمام کھانوں کی طرح حلوہ پکانا بھی ایک مباح و جائز کام ہے اور اگر اس نیک نیّت کے ساتھ ہو کہ ایک نفیس ومرغوب کھانا فقراء ومساکین اور اہل وعیال کو کھلا کر ثواب حاصل کرے تو یہ کارِثواب بھی ہے۔ درحقیقت اس رات میں حلوے کا دستور یوں نکل پڑا کہ یہ مبارک رات صدقہ وخیرات' ایصال ثواب وصلہ رحمی کی خاص رات ہے لہذا انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس رات میں کوئی مرغوب کھانا پکایا جائے۔ بعض عالموں کی نظر بخاری شریف کی اس حدیث پر پڑی کہ **کان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ** یعنی رسول اللہ ﷺ حلواء (شیرینی) اورشہد کو پسند فرماتے تھے۔لہذا ان علمائے کرام نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس رات میں حلوا پکایا۔ پھر رفتہ رفتہ عوام میں بھی اس کا چرچہ اور رواج ہوگیا' چنانچہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ ہندوستان میں شب براءت کو روٹی اور حلوہ پر فاتحہ دلانے کا دستور ہے اور سمرقند و بخارا میں قتلما پر' جو ایک میٹھا کھانا ہے۔

الغرض شب براءت کا حلوہ ہو یا عید کی سویّاں' یا محرم کا مالیدہ محض ایک دستور ورواج کے طور پر لوگ پکاتے کھاتے اور کھلاتے ہیں۔کوئی بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ یہ فرض یا سُنّت ہیں۔اس لئے اس کو ناجائز کہنا درست نہیں۔ چہ جائیکہ منع و انکار میں حد سے بڑھنا اور غلو کرنا۔ واضح رہے کہ اللہ کے کسی حلال کو حرام ٹھہرانا اللہ پر جھوٹی تہمت لگانا ہے جو ایک بدترین گناہ ہے قرآن مجید میں ہے: ﴿قُلْ اَرَءَ يْتُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ (یونس) اے پیغمبر! کہدو' بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اُتارا۔ اُس میں تم نے اپنی طرف سے کچھ حرام کچھ حلال ٹھہرالیا۔(اے پیغمبر) کہدو کیا اللہ نے اس کا تمہیں حکم دیا ہے یا اللہ پر تم لوگ تہمت لگاتے ہو؟

شب براءت کے فضائل اور اعمال ہم نے کتب صحاح ستہ (ترمذی شریف و ابن ماجہ) کے حوالوں سے بیان کئے ہیں۔ صاوی اور دیگر مستند کتب کے حوالے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ غیر مقلدین چونکہ منکرین حدیث ہیں اس لئے وہ ترمذی شریف اور ابن ماجہ کے حوالوں کو بھی ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ ائمہ ومحدثین نے احادیث کی صحت وضعف کے جو معیار مقرر فرمائے ہیں' اس کے برعکس نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین اپنے مزاج وافکار' عقائد ونظریات کے مطابق من مانی انداز میں احادیث کو ضعیف قرار دیکر احادیث مبارکہ کا انکار کر رہے ہیں۔ غیر مقلدین ہمیشہ سواد اعظم سے کٹ کر ایک نئی راہ اختیار کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ لایجمع اُمتی علی ضلالہ وید اللہ الجماعہ ومن شذّ شذ فی النار

(ترمذی، مشکوٰۃ) 'اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔ اکثریت پر اللہ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا'

یہ حضور رسالت مآب نبی مکرم ﷺ کا فیصلہ ہے' حق ہمیشہ اکثریت کے ساتھ ہے۔ ہم صرف یہ دیکھیں کہ دُنیا میں مقلدین (حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی) کی اکثریت ہے یا غیر مقلدین (نام نہاد اہلحدیث) کی۔ میلاد النبی ﷺ' شب معراج وشب براءت منانے والوں کی اکثریت ہے یا نہ منانے والوں کی اکثریت ہے۔ ہر معاملہ میں اکثریت واجماع کو دیکھا کریں۔ اکثریت (اجماع) پر اللہ تعالیٰ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا۔

شعبان کی پندرہویں شب (شب براءت) کے بارے میں نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں کہ اس رات کی کوئی فضیلت نہیں ہے' کتب صحاح ستہ (ترمذی شریف اور ابن ماجہ شریف) کی احادیث من گھڑت' ضعیف اور باطل ہیں۔ اس رات میں پڑھی جانے والی نماز پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> 'یہ ایک انتہائی لمبی اور پریشان کن نماز ہے اور اس بارے میں جو بھی خبر یا اثر وارد ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا موضوع اور اس نماز کی وجہ سے عوام بڑے فتنے میں مبتلا ہیں اور اس نماز کے سبب آبادی کی جن جن مساجد میں اس صلاۃ کا اہتمام کیا جاتا ہے ان میں بہت زیادہ آگ روشن کی جاتی ہے اور دیگر بہت ساری ناشائستہ ونازیبا حرکتیں ہوتی ہیں جو محتاج بیان نہیں اور عبادت گذار عوام کے اس میں بڑے پختہ عقائد وابستہ ہوتے ہیں شیطان لعین

> ان کی خاطران ساری چیزوں کوآ راستہ کرتا ہے اورانہیں عین شعائرِاسلام بنا کرپیش کرتا ہے'۔
> (البدعة واثرها السیّئ /٦٨۔ طاہرنصارعزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

بدعقیدہ بد باطن غیر مقلد وہابیوں کونماز بھی پریشان کن معلوم ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعت کا بھی انکارکرتے ہیں کیونکہ بیس رکعت تراویح بھی ان پرگراں گذرتی ہے۔ نماز مومن کوفواحش ومنکرات (بے حیائی اورگناہوں) سے روکتی ہے۔ فتنہ بہت بڑا گناہ ہے فتنہ کوقتل سے زیادہ سخت تر کہا گیا ہے **الفتنة اشد من القتل**۔ گناہوں کاسدّ باب (خاتمہ) نماز کے ذریعہ ہوتا ہے لیکن غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نماز' فتنہ کا سبب ہوتی ہے !

نام نہاد اہلحدیث کا کہنا ہے کہ ماہ شعبان میں عبادات اورشبِ براءت کی فضیلت میں بیان کی جانے والی ساری احادیث من گھڑت' باطل اورضعیف ہیں۔

غیر مقلد محمد فاروق عمری لکھتا ہے :

> 'وہ من گھڑت احادیث جوبعض واعظین کی زبانوں سے بلاجھجک سنی جاتی ہیں' ملاحظہ فرمائیں:
> (ا) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کوگم پایا تو میں آپ کی تلاش میں نکلی' میں نے دیکھا کہ آپ بقیع میں اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے (دُعا کررہے) ہیں اور (مجھے دیکھا تو) آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس بات کا خوف تھا کہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ تمہاری خیانت کرکے تم پرظلم کریں گے ! عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ اپنی دیگر ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ بنوکلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کے گناہوں کی بخشش فرماتا ہے' (ترمذی 793 'ابن ماجہ 1389 'مسند احمد 2601)

(پمفلٹ: ماہ شعبان اور اس کی شرعی حیثیت۔محمد فاروق عمری)

پمفلٹ میں غیر مقلد محمد فاروق عمری نے ترمذی' ابن ماجہ اور مسند احمد کے حوالے دینے کے باوجود بھی کہہ دیا کہ :

'شیخ البانی نے اس کو ضعیف الجامع میں ذکر کیا ہے'۔

'شوکانی نے فرمایا: اس حدیث میں ضعف اور انقطاع ہے'

(پمفلٹ: ماہ شعبان اور اس کی شرعی حیثیت۔محمد فاروق عمری)

گویا' غیر مقلدین کے نزدیک صحاح ستہ کی احادیث کی صحت کا اعتبار بھی ناصر البانی ابن قیم اور شوکانی کی رائے پر موقوف ہے اگر یہ لوگ صحاح ستہ کی احادیث کو صحیح اور حسن قرار دیں تو غیر مقلدین کے لئے قابلِ قبول ہیں ورنہ صحاح ستہ کے احادیث کو بھی ضعیف' موضوع' من گھڑت اور باطل قرار دے دیں گے۔

یہ لوگ (غیر مقلدین) اہلحدیث نہیں بلکہ 'منکرین حدیث' ہیں۔ احادیث کی صحت وضعف کو غیر مقلدین نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے جسے چاہا ضعیف وموضوع قرار دے دیا' یہی انکارِ حدیث ہے۔

پمفلٹ میں غیر مقلد محمد فاروق عمری 'اس رات میں نماز کا حکم' کے تحت حدیث شریف نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ حدیث بھی موضوع و من گھڑت ہے:

'اس رات میں نماز کا حکم' 'علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو' رات میں قیام کرو' اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ پندرہویں رات کو غروب آفتاب کے بعد سے آسمان دُنیا پر نزول فرماتا ہے اور منادی فرماتا ہے کہ' ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا؟ کہ میں اُس کی مغفرت فرمادوں ! ہے کوئی روزی کا طالب؟ کہ میں اُس کو روزی عطا کروں ! ہے کوئی مصیبت زدہ؟ جو دفع مصیبت کا طالب ہو' میں اُس کی مصیبت دُور کردوں' اسی طرح صبح تک منادی فرماتا رہتا ہے'   یہ حدیث بھی موضوع و من گھڑت ہے۔   (پمفلٹ: ماہ شعبان اور اس کی شرعی حیثیت۔ محمد فاروق عمری)

غیر مقلدین کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث شریف 'ابن ماجہ شریف' میں موجود ہے جو کتب صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد) میں سے ایک کتاب ہے۔

پمفلٹ میں غیر مقلد محمد فاروق عمری نقل کرتا ہے:

'وہ حدیث جس میں مخصوص طریقہ سے بارہ رکعات پڑھنے کا حکم ہے' موضوع ہے' اور اسی طرح وہ حدیث بھی موضوع ہے جس میں سو رکعات پڑھنے کا حکم آیا ہے' 'نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے کوئی مخصوص نماز اس رات میں ثابت نہیں'   (اللطائف ص ۱۴۱ ۵)

شیخ ابن باز نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اس رات نماز کی فضیلت میں جتنی بھی روایات آئی ہیں سب کی سب موضوع ہیں'
اور شوکانی فرماتے ہیں کہ نصف شعبان کی جتنی بھی روایات نمازوں کے بارے میں آئی ہیں وہ سب باطل اور موضوع ہیں (الفوائد المجموعہ للشوکانی/۱۵)
(پمفلٹ: ماہ شعبان اور اس کی شرعی حیثیت۔محمد فاروق عمری)

پمفلٹ میں غیر مقلد محمد فاروق عمری 'پندرہ شعبان کا مخصوص روزہ اور عبادت کا حکم' عنوان قائم کرتے ہوئے لکھتا ہے :

'جہاں تک اس رات کی عبادت کا سوال ہے وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں' اور وہ روایت جس میں پندرہویں شعبان کو ایک دن کا روزہ رکھنے سے ساٹھ سال کے گذشتہ اور ساٹھ سال کے آئندہ روزے رکھنے کا ثواب دیا جاتا ہے' موضوع اور من گھڑت ہے' اس سلسلے میں کوئی بھی ایسی صحیح حدیث نہیں جس میں پندرہ شعبان کے روزے اور رات عبادات کرنے یا قبرستان جانے کا ثبوت ہو' بلکہ سب کی سب موضوع' من گھڑت اور ضعیف ہیں جن کی بنیاد پر کوئی مذہب اور عقیدہ نہیں بنتا'
(پمفلٹ: ماہ شعبان اور اس کی شرعی حیثیت۔محمد فاروق عمری)

نام نہاد اہلحدیث' شعبان کی پندرہویں شب کی عدم فضیلت ثابت کرنے کی کوشش میں اس رات کی فضیلت جماعتِ تابعین سے ثابت کر بیٹھے :

'شعبان کی پندرہویں شب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے بلکہ تابعین کی ایک جماعت سے ثابت ہے جو اہل شام کے مشہور فقہاء میں سے ہیں'۔

(البدعة واثرها السيّئ /۷۰۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

'امام حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑی عمدہ گفتگو کے بعد فرماتے ہیں اور شام کے کچھ تابعین جیسے خالد بن معدان' مکحول لقمان بن عامر وغیرہم شعبان کی پندرہویں شب کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے تھے اس رات کی فضیلت لوگوں نے انہی سے لی ہے'

(البدعة واثرها السيّئ /٦٩۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

'اس رات میں عبادت کے طریقہ کے بارے میں علمائے اہل شام کی ایک رائے یہ ہے: مسجد میں اکٹھا ہو کر اس رات میں عبادت کرنا مستحب ہے خالد بن معدان اور لقمان بن عامر اور دوسرے لوگ اس رات میں اچھے کپڑے زیب تن کرتے دھونی دیتے سرمہ لگاتے اور رات بھر مسجد میں عبادت کرتے۔ اسحاق بن راہویہ اس رائے کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس رات میں مساجد میں اکٹھا ہو کر عبادت کرنا بدعت نہیں ہے اسے حرب کرمانی نے اپنے مسائل میں ذکر فرمایا ہے'

(البدعة واثرها السيّئ /٦٩۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

'دوسری رائے: اس رات میں نماز' قصص اور دُعاؤں کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ وناپسندیدہ ہے البتہ اگر آدمی تنہا نماز پڑھے تو مکروہ نہیں۔ یہ اہل شام کے امام اور فقیہ اوزاعی کا قول ہے اور ان شآء اللہ یہی قریب ترین قول ہے'

(البدعة واثرها السیّئ /٦٩۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

اسلام اجتماعی عبادت کی تعلیم دیتا ہے: ﴿اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کا ماننا ہے کہ انفرادی طور پر عبادت کرنا مستحب ہے اور اجتماعی طور پر عبادت کرنا بدعت ہے۔ جائز بہرصورت جائز ہوتا ہے خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر۔ خفیہ طور پر ہو یا علانیہ طور پر۔ اسی طرح ناجائز کا حکم ہوگا کہ ناجائز کام ہر حال میں ناجائز ہی ہوگا۔

شرک' کفر اور بدعت کا بھی یہی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شریک نہ زندہ ہوسکتا ہے نہ مُردہ۔ نہ قریب والا ہوسکتا ہے نہ دُور والا۔ اگر غیر اللہ کو پُکارنا یا غیر اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے تو زندہ یا مُردہ کی شرط نہ ہوگی کہ زندہ کو پُکارنا جائز ہے مُردہ کو پُکارنا شرک ہے۔ زندہ سے مدد طلب کرنا جائز ہے اور مُردہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے' قریب والے کو پُکارنا اور قریب والے سے مدد طلب کرنا جائز ہے اور دُور والے کو پُکارنا شرک ہے' دُور والے سے مدد طلب کرنا شرک ہے ! شرک ہر حال میں شرک ہوگا۔ خواہ زندہ سے ہو یا مُردہ سے۔

نام نہاد اہلحدیث ! اب تم اپنا محاسبہ کریں اور ہمیں بتلائیں کہ تم مشرک ہو کہ نہیں؟ تم ہر وقت زندوں کو پُکارتے ہو' زندوں سے مدد طلب کرتے ہو۔

ہم نے دیکھا ہے کہ تمہیں دُور دُور سے مدد آتی ہے ڈالرس آتے ہیں' ریالس آتے ہیں' دینار آتے ہیں اور درہم آتے ہیں۔ تمیں دُور سے بھی مدد آتی ہے اور تم دُور والوں کو بھی پُکارتے بھی ہو۔ کیا یہ مدد شرک نہیں؟ کیا یہ پُکارنا شرک نہیں؟ اب غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں کے بارے میں کیا فتویٰ دیا جائے گا کیونکہ وہ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں:

قبلہ دیں مددے
کعبۂ ایمان مددے
ابن قیم مددے
قاضی شوکاں مددے (نفح الطیب/ ۴۷)

شرک اور ایمان کا فیصلہ آپس میں مل بیٹھ کر کریں اور فتویٰ باہمی اتفاق سے دیں۔

اجتماعی اذکار و عبادات :

لفظ 'اللہ' الہٗ سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں سکون اور چین اور قرار چونکہ حق تعالیٰ کے ذکر سے سب کو چین اور قرار آتا ہے اس لئے اس کا نام اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر طرح اور ہر حال میں انفرادی و اجتماعی طور پر جائز ہے۔

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ﴾
(الانعام/ ۳۸) اور زمین میں چلنے والا ہر حیوان اور (فضاء میں) اپنے بازوؤں سے اُڑنے والا ہر پرندہ تمہاری ہی مثل اُمت ہے۔

اسلام اجتماعی عبادت کی تعلیم دیتا ہے۔ انسان، فرشتے، فضاؤں میں پرواز کرنے والے پرندے، زمین پر چلنے والا ہر حیوان، پہاڑ، درخت ...... ساری مخلوق انفرادی واجتماعی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

﴿اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ﴾ (الفاتحہ) ہم سب (اجتماعی حیثیت سے) تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

﴿فَاذۡكُرُوۡنِىۡ اَذۡكُرۡكُمۡ﴾ (البقرۃ) تم (سب) مجھے یاد کرو میرے ذکر سے، میں تمھیں یاد کروں گا اپنی رحمت سے۔

﴿وَاِنَّا لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ﴾ (الصّٰفّٰت/۱۶۶) (فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں) اور سب اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

﴿وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ (البقرۃ/۳۰)

(فرشتوں کا مقولہ انسان کی پیدائش کے وقت) اور ہم بحمداللہ تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی کا دل سے اقرار کرتے رہتے ہیں۔

حاملینِ عرش (فرشتوں) کی تسبیح : ﴿اَلَّذِيۡنَ يَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهٗ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ (المؤمن/۷)

جو فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور وہ جو عرش کے اردگرد (اطراف ہیں) وہ تسبیح کرتے ہیں حمد کے ساتھ اپنے رب کی اور ایمان رکھتے ہیں اس پر اور استغفار کرتے ہیں ایمان والوں کے لئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو یہ تسلی دے رہا ہے کہ وہ عظیم المرتب فرشتے جو عرش اعظم کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور وہ مقرب ملائکہ جو ہر لحظہ عرش الٰہی کے طواف میں سرگرم ہیں اور اپنے رب کریم کی حمد وثنا میں مشغول رہتے ہیں وہ ہر لمحہ تمہارے لئے

(ایمان والوں کے لئے) بارگاہ الٰہی میں دست بدعا رہتے ہیں۔ یہ فرشتے اجتماعی حیثیت سے اپنے رب کی تسبیح بھی کرتے ہیں اور اُس کی حمد وثنا بھی کرتے ہیں۔

﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۙ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ (ص/ ١٩) ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ اُن کے (حضرت داؤد علیہ السلام کے) ساتھ شریک ہوکر صبح شام تسبیح کیا کریں اس طرح پرندوں کو بھی حکم کر رکھا تھا (جو کہ تسبیح کے وقت) اُن کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور سب (پہاڑ اور پرندے مل کے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ) اللہ کی طرف رجوع کرنے والے (اور تسبیح وتحمید میں مشغول ہونے والے) ہوتے تھے۔

﴿وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الزمر/ ٧٥)

آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہوں گے اور اس دن تمام بندوں کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور ہر طرف سے کہا جائے گا **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** (تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے)

﴿فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ﴾

(حٰم سجدہ/ ٣٨) جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں (یعنی مقرب ہیں مراد فرشتے ہیں) وہ رات دن اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں ذرا بھی نہیں اُکتاتے۔

﴿وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾

(الشوریٰ/ ٥) اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور اُن لوگوں کے لئے جو زمین میں رہتے ہیں اُن کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

﴿وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۙ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾ (الزخرف/۱۵)

(اور تم سواریوں پر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی یاد کرو) اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے ان سواریوں کو ہمارے تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ اُن کو تابع کر سکتے اور بیشک ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اسلام کی جامعیت کی یہ بیّن دلیل ہے کہ اس کی روشنی سے زندگی کے سارے گوشے منّور رہو رہے ہیں اور اس کے فیض سے ہماری زندگی کا ہر شعبہ بہرہ ور ہو رہا ہے۔ ان آیات میں کسی سواری (جانور ہو یا موٹر ہو یا کشتی ہو یا ہوائی جہاز) پر سوار ہونے کے اسلامی آداب سکھائے جا رہے ہیں۔

﴿وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا﴾ (الفتح/۹) اور (تم سب) تسبیح کرتے رہو اس کی صبح کے وقت اور شام کے وقت۔

﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرۃ) اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اُس نے تم کو ہدایت فرمائی اور تا کہ تم شکر گزاری کرو۔

نام نہاد اہلحدیث مساجد میں بلند آواز سے ذکر و اذکار (عبادت) کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ بدعت ......' ضلالت و گمراہی کو کہتے ہیں اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ مساجد میں اجتماعی طور پر ذکر و اذکار یعنی عبادات میں مصروف رہنے والوں کو بدعتی کہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو مسلمان مساجد میں اجتماعی طور پر ذکر و اذکار (عبادات) میں مصروف رہتے ہیں وہ سب گمراہ اور جہنمی ہیں' اجتماعی دُعاؤں اور اذکار کی وجہ سے وہ بدعتی قرار دے کر جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ (معاذ اللہ)۔

'اس میں کوئی شک نہیں کہ اجتماعی ذکر ودُعا بدعت اور نبی کریم ﷺ کی سُنّت کے خلاف ہے'

(البدعة واثرها السيئ ۸۹/۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں ذکر اللہ کرنے والوں کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں پھر جب کسی قوم کو اللہ کا ذکر کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آ ؤ' چنانچہ وہ فرشتے اُن ذاکرین کو اپنے پَروں میں ڈھانپ لیتے ہیں آسمان دُنیا تک ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ تو علیم وخبیر ہے مگر اُن سے پوچھتا ہے کہ میرے وہ بندے کیا کہتے تھے؟ عرض کرتے ہیں کہ تیری تسبیح وتکبیر حمد اور تیری بزرگی بیان کررہے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں' تیری قسم انھوں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت عبادت کریں اور تیری بہت بڑائی بولیں اور تیری بہت ہی تسبیح کریں **يسبحونك ويكبرونك ويحمدونك ويمجدونك** ۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وہ مانگتے کیا تھے؟ عرض کرتے ہیں' تجھ سے جنّت مانگ رہے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے جنّت دیکھی ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں یا رب تیری قسم نہیں دیکھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ جنّت دیکھ لیں تو کیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ جنّت دیکھ لیں تو اس کے بہت حریص اور بہت طلبگار اور اس میں بہت راغب ہو جائیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ وہ عرض کرتے ہیں آگ سے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے' کیا انھوں نے آگ دیکھی ہے۔ عرض کرتے ہیں یارب تیری قسم نہیں دیکھی۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو کیا ہو؟ عرض کرتے ہیں اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو اس سے بہت بھاگیں' اس سے بہت ڈریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اُن سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اُن میں فلاں بھی تھا جو ذکر کرنے والوں میں سے نہ تھا وہ تو کسی کام کے لئے آیا تھا اور وہاں بیٹھ گیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذاکرین ایسے ہمنشین ہیں کہ اُن کے ساتھ بیٹھ جانے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ (بخاری شریف)

مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو اُن اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ (التوبہ/۱۱۸) اے ایمان والوں ! تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو (اللہ سے ڈرو) اور سچوں کے ساتھ رہو۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے۔ صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء سے اس لئے افضل ہیں کہ وہ سید المرسلین سیدنا محمد مصطفٰی ﷺ کے صحبت یافتہ ہیں۔ اولیاء کی صحبت کی برکت سے اصحابِ کہف کا کتا بھی بہتر ہو گیا۔ مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صحبت اختیار کرو' اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کرو۔ حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی کیا ہے جس کی طبیعت شریعت اسلامی کی پابند نہ ہو۔۔ یہ نعمت بجز اولیاء کاملین کی صحبت کے نصیب نہیں ہو سکتی۔

قلب سارے قالب کا بادشاہ ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو سارے قالب سے اچھے کام ہوں گے اور اگر یہ بگڑ گیا تو قالب بگڑ گیا۔ یوں سمجھو کہ قلب کی زندگی قالب کی زندگی ہے اور قلب کی موت قالب کی موت ہے۔

قلب کی صفائی اس کی زندگی ہے اور قلب کی گندگی اس کی موت۔

گندے دل کی صفائی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ عبادت وریاضت اور کسی اہلِ نظر کی نظر۔ عبادات سے آہستہ آہستہ مگر کامل کی نگاہ سے دفعتاً دِل صاف ہو جاتا ہے۔

مقبول بندے کی نگاہ ایک آن میں زنگ آلود دِل کو صاف کر کے اس پر صیقل کردیتی ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے ستر ہزار جادوگر جو برسوں سے کافر، فاسق، گنہگار اور بدکار تھے وہ مومن صحابی صابر اور شہید ہوگئے۔ حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی ایک نظر سے چور قطب ہوگئے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے فسق و فجور میں مبتلا فاحشہ عورت کی دُنیا بدل گئی اور وہ نیک وصالحہ بن گئی۔ اس لئے صوفیاء فرماتے ہیں :

ایک زمانہ صحبتِ با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ایک زمانہ صحبتِ با انبیاء بہتر از ہزار سالہ طاعت بے ریا
ایک زمانہ صحبتِ با مصطفٰے بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

قرآن مجید اور کعبۃ اللہ کا دیکھنے والا صحابی نہیں مگر نبی کریم ﷺ کو اخلاص سے دیکھنے والا صحابی ہے۔ معلوم ہوا کہ اعمال سے زیادہ صحبت اثر کرتی ہے کیونکہ یہی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

مساجد میں بلند آواز سے ذکر بھی نام نہاد اہلحدیث کے نزدیک بدعت ہے :

' خطبہ وغیرہ کی حالت میں جو لوگ مسجد میں آواز بلند کریں انہیں اس سے منع کرنا چاہئے کیونکہ مسجد میں آواز بلند کرنا بدعت ہے' (البدعة واثرها السيّئ / ۸۹ ۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

' مسجد میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد یا دوسرے اوقات میں اجتماعی طور پر ذکرو اذکار کرنے والوں کو منع کرنا چاہئے کیونکہ یہ بات ان چیزوں میں سے ہے جن کے سبب خلل ہوتا ہے' (البدعة واثرها السيّئ / ۹۰ ۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

تعجب ہے ! مساجد میں اجتماعی ذکرو دُعا بدعت (ضلالت وگمراہی) ہے۔

کیا مساجد میں چھوٹے چھوٹے حلقے اور گروپس بنا کر مشورے کرنا' تخریب کاری کے منصوبے تیار کرنا' دُنیاوی باتیں کرنا' مسلمانوں کو مشرک وبدعتی کہنا' کھانا پینا اور چٹخارے لینا سُنّت ہے؟

کیا مساجد میں بیٹھ کر سفر کے پروگرامس بنانا خلاف سُنّت نہیں ہے؟

کیا (قراءت خلف امام) امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ آواز سے پڑھنے اور آمین بالجہر (بلند آواز سے آمین کہنے سے) دوسروں کی نمازوں میں خلل واقع نہیں ہوتا ؟

کیا مساجد میں دینی تعلیم بھی جائز نہیں ہے؟ تعلیم وتعلم اور درس وتدریس کی غرض سے سیکھنے سکھانے کے لئے مسجد میں بلند آواز سے اذکار اور پڑھائی جائز نہیں ہے؟

مساجد میں اجتماعی ذکرو دُعا اگر بدعت ہے تو پھر حرمین شریفین' سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کی تمام مساجد میں خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین میں اجتماعی دُعائیں ہوتی ہیں'

کیا یہ بدعت (ضلالت وگمراہی) ہے؟ رمضان المبارک میں بہت ہی رقت انگیز دُعائیں ہوتی ہیں' کیا دُعائے قنوت بھی بدعت ہے؟ عیدین کے موقع پر نماز سے قبل بلند آواز سے اجتماعی ذکر ہوتا ہے تسبیح وتکبیر پڑھی جاتی ہیں' کیا یہ بھی بدعت ہے؟ حج کے دن (یوم عرفہ) میدان عرفات اور مسجد نمرہ میں اجتماعی دُعائیں ہوتی ہیں۔ کیا حج کے دن کی دُعائیں بھی بدعت ہیں؟ حدیث نبوی ﷺ ہے **الدعآء هو العبادة** دُعا ہی عبادت ہے' **الدعا مغ العبادة** دُعا عبادت کا مغز ہے۔ کیا ساری عبادات بدعت ہیں؟ اگر دُعا بدعت نہیں ہے' اگر عبادت بدعت نہیں ہے' اگر اذکار بدعت نہیں ہیں تو پھر دُعا' اذکار وعبادات میں مصروف رہنے والے مسلمانوں کو بدعتی کہنا ہی بذات خود بدعت نہیں ہے؟ کیا مسلمانوں کو گمراہ تصور کرنے والے اور جہنمی قرار دینے والے ہی مستحق عذاب نہیں ہیں؟

نام نہاد اہلحدیث دراصل عبداللہ ابن سبا اور ذوالخویصرہ تمیمی خارجی کی اولاد سے ہیں اسی لئے یہ لوگ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے آج تک سارے مسلمانوں کو معاذ اللہ مشرک وبدعتی اور کافر سمجھتے ہیں۔

نماز کے بعد دُعا : نام نہاد اہلحدیث نماز کے بعد دُعا اور نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کرنے کو بدعت کہتے ہیں حالانکہ دُعا عبادت کا مغز ہے عبادت کرنے کے بعد دُعا کرنا بہت ضروری ہوتا ہے دُعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ سے دُعا کرو میں قبول کروں گا اور یہاں تک کہ اسلام میں ہر کام سے پہلے اور بعد میں دُعا ہے مثلاً کھانے سے پہلے دُعا ہے اور کھانے کے بعد دُعا ہے۔ پانی پینے سے پہلے دُعا ہے اور پانی پینے کے بعد دُعا ہے۔ گھر میں داخل ہوتو دُعا ہے گھر سے باہر نکلو تو دُعا ہے ......

الغرض کہ کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ ہر وقت دُعا کرو۔ جب ہر وقت ہر جگہ دُعا کرنا جائز ہے تو پھر نماز کے بعد اور نماز جنازہ کے بعد دُعا کیسے منع ہو سکتی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی جاتی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنا بدعت ہے؟ تو پھر دُعا کس سے مانگا جائے اور اجتماعی دُعا میں تو اللہ تعالیٰ کسی ایک بندے کے طفیل سب کی دُعائیں قبول فرمالیتا ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ :

حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں سینکڑوں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وفات پائی، کسی صحیح صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ اگر غائبانہ نمازِ جنازہ جائز ہوتی تو حضور ﷺ ضرور پڑھتے۔

نام نہاد اہلحدیث اب حدیث لاتے ہیں کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی، اس کا کیا جواب ہے؟

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی غائبانہ نمازِ جنازہ جب حضور ﷺ نے پڑھائی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آنکھوں سے دیکھا کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضور ﷺ کے سامنے حاضر کیا گیا ہے اور یہ صرف حضور ﷺ کے لئے خاص ہے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ دُور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اور آپ نے نجاشی کا جنازہ (حبشہ میں دیکھ لیا تھا) اور اُن پر نماز پڑھی۔

صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وعن الصحابہ جمیعا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی مر گیا، اُٹھو اُس پر نماز پڑھو پھر حضور ﷺ

کھڑے ہوئے، صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں، حضور ﷺ نے چار تکبیریں کہیں۔
صحابہ کرام کو یہی ظن تھا کہ نجاشی کا جنازہ حضور ﷺ کے سامنے ہے۔
صحیح ابوعوانہ میں انہیں سے ہے، ہم نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

نجاشی کے نمازِ جنازہ پڑھانے میں حکمت :

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا۔ وہاں اُن پر نماز نہ ہوئی لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں پڑھائی۔

ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہوگیا کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔

اب معتبر کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ نماز جنازہ دوبارہ جائز نہیں۔

۱۔ درمختار میں ہے کہ نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

۲۔ غنیّۃ شرح منیہ میں ہے کہ ایک میت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔

۳۔ سیدی نجم الدین عمر نسفی استاد امام اجل صاحب ہدایۃ رحمۃ اللہ علیہ منظومہ مبارکہ میں فرماتے ہیں: یعنی نماز جنازہ کی تکرار جائز ہونا صرف شافعی کا قول ہے ہمارے نزدیک جائز نہیں۔

۴۔ ایضاح امام ابوالفضل کرمانی

۵۔ فتاویٰ عالمگیریہ

۶۔ جامع الرموز میں ہے کہ کسی میت پر ایک بار سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔

(از کتاب : غائبانہ نمازِ جنازہ۔ امام اہل سُنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

مذہب اہلحدیث میں جہری نیّت بھی بدعت ہے :

نام نہاد اہلحدیث کے ہاں ’بدعت‘ کا بہت خرچہ ہے۔’بدعت ۔ بدعت ۔ بدعت‘ کے وظیفہ سے وہ تھکتے نہیں۔ مسلمانوں کا ہر نیک عمل انھیں ضلالت وگمراہی نظر آتا ہے۔ اگر کارِ خیر کے ذریعے مسلمان ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہورہے ہیں تو پھر وہ کونسے اعمال ہیں جس کے ذریعے وہ حصول جنّت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے؟

اجتماعی دُعا اوراذکار بدعت‘ محفل درورد شریف بدعت‘ صلوٰۃ وسلام بدعت‘ فاتحہ بدعت‘ ایصال ثواب کی نیّت سے غرباء ومساکین وفقراء کو کھانا کھلانا بدعت‘ کپڑا پہنانا بدعت‘ خیرات وصدقات بدعت۔ (معاذاللہ)

اب نماز کی جہری نیّت (زبان سے نیّت کے الفاظ ادا کرنا) یہ بھی بدعت ہے۔ صاف مطلب یہی ہے کہ زبان کو ذاکر بنانا ضلالت وگمراہی کا باعث ہے اورزبان سے ذکرکرنے کی سزاء یہ ہوگی کہ جہنم رسید کردیئے جاؤگے۔ (معاذاللہ)

’زبان سے نیّت کرنا‘ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ **نویت ان اصلی لله كذا وكذا** میں نیّت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے میں نماز پڑھوں گا) **نويت ان اصوم هذا اليوم فرضا او نفلا لله تعالى** (میں نیّت کرتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے لئے فرض یا نفل روزہ رکھوں گا یا یہ کہے کہ **نويت ان اتوضا او نويت ان اغتسل او نحو ذالك** (میں وضو کرنے کی نیّت کرتا ہوں یا غسل کرنے کی نیّت کرتا ہوں وغیرہ) اس طرح زبان سے بول کرنیّت کرنا بدعت ہے‘

(**البدعة واثرها السيّئ** /۹۷۔ طاہرنصارعزیز‘ مکتبہ بیت السلام الریاض)

یا اللہ ! کیا ہماری زبانیں تیرا ذکر نہ کریں !

کیا زبان سے نماز کی نیّت کرتے ہی ہم ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہو گئے ؟

اے اللہ ! تو ہمارے صغیرہ و کبیرہ گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرماتا ہے......

کیا زبان سے نماز، روزہ، وضو، غسل، طواف، سعی، قربانی ...... کی نیّت کرنے پر ہمیں جہنم میں ڈال دے گا ؟ کیا زبان سے نیّت کرنا، نا قابلِ معافی جرم ہے؟

طواف کی ابتداء حجر اسود سے ہوتی ہے۔ طواف سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لیا جاتا ہے یا ہاتھ کے اشارہ سے استلام کیا جاتا ہے پھر طواف کی نیّت ہوتی ہے: **اللھم انی ارید الطواف سبعه اشواط** اے اللہ! میں سات چکر طواف کی نیّت کرتا ہوں۔

دُنیا کے گوشے گوشے سے آنے والے لاکھوں حاجیوں کو بلند آواز سے صحن کعبہ اللہ میں (حجر اُسود کے سامنے) نیّت کے یہ کلمات ادا کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں۔

سعی کی ابتداء صفا پہاڑی سے ہوتی ہے۔ حج و عمرہ کی سعی کرنے والے بلند آواز سے یہ نیّت کرتے ہیں: **اللھم انی ارید السعی بین الصفا والمروۃ** اے اللہ! میں صفا و مروہ کی سعی کا ارادہ کرتا ہوں۔

بہر حال حاجیوں کو ہر مقام پر بلند آواز سے دُعائیں کرتے ہوئے پائیں گے۔

نام نہاد اہلحدیث ! بیشک نیّت دِل کے ارادے کا نام ہے نیّت کی جگہ دل ہے اس لئے کہ نیّت قلبی عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ دِلوں کے حالات و کیفیات سے بخوبی واقف ہے۔

جب جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سب لوگ خاموشی سے آمین کہتے ہو تو تم چیخ چیخ کر بلند آواز سے آمین کیوں کہتے ہو؟ کیا تمہارا یہ عمل بدعت نہیں ہے؟ کیا تمہارا یہ عمل آدابِ نماز کے خلاف نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ کیا اس دُعا کو نہیں سُنتا ہے۔ (معاذ اللہ)

ہمیں بتائیں کہ جانور کو ذبح کرتے وقت کیا کرنا چاہئے؟ جانور کو ذبح کرنے کی دل میں نیّت ہوتی ہے اسی لئے چھری پکڑ کر جانور کے قریب جاتے ہیں۔ کیا مسنون دُعائیں پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ کیا جانور کی گردن پکڑ کر **بسم الله ۔ الله اکبر** کہے بغیر ذبح کر دینا چاہئے۔

احکام قربانی وعید الاضحیٰ

احکام قربانی اور اہلحدیث :

نام نہاد اہلحدیث بیباک‘ بے لگام‘ بے ٹوک اور بے امام ہوتے ہیں اُن کی زبان کی زد سے ائمہ تو درکنار بہت سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ائمہ ومحدثین پر بھی انھیں اعتماد نہیں ہوتا‘ اسی لئے اُن کی روایات واسناد کو ضعیف قرار دے کررَد کردیتے ہیں......لیکن...... یہ کہتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے:

> ’واضح رہے کہ احادیث کی تصحیح وتضعیف میں زیادہ تر اعتماد رئیس المحدثین والحفاظ بخاری زماں علامہ دوراں امام محمد ناصر الدین البانی کے اقوال پر کیا گیا ہے‘
>
> (قربانی کے احکام/۲ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

غیر مقلد کہنا یہ چاہتا ہے کہ احادیث کی صحت وضعف کا معیار ناصر البانی ہے۔ اگر ناصر البانی کسی حدیث کو صحیح قرار دے دیں تو اہلحدیث بھی اُس کو صحیح حدیث مان لیں گے اور اگر ناصر البانی کسی حدیث کو ضعیف‘ موضوع اور باطل قرار دے دیں تو اہلحدیث بھی اُس حدیث کو ضعیف‘ موضوع اور باطل قرار دیں گے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

کیا یہ ناصر البانی کی تقلید نہیں ہے؟ کیا یہ ناصر البانی کو درجہ نبوت پر پہونچانا نہیں ہے؟

یوم عرفہ کا روزہ : ذوالحجہ کی ۹/ تاریخ جسے یوم عرفہ (یوم حج) کہتے ہیں اس دن تمام حجاج میدان عرفات میں وقوف کرتے ہیں۔ یوم عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے

عرفہ کے دن روزہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے (صغیرہ) گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم)

دُنیا کا کوئی بھی ملک ہو (اسٹریلیا، ہندوستان، امریکا)، وہاں کے اعتبار سے عرفہ ۹/ ذوالحجہ کو کہا جائے گا خواہ سعودی عرب میں ۶ یا ۷ یا ۸ ذوالحجہ ہو۔

نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں کہ عرفہ میں تاریخ کا اعتبار نہیں بلکہ دن کا لحاظ رکھا جائے:

> ' عرفہ کا صوم رکھنے میں تاریخ کا نہیں بلکہ دن کا اعتبار ہوگا یعنی جس دن عرفہ ہوگا اسی دن صوم رکھا جائے گا خواہ وہ کوئی بھی تاریخ ہو، اس لحاظ سے برصغیر والوں کو اپنے اپنے یہاں کے کیلنڈر کے مطابق ذی الحجہ کی نو (۹) تاریخ کی بجائے عرفہ کے دن جس دن کہ حجاج کرام عرفہ میں وقوف کرتے ہیں صوم رکھنا چاہئے، جو ہمارے یہاں کی تاریخ کے حساب سے ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ ہوتی ہے'
>
> (قربانی کے احکام/۶ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

غیر مقلدین فہم وفراست اور بصیرت سے محروم ہوتے ہیں۔ مقلدین کو **تفقه فی الدین** اپنے اپنے امام کے فیض سے حاصل ہوتا ہے۔ غیر مقلدین کی جغرافیائی معلومات کا دائرہ بھی بہت محدود ہوتا ہے۔ وہ اپنے کنوئیں میں بیٹھ کر ہی سوچتے ہیں۔

صومِ عاشورہ ہو یا صوم عرفہ ہو، جس ملک میں رہ رہے ہیں وہاں کی تاریخ کا اعتبار ہوگا۔ غیر مقلدین صرف ہندوستان کی حد تک ہی سوچ رہے ہیں کہ جس دن سعودی عرب میں ۹/ ذی الحجہ ہوگی اُس دن ہندوستان میں ۸/ ذی الحجہ ہوگی۔ عموماً دو دن کا بھی فرق ہوتا ہے یعنی ۷/ ذی الحجہ بھی ہوسکتی ہے۔ ممکن ہو اُس دن امریکہ اور اسٹریلیا

میں (٦) ذی الحجہ ہو' لیبیاء میں کبھی ۱۰/ ذی الحجہ بھی ہوتی ہے۔ ۱۰/ ذی الحجہ (یوم النحر۔ عیدالاضحیٰ) کو روزہ حرام ہوتا ہے۔

وقت کے اعتبار سے سعودی عرب کے مقابلے میں ہندوستان ڈھائی گھنٹے اور بنگلہ دیش تین گھنٹے آگے ہے۔ اسٹریلیا میں جب سورج غروب ہوتا ہے اس وقت سعودی عرب میں سورج طلوع ہوتا ہے اور جب سعودی عرب میں سورج غروب ہوتا ہے اُس وقت امریکہ میں سویرا ہوتا ہے یعنی دُنیا میں کہیں دن ہوتا ہے تو کہیں رات ہوتی ہے اور کہیں سویرا ہوتا ہے اور کہیں دوپہر ہوتی ہے۔ اب بتائیں' کونسا ملک کس اعتبار سے عرفہ کا روزہ رکھے؟

یوم عرفہ (جس دن کہ حجاج کرام عرفہ میں وقوف کرتے ہیں) ملحوظ رکھ کر اگر ہندوستانی روزہ رکھیں تو ڈھائی گھنٹے پہلے ہی افطار ہو جائے گا' بنگلہ دیشیوں کا تین گھنٹے پہلے افطار ہو جائے گا' لندن میں آٹھ گھنٹے پہلے اور کینڈا میں دس گھنٹے پہلے افطار ہو جائے گا۔ اسٹریلیا اور امریکہ بلکہ آدھی دُنیا میں رات ہوگی۔ روزہ تو دن میں رکھا جاتا ہے' وقت کی مطابقت ممکن ہی نہیں ہوگی۔

میری رائے یہ ہے کہ چونکہ ۷۔ ۸۔ ۹ ذوالحجہ کو حجاج کرام مکہ معظّمہ' منیٰ اور عرفات میں ہوتے ہیں اور یہ سارے ایام بہت ہی فضیلت اور بڑی شان وعظمت والے ہیں' ان دنوں میں روزہ رکھنا بہت ہی زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے اس لئے ان دنوں میں روزہ رکھ لیا جائے اور راتیں اذکار وعبادات میں گذاریں۔ ان شآءاللہ عرفہ کے روزہ کی فضیلت ضرور مل جائے گی اور اس سے محرومی کا احتمال نہیں رہے گا اور ایک سے زائد روزے رکھنا نہ ممنوع ہے اور نہ ہی وہ ضائع ہوں گے کیونکہ عشرہ ذوالحجہ کے روزوں کی بھی فضیلت ثابت ہے اور اس سے ثواب بھی مل جائے گا۔

عید کے دن معانقہ (گلے ملنا) : خوشیوں کے موقعہ پر معانقہ (گلے ملنا)

ساری دُنیا کے انسانوں کی فطرت ہے۔ سفر سے واپسی پر معانقہ کیا جاتا ہے' فوز وکامیابی کے بعد معانقہ کیا جاتا ہے' اظہار مسرت کے لئے معانقہ کیا جاتا ہے' عیدوں کے موقعہ پر معانقہ کیا جاتا ہے۔

معانقہ حضور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الادب' باب المصافحہ والمعانقہ میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے معانقہ فرمایا۔ حدیث کی روش بتاتی ہے کہ یہ معانقہ خوشی کا تھا اور عید کا دن بھی خوشی کا دن ہے اس لئے اظہار خوشی میں معانقہ کرتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث' مسلمانوں کے درمیان خلوص ومحبت کو بھی پسند نہیں کرتے اس لئے وہ معانقہ کو بھی بدعت (ضلالت وگمراہی) قرار دیتے ہیں۔

> ' (عید کے دن ملاقات پر) معانقہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ بدعت ہے اس سے احتراز کیا جائے'
> (قربانی کے احکام/۲۰ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

عید کے دن ملاقات پر (مسلمانوں کا خوشیوں سے آپس میں گلے ملنا) معانقہ سے اخوت پیدا ہوتی ہے' اختلافات ختم ہوتے ہیں' فخر وغرور دُور ہوتا ہے نفس کشی ہوتی ہے عاجزی وانکساری پیدا ہوتی ہے امن وشانتی کا ماحول بنتا ہے۔ معانقہ کو بدعت (ضلالت وگمراہی) کہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو مسلمان خوشیوں سے آپس میں گلے لگتے ہیں وہ سب جہنمی ہیں' یہ سزاء انھیں معانقہ کی وجہ سے دی جائے گی۔ (معاذ اللہ)

عیدین میں ایک خطبہ :

مذہب اہلحدیث میں عیدین میں ایک ہی خطبہ ہوتا ہے:

> 'واضح رہے کہ عیدین میں ایک ہی خطبہ ہے جمعہ کی طرح دو خطبے نہیں ہیں۔ جو علماء دو خطبہ کے قائل ہیں اُن کے پاس جمعہ پر قیاس کے علاوہ کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔'
>
> (قربانی کے احکام/ ۲۷ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

عیدین اور جمعہ کے دوسرے خطبہ میں چونکہ خلفائے راشدین' عشرۂ مبشرہ اور اہلبیت اطہار کا نام لیا جاتا ہے اس لئے نام نہاد اہلحدیث' دوسرے خطبہ کو ترک کرنا چاہتے ہیں۔ نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ خطبہ جمعہ میں التزاماً خلفاء کرام کا نام لینا بدعت ہے۔ غیر مقلدین کو معلوم ہونا چاہئے کہ خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر مبارک اہلِ سُنّت و جماعت کا شعار ہے۔ خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر مبارک وہی شخص چھوڑ سکتا ہے جس کا دل مریض ہو اور باطن خبیث۔

ابن ماجہ کی روایت میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن دو خطبے کا ذکر ہے لیکن اس روایت کے بارے میں غیر مقلدین کے امام ناصر البانی کہتے ہیں:

> 'منکر سندا ومتناً والمحفوظ ان ذالك فی خطبة الجمعة'
>
> (یعنی یہ روایت سندا ومتناً دونوں لحاظ سے منکر ہے محفوظ یہ ہے کہ یہ خطبہ جمعہ سے متعلق ہے)
>
> (قربانی کے احکام/ ۲۷ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

مذہب اہلحدیث میں عید کے دن جمعہ کی نماز ترک کرنے کا اختیار :

نمازِ جمعہ ہر مسلمان عاقل بالغ تندرست، مقیم پر فرض ہے اور نمازِ عید واجب ہے۔ اگر جمعہ کے دن عید ہو جائے تو نماز جمعہ جو کہ فرض ہے ہرگز ساقط نہیں ہوگا۔ امام اور مقتدیوں سب کو نمازِ جمعہ ادا کرنا ہوگا۔ فرض کو ترک کرنا کسی کا اختیاری عمل نہیں ہے۔

مذہب اہلحدیث میں عید اگر جمعہ کے دن ہو تو جمعہ کی نماز ترک کرنے کی اجازت ہے :

'اگر عید جمعہ کے دن پڑ جائے تو امام کے علاوہ صلاۃ عید ادا کرنے والوں کو جمعہ اور ظہر کی صلاۃ میں اختیار رہے'
(قربانی کے احکام/۳۰ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

'صلاۃ جمعہ اور صلاۃ ظہر میں اختیار صرف مقتدیوں یعنی عوام الناس کو ہے جہاں تک امام کی بات ہے تو اس سے جمعہ ساقط نہیں ہوگا'
(قربانی کے احکام/۳۰ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلد) کہنا یہ چاہتا ہے کہ اگر عید جمعہ کے دن پڑ جائے تو چونکہ عید کی نماز خطبہ کے ساتھ پڑھی جا چکی ہے اس لئے اب (امام کے علاوہ) عام لوگوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ جمعہ کی بجائے گھر پر نماز ظہر ادا کرے، باجماعت نمازِ جمعہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے اپنے گھر پر نمازِ ظہر ادا کرے۔ امام سے جمعہ ساقط نہیں ہوگا...... عام مسلمان نمازِ ظہر ادا کرلیں تو جمعہ ساقط ہو جائے گا۔

مذہب اہلحدیث میں قربانی واجب نہیں ہے :

قربانی کی مشروعیت کی اصل کتاب وسُنّت اوراجماع اُمت ہے۔ارشادربّانی ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اورقربانی کیجئے۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (الانعام/۱۶۴)

آپ فرمایئے بے شک میری نمازاورمیری قربانیاں اورمیراجینااورمیرامرنا(سب) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جورب ہے سارے جہانوں کا۔

قربانی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت اوراُس کے تقرب کا اہم ذریعہ ہے۔ صاحبِ استطاعت پرقربانی واجب ہے۔ حج قران اورحج تمتع کرنے والے پربھی قربانی واجب ہے۔

نام نہاداہلحدیث قربانی کوکہیں سُنّت قراردیتے ہیں اورکہیں مستحب بتاتے ہوئے قربانی کے وجوب کاانکارکرتے ہیں:

> ’اکثرعلماءکےنزدیک قربانی سُنّت موکدہ ہے‘
>
> (قربانی کےاحکام/۳۳ ۔ مختاراحمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

> ’قربانی کے وجوب واستحباب کے بارے میں علماء کے یہاں اختلاف پایا جاتاہے اکثرفقہاءومحدثین اورعلماءکرام استحباب کے قائل ہیں‘
>
> (قربانی کےاحکام/۴۴ ۔ مختاراحمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)۔

نام نہاداہلحدیث کے یہاں’اکثرفقہاءومحدثین اورعلماءکرام‘ سےصحابہ کرام‘ تابعین عظام‘ سلف صالحین‘ ائمہ مجتہدین ومحدثین‘ علمائے متقدمین یااجماع اُمت ......

مُراد نہیں ہے بلکہ یہ غیر مقلدین ہوتے ہیں جن کے اقوال کو وہ حجت تسلیم کرتے ہیں :
ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن جوزی، قاضی شوکانی، ابن عبدالوہاب نجدی، عبدالعزیز بن باز، عبدالحق بنارسی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، عبداللہ روپڑی، محمد بن صالح العثیمین، محمد بن صالح المنجد، نواب وحید الزماں، نورالحسن، نذیر حسین، ثناءاللہ امرتسری، رئیس احمد ندوی سلفی، شمس الحق عظیم آبادی، عبدالملک الکلیب، عبیداللہ مبارکپوری، ابوعبدالرحمٰن شبیر، صفی الرحمٰن مبارکپوری، جونا گڑھی، حکیم فیض عالم، ناصر الدین البانی، یوسف القرضاوی، عبداللہ غازی پوری، عبدالجلیل سامرودی، محمد صادق سیالکوٹی ....

> ' قربانی سُنّت ہے واجب نہیں ہے، یہی اکثر اہل علم کا قول ہے، البتہ احناف نے جمہور علماء کی مخالفت کرتے ہوئے قربانی کو واجب قرار دیا ہے'
>
> (قربانی کے احکام/ ۴۸ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **من ذبح قبل ان یصلی فلیعد مکانها أخرى ومن لم یذبح فلیذبح** جو عید کی نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر دے وہ اس کے بدلہ دوسری قربانی دے اور جس نے پہلے ذبح نہ کیا ہو اُسے چاہیئے کہ ذبح کرے۔ (بخاری، مسلم)

اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو دوبارہ ذبح کرنے کا حکم ہرگز نہیں دیا جاتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں ہیں: (۱) کانا، جس کا کانا پن ظاہر ہو (۲) بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو (۳) لنگڑا، جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو (۴) بہت زیادہ دُبلا پتلا، جس کے گودا نہ ہو۔ (نسائی، ابوداؤد، ترمذی)

حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا ' چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں ہیں' قربانی کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں' اس لئے کہ نفلی وتطوع کاموں میں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ عیوب سے سلامتی کا خیال ان گردنوں (غلاموں) کے آزاد کرنے میں رکھا جاتا ہے جو واجب ہوتے ہیں' رہا تطوع ونفلی عمل تو اس میں عیب دار اور کانا وغیرہ سے بھی اللہ کا تقرب حاصل کیا جاسکتا ہے یہی مثال قربانی کی بھی ہے کہ اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو ہر قسم کے جانور کی قربانی جائز ہوتی۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کا فرمان: **من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا** جو وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہمارے مصلی (عیدگاہ) کے قریب نہ آئے۔

(ابن ماجہ' مسند امام احمد' مستدرک حاکم)

اس حدیث سے بھی قربانی کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

قربانی اور ضعیف روایات :

نام نہاد اہلحدیث چونکہ قربانی کے واجب ہونے کے منکر ہیں اور قربانی کو محض مستحب کا درجہ دیتے ہیں اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان قربانی کو مستحب کہہ کر ترک کرتے رہیں۔ مسلمانوں کے ذہنوں سے قربانی کی اہمیت کو ختم کرنے کے لئے قربانی کی فضیلت میں بیان کی جانے والی ساری حدیثوں کو نام نہاد اہلحدیث ضعیف' موضوع' من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں حالانکہ اصول حدیث کے مطابق فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوگی :

'جب ذی الحجہ کا مہینہ آتا ہے تو برصغیر میں قربانی کی فضیلت میں بہت ساری حدیثیں بیان کی جاتی ہیں اہل قلم صفحات کے صفحات سیاہ کر دیتے ہیں اور خطباء ومقررین فضائل کے انبار لگا دیتے ہیں جب کہ محققین اہل علم ومحدثین کے نزدیک قربانی کی فضیلت میں بیان کی جانے والی کوئی بھی حدیث معیار صحت پر پوری نہیں اُترتی'

(قربانی کے احکام/ ۳۵ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

منکرینِ حدیث کی جرأت دیکھئے کہ قربانی کی فضیلت میں بیان کی جانے والی ساری احادیث کو ضعیف' ناقابل حجت' من گھڑت قرار دے رہے ہیں گویا ساری احادیث کا انکار کیا جا رہا ہے۔

'قربانی کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے لوگوں نے اس کی فضیلت میں عجیب وغریب روایتیں بیان کر رکھی ہیں جو صحیح نہیں ہیں' انہی روایتوں میں سے یہ بھی ہے کہ 'قربانی جنّت کی سواری ہے'

(قربانی کے احکام/ ۳۵ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

نام نہاد اہلحدیث' یہاں لوگوں سے مُراد ائمہ مجتہدین ومحدثین کرام لے رہے ہیں۔ اب کتب صحاح ستہ میں سے ترمذی شریف وابن ماجہ شریف کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

'ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان قربانی کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ محبوب ہو' قربانی کا جانور بروز قیامت

اپنی سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت آئے گا اور خون زمین پر گرنے سے قبل ہی اللہ کے یہاں قبولیت کا درجہ حاصل کرلیتا ہے لہذا تم خوش دلی سے قربانی کرو' (سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ)

ترمذی و ابن ماجہ کی اس حدیث شریف پر تبصرہ دیکھئے:

'اس حدیث کی سند ضعیف و کمزور ہے'
'اس حدیث کو ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اور ناصر البانی نے ضعیف ترمذی وضعیف ابن ماجہ میں ذکر کیا ہے' (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ)
'یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے' (سند میں ایک راوی متروک ہے)
(قربانی کے احکام/ ۳۵ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

اب مسند احمد و ابن ماجہ کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں :

'زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: قربانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی سُنّت ہے' صحابہ نے پوچھا' ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ۔لوگوں نے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ اون (میں کتنا ثواب ہے؟) فرمایا: اون کے ہر بال میں ایک نیکی۔
(مسند احمد' ابن ماجہ)

نام نہاد اہلحدیث کو یا تو اللہ تعالیٰ کی عطا اور شانِ مغفرت میں شک ہورہا ہے یا قدرتِ الٰہی تسلیم کرنے میں تذبذب ہورہا ہے یا فرمان رسالت ﷺ میں مبالغہ نظر آرہا ہے یا ائمہ و محدثین میں کذب دِکھائی دے رہا ہے' ملاحظہ فرمایئے :

'یہ حدیث ہمارے یہاں بڑے زور وشور سے بیان کی جاتی ہے' بڑے بڑے علماء کرام کی زبانوں اور اُن کی کتابوں میں یہ حدیث سننے اور پڑھنے کو ملتی ہے حالانکہ یہ موضوع حدیث ہے'

'ناصر البانی نے ضعیف ابن ماجہ میں ضعیف جداً' جب کہ سلسلہ ضعیفہ میں موضوع قرار دیا ہے'

(قربانی کے احکام/ ۳۸ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

نام نہاد اہلحدیث مسند احمد و ابن ماجہ کی حدیث کو محض اس لئے ضعیف اور موضوع قرار دے رہے ہیں کیونکہ اُن کے غیر مقلد امام ناصر البانی نے اس حدیث کو ضعیف وموضوع قرار دیا ہے۔ ناصر البانی کے کہنے پر فرمان نبوی ﷺ کو بھی وہ جھٹلا سکتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء کرام سے مُراد ائمہ مجتہدین ومحدثین کرام ہیں' گویا ائمہ مجتہدین ومحدثین کرام کی روایات بھی نام نہاد اہلحدیث کے لئے نا قابل حجت ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اپنے فضل سے بہت آسان عمل پر بھی بھاری اجر عطا فرماتا ہے' کسی کو مجالِ اعتراض نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو کلمے زبان پر ہلکے اور ترازو میں بھاری' رحمٰن کو پیارے ہیں **سبحان الله وبحمده' سبحان الله العظيم** (مسلم' بخاری)

سبحان الله وبحمد' سبحان الله العظيم یہ دونوں کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں مگر کل قیامت میں اُن کا وزن بہت زیادہ ہوگا کیونکہ ہمارے کام سے اللہ تعالیٰ کا نام وزنی ہے پھر خوبی یہ کہ اللہ تعالیٰ کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں لہذا جو ان کلمات کا وِرد کرے گا وہ بھی پیارا ہوگا اور اس کی زبان بھی پیاری ہوگی۔

یہ دو کلمے رب تعالیٰ کی دونوں قسم کی حمدوں کو علیٰ وجہ الکمال جامع ہے عیوب سے پاکی کا مکمل بیان **سبحان اللہ** میں ہے اور صفاتِ کمالیہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان **وبحمدہٖ** میں ہے اسی لئے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالیٰ کو پیارے ہیں۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔

نام نہاد اہلحدیث، اب مستدرک حاکم کی اس حدیث کو بھی ضعیف قرار دے رہے ہیں:

'ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: چلو اپنی قربانی دیکھو جس کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی سابقہ گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ فاطمہ زہراء نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ ہم اہل بیت کے ساتھ خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے' (مستدرک حاکم، مسند البزار)

قربانی کی فضیلت میں بیان کردہ اس حدیث شریف پر تبصرہ دیکھئے:

'یہ حدیث بھی ضعیف ہے اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں'
(قربانی کے احکام/ ۳۹ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

ضعیف حدیث، جھوٹی یا گڑھی ہوئی حدیث کو نہیں کہتے جیسا کہ نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین نے عوام کے ذہن نشین کرا دیا ہے بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بناء پر اس حدیث کا درجہ (حدیث صحیح اور حسن سے) کچھ کم رکھا ہے۔

(☆) ضعیف حدیث وہ ہے جس کا کوئی راوی متقی یا قوی الحافظہ نہ ہو' راویان کا تسلسل نہ ہو (درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گیا ہو)' احادیث مشہورہ کے خلاف ہو یعنی جو صفات حدیث صحیح میں معتبر تھیں اُن میں سے کوئی ایک صفت نہ ہو۔ ضعیف حدیث بھی فضائل میں معتبر ہے۔

اب سنن بیہقی کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں :

'حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ ! تم اپنی قربانی کو دیکھو جس کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہر گناہ کی بخشش ہو جاتی ہے قیامت کے دن اسے گوشت اور خون سمیت ستر گنا زیادہ کر کے لایا جائے گا پھر تمہارے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا' (سنن بیہقی)

غیر مقلدین کا تبصرہ دیکھئے :

'یہ موضوع حدیث ہے۔ اس جیسی حدیث مصنف عبدالرزاق میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے اس میں ایک راوی حد درجہ ضعیف ہے'

(قربانی کے احکام/ ۴۰ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

جس روایت میں ایک فاسق راوی آ جائے وہ روایت ضعیف یا موضوع ہے۔ ہمیں بتائیں کہ فاسق راوی کون ہے؟ ائمہ محدثین کے اصول کے خلاف کسی بھی حدیث کو ضعیف یا موضوع یا باطل قرار دینا 'احادیث' کا انکار کہلائے گا۔

ضعیف حدیث دو یا زیادہ سندوں سے روایت کی جائے اگرچہ وہ سب اسنادیں ضعیف ہوں (چند ضعیف روایتوں سے مروی ہو جائے) تو اب وہ ضعیف نہ رہی حَسن بن گئی۔ اس سے احکام وفضائل سب کچھ ثابت ہو سکتے ہیں۔

کمزور تنکے مل کر مضبوط رسّی بن جاتے ہیں تو کمزور اسنادیں متن حدیث کو قوی کیسے نہ کریں گی۔ اب طبرانی کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

'حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جوخوش دلی اور اجر کی نیّت سے قربانی کرتا ہے وہ اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جاتی ہے' (المعجم للطبرانی)

غیر مقلدین کا تبصرہ دیکھئے:

'یہ موضوع روایت ہے اس حدیث کو ناصر البانی نے موضوع قرار دیا ہے' ملاحظہ ہو: سلسلۃ ضعیفۃ (ح/ ۵۲۹)
(قربانی کے احکام/۴۰ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

طبرانی اور سنن دارقطنی کی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

'حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک بقرعید کے دن سب سے محبوب عمل جس میں پیسہ خرچ کیا جاتا ہے قربانی ہے' (طبرانی، دارقطنی)

غیر مقلدین کا تبصرہ دیکھئے:

'یہ بہت ہی ضعیف حدیث ہے اس حدیث کو ابن جوزی اپنی کتاب '**العلل المتناهية** میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ البانی نے اس حدیث کو سلسلۃ ضعیفۃ میں ضعیف جداً کہا ہے'
(قربانی کے احکام/۴۱ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

ابن جوزی اور ناصر البانی کے اقوال چونکہ غیر مقلدین کے لئے حجت ہیں اسی لئے اُن پر اعتماد کرتے ہوئے ساری احادیث کو ضعیف' موضوع' من گھڑت اور باطل مانا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں :

'حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عیدالاضحیٰ کے دن فرمایا: آج کے دن ٹوٹے ہوئے رشتوں کے جوڑنے کے سوا قربانی سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے' (طبرانی فی الکبیر)

غیر مقلدین کا تبصرہ دیکھئے :

'اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں۔ ناصر البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے (سلسلۃ ضعیفہ)'

(قربانی کے احکام/۴۲ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

مسند دیلمی کی اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں :

'حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم فربہ جانوروں کی قربانی کرو وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہیں'

(مسند دیلمی)

غیر مقلدین کا تبصرہ دیکھئے :

'اس حدیث کا بھی ہمارے یہاں بڑا شور سنائی دیتا ہے جب کہ یہ بہت ہی ضعیف حدیث ہے۔ البانی نے ضعیف الجامع (ح/۹۲۴) میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ سلسلۃ ضعیفہ میں ضعیف جداً کہا ہے'

(قربانی کے احکام/۴۲ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

تقلید کو شرک قرار دینے والے' ناصر البانی کی تقلید کے نشہ میں بدمست نظر آتے ہیں۔ ساری احادیث کی صحت وضعف کا اعتبار ناصر البانی پر موقوف ہے۔ (معاذ اللہ)

اب قربانی کی فضیلت میں بیان کردہ ساری حدیثوں کو ضعیف قرار دیا جارہا ہے:

> 'خلاصہ کلام یہ کہ قربانی کی فضیلت میں بیان کی جانے والی ساری حدیثیں ضعیف ہیں ان میں سے کوئی بھی حدیث کی صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی'
>
> (قربانی کے احکام/۴۲ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری کے حفید' شیخ غازی عزیز' محدثین کرام کے منہج واصول پر فضائل قربانی میں بیان کی جانے والی حدیثوں کا مفصل جائزہ لینے کے بعد رقمطراز ہیں:

> 'قربانی کی تاکید واہمیت ومسنونیت اپنی جگہ مسلم' مگر افسوس کہ اس کی فضیلت میں بیان کی جانے والی کوئی ایک حدیث بھی صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی' جو بھی روایات اس بارے میں وارد ہیں ان میں سے کچھ تو بہت ضعیف ہیں کچھ منکر' کچھ بے اصل' کچھ موضوع۔ اس باب کی اصح یعنی بہتر سے بہتر روایت بھی ضعیف راویوں سے خالی نہیں ہے'
>
> (قربانی کے احکام/۴۴ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

مذہب اہلحدیث میں بھینس کی قربانی جائز نہیں ہے:

ہندوستان' پاکستان' بنگلہ دیش' سری لنکا' افغانستان ...... ہر سال قربانی کے موقع پر کروڑوں کی تعداد میں بھینس کی قربانی ہوتی ہے۔ بھینس' گائے کی جنس سے ہے اس کا دودھ بھی گائے کے دودھ کی طرح حلال ہوتا ہے۔

بھینس کو بہیمۃ الانعام میں شمار کیا جاتا ہے لہذا اس کی قربانی جائز ہوتی ہے۔

' اونٹ' گائے' بھینس' بکری' بھیڑ نر مادہ خصی غیر خصی سب کی قربانی ہوسکتی ہے'

(عالمگیری' قانون شریعت)

'وحشی جانور جیسے ہرن' نیل گائے' بارہ سنگھا وغیرہ کی قربانی نہیں ہوسکتی' (عالمگیری' قانون شریعت)

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) بھینس کی قربانی کو ناجائز قرار دیتے ہیں:

' بھیڑ (نر اور مادہ بھیڑ میں دنبہ' چھترا)

بکرے (نر اور مادہ)

اونٹ (نر اور مادہ)

گائے (نر اور مادہ)

مذکورہ آٹھ جانوروں کے علاوہ کسی دوسرے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے'

(قربانی کے احکام/۵۹ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

' بھینس برصغیر کا ایسا جانور ہے جو حجاز میں نہیں پایا جاتا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کے بارے میں کتاب وسُنّت میں نصوص نہیں ملتے'

(قربانی کے احکام/۶۲ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

' بھینس کی جنس کیا ہے؟ اس میں اختلاف کی وجہ سے علماء کے مابین اس کی قربانی کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے'

(قربانی کے احکام/۶۲ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

'جوعلماء بھینس کو الگ اور مستقل جنس کہتے ہیں وہ اس کی قربانی کے قائل نہیں ہیں' ملاحظہ ہو: مختصر مسائل و احکام عیدین و قربانی ۔ شیخ محمد منیر قمر حضور علیہ وسلم سے بھینس کی قربانی ثابت نہیں ہے' (قربانی کے احکام/۶۲ ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

مذہب اہلحدیث میں ایک بکرا پورے خاندان (سوافراد) کی طرف سے کافی ہے :

برصغیر ہندوستان' پاکستان' بنگلہ دیش ...... میں مشترکہ خاندان (جوائنٹ فیملی سسٹم) کا رواج ہے جس میں ایک خاندان کے افراد کی تعداد (۱۰۰) بھی ہوسکتی ہے۔ نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) مشترکہ خاندان کو ایک گھر تصور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قربانی میں ایک بکری پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے یعنی صدرِ خاندان کی حیثیت سے اگر پَر دادا (گریٹ گرانڈ فادر) قربانی میں ایک بکری ذبح کردیں تو خاندان کے سارے افراد کی جانب سے قربانی ادا ہو جائے گی :

ابن قیم اپنی کتاب زادالمعاد میں لکھتے ہیں:

'ایک بکری مالک اور پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہوتی ہے اگرچہ گھر والوں کی تعداد زیادہ ہی کیوں نہ ہو' (قربانی کے احکام /۸۹۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

غیر مقلد شمس الحق عظیم آبادی 'عون المعبود' میں لکھتے ہیں:

'حج کے سوا قربانی میں ایک بکری پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے اگر چہ گھر والوں کی تعداد زیادہ ہی کیوں نہ ہو'
'صحیح یہی ہے کہ ایک بکرا پورے گھر والوں کی طرف سے جائز و درست ہے'
(قربانی کے احکام /۹۰۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

غیر مقلد صدیق حسن خان 'بدور الاہلہ' میں لکھتے ہیں :

' ایک ہی بکری کی قربانی بہت سے گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے اگر چہ سو آدمی ہی ایک مکان میں کیوں نہ ہوں' (بدور الاہلہ ۳۴۱)

مذہب اہلحدیث میں ایک اونٹ میں (۱۰۰۰) ہزار افراد اور ایک گائے میں (۷۰۰) سات سو افراد کی قربانی جائز ہے:

حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث صحیحہ سے گائے اور اونٹ میں ایک سے زیادہ افراد کی شرکت ثابت ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اونٹ اور گائے میں سات سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کی۔ (صحیح مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کا تلبیہ پُکارتے ہوئے روانہ ہوئے تو حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات' سات آدمی شریک ہو جائیں۔ (صحیح مسلم)

مذکورہ بالا احادیث سے گائے اور اونٹ میں شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔ جمہور اہل علم (اجماع ملت) کا یہی قول ہے یعنی گائے اور اونٹ میں سات افراد کی شرکت۔

نام نہاد اہلحدیث کی عبارات، ہم اُوپر نقل کر چکے ہیں کہ مذہب اہلحدیث میں 'ایک ہی بکری کی قربانی بہت سے گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے اگرچہ سو آدمی ہی ایک مکان میں کیوں نہ ہوں'۔ ایک آدمی پورے گھر کے سو افراد کا نمائندہ ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھتے ہوئے پڑھتے جائیں کہ اُن کے بقول 'ایک آدمی سے مراد' گھر اور خاندان کے پورے (۱۰۰) سو افراد کا نمائندہ۔

شوکانی کہتے ہیں :

> 'حج میں ایک اونٹ میں سات جب کہ عیدالاضحیٰ میں دس آدمیوں کی شرکت جائز ہے'
>
> (قربانی کے احکام /۸۷۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

یہاں 'سات' سے مُراد (۷۰۰) سات سو افراد ہوں گے اور 'دس' سے مراد (۱۰۰۰) ہزار افراد مراد ہوں گے کیونکہ ایک آدمی' پورے گھر کے سو (۱۰۰) افراد کا نمائندہ ہو کر قربانی ادا کرے گا' گویا ایک گائے یا ایک اونٹ کی قربانی پورے محلے بلکہ گاؤں کی جانب سے ادا ہو سکتی ہے۔ دراصل یہ اُمت میں انتشار اور فتنہ کی سازش ہے۔ ہر سال لاکھوں حجاج کرام منیٰ میں اپنی واجب قربانی کرتے ہیں۔ اگر ایک گھر سے دس افراد حج کر رہے ہوں اور حجاج کرام کے افراد گھر سے کوئی فرد اپنے ملک میں قربانی کر لے تو کیا سب کی جانب سے قربانی ادا ہو جائے گی؟ غور کیجئے کہ غیر مقلدین کے غلط اور مضحکہ خیر مسائل کیوجہ سے کتنے لوگوں کا حج متاثر ہو رہا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ)

”شمس الحق عظیم آبادی اور محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری کا رجحان بھی اسی کی طرف ہے‘ ملاحظہ ہو (نیل الاوطار ۵/ ۲۱۱‘ عون المعبود ۷/ ۳۶۱‘ تحفہ الاحوذی ۵/ ۷۳) جب جانوروں کی قلت ہو اور قربانی کرنے والے زیادہ ہوں تو ایسی صورت میں اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور جب قربانی کے جانوروں کی فراوانی ہو تو ایک اونٹ میں سات آدمی شریک ہوں‘ (قربانی کے احکام / ۸۸۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

نام نہاد اہلحدیث‘ تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرک قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ عامل بالحدیث ہونے کا جھوٹا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال و اقوال کو حجت نہیں مانتے لیکن عامل بالحدیث کا دعویٰ بھول کر شمس الحق عظیم آبادی اور محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری کے رجحان کو حجت تسلیم کر لیتے ہیں اور ان بد باطن عناصر کے غیر شرعی رجحان کی تقلید شروع کر دیتے ہیں۔

قربانی کا وقت : دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن اور دو راتیں لیکن دسویں سب میں افضل ہے پھر گیارہویں پھر بارہویں۔ (قانون شریعت)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قربانی یوم الضحیٰ یعنی ۱۰/ ذوالحجہ کے بعد دو دن ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن تین ہیں‘ پہلا دن افضل ہے۔ (بحوالہ موطا امام مالک)

پوری دُنیا (حرمین شریفین [سعودی عرب]، ہندوستان، پاکستان، انڈونیشیا، عراق، مصر، یمن، سوریا، عرب امارات، سوڈان، اردن وغیرہ تمام عالم اسلام) میں صرف تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲) ذوالحجہ کو قربانی ہوتی ہے۔ حج کا فرض طواف جسے طواف افاضہ اور طواف زیارہ کہتے ہیں اُس کا وقت بھی ایام حج کے تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲) ذوالحجہ تک ہے۔ نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین، مسلمانوں میں انتشار اور فتنہ پھیلانے کے لئے چوتھے دن یعنی ۱۳/ ذوالحجہ کو قربانی کرتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے بدعقیدہ اور گمراہ لوگوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

مسئلہ : شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز عید کے بعد ہو اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں اس لئے صبح صادق سے ہوسکتی ہے۔ (قانون شریعت)

مسئلہ : قربانی کے وقت میں قربانی ہی کرنی لازم ہے اتنی قیمت یا اتنی قیمت کا جانور صدقہ کرنے سے واجب ادا نہ ہوگا۔ (عالمگیری، قانون شریعت)

مسئلہ : قربانی کے دن گزر جانے کے بعد قربانی فوت ہوگئی، اب نہیں ہوسکتی، لہذا اگر کوئی جانور قربانی کے لئے خرید رکھا ہے تو اس کو صدقہ کرے ورنہ ایک بکری کی قیمت صدقہ کرے۔ (ردالمحتار، عالمگیری، قانون شریعت)

حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے حدیث شریف مروی ہے انہوں نے فرمایا: **ایام النحر ثلاثة افضلها اولها** قربانی کے تین دن ہیں اُن میں کا افضل پہلا دن ہے۔ (ہدایہ)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے حدیث شریف روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: **الاضحی یومان بعد یوم الاضحی** عیدالاضحیٰ کے بعد قربانی دو دن ہے۔ (موطا امام مالک)

مسلمانوں نے ان حدیثوں کو قبول کیا اور ان پر عمل کیا۔ اس طرح سے وہ تین ہی دن قربانی کرتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ مکہ شریف اور مدینہ شریف میں بھی تین ہی دن قربانی ہوتی ہے لیکن نام نہاد اہلحدیث کے نزدیک یہ حدیثیں غلط، ساری دُنیا کے مسلمانوں کا تین ہی دن قربانی جائز سمجھنا غلط۔

مذہب اہلحدیث میں قربانی کے چار دن ہیں:

نام نہاد اہلحدیث کے نزدیک قربانی کے چار دن ہیں۔ اہلحدیث چاہتے ہیں کہ دین میں آسانی اور چھوٹ دے کر سب کو اہلحدیث (غیر مقلد) بنایا جائے۔ چوتھے دن بھی گوشت کی فراوانی دیکھ کر لوگ ہمارا نیا مذہب قبول کرلیں گے۔ اہلحدیث دراصل سہولت اور آسانی کے نام پر دِین اسلام کے عقائد، نظریات، عبادات واعمال سب کو بدل دینا چاہتے ہیں۔ نام نہاد اہلحدیث کا حدیث پر عمل فقط ایک دعویٰ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ! نام نہاد اہلحدیث دراصل اپنی خواہشِ نفس کے مقلد ہیں اس لئے انھیں اہلِ ہوا (ہوا پرست، نفس پرست) کہا جاتا ہے۔ جس میں نفس کو آرام ملے وہ ہی اُن کا مذہب ہے۔

'قربانی کے چار دن ہیں عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دنوں تک'
(قربانی کے احکام / ۹۶۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

'قربانی کے چار دن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو پہلے دن قربانی میسر نہ ہو تو بعد تین ایام میں جب اللہ رب العالمین توفیق سے نوازے قربانی کرلے گویا اُس نے قربانی کرلی اور قربانی کا حکم ادا ہوگیا'
(قربانی کے احکام / ۹۹۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

نام نہاد اہلحدیث چونکہ قربانی کے واجب ہونے کے منکر ہیں اور قربانی کو محض مستحب کا درجہ دیتے ہیں اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان قربانی کو مستحب کہہ کر ترک کرتے رہیں۔ مسلمانوں کے ذہنوں سے قربانی کی اہمیت کو ختم کرنے کے لئے اس طرح کی بکواس کرتے رہتے ہیں۔

مذہب اہلحدیث میں کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے :

’کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔اس کا کھانا جائز ہے‘
(دلیل الطالب ص۴۱۳ مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں
عرف الجاوی صفحہ ۲۴۷ مؤلفہ نذیر حسین خاں)

مذہب اہلحدیث میں قربانی کے لئے وضو کرنا بدعت ہے :

نام نہاد اہلحدیث چونکہ فطرۃً گندے اور نجس ہوتے ہیں اسی لئے انہیں پاکی وصفائی کے خیال سے وضو کرنا بھی بدعت (ضلالت وگمراہی) نظر آتا ہے:

’قربانی کے لئے وضو کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔جن عبادات کے لئے آپ ﷺ نے وضو کا حکم دیا ہے ان میں سے قربانی نہیں ہے لہذا ایسا کرنا دین میں بدعت ہے‘
(قربانی کے احکام ۔ مختار احمد ۔ مکتب الدعوۃ وتوعیۃ الجالیات بالجبیل)

یقیناً قربانی کے لئے وضو شرط نہیں ہے لیکن کیا نام نہاد اہلحدیث یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بغیر وضو قربانی ادا فرمائی؟ عام پرہیزگار مسلمان بھی اکثر باوضو ہوتے ہیں۔ وضو سے گناہ دُھلتے ہیں لیکن بدباطن نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں کہ

وضوُ بدعت' ہے۔ بدعت ......' ضلالت وگمراہی کو کہتے ہیں اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے
گویا قربانی کے لئے وضو کرنے کی سزاء اپنے آپ کو جہنم میں جھوکنا ہے۔ (معاذ اللہ)

جانور کو ذبح کرتے وقت مسنون اور قرآنی دُعائیں پڑھی جاتی ہیں: ﴿قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ﴾ (الانعام/۱۶۴) آپ فرمایئے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا، نہیں کوئی شریک اس کا' اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

مسنون وقرآنی دُعاؤں کے پڑھنے اور اللہ اکبر کہنے کے لئے وضو کرنا بہت اچھی عادت ہے پاکی تو مومن کی فطرت ہے۔ اذان اور سعی کے لئے بھی وضو شرط نہیں ہے ممکن ہے نام نہاد اہلحدیث بغیر وضو کے اذان کہتے ہیں اور صفا ومروہ کی سعی کرتے ہیں۔

تفسیر روح البیان نے سورۂ احزاب ﴿مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی کے غلام ایاز کے لڑکے کا نام محمد تھا۔ سلطان محمود غزنوی اُس کا نام ادب سے لے کر پُکارتے تھے۔ ایک بار کہا کہ اے ایاز کے لڑکے استنجے کے لئے پانی لاؤ۔ ایاز نے عرض کیا کہ حضور آج کیا قصور ہوا کہ آپ نے اُس کا نام نہ لیا' فرمایا کہ میں اُس وقت بے وضو تھا اور یہ نام پاک میں بغیر وضو نہیں لیتا۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

کتب فقہ اسلامی

فتاویٰ رضویہ	امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی
احکام شریعت	امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی
فتاویٰ افریقہ	امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی
فتاویٰ ملک العلماء	ملک العلماء حضرت علامہ شاہ محمد ظفر الدین قادری
فتاویٰ حامدیہ	حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خان اشرفی
فتاویٰ مصطفویہ	مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان
حبیب الفتاویٰ	عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی
فتاویٰ نعیمیہ	حضرت علامہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی اشرفی
فتاویٰ فیض الرسول	حضرت مفتی جلال الدین امجدی
فتاویٰ فقیہ ملت	حضرت مفتی جلال الدین امجدی
بہار شریعت	صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی
قانون شریعت	حضرت مولانا شمس الدین احمد جونپوری اشرفی
نظام شریعت	امام النحو صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی
دین مصطفیٰ ﷺ	ابوالبرکات علامہ سید محمود احمد رضوی اشرفی
جنّتی زیور	حضرت شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی
مسائل القرآن	حضرت شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی
فقہ الفقیہ	فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی
دلائل المسائل	فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی
تفہیم المسائل	پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن
احکام القرآن	مولانا محمد جلال الدین قادری
صحیح طریقہ غسل	خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی
سُنّی بہشتی زیور اشرفی	ملکُ التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

مذہب اہلحدیث میں عورتوں کے لئے سونے کے زیوارات کا استعمال حرام ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سونا اور ریشم کا لباس میری اُمت کی عورتوں کو حلال اور مَردوں پر حرام ہیں'
(جامع الاحادیث بحوالہ فتاوی رضویہ حصہ اول ۔ المعجم الکبیر للطبرانی' کنزالعمال' مجمع الزوائد......)

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے خودساختہ مسائل یہ ہیں :

'چاندی سونے کے زیوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں' (بدور الاہلہ ص ۱۰۱)
'سونے چاندی کے زیور میں سود نہیں ہوتا' جس طرح چاہے بیچے خریدے کمی زیادتی ہر طرح جائز ہے' (دلیل الطالب ص ۵۷۵)

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارا عمل حدیث نبوی پر ہوتا ہے۔ ساتھ ہی وہ اجتہاد کا دعویٰ بھی کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں اُن کے یہاں بہت سے عقائد اور مسائل میں اختلاف اور تناقص پیدا ہوا۔ اُن کے پیشواؤں میں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔ انہوں نے تقلید شخصی کا دامن چھوڑ کر اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق مسائل وعقائد گڑھنا شروع کیے۔

صاحبِ شریعت رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم کا لباس حلال فرمایا ہے ...... لیکن نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین نے اپنے نئے دین میں عورتوں کے لئے بھی سونے کا استعمال حرام کر دیا ہے :

'سونے کا استعمال عورتوں سمیت سب پر حرام ہے'

(تحفۃ العروس مؤلفہ محمود مہدی استانبولی صفحہ ۱۴۴ مکتبہ الدار السّلفیہ)

اب عورتوں اور مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بھی منع کر رہے ہیں:

'عورتوں کی طرح مَردوں کو بھی انگوٹھی پہننے سے اسلام منع کرتا ہے بالخصوص منگنی کی انگوٹھی حد درجہ منع ہے خواہ وہ چاندی کی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ سراسر غیر اسلامی فعل ہے اور اسلام اس پر زور دیتا ہے کہ مسلمان اپنا تشخص اور اپنا اسلامی شعار برقرار رکھے'

(تحفۃ العروس مؤلفہ محمود مہدی استانبولی صفحہ ۱۴۳)

اگر عورتوں اور مَردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی پہننے کی اسلام میں ممانعت ہو تو اس کے لئے کوئی صحیح حدیث پیش کرنا چاہیئے۔ حلال اور حرام شرعی اصطلاح ہے اس کے لئے قرآن یا حدیث سے دلیل پیش کرنا چاہیئے۔ حلال کو حرام قرار دینا کہاں کا اسلام ہے؟ سونے کے زیورات کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر جو سخت وعید آئی ہے اُس حدیث کو یہاں اِس انداز میں پیش کیا جا رہا ہے:

'جو کوئی اپنی لاڈلی کو آگ کی بالی پہنانا چاہے' وہ اُسے سونے کی بالی پہنا دے اور جو کوئی اُسے آگ کا طوق پہنانا چاہے وہ اُسے سونے کا طوق پہنا دے' اور جو کوئی اپنی پیاری کو آگ کا کنگن پہنانا چاہے وہ اُسے سونے کا کنگن پہنا دے'۔ (تحفۃ العروس مؤلفہ محمود مہدی استانبولی صفحہ ۱۴۴)

یہ ہے نام نہاد اہلحدیث کی حدیث فہمی ! اب حلال وحرام زیورات کی تشریح ہورہی ہے :

' کنگن' ہاراورسونے کی بالیاں عورتوں پر حرام ہیں۔لیکن ان کے علاوہ سونے کے ٹکڑوں سے بنی کوئی اور چیز ان کے لئے مباح ہوگی جیسے سونے کی بٹن' سونے کا کنگھا' اور آرائش کی کوئی اور چیز'
(تحفۃ العروس مؤلفہ محمود مہدی استانبولی صفحہ ۱۴۵)

' شیخ ناصرالدین البانی کی کتاب ' شب عروسی کے آداب' میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔شبہات کا جواب دیا گیا'
(تحفۃ العروس مؤلفہ محمود مہدی استانبولی صفحہ ۱۴۵)

اب عورتوں کوان کلمات کے ذریعہ نصیحت کی جارہی ہے :

' میری بڑی تمنا ہے کہ عورتیں ان روایتوں کا بطورِ خاص مطالعہ کریں' اور سونے کے کنگن' بالی اورسونے کے ہاروں کو پہنانا چھوڑ دیں کیونکہ اس سے دولت کی حفاظت ہوگی۔سونے کا بیلنس اور توازن ٹھیک رہے گا اور خود عورتوں کا وقار بھی باقی رہے گا کیونکہ جوہریوں اور سُناروں کے یہاں اُن کا آنا جانا خطرے سے خالی نہیں۔ یہ دُکاندار جہاں دھوکہ دہی اور چوری کا ارتکاب کرتے ہیں' وہیں اور بہت سارے اخلاقی بگاڑ کا ذریعہ بنتے ہیں۔اس لئے عورتوں' مردوں دونوں کو یکساں عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

اسی مناسبت سے ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ زیورات کے یہ سیٹ عورتوں کی انگنت خوبیوں اور اُن کے محاسن کو چھپا لیتے ہیں چنانچہ یہ گلے کا طوق' ہاتھوں کی ہتھکڑیاں اور پیروں کی بیڑیاں ہیں'

(تحفۃ العروس مؤلفہ محمود مہدی استانبولی صفحہ ۱۴۵)

جب عورتوں کے لئے جوہریوں اور سُناروں کے یہاں آنا جانا خطرے سے خالی نہیں ...... تو کیا کپڑوں اور برقعوں کی خریداری کے لئے بازار جانا خطرات سے خالی ہے؟ نام نہاد اہلحدیث تم عورتوں کو مسجدوں اور عیدگاہوں کو لے جاتے ہو' کیا وہاں بھی عورتوں کو لے جانا خطرات سے خالی نہیں؟

کیا بازار کے خطرات سے سونے کے زیورات کا استعمال عورتوں پر حرام ہو جائے گا؟

امہات المؤمنین اور زیوات کا استعمال :

۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا ...... حضور ﷺ کی خادمہ حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا نے یہ خوشخبری سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو سُنائی ۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس بشارت سے اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنا زیور اتار کر سلمٰی رضی اللہ عنہا کو انعام میں عطا فرما دیئے اور خود سجدہ میں گر پڑیں اور اس نعمت کے شکریہ میں دو ماہ لگاتار روزہ دار رہیں ۔ (مدارج النبوت)

۔ حضور نبی کریم ﷺ کا پیغام جب لونڈی ابرہہ کے ذریعہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس خوشخبری کو سن کر اسقدر خوش ہوئیں کہ اپنے کچھ زیورات اس بشارت کے انعام میں ابرہہ لونڈی کو دے دیئے ۔

۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے کانوں کے زیور (بالیاں وغیرہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دوسری عورتوں کو دیدئے۔ یہ زیور سونے کا تھا۔ (الاصابہ)

۔ بخاری شریف میں آیت تیمّم کی شان نزول جو مذکور ہے وہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب ہم لوگ مقام بیداء یا مقام ذات الجش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں اور زیوات کا استعمال :

۔ ایک مرتبہ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز کی شادی تھی انھوں نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے لئے عمدہ کپڑے اور زیورات بنوائے۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آیا تو سیدہ نے یہ قیمتی کپڑے اور زیور پہننے سے صاف انکار کر دیا اور سادہ حالت میں ہی محفل شادی میں شرکت کی ...... گویا بچپن ہی سے ان کی حرکات وسکنات سے خدا دوستی اور استغنا کا اظہار ہوتا تھا۔

۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک حلہ بھیجا جس کے ساتھ سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا حضور ﷺ نے یہ انگوٹھی اپنی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔

۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ امامہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا **اَحَبُّ اَھلِیٓ اِلَیَّ** ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز کسی نے حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا جس میں ایک زرین ہار تھا ازواج مطہرات سب ایک مکان میں جمع تھے امامہ رضی اللہ عنہا مکان کے ایک گوشہ میں مٹی سے کھیل رہی تھیں حضور ﷺ نے ہم سب سے پوچھا کہ یہ ہار کیسا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اس سے خوبصورت وعجیب ہار ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ ہار اُس کو دوں گا جو میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تمام ازواج مطہرات نے یہ خیال کر لیا کہ یقیناً یہ ہار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں گے مگر حضور ﷺ نے امامہ رضی اللہ عنہا کو قریب بلایا اور اپنی پیاری نواسی کے گلے میں اپنے دست مبارک سے یہ ہار ڈال دیا۔ (زرقانی۔الاصابہ)

۔ جنگ بدر کے قیدی جب مدینہ منورہ لائے گئے تو یہ فیصلہ ہوا کہ قیدیوں سے فدیہ

(جان کا بدلہ) لے کرانھیں رہا کردیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مکہ سے اپنے دیورعمرو بن الربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار اپنے شوہر ابوالعاص کی رہائی کے لئے مدینہ منورہ بھیجا جو اُن کے گلے میں لٹکا رہتا تھا‘ یہ ہار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اُن کی والدہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت جہیز میں دیا تھا۔ جب سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں یہ ہار پیش کیا گیا تو اس ہار کو دیکھ کر آپ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں اور آپ پر بہت رقت طاری ہو گئی......

(☆) حضور نبی کریم ﷺ نے غزوۂ خیبر میں ایک صحابیہ کو خود دستِ مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا وہ اُس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گلے سے جُدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ اُن کے ساتھ وہ بھی دفن کر دیا جائے (مسند ابن حنبل)

تبرکات مبارکہ اور اہلحدیث :

سارے مسلمانوں کے لئے قانونِ الٰہی ہے کہ اگر تم لوگ گناہ کرو، کفر کرو، ظلم کرو تو بارگاہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام میں حاضر ہو کر اُن سے شفاعت کی درخواست کرو اور وہاں جا کر رب تعالیٰ سے توبہ کرو اور محبوب بھی تمہارے لئے شفاعت فرما دیں تو تمہاری توبہ قبول ہوگی، فرماتا ہے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَاجَدُ اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النسآء/٦٤) اے محبوب (ﷺ) ! اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے پاس آ جاتے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب ! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

نام نہاد اہلحدیث اس آیت کریمہ کے برخلاف کہتے ہیں :

> 'قبر نبوی ﷺ کے پاس اس خیال سے دُعا نہ کرے کہ یہاں دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے نہ آپ سے شفاعت کا سوال کرے نہ قبر اور بقیہ دیواروں کو چھوئے اور نہ ہی انہیں بوسہ دے (چومے)۔ اور ان جگہوں سے تبرک کا حصول نہ کرے جہاں آپ ﷺ بیٹھے ہوں یا نماز ادا فرمائی ہو اور نہ ان راستوں سے جن پر آپ چلے اور نہ اس جگہ سے جہاں وحی نازل ہوئی نہ جائے ولادت سے نہ ہی شبِ ولادت سے نہ شب اسراء و معراج سے اور نہ ہی ہجرت کی یاد وغیرہ سے۔
>
> (البدعة واثرها السيّئ /٧٨۔ طاہر نصار عزیز، مکتبہ بیت السلام الریاض)

برکت آثار بزرگان سے انکار، آفتابِ روشن کا انکار ہے۔ نام نہاد اہلحدیث کا جذبہ دیکھئے ......حضور نبی کریم ﷺ سے وابستگی کا اندازہ لگائیں:

> ’’دُعا کے وقت قبر کا رُخ نہ کریں بلکہ قبلہ رُخ ہو جائیں اور صرف اللہ کو پُکاریں، کسی اور کو نہیں‘‘۔
>
> (البدعة واثرها السيّئ ۹۸/ ۔ طاہر نصار عزیز، مکتبہ بیت السلام الریاض)

قانونِ الٰہی ہے کہ اگر تم لوگ گناہ کرو، کفر کرو، ظلم کرو تو بارگاہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام میں حاضر ہو کر اُن سے شفاعت کی درخواست کرو اور وہاں جا کر رب تعالیٰ سے توبہ کرو اور محبوب بھی تمہارے لئے شفاعت فرما دیں تو تمہاری توبہ قبول ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دے رہا ہے۔ حاضری کے وقت مُنہ موڑا نہیں جاتا بلکہ پوری توجہ وانہاک، ادب واحترام سے پیش خدمت ہوتے ہیں نام نہاد اہلحدیث چاہتے ہیں کہ رسول سے مُنہ موڑ لیں اور رسول کو پیٹھ دِکھائیں۔ جانثار اُمتی وفاداری کا مظاہرہ کرتا ہے اور غدار و گستاخ مجرم ...... بے باکی دِکھاتا ہے۔

نام نہاد اہلحدیث اس آیت کریمہ کے برخلاف کہتے ہیں:

> ’’کسی حاجت روائی کی معیت سے نجات یا بیماری سے شفایابی کے لئے رسول اللہ ﷺ سے سوال نہ کریں بلکہ یہ چیزیں اللہ ہی سے مانگیں‘‘۔
>
> (البدعة واثرها السيّئ ۹۸/ ۔ طاہر نصار عزیز، مکتبہ بیت السلام الریاض)

'نماز کی طرح اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر آپ ﷺ کی قبر کے پاس نہ کھڑے ہوں کیونکہ یہ ہیّیت ذِلّت خضوع اور عبادت کی ہے جو اللہ کے سوا کسی کے لئے بھی درست نہیں ہے رسول اللہ ﷺ سے شفاعت طلب نہ کریں'۔

(البدعة واثرها السیّئ /۹۹۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

نام نہاد اہلحدیث سے پوچھیں کہ روضۂ مطہرہ کے سامنے کیسے کھڑے ہوں؟ ہاتھ باندھے کھڑا ہونا چاہئے یا ہاتھ چھوڑ کر؟ اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا نماز کے لئے ہے اور یہ عبادت ہے تو کیا ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا نماز کے لئے نہیں ہے؟ اور کیا یہ عبادت نہیں ہے؟ ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا مالکی نماز کا قیام ہے اور یہ عبادت ہے لہذا ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا بھی نماز سے مشابہت رکھتا ہے۔ اگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں تو حنفی نماز ہے اور ناف کے اُوپر باندھیں تو شافعی نماز' ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہوں تو مالکی نماز ہے۔ اعمال کا دارومدار نیّت پر ہوتا ہے کہ کسی کام کا عبادت بننا یا نہ بننا نیّت پر موقوف ہے۔

کیا یہ اُمور سُنّت سے ثابت نہیں ہیں اور ناجائز ہیں؟

قبر مبارک کی زیارت کے متعلق نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں کہ یہ اُمور سُنّت سے ثابت نہیں ہیں لہذا ناجائز ہیں :

☆ قبر مبارک کی زیارت کی نیّت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ قبر مبارک کی طرف منہ کر کے دُعا کرنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ حصول برکت کے لئے قبر مبارک کی جالیوں' دیواروں' دروازوں کو چھونا' بوسے دینا یا اپنے جسم سے لگانا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ قبر مبارک پر کھڑے ہو کر درود تاج' درود لکھی' درود ماہی' درود اکبر' درود مقدس اور درود تنجینا وغیرہ پڑھنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ قبر مبارک پر قرآن خوانی یا نعت خوانی کے لئے بیٹھنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ قبر پر درود وسلام کے بعد قرآن مجید کی آیت ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النسآء/٦٤) اے محبوب (ﷺ)! اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے پاس آ جاتے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ تلاوت کر کے آپ ﷺ سے استغفار کی درخواست کرنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ درود وسلام پڑھنے کے بعد **الشفاعة یارسول الله ' الامان یارسول الله ' اتوسل بك یارسول الله ' بجاه محمد الشفنی یا الله** جیسے کلمات کہنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ دُعا کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بنانا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ یہ عقیدہ رکھنا جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنی حیات طیبہ میں ہماری گزارشات سُنتے تھے اب بھی اسی طرح ہماری گزارشات سُن رہے ہیں' سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ یہ عقیدہ رکھنا کہ درود وسلام کے لئے حاضر ہونے والوں کے احوال' اعمال اور نیتوں کو آپ ﷺ جانتے ہیں' سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ یہ عقیدہ رکھنا کہ درود وسلام کے لئے حاضر ہونے والوں کے احوال' اعمال اور نیتوں کو آپ ﷺ جانتے ہیں' سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ یہ عقیدہ رکھنا کہ قبر مبارک کے قریب کھڑے ہوکر مانگی گئی دُعا ضرور قبول ہوگی سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ مدینہ منورہ جانے والوں کے ذریعے آپ ﷺ کو سلام بھجوانا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ رجب' شعبان یا رمضان میں قبر مبارک کی زیارت کا خصوصی اہتمام کرنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ قبر مبارک کے سامنے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر بے حس وحرکت کھڑے ہونا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ بارش کے بعد قبر مبارک کے سبز گنبد سے گرنے والے قطروں کو تبرک کے طور پر جمع کرنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے بعد جنّت البقیع کی زیارت کا خصوصی اہتمام کرنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے وضو یا غسل کرنا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ ثواب کی نیّت سے غارِ حرا یا غارِ ثور کا سفر کرنا آثارِ صحابہ سے ثابت نہیں۔

☆ حصولِ برکت کے لئے آبِ زمزم میں کپڑے یا کفن بھگونا سُنّت سے ثابت نہیں۔

☆ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کی مٹی کو خاکِ شفا سمجھنا، اسے کھانا اور اپنے ساتھ لانا سُنّت سے ثابت نہیں۔

(حج و عمرہ کے مسائل۔ محمد اقبال کیلانی، مکتبہ بیت السلام الریاض)

قرآن کریم میں یہود و مشرکین کو مومنین کا شدید دشمن بتایا ہے ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِیْنَ آمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا﴾ (المائدہ)

مومنین کا سخت ترین دشمن لوگوں میں سے یہود اور مشرکین کو پائے گا۔

نام نہاد اہلحدیث نے اپنا ثبوت پیش کر دیا کہ اُن کا شجرۂ نسب عبداللہ ابن سبا (یہودی) اور ذوالخویصرہ تمیمی (خارجی) سے ملتا ہے۔

اسلام دشمن فرقہ پرست تنظیمیں اور مومنین کے سخت ترین و بدترین دشمن ہی اسلام اور بانی اسلام کے بارے میں ایسے مذموم و ناپاک خیالات رکھتے ہیں۔

روضہ اقدس ﷺ کی زیارت کے لئے جانا شرعاً تو فرض نہیں لیکن طریقِ عشق میں فرض ہے۔ نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کے لئے تو جانا جائز ہے مگر روضہ شریف کے قصد سے نہ جانا چاہئے، روضہ شریف کی زیارت کی نیّت سے جانے کو وہ ناجائز و بدعت کہتے ہیں۔

غور فرمائیں کہ مسجد نبوی میں فضیلت آئی کہاں سے؟ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی وجہ سے ہے تو مسجد کے لئے تو جانا جائز ہوا۔ اور صاحبِ مسجد جن کی وجہ سے اس میں فضیلت آئی اُن کی زیارت کے لئے جانا بدعت و ناجائز ہو' عجیب تماشا ہے !

انبیاء و صالحین کے تبرکات کو ناجائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

'ناجائز تبرکات میں سے صالحین (نیکوکاروں) سے برکت کا حصول بھی ہے اس لئے نہ تو اُن کی ذاتوں سے برکت کا حصول جائز ہے اور نہ ہی اُن کے آثار سے نہ اُن کی عبادات کی جگہوں سے نہ اُن کی جائے اقامت سے نہ اُن کی قبروں سے اور نہ ہی اُن کی قبروں کی زیارت کی خاطر سفر کرنا جائز ہے نہ وہاں نماز ادا کرنا نہ حاجات کا سوال کرنا نہ انہیں چھونا نہ ہی وہاں اعتکاف کرنا (چمٹ کر بیٹھنا) اور نہ ہی ان کی تاریخ ولادت سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے'

(البدعة واثرها السیّئ /٧٨۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

حضور انور ﷺ نے زیارتِ قبور کا حکم اس لئے دیا ہے کہ مرحومین سے نسبت قائم رہے اور اُن کے لئے دُعائے خیر ہوتی رہے۔ آپ بھی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے' دُعائے مغفرت اور ایصال ثواب فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ صحابہ کرام کے لئے دُعا فرمایا کریں' آپ کی دُعا سے اُن کو سکون ملتا ہے۔ دُعا قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے آپ کے وسیلے کی حاجت نہ تھی' جو صحابی دُعا کرتا' قبول کر لی جاتی' مگر ایسا نہیں ہے۔ آپ کی شانِ محبوبیت دکھائی گئی اور آپ سے کہا گیا کہ آپ دُعا کریں :

﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ﴾ (التوبۃ/۱۰۳) اے محبوب ! جولوگ اپنے اموال کولیکرآپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں اُن کے اموال کے صدقہ کوقبول کرلواور اُن کو پاک وصاف کردو اور اُن کے لئے دُعا کرو اس لئے کہ تمہاری دُعا اُن کے دِلوں کا چین ہے۔

حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اس آیت کریمہ کی تفسیر فرماتے ہیں: اے حبیب ! اُن کے لئے دُعا بھی فرما دیجئے۔ آپ کی دُعا سے اُن کے بیقرار دِلوں کو تسکین اور بے چین اور مضطرب رُوحوں کو آرام نصیب ہو جاتا ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کی دُعا سب کے دِلوں کا چین' قلب کا قرار' دِلوں کا اطمینان ہے۔حضور انور ﷺ کی دُعا' رب کی رضا ہے۔

دِل کی لگی مرے نبی تیرے سوا بجھائے کون تم ہو قرارِ بے قرار' تم ہو دوائے دردِ دِل

جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو

جو ہو مریضِ لا دوا' اُن کی دوا یہی تو ہیں اُن کا نام مبارک بھی بے چین دل کا چین ہے

اے محبوب ! تم اُن کے صدقہ کوقبول کرلو﴿خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً﴾ یہ جو اموال لے کر آئے اور صدقہ دے رہے ہیں قبول کرلو۔ میں سوچنے لگا کہ نیک کام آدمی اس لئے کرتا ہے کہ خدا قبول کرے۔نماز اس لئے پڑھی کہ خدا قبول کرے اور روزہ اس لئے رکھا کہ خدا قبول کرے۔زکوٰۃ دی' خدا قبول کرے۔صدقہ دیا' خدا قبول کرے۔ اور یہاں خدا یہ ارشاد فرما رہا ہے اے محبوب ! تم قبول کرلو۔ یہاں یہ اشارہ کردیا' اے محبوب جس کو تم قبول کرے وہ میں قبول کرلوں گا اور جسے تم نے یہاں سے رَد کردیا اُسے میرے یہاں بھی ٹھکانہ نہ ملے گا۔ اگر تم قبول کرلو گے تو اُن کی نماز مومن کی نماز ہوگی۔ اگر تم قبول کرلو گے تو اُن کی زکوٰۃ مومن کی زکوٰۃ ہوگی۔اگر تم قبول کرلو گے تو اُن کا حج

مومن کا حج ہوگا۔ اگر تم قبول کرلو گے تو اُن کے اعمال خیر و خیرات مومن کے اعمال ہوں گے۔مگر اے محبوب اگر تم قبول نہ کرو گے تو اُن کی نماز' منافق کی نماز ہوگی۔ اگر تم نہ قبول کرو گے تو اُن کا روزہ' منافق کا روزہ ہوگا۔اگر تم قبول نہ کرو گے تو اُن کا حج منافق کا حج ہوگا۔ اُن کے اعمال منافق کے اعمال ہوں گے۔ اے محبوب ! اُن کو میرا مقبول ہونے سے پہلے تمہارا مقبول بننا ہوگا۔ بس میری مقبولیت کی سند یہ ہے کہ تم قبول کرلو۔ اگر یہ آپ کے ہیں تو میرے ہیں۔ اگر آپ کے نہیں تو میرے بھی نہیں ہیں۔ ہماری نیکیاں تب قابلِ قبول ہیں جب حضور ﷺ کے ذریعہ رب کی بارگاہ میں پیش ہوں یہ ہی صحابہ کرام کا عقیدہ تھا۔دیکھو صدقہ رب کی عبادت ہے مگر حضرات صحابہ حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں کہ آپ اپنے ہاتھ شریف سے فقراء کو دیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے قبول ہوجائے۔ اے محبوب ! تم اُن کو قبول کرلو اور انہیں پاک کردو ﴿تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ﴾۔ ایک ہے تصفیف اور ایک ہے تصفیہ۔ اگر آپ ظاہر کو صاف کریں تو یہ ہے طہارت اور اگر باطن کو صاف کریں تو یہ ہے تصفیہ۔ اے محبوب ! آپ اُن کا ظاہر بھی صاف کردو اور اُن کا باطن بھی صاف کردو۔ طہارت تو دیتا ہے خدا مگر ملتی ہے درِ مصطفٰے سے۔ پاکیزگی صرف نیک اعمال سے نہیں ملتی' وہ تو حضور انور ﷺ کی نگاہِ کرم سے ملتی ہے۔ نیک اعمال' پاکیزگی کا ذریعہ ہیں جیسے قلم خود نہیں لکھتا بلکہ کاتب اُس کے ذریعہ لکھتا ہے۔ صابن کپڑا خود نہیں دھوتا بلکہ دھونے والے کا ہاتھ اس کے ذریعہ دھوتا ہے۔ یہ خوب یاد رکھو یہ قاعدہ تا قیامت جاری ہے۔ باطنی گندگی سے مُراد دِلوں کے امراض ہیں۔ رسول ظاہر کو بھی پاک وصاف کرتے ہیں اور باطن کو بھی۔ امراض کو بڑھنے دیا اور اس کا علاج نہ کیا تو جس طرح جسمانی بیماریاں جسمانی موت کا باعث بنتی ہیں اسی طرح باطن کا مرض قلب و رُوح کا گھلا گھونٹ کر رکھ دیتا ہے۔

نام نہاد اہلحدیث کا عقیدہ ہے کہ انبیاء وصالحین نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اُن کے تبرکات سے برکت کا تصور بدترین بدعت اور گھناؤنا عمل ہے:

'اگر اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ لوگ (انبیاء وصالحین) نقصان پہنچا سکتے ہیں یا نفع پہنچا سکتے ہیں یا دے سکتے ہیں یا منع کر سکتے ہیں تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اکبر کا مرتکب ہے البتہ جو شخص اُن کے تبرک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے برکت کا خواہاں ہو تو وہ شخص بھی ایک بدترین قسم کی بدعت کا مرتکب اور ایک گھناؤنے عمل کا شکار ہے'۔

(البدعة واثرها السيّئ /۷۸۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں نفع ونقصان کی صلاحیت رکھی ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے **خیر الناس من ینفع الناس** بہترین لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو نفع پہنچائیں۔ سرکار رسالت ﷺ مومن کی نشانی بیان فرماتے ہیں: **المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانه** مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان سے مسلمان محفوظ رہے۔ نہ تم اپنے ہاتھ سے کسی کو اذیت پہونچاؤ اور نہ اپنی زبان سے کسی کو اذیت پہونچاؤ۔ تمہارے ہاتھوں سے بھی مسلمان محفوظ رہیں اور تمہارے زبانوں سے بھی مسلمان محفوظ رہیں......سلامتی تمہارے مزاج کے اندر ہے۔

سرکار رسالت ﷺ مومن کی تعریف بیان فرماتے ہیں: 'مومن وہ ہے جسکا پڑوسی اسکے خطرات سے مامون رہے' یعنی اس کے شر (نقصان) سے محفوظ رہے امن میں رہے

علماء کرام کے علم سے فائدہ ہوتا ہے اُن کے وعظ ونصیحت اور دُعاؤں کو سننا اور اُن کے ساتھ رہ کر مجالس وذکر کی فضیلت حاصل کرنا انتہائی خیر و برکت کا سبب اور نہایت مفید شئے ہے۔

بعض اشیاء بھی مبارک ہیں جیسے آب زمزم اور بارش کیونکہ اس کی برکات یہ ہیں کہ اس پانی سے انسان مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں نیز میوہ جات اور درختوں کی پیدائش وپرداخت ہوتی ہے اسی طرح شجرۂ زیتون، دودھ، گھوڑے، بکریاں، کھجور وغیرہ اشیاء بھی مبارک ہیں۔

آب زمزم روئے زمین کا سب سے افضل پانی ہے اسے پینے سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اور وہ کھانے کے قائم مقام ہوتا ہے اور اُسے نیک نیتی کے ساتھ نوش کرنے سے بیماریوں سے شفایابی حاصل ہوتی ہے کیونکہ آب زمزم جس مقصد کے لئے نوش کیا جائے اس سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آبِ زمزم کے بارے میں فرمایا: **انها مباركة انها طعام طعم وشفاء سقيم** یہ بڑا بابرکت پانی ہے یہ بھوکے کی غذا اور مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہے۔

آبِ باراں سے برکت کا حصول : بارش ایک بڑی بابرکت شئے ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھی ہے۔ بارش سے لوگ، مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں۔ درخت اور میوے پیدا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعے ہر شئے میں زندگی کی رُوح ڈالتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ بارش ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے جسم سے کپڑا اُتارا یہاں تک کہ جسم کا پانی جسم تک پہنچا۔ ہم نے دریافت کیا، یارسول ﷺ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا **لانه حديث عهد بربه** کیونکہ وہ ابھی اپنے رب کے پاس سے آیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے اسے مسخر فرمایا ہے یعنی بارش ایک رحمت ہے جو ابھی اپنے رب کے پاس سے اللہ کی مخلوقات کی طرف آئی ہے لہذا اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے پانی کو نعمت بنایا' پانی میں برکت ہے اور پانی' اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔
حضور ﷺ کی ذات گرامی رب تعالیٰ کا ایک تحفہ وانعام ہے جو مخلوق کو عطا ہوا۔

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود　　حق تعالیٰ کی منّت پہ لاکھوں سلام

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے اسی لئے اس نعمت عظمیٰ کے عطا کئے جانے پر اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے: ﴿ **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا** ﴾ (ال عمران/۱۶۴) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اُس نے بھیجا اُن میں ایک رسول۔

ہر نعمت جب ہی نعمت ہے جب اُس کا استعمال صحیح ہو ورنہ زحمت۔ حضور ﷺ ساری نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں کہ اگر اعضاء' اولاد' مال وغیرہ کو حضور ﷺ کی تعلیم کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ سب رحمتیں ہیں ورنہ زحمتیں۔

حضور نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں' ذاتِ مصطفیٰ ﷺ نعمتِ عظمیٰ ہے۔ ساری برکتیں آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہیں۔

کیا عالِم سے حصولِ علم ناجائز ہے؟　　کیا دولتمند سے دولت کا حصول ناجائز ہے ؟
کیا پھول سے خوشبو کا حصول ناجائز ہے؟　کیا چاند سے چاندنی کا حصول ناجائز ہے؟
کیا سورج سے روشنی کا حصول ناجائز ہے؟　کیا سمندر سے پانی کا حصول ناجائز ہے؟
کیا فضاء سے ہوا کا حصول ناجائز ہے؟　　کیا پنکھے سے ہوا کا حصول ناجائز ہے؟
کیا لباس سے گرمی کا حصول ناجائز ہے؟ کیا برف سے ٹھنڈک کا حصول ناجائز ہے؟
کیا پانی سے آسودگی ناجائز ہے؟ کیا چراغ اور لائٹ سے روشنی کا حصول ناجائز ہے؟
کیا آگ سے گرمی کا حصول ناجائز ہے؟　کیا درخت سے پھل کا حصول ناجائز ہے؟
جب یہ ساری چیزیں ناجائز نہیں ہیں تو پھر جو رحمۃ للعالمین ہیں' جن کی ذات سے

ساری برکتیں ہیں' اُس ذاتِ بابرکت سے برکت ورحمت کا حصول ناجائز کیسے ہوگا؟

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کہتے ہیں :

'نہ تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سے برکت کا حصول جائز ہے اور نہ ہی آپ کی قبر کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا جائز ہے'۔
(البدعة واثرها السیّئ ۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

'ہر نماز کے بعد دُرود وسلام کے لئے رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری کا اہتمام کرنا اور وہاں دیر تک کھڑے رہنا دُرست نہیں ہے'
(کتاب الحج والعمرہ ۔ محمد اقبال کیلانی' مکتبہ بیت السلام الریاض)

'آپ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیّت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا جائز نہیں'
(کتاب الحج والعمرہ ۔ محمد اقبال کیلانی' مکتبہ بیت السلام الریاض)

غور فرمائیں' جو کام 'جائز نہیں ہوتا' وہ 'ناجائز' کہلاتا ہے۔ ناجائز کام' گناہ ومعصیت کے ہوتے ہیں اور گناہوں پر توبہ لازم آتی ہے۔

نام نہاد اہلحدیث ایمان کی لذت سے محروم ہیں۔ جن لوگوں کا حضور نبی کریم ﷺ سے رسمی تعلق بھی ختم ہو جاتا ہے وہ اس طرح کی بکواس کرتا ہے۔ ادب سے ناآشنا لوگ اپنے بے لگام اور بیباک انداز میں بلا جھجک یہ کہہ رہے ہیں کہ 'حضور نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیّت سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا جائز نہیں' اور اگر زیارت کی نیّت سے مدینہ منورہ کا سفر کیا جائے تو سفر کرنے والا گنہگار ہوگا اور اُس پر توبہ لازم آئے گی۔ (معاذ اللہ)

اسلام اخوت ومحبت کا درس دیتا ہے‘ نیکی اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ اسلام میں عزیز واقارب کی ملاقات کے لئے جانا بھی باعث اجر عمل ہے۔ بیماروں کی عیادت کے لئے جانا بھی باعث اجر عمل ہے۔ نماز جنازہ میں شرکت بھی باعث اجر عمل ہے۔ مسلمانوں کے دُکھ اور غم میں شریک ہونا بھی باعث اجر عمل ہے‘ مسلمانوں کے خوشیوں میں شریک ہونا بھی باعث اجر عمل ہے۔ قدم قدم پر نیکیاں ہی نیکیاں ہیں۔

افسوس ! بدبخت نام نہاد اہلحدیث وادی ضلالت کی پستی میں گر چکے ہیں اسی لئے وہ رحمۃ للعالمین سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کو ناجائز قرار دے رہے ہیں جب کہ سارے مسلمانوں کے لئے قانونِ الٰہی ہے کہ اگر تم لوگ گناہ کرو‘ کفر کرو‘ ظلم کرو تو بارگاہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام میں حاضر ہو کر اُن سے شفاعت کی درخواست کرو اور وہاں جا کر رب تعالیٰ سے توبہ کرو اور محبوب بھی تمہارے لئے شفاعت فرما دیں تو تمہاری توبہ قبول ہوگی‘ فرماتا ہے :

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النسآء/۶۴)

اے محبوب (ﷺ) ! اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے پاس آ جاتے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب ! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

قبر مبارک کی زیارت کے بارے میں احادیث :

اب اُن احادیث کا انکار ہو رہا ہے جس میں قبر نبوی ﷺ کی زیارت پر بشارت سُنائی گئی ہے :

' جعلی احادیث سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ وہ سراسر رسول اللہ ﷺ پر جھوٹے طور سے گھڑی گئی ہیں' بطور مثال (۱) ﴿**من حج ولم یزرنی فقد جفانی**﴾ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی کہ تو اس نے مجھ پر ظلم کیا' یہ حدیث موضوع ہے۔ (۲) ﴿**من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی**﴾ جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی (یہ حدیث بھی باطل ہے)'
(**البدعة واثرها السیّئ** /۱۰۰ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

' **من حج فزار قبری فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی** جس نے میرے مرنے کے بعد حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی' اُس نے گویا میری زندگی میں زیارت کی۔ اسے طبرانی' دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

نام نہاد اہلحدیث کے مقتداء ناصر البانی کا کہنا ہے : یہ حدیث موضوع ہے۔

(سلسلہ احادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

' **من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی** جس نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت نہ کی اُس نے مجھ پر ظلم کیا' اسے ویلمی نے روایت کیا ہے۔

نام نہاد اہلحدیث کے مقتداء ناصر البانی کا کہنا ہے: یہ حدیث موضوع ہے۔
(سلسلہ احادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'جس نے مدینہ منورہ آکر ثواب کی نیّت سے میری قبر کی زیارت کی' قیامت کے دن میں اُس کے حق میں گواہی دوں گا اور سفارش بھی کروں گا' اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔
نام نہاد اہلحدیث کے مقتداء ناصر البانی کا کہنا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے۔
(ضعیف الجامع الصغیر للالبانی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'جس نے میری قبر کی زیارت کی' اُس کے لئے سفارش کرنا مجھ پر واجب ہے'
اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔
نام نہاد اہلحدیث کے مقتداء ناصر البانی کا کہنا ہے: یہ حدیث موضوع ہے۔
(ضعیف الجامع الصغیر للالبانی)

مقامات مقدسہ کے متبرک پہاڑ :

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلد وہابی) اب متبرک پہاڑوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> 'ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے پہاڑوں اور دیگر مقامات سے تبرک کا حصول بھی ہے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے ان پہاڑوں اور جگہوں سے تبرک کے حصول سے اُن کی عظمت ثابت ہوتی ہے'
> (البدعة واثرها السيّئ /٧٨ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

> ' لہذا جگہوں' نشانیوں اور زندہ و مُردہ آدمیوں سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ یہ اعتقاد رکھے کہ یہ چیز برکت عطا کرسکتی ہے تو وہ شرک ہے اور اگر اس اعتقاد سے کرتا ہے کہ اس کی زیارت' اُسے چھونا اور چھو کر مسح کرنا اللہ کی طرف سے حصول برکت کے سبب ہیں تو شرک کا وسیلہ ہے'
>
> (**البدعة واثرها السيّئ** /٨١ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں سے ہے ان تمام اشیاء کی تعظیم جن کو حضور نبی کریم ﷺ سے کچھ علاقہ ہو' حضور انور ﷺ کی طرف منسوب ہو' حضور انور ﷺ نے اُسے چھوا ہو یا حضور انور ﷺ کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو' ان سب کی تعظیم کی جائے۔

بد باطن غیر مقلدین کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وہ متبرک پہاڑ جنہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات کہا گیا ہے (مقام ابراہیم' صفا و مروہ' حجر اسود' جبل نور۔ غار حراء' جبل ثور' جبل احد' جبل بوقبیس' جبل عرفات' مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کی دیگر مقدس پہاڑیاں) اُن کی عظمت کو ثابت نہیں کرنا چاہئے۔ غیر مقلدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں (پہاڑوں اور مقدس مقامات) کی نہ ہی زیارت جائز ہے اور نہ ہی اُن سے تبرک کا حصول جائز ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کو شرک اور شرک کا وسیلہ قرار دیتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (شعائر اللہ) کی تعظیم کو دِلوں کا تقویٰ فرمایا گیا ہے: ﴿**وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ**﴾ (الحج/٣٢) جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (آثار مبارک) کی تعظیم کرے وہ دِلوں کا تقویٰ ہے۔ جو شخص رب کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ شخص متقی ہے۔

شعائر اللہ کی تعظیم، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید قرار پائی۔ شعائر اللہ کی تعظیم کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے ارشاد ربّانی کی رُو سے وہ لوگ جو شعائر اللہ کا کمال درجہ احترام اور تعظیم کرتے ہیں وہ متقی ہیں اور یہ تقویٰ اُن کے دلوں کے اندر جاگزیں ہے۔ دِلوں کا تقویٰ عبادت ہے اور عبادت توحید ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دِلوں کا تقویٰ میری توحید بھی ہے اور میری عبادت بھی۔ پس جو شعائر اللہ کی تعظیم کرے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید کا حق ادا کر رہا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں 'میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھتا تو ہرگز نہ چومتا' (بخاری شریف) اس لئے حجر اسود کا یہ ادب ہے کہ اگر اُس سے ہاتھ مس نہ ہو سکے تو اپنی ہتھیلیوں کو حجر اسود کے سامنے کر کے اپنے ہاتھ ہی چوم لئے جائیں، یہ نسبت کا کمال ادب ہے۔

اہلِ ایمان ہمیشہ سے آثار مبارکہ (تبرکات) مقدس مقامات (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں) کی زیارت کو اپنی خوش نصیبی یقین کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو سفرِ اسراء ومعراج کے موقع پر بیت المقدس کے اطراف جو بابرکت مقامات اور قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں اور آیات بینات ہیں اُن کی زیارت کروائی۔ ارشاد ربّانی ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ (الاسراء۔ بنی اسرائیل/۱)

(ہر عجز وناتوانی اور عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے محبوب بندے کو سیر کرائی، رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام (کعبۃ اللہ شریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک۔ بابرکت بنا دیا ہم نے جس کے گرد ونواح (اطراف) کو تاکہ ہم دِکھائیں اپنے بندے

کو اپنی قدرت کی نشانیاں ۔ بیشک وہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے ۔

معلوم ہوا کہ بیت المقدس کے گرد و نواح (اطراف) کے علاقے بابرکت ہیں اور وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں (آیات بینات) ہیں لہذا مقدس مقامات اور تبرکات کی زیارت کروانا سُنّت الٰہی ہے اور ان آثار مبارکہ کی زیارت کرنا سُنّت نبوی ﷺ ہے۔آثار مبارکہ کو چومنا اہل ایمان کا طریقہ ہے۔

مقام ابراہیم، حطیم، مسجد حرام اور متبرک پہاڑوں کی عظمت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

'مقام ابراہیم، حطیم اور مسجد حرام کی کسی دیوار کو چھونا جائز نہیں اور نہ ہی حراء پہاڑی جسے جبل نور بھی کہا جاتا ہے سے تبرک لینا جائز ہے نہ اس کی زیارت مشروع ہے نہ ہی اُس پر چڑھنا اور نماز کی غرض سے اُس کا قصد کرنا جائز ہے اس طرح جبل ثور (غار ثور) سے برکت حاصل کرنا اور اُس کی زیارت کرنا بھی جائز نہیں ہے اور نہ ہی جبل عرفات (جبل رحمۃ)، جبل بوقبیس (جس مقدس پہاڑی پر معجزہ شق القمر ہوا، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اسی پہاڑی سے ہلال دیکھا کرتے تھے) اور جبل شبیر وغیرہ کی زیارت کرنا مشروع ہے اور نہ ہی عہد نبوی سے معروف گھروں سے برکت حاصل کرنا جائز ہے خواہ دار ارقم ہو یا دیگر بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۔اسی طرح کوہ طور (جس پہاڑی پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا) کی زیارت کرنا اور اس کے لئے سفر کرنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی اسی بھی قسم کے درختوں اور پتھروں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے'

(البدعة واثرها السیّئ /۷۹ طاہر نصار عزیز، مکتبہ بیت السلام الریاض)

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین مزید کہتے ہیں:

'وہ جگہیں جس پر آپ اپنے مبارک قدموں سے چلے ہیں اور جہاں نمازیں پڑھیں آپ کی اُمت کے لئے اُسے چھونا یا بوسہ دینا مشروع نہیں'۔
(البدعة واثرها السيّئ /۸۲۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

میزابِ رحمت : کعبہ شریف کی چھت پر حطیم شریف کی سمت بارش کا پانی نیچے گرنے کے لئے جو پرنالہ لگایا گیا ہے اُسے میزاب رحمت کہتے ہیں۔ غیر مقلدین کا کہنا ہے:

' میزاب کے نیچے **اللهم اظلنی فی ظلك یوم لاظل الا ظلك** کہنا سُنّت سے ثابت نہیں'
(حج اور عمرہ کے مسائل ۔ محمد اقبال کیلانی' مکتبہ بیت السلام الریاض)

مقام ابراہیم : ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ/۱۲۴)

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

مقام ابراہیم' اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (آیات بینات) میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ معظّمہ بنایا۔ اس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا اُن کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا' یہاں تک کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاصی قدرت الٰہیہ و معجزہ انبیاء ہے پھر جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قدم اُٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا۔ پھر اسے حق سبحانہ وتعالیٰ نے مدتہا مدت باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ظاہر فرمائے ہیں۔ اسی ایک

پتھر کو مولیٰ تعالیٰ نے متعدد آیات (نشانیاں) فرمایا۔ اس لئے کہ اس میں ابراہیم علیہ السلام کا نشانِ قدم ہو جانا' اُن کے قدموں کا گٹوں تک اس میں پیر جانا' پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہو جانا باقی کا اپنے حال پر رہنا' معجزات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں اس معجزہ کا باقی رکھنا' دشمنانِ اسلام کی کثرت کے باوجود ہزاروں سال سے اس کا محفوظ رہنا۔ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم جہاں چند معجزات کا حیرت انگیز مرقع ہے وہیں آثار مبارکہ کی ایک زندہ مثال اور تاریخی یادگار بھی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کی نسبت سے وہ پتھر اتنا محترم ہو گیا کہ بیت اللہ کے سامنے رکھا گیا' حکم دیا گیا کہ اس کو نماز کی جگہ بنا لیا جائے۔ مصلّے بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کو سامنے لے کر طواف کے نفل ادا کرو جیسا کہ آج بھی حاجی کرتے ہیں۔ نسبت نے پتھر کو کتنا بلند کر دیا ! اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے جس جگہ کھڑے ہو جائیں یا بیٹھ جائیں وہ جگہ مقدس و متبرک ہو جاتی ہے' یادگار ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہو جائے اس کی عظمت ہو جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں غیر اللہ کی تعظیم جائز ہے کہ مقام ابراہیم کا احترام نماز میں ہوتا ہے لہذا عین نماز میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم نماز کو ناقص نہ کرے گی بلکہ کامل بنائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پتھر نبی کے قدم لگنے سے عظمت والا ہو گیا تو حضور ﷺ کے ازواج واصحاب کی عظمت کا کیا پُوچھنا ہے۔ اس سے تبرکات کی تعظیم کا بھی ثبوت ملتا ہے

حطیم : کعبۃ اللہ کا ایک حصہ (میزاب رحمت کے نیچے جو جگہ ہے جہاں لوگ نفل نمازیں ادا کرتے ہیں اور اس کے باہر سے طواف کیا کرتے ہیں) جو تعمیر کعبہ کے وقت شامل نہ ہو سکا' حکماً یہ بھی کعبۃ اللہ میں شامل ہے۔

جبل نور : جس پہاڑی کے دامن میں غار حراء ہے جہاں پہلی وحی نازل ہوئی (سورۃ العلق کی یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں: ﴿**اقرأ باسم ربك الذی خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم ۝ علم الانسان ما لم يعلم**﴾۔ اسی مقدس پہاڑ پر حضور نبی کریم ﷺ اعلانِ نبوت سے قبل تشریف لیجاتے اور یادالٰہی میں مصروف ہوجاتے تھے۔ یقیناً یہ پہاڑی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی ہے (بحمدہٖ تعالیٰ احقر کو ربع صدی سے غار حراء اور متبرک پہاڑوں کی زیارت نصیب ہورہی ہے)

ساری مخلوق رسول سے محبت کرتی ہے پہاڑ بھی رسول سے محبت کرتے ہیں۔

جبل اُحد فرطِ محبت سے جھومنے لگا : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار رسالت ﷺ، صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوہ احد پر پہنچے، فرطِ محبت سے پہاڑ ہلنے لگا۔ دیکھو اب کسی شقی القلب کو پتھر سے تشبیہ نہ دینا۔ پتھر تو بڑا ہوشیار ہے رسول کی محبت میں نرم ہے۔ جہاں رسول نے قدم رکھ دیا اُس نے نشان لے لیا وہ پتھر سے بدتر ہے جو رسول کی محبت کا نقش نہ رکھے۔ بہر حال پہاڑ ہلنے لگا تو حضور ﷺ پہاڑ سے کہتے ہیں **اصبر علیك نبی وصدیق وشهیدان** ٹھہر جا، تجھ پر نبی ہے صدیق ہے دو شہید ہیں۔ پہاڑ نے تو محبت کی حرکت کی مگر حضور نبی مکرم ﷺ نے اُس کو ادب کا مقام بتلایا اور یہ نہ کہا کہ تجھ پر محمد ہے ابوبکر ہے عمر ہے عثمان ہے بلکہ صفات کا ذکر کیا۔ اشارہ کردیا کہ ادب کی وجہ کیا ہے تجھ کو جو ادب پر مجبور کیا جارہا ہے وہ یہ کہ نبوت ادب کی چیز ہے۔ نبی پہنچے تو ادب کرو۔ صدیق پہنچے تو ادب کرو۔ شہید پہنچے تو ادب کرو۔ ولی پہنچے تو ادب کرو۔ پہاڑ کو ادب کا قانون سکھلایا۔ پہاڑ مؤدب ہوگیا۔

نبی اپنی رسالت' خدا کی توحید اور عالم غیب کی حقیقتوں کو سمجھانے اور منوانے کے لئے ہی آتا ہے۔ جہاں نظر نہ پہنچ سکے ان حقیقتوں کو سمجھانے کے لئے نبی آیا ہے۔

مخبر صادق حضور رحمتِ عالم ﷺ نے صدیق اکبر کی صداقت پر ہی مہرِ تصدیق ثبت نہ کی بلکہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرف بھی اشارہ فرمایا اور خوشی سے جھومتے ہوئے پہاڑ کو بھی قرار نصیب ہو گیا۔

ساری مخلوق رسول سے محبت کرتی ہے پہاڑ بھی رسول سے محبت کرتے ہیں۔ رسول کی محبت کے بغیر ایمان نہیں ہوسکتا' ایمان کے اندر کمال نہیں ہوسکتا اگر رسول کی محبت سب کی محبت پر غالب نہ ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول سے محبت نہ ہو اور ایمان ہو۔ ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔ امام اہلِ سُنّت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اللہ کی سَر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان' وہ انسان ہے یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

مومنِ کامل کے ایمان کی نشانی اور پہچان یہ ہے کہ اُس مومن کے نزدیک رسول خدا ﷺ تمام چیزوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و معظم ہوں گے' خواہ وہ باپ یا بیٹے ہوں جن سے طبعاً محبت ہوتی ہے یا وہ دوسرے لوگ ہوں جن سے طبعاً محبت ہو یا اختیاراً محبت کی گئی ہو۔

پہاڑ بھی صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں:

شفاء شریف میں ہے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا' ایک مقام پر پہاڑوں کا سلسلہ آیا' ہم ابھی زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ ایک آواز آئی۔ بڑی پیاری پیاری آواز تھی الفاظ یہ تھے

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مَیں نے چاروں طرف دیکھا آواز تھی مگر آواز دینے والا نظر نہ آتا تھا۔ دوبارہ وہی آواز آئی مگر مجھے کوئی نظر نہ آیا تو مَیں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آقا! ان پہاڑوں میں آپ کا کون عاشق ہے؟ جو اس محبت و ذوق سے دُرود پڑھ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' تمہیں وہ پہاڑ نظر آ رہا ہے؟ کہا ہاں۔ اس کے اُوپر ایک چوٹی نظر آتی ہے' کہا ہاں۔ اس کے اُوپر ایک پتھر موجود ہے' کہا ہاں۔تو فرمایا وہ پتھر مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے۔

دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ کا رسول نہ مانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اور وہ تمہاری طرح اُمت نہ ہو۔ **اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ** تمہاری طرح اُمت ہے۔

﴿وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيۡرُ بِجَنَاحَيۡهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ﴾ (الانعام/ ۳۸) اور زمین میں چلنے والا ہر حیوان اور (فضاؤں میں) اپنے بازوؤں سے اُڑنے والا ہر پرندہ تمہاری ہی مثل اُمت ہے۔

سرکار رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مَا مِنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يَعۡلَمُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَّا كَفَرَةَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ** دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ کا رسول نہ مانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں مگر یہ سرکش انسان' سرکش جن نہیں مانتا۔

بزرگ مقامات کا ادب :

﴿اِنِّىۡۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ ۚ اِنَّكَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى﴾ (طٰہٰ/۱۲) (اے موسیٰ) بے شک میں تیرا رب ہوں' تو اپنے جوتے اُتار ڈال۔ بیشک تو پاک جنگل 'طویٰ' میں ہے۔

اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ متبرک جنگلوں کا بھی ادب کرنا چاہئے جیسے مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ کے جنگل جو حرم کہلاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ادب کے لئے جوتے اُتارنا سُنّت نبوی ہے لہذا مسجدوں میں جوتا اُتارنا اچھا ہے اگرچہ جوتا میں نجاست نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ **دَنَا فَتَدَلّٰی** سے شبِ معراج میں مشرف ہوئے مگر کہیں ثبوت نہیں کہ حضور ﷺ کو نعلین شریفین اُتارنے کا حکم دیا گیا ہو۔

﴿**لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ**﴾ (البلد/۱۔۳)

مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اُن کی اولاد (یعنی تمہاری) قسم۔ (کنز الایمان)

یہ آیت کریمہ حضور انور ﷺ کی نعت پاک ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ جس کو حضور ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ عظمت والا ہے۔ یہ آیت کریمہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں فرمایا کہ اے محبوب ! اس شہر مکہ مکرمہ کی قسم' مگر قسم فرمانے کی وجہ کیا ہے؟ کہ تم وہاں ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ مکہ شریف کو یہ عزت اے پیارے تمہارے دَم قدم سے ملی۔

مکہ معظّمہ میں چند خوبیاں ہیں: (۱) اس کو حضرت خلیل نے بسایا اور اس کے لئے دُعائیں کیں۔ (۲) حضرت اسمٰعیل نے وہاں پرورش پائی۔ (۳) وہاں اللہ کا گھر موجود' جو دُنیا کا قبلہ اور بیت المعمور کے مقابل (۴) نبی آخر الزماں ﷺ کا جائے مقام۔

مکہ مکرمہ میں تین باتیں ہجرت کے بعد بھی موجود ہیں مگر چوتھی بات نہ رہی۔ تو آیت میں فرمایا گیا کہ اے محبوب ! اس شہر کی قسم کہ تم اس شہر میں تشریف فرما ہو' ان تینوں وجہوں سے نہیں بلکہ تمہارے قدم کی برکت سے ہے۔

مسئلہ : فقہاء کا اس میں اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی قبر انور کا وہ حصہ جو جسم پاک سے ملا ہوا ہے خانہ کعبہ اور عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ دیکھو شامی کتاب الحج اور مدارج وغیرہ۔ اور اس میں بھی اتفاق ہے کہ خانہ کعبہ' مدینہ منورہ کی بستی سے افضل ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شہر مدینہ طیبہ' مکہ معظّمہ شہر سے افضل ہے۔ ایک دلیل تو یہ ہی آیت **لااقسم** ......جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ جہاں تشریف فرما ہوں وہ جگہ افضل ہے۔ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ افضل تھا اور بعد ہجرت مدینہ پاک۔ دوسرے یہ کہ مکہ مکرمہ میں فرش والوں کا حج ہوتا ہے اور مدینہ پاک میں عرش والے فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے کہ ستر ہزار صبح کو اور ستر ہزار شام کو ملائکہ روضہ پاک پر حاضر ہوتے ہیں اور اس کو گھیر کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

مکہ مکرمہ میں ہر نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے تو ہر بدی کا گناہ بھی ایک لاکھ ہے یعنی وہ جگہ جمال وجلال کی ہے' مگر مدینہ پاک میں محض جمال۔ کہ نیکی کا ثواب پچاس ہزار کے برابر اور بدی کا گناہ صرف ایک ہی بدی کے برابر' وہ بھی اگر باقی رہے ورنہ امید کہ حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے معاف ہو جائے۔

امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو
مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر وشر کی ہے

مکہ مکرمہ کو خلیل اللہ نے آباد کیا' مگر مدینہ پاک کو حبیب اللہ نے آباد کیا۔ مکہ مکرمہ کے لئے خلیل اللہ نے دُعائیں کیں۔ مگر مدینہ پاک کے لئے اللہ کے محبوب ﷺ نے دُعائیں فرمائی کہ خدایا اس مدینہ میں مکہ مکرمہ سے دوگنی برکتیں اور رحمتیں نازل فرما۔ مکہ مکرمہ میں بے شک خانہ کعبہ' مقام ابراہیم' آب زمزم' عرفات اور منیٰ وغیرہ ہے

مگر مدینہ پاک میں وہ دُولہا ہیں جن کے دَم کی یہ ساری برات ہے۔ اگر مدینہ کے دولہا نہ ہوتے تو نہ خلیل اللہ ہوتے' نہ کعبہ' نہ عرفات' نہ منٰی نہ مزدلفہ۔ (ﷺ)

امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد ! ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے
غور سے سُن تو رضؔا کعبہ سے آتی ہے صدا میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

(☆) مقام ابراہیم : ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ/۱۲۴)

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

مقام ابراہیم' اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (آیات بینات) میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظّمہ بنایا۔ وہ اب تک کعبہ شریف کے پاس موجود ہے۔ مصلّے بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کو سامنے لے کر طواف کے نفل ادا کرو جیسا کہ آج بھی حاجی کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہو جائے اس کی عظمت ہو جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں غیر اللہ کی تعظیم جائز ہے کہ مقام ابراہیم کا احترام نماز میں ہوتا ہے لہذا عین نماز میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم نماز کو ناقص نہ کرے گی بلکہ کامل بنائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پتھر نبی کے قدم لگنے سے عظمت والا ہو گیا تو حضور ﷺ کے ازواج واصحاب کی عظمت کا کیا پُوچھنا ہے۔ اس سے تبرکات کی تعظیم کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک بار حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ پتھر دِکھایا جس کا نام مقام ابراہیم ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب یہ اتنا معظم پتھر ہے تو ہم اسے مُصلّے کیوں نہ بنالیں یعنی اس کے سامنے کھڑے ہو کر کعبہ کو رُخ کر کے نماز کیوں نہ پڑھیں۔ حضور ﷺ نے

فرمایا کہ مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا' تب آفتاب ڈوبنے سے پیشتر ہی آیت کریمہ آ گئی۔ (تفسیر مدارک واحمدی)

لہذا یہ آیت ان آیتوں میں سے ہے جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق اُتریں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی تھی اُسے تعظیم وشرک کے خطرے کے پیشِ نظر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کٹوا دیا تھا۔

قابلِ غور یہ امر ہے کہ جہاں مقام ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ہیں اُسے مصلّے بنانے کا مشورہ دینے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' اُن سے کیسے یہ متصور ہوسکتا ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت کرنے پر آیتِ رضوان نازل ہوئی اُسے شرک کے خطرے کے پیشِ نظر کٹوا دیں۔ دراصل وہ درخت متعین طور پر معلوم ہی نہ رہا تھا' صحابہ کرام میں اس کے تعین کے بارے میں اختلاف واقع ہوگیا تھا جیسا کہ بخاری شریف کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ لوگ غلط فہمی میں پڑ جاتے۔ ہوسکتا ہے کہ اس غلط فہمی کے دُور کرنے کے لئے کٹوا دیا ہو۔

شرک اور تبرک کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ تبرک' اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت پر ایمان کو پختہ کرتا ہے اور اعمالِ صالحہ کے آثار کے باقی وجاری رہنے پر دلالت کرتا ہے۔

(☆) صفا ومَروہ : ﴿اَنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرہ/ ۱۵۸)

بیشک صفا ومروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (دین کی یادگاروں) میں سے ہیں۔

صفا ومروہ پہاڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑی تھیں' اُن کے پائے مبارک کی برکت سے ان پہاڑیوں کے درمیان زمین بھی ایسی برکت والی ہوگئی

کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والے اس کا چکر لگانے لگے (سعی کرنے لگے)۔ اور اس نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پہاڑیوں کو اپنی نشانیاں قرار دیا' حالانکہ یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی نشانیاں ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب بندے جن راہوں سے گزر جاتے ہیں وہ راہیں بھی مقدس ومتبرک ہو جاتی ہیں۔

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جس چیز کو صالحین سے نسبت ہو جائے وہ عظمت والی بن جاتی ہے۔ صفا و مروہ پہاڑ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے قدم کی برکت سے اللہ کی نشانی بن گئے۔ دوسرے یہ کہ معظم چیزوں کی تعظیم وتوقیر دِین میں داخل ہے اسی لئے صفا و مروہ کی سعی حج وعمرہ میں شامل ہوکر واجب ہوئی۔ تیسرے یہ کہ برکت والے مقام پر اگر گناہ ہونے لگے تو گناہوں کو مٹاؤ مگر ان مقامات کو معظم سمجھو کہ یہ دونوں پہاڑ باوجود بُت رکھے جانے کے اسلام میں عظمت والے ہیں۔

رُوح البیان ورُوح المعانی نے کہا کہ صفا کو اس لئے صفا کہتے ہیں کہ وہاں صفی اللہ آدم علیہ السلام نے قیام فرمایا تھا یعنی صفی کا جائے قیام۔ اور مروہ پر امرأۃ یعنی حوّا نے قیام کیا۔ تو گویا مروہ دراصل مرأۃ تھا یعنی ایک بی بی کا جائے قیام۔ شعائر سے ہر وہ چیز مراد ہے جن کی تعظیم رب کی عبادت کی نشانی ہو۔ لہذا وہ جگہ اور وقت اور وہ علامات جو دین کی نشانیاں ہوں سب شعائر اللہ ہیں۔ کعبہ' عرفات' مزدلفہ' صفا' مروہ' غار حراء' غار ثور' احد پہاڑ' منٰی' مسجدیں' بزرگانِ دین کے مقابر وغیرہ۔ ایسے ہی رمضان' عید' جمعہ وغیرہ۔ ایسے ہی اذان' تکبیر' جماعت' نماز' ختنہ' ڈاڑھی وغیرہ شعائر دین یعنی دین کی پہچانیں۔ قرآن کریم نے بتایا کہ اسلام میں بہت سی چیزیں شعائر اللہ ہیں۔ صفا و مروہ کی طرح جس کو مقبول بندوں سے نسبت ہو وہ شعائر اللہ ہے۔

اگر معظم جگہ کچھ خرابیاں پیدا ہوجائیں تو اس سے اس جگہ کی عزت نہ گھٹے گی اور نہ اُس جگہ کو مٹایا جائے ......لہذا بُزرگانِ دین کے مزارات پر عرس وغیرہ میں ناجائز کام بھی ہوتے ہیں جب بھی قبروں کو نہ مٹاؤ جیسے کہ اسلام نے بُت پرستی کی وجہ سے خانہ کعبہ یا صفا ومروہ کو نہ مٹایا۔ ہاں کوشش کرو کہ وہاں سے ناجائز چیزیں مٹ جائیں۔ دیکھو حضور انور ﷺ نے فتح مکہ فرما کر صفا ومروہ بلکہ خود بیت اللہ شریف سے بُت نکال دیئے۔ اگر مسجد میں کُتّا آجائے تو کُتّے کو نکالو' مسجد نہ گراؤ۔ شادی بیاہ کے موقع پر بہت سی خرافات اور غیر شرعی رسومات ہوتی ہیں' نکاح کو حرام قرار نہ دو بلکہ خرافات و ناجائز رسُومات کو ختم کر دو۔

ناجائز کاموں کی وجہ سے سُنّت نہیں چھوڑی جاسکتی' لہذا قبورِ اولیاء پر گانے اور عورتوں کی حاضری کی وجہ سے زیارتِ قبر جو کہ سُنّت ہے نہ چھوڑی جائے گی جیسے کہ بُتوں کی موجودگی میں خانہ کعبہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی بند نہ ہوئی۔

دینی شعائر یعنی علامتوں کا برقرار رکھنا سُنّت الٰہی ہے جیسے صفا ومروہ کو رب نے باقی رکھا کیونکہ یہ بزرگوں کی یادگار ہیں۔لہذا بزرگانِ دین کے تبرکات اور ان کے روضے وغیرہ ضرور باقی رکھے جائیں تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر اپنے ایمان تازہ کریں۔

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

' قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ﴿**هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ**﴾ یہ قرآن متقیوں کے لئے ہدایت ہے' پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے' تقویٰ کی طرف مائل ہونے والوں کے لئے ہدایت ہے۔اسی لئے مفسرین نے اپنی تفسیروں میں یہ کہا ہے کہ **الراجعین الی التقویٰ** ۔ **المائلین الی التقویٰ** یہ کہہ کر یہ تصّور دینا چاہا ہے کہ یہاں اہلِ تقویٰ سے مُراد تقویٰ کی طرف میلان کرنے والے' رجوع کرنے والے' پرہیز کرنے والے مُراد ہیں۔تو یہ

قرآن متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ قرآن میں یہ بھی ارشاد ہے **ھُدًی للناس** سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ ایک جگہ مخصوص کر دینا کہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے' اور ایک جگہ اتنا عموم کہ سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ ہدایت کے دو معنٰی ہیں۔ایک معنٰی میں قرآن صرف متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور ایک معنٰی میں قرآن سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ ایک معنٰی میں **'ایصال الی المطلوب'** اور ایک معنٰی میں **اِراءۃالطریق** یعنی ہدایت کے معنٰی ہیں ایک منزل تک پہونچا دینا۔ایک ہدایت کے معنٰی ہیں راستہ دِکھلا دینا' راستہ دِکھانا بھی ہدایت اور منزل تک پہونچانا بھی ہدایت۔

قرآن جب راستہ دِکھلانے پر آتا ہے تو ابوجہل' ابولہب' عقبہ بن ابی معید' ولید ابن مغیرہ ...... سارے کفار ومشرکین' سارے منافقین' ساری کائنات کے فرد و بشر کو قرآن راستہ دِکھلاتا ہے' مگر جب منزل پر پہونچانے کی بات آتی ہے تو صدیق اکبر کو پہونچاتا ہے' فاروق آعظم کو پہونچاتا ہے' عثمان غنی کو پہونچاتا ہے' علی مرتضٰی کو پہونچاتا ہے' سلمان فارسی کو پہونچاتا ہے' غوث صمدانی کو پہونچاتا ہے' خواجہ اجمیری کو پہونچاتا ہے' محبوب الٰہی کو پہونچاتا ہے' مخدوم اشرف سمنانی کو پہونچاتا ہے۔جب منزل تک پہونچانے کی بات آتی ہے تو میرے رسول کے غلاموں کو پہونچاتا ہے۔ قرآن صرف متقیوں کو منزل تک پہونچاتا ہے' تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف مائل ہونے والوں کو منزل تک پہونچاتا ہے۔تو اب متقیوں کو سمجھنا ضروری ہے جن کو قرآن منزل تک پہونچاتا ہے۔

تقویٰ کی دو قسمیں ہیں۔ایک ہے بدن کا تقویٰ اور ایک دل کا تقویٰ۔ آپ نے نماز پڑھی' یہ بدن کا تقویٰ۔آپ نے روزہ رکھا' یہ بدن کا تقویٰ۔آپ نے اعمالِ

خیر انجام دیئے' یہ بدن کا تقویٰ۔ حج کیا' بدن کا تقویٰ۔ ریاضتیں کیں' بدن کا تقویٰ ہے۔

دل کے تقویٰ کی اہمیت اتنی ہے کہ دل متقی نہیں ہے تو بدن کا تقویٰ بھی تقویٰ نہیں ہے۔ صورتِ تقویٰ ہے حقیقتِ تقویٰ نہیں ہے۔ اگر دل متقی نہیں ہے تو بدن والا تقویٰ' اداکاری ہے' دِکھاوا ہے' ریا ہے' سمعہ ہے اور کچھ نہیں ہے۔ تو دل کے تقویٰ کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ دل کا تقویٰ کیا ہے۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ جو اللہ کے شعائر یعنی دین کی نشانیوں کی تعظیم کرے یہی دلوں کا تقویٰ ہے۔ ﴿اَنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰه﴾ (البقرہ/۱۵۸) **بیشک** صفا ومروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (دین کی یادگاروں) میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ یہ پہاڑ بھی میرے شعائر ہیں' گویا جو شخص صفا اور مروہ پہاڑیوں کی تعظیم کرے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا حق ادا کر رہا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ تعظیم پہاڑوں کی ہورہی ہے اور عبادت اللہ تعالیٰ کی ہورہی ہے۔ ان دو پہاڑوں صفا اور مروہ کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار پائی۔ کیا دُنیا کے اور پہاڑ بھی ایسے ہیں جو شعائر اللہ میں داخل ہوں؟ اگر نہیں تو یہ دو پہاڑ صفا مروہ کس وجہ سے شعائر اللہ بنے؟ اس لئے کہ انہیں اللہ کی صالح بندی سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور صالح بندے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسبت حاصل ہے۔

صفا ومروہ' کسی نبی' پیغمبر' غوث' قطب' ابدال ...... کا نام نہیں ہے بلکہ پتھر ہیں۔ حضرت ہاجرہ کے قدم کی برکت سے اللہ کی نشانی بن گئے۔ پتھر کی تعظیم اور یہ دل کا تقویٰ ہے۔ پتھر کی تعظیم اور پتھر کا مقدّر دیکھنا ہو تو مکہ معظّمہ چلو۔ کعبہ کا گھر پتھر۔ حجر اسود پتھر۔ مقام ابراہیم پتھر۔ جبل رحمت پتھر۔ غار حراء پتھر۔ عرفات کی وادی

پتھریلی۔ وادی مزدلفہ کا میدان پتھریلہ۔ مقام ابراہیم پتھر۔ مگر اسے اپنا مُصلے بنالو۔ حجرِ اسود پتھر مگر بغیر بوسہ دیئے ہوئے آگے نہ بڑھنا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم ہی دِلوں کا تقویٰ ہے اور قرآن ﴿ھدًی للمتقین﴾ متقیوں کے لئے ہدایت ہے (خطبہ شیخ الاسلام)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فیوض الحرمین میں اپنا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے کہ میں مکہ معظّمہ مولد النبی ﷺ پر میلاد شریف کی محفل میں حاضر ہوا۔ میں نے مولدِ مبارک سے آسمان تک انوار دیکھے۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار فرشتوں کے ہیں۔ اس سے میلاد پاک کا جہاں جواز واستحسان ثابت ہوتا ہے وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جہاں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی وہ جگہ مہبطِ انوار ہے مہبطِ ملائکہ ہے۔ جو جگہ مہبطِ انوار ہو مہبطِ ملائکہ ہو وہاں سے یقیناً برکت مل سکتی ہے۔

لطیفہ : بحمدہ تعالیٰ احقر ۱۹۸۳ سے سعودی عرب میں مقیم ہے' جب پہلی مرتبہ مکہ معظّمہ کی حاضری اور ادائیگی عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی' اسوقت بغرض زیارت مولد النبی ﷺ حاضری ہوئی۔ وہاں پہونچنے پر دِل کو اطمینان تھا کہ یہی مولد النبی ﷺ ہوسکتا ہے لیکن باوثوق ذرائع سے معلوم کرنے کے لئے مزید تحقیق شروع کردیا۔ چہار طرف گھوم کر عمارت کو بغور دیکھتا رہا' معاً دیوار کی ایک جانب آویزاں نوٹس بورڈ پر نظر پڑ گئی' بورڈ پر زائرین کرام کے لئے لکھا تھا کہ' انتباہ ! اس گھر کی ہرگز زیارت نہ کریں' قرآن وحدیث اور صحابہ کرام سے اس گھر کی زیارت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے' احادیث سے اس گھر کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے' لہذا اس گھر کی زیارت منع ہے بلکہ بدعت ہے .... وغیرہ وغیرہ ۔

یہ بورڈ دیکھتے ہی فرطِ مسرت سے وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ دل کو اطمینان ہی نہیں بلکہ یقینِ کامل ہوگیا کہ یہی مولد النبی ﷺ ہے۔ یہ نوٹس بورڈ میرے لئے سند ثابت ہوا' مقام کی تصدیق ہوگئی۔

بدعقیدہ عناصر کی جانب سے آویزاں 'ممانعت' کا نوٹس بورڈ بتلا رہا ہے کہ ساری فضیلتیں و برکتیں یہیں ہیں۔ جو جگہ مہبطِ انوار ہو' مہبطِ ملائکہ ہو وہاں سے یقیناً برکت مل سکتی ہے۔

مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس پہاڑ' میدانِ خاک شفاء' مساجد' کنویں' باغات' قدیم مکانات اور دیگر متبرک مقامات ......سب جگہ نوٹس بورڈ نظر آئیں گے جس میں ان مقامات کی زیارت سے روکا جائے گا۔ ان بورڈس سے مقامات کی تصدیق ہوجاتی ہے اور یہی ہمارے لئے سند ہے۔ بورڈ دیکھ کر یقین کرلیں کہ یہی مقدس ومتبرک مقامات ہیں جن کی زیارت سے ایمان میں تازگی' عقائد میں پختگی اور رُوح میں بالیدگی پیدا کرتی ہے۔

بُزرگوں کے تبرّکات دَافعِ بَلاء ہیں :

تبرکات انبیاء علیہم السلام :

﴿اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ ۚ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ (ص/۴۲)

(حکم ہوا) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو۔ یہ نہانے کے لئے ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سیدنا ایوب علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا' قدرتِ الٰہی سے چشمہ جاری ہوگیا۔ اس پانی سے غسل کیا تو جسم کی ساری بیماریاں دُور ہوگئی' پھر اُسے پیا تو اندر کے سارے روگ ختم ہوگئے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاؤں کا دُھون بھی شفا ہوتا ہے اسی لئے اُسے وسیلہ شفاء بنایا گیا۔

اطبّاء کہتے ہیں کہ اب بھی خارش میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا مفید ہے جو اس آیت سے ثابت ہے۔ مدینہ پاک کی مٹی خاکِ شفا ہے کہ اُسے حضور ﷺ کے قدم سے مَس نصیب ہوا۔

﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا﴾ (یوسف/۹۳)

میرا یہ قمیص لے جاؤ' اُسے میرے باپ کے مُنہ پر ڈالو' اُن کی آنکھیں کُھل جائیں گی۔

سیدنا یوسف علیہ السلام اُس وقت جو قمیص پہنے ہوئے تھے وہ اُتار کر دی اور فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر جا کر رکھو' اُن کی بینائی لوٹ آئے گی۔

معلوم ہوا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے جسم سے مَس ہونے کی وجہ سے قمیص میں شفائے امراض کی تاثیر پیدا ہوئی۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ (۱) سیدنا یعقوب علیہ السلام روتے روتے نابینا ہو چکے تھے (۲) بزرگوں کے تبرکات' اُن کے جسم سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماروں کو شفاء' دافع بلا' مشکل کشا ہوتی ہیں۔ تبرکات سے برکت لینا سُنّتِ انبیاء اور سُنّتِ صحابہ ہے۔

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (البقرة/ ۲۴۸)

اور اُن سے اُن کے نبی نے فرمایا کہ اُس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس ایک صندوق' اس میں تسلی (کا سامان) ہوگا تمہارے رب کی طرف

سے' اور (اس میں) بچی ہوئی چیزیں ہوں گی جنہیں چھوڑ گئی ہے اولادِ موسیٰ اور اولادِ ہارون' اُٹھائیں گے اس صندوق کو فرشتے۔ بے شک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ دلیل پیش کیجئے کہ بادشاہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے؟ اُس وقت اُن کے نبی نے انہیں فرمایا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین وطمانیت کا سامان ہے جس کے آنے سے قدرتی طور پر تمہاری گھبراہٹ جاتی رہے گی اور دِلوں کو چین وسکون حاصل ہوگا۔ یہ صندوق آدم علیہ السلام سے وراثۃً انبیائے کرام میں منتقل ہوتا ہوا موسیٰ علیہ السلام تک پہونچا۔ آپ اس میں توریت شریف بھی رکھتے ہیں اور اپنا خاص سامان بھی۔ چنانچہ اس میں توریت کی تختیوں کے کچھ ٹکڑے' آپ کا عصا' آپ کے کپڑے' نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ' ان کا عصا اور تھوڑا سا مَن جو بنی اسرائیل پر اُترتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے اور اس کی برکت سے فتح حاصل کرتے تھے اس سے بنی اسرائیل کو تسکین بھی رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ صندوق بنی اسرائیل میں منتقل ہوتا ہوا چلا آیا۔ جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو اُس صندوق (تابوت) کو سامنے رکھ کر دُعا کرتے اور کامیاب ہوتے۔ اسی کی برکت سے دشمنوں کے مقابلہ میں فتح پاتے۔ جب اُن کی بدعملی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو ان پر قوم عمالقہ مسلط ہوگئی جو اسرائیلیوں سے یہ صندوق بھی چھین کر لے گئی اور اس کو بے حرمتی سے گندی جگہ میں رکھا۔ اس گستاخی کی وجہ سے عمالقہ سخت بیماریوں اور مصیبتوں میں مُبتلا ہوگئے۔ جو کوئی اس کے پاس پیشاب کرتا یا تھوکتا' بواسیر میں مُبتلا ہوجاتا۔

اللہ کے دین کی نشانیوں' مقدس ومتبرک مقامات ۔تبرکات وآثار مبارکہ' کی بے ادبی وتوہین کرنے والوں کا ہمیشہ بھیانک وعبرتناک انجام ہوتا ہے۔ عمالقہ کی پانچ بستیاں بھی تباہ ہوگئیں' تب انہیں یقین ہوا کہ یہ مصیبتیں تابوت (صندوق) کی بے ادبی کی وجہ سے ہیں۔ فرشتے جلوس کی شکل میں اس صندوق کواُٹھائے ہوئے طالوت کے پاس لے آئے۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کوخبر دی کہ طالوت کے پاس صندوق آ رہا ہے۔ بنی اسرائیل تابوت کو دیکھ کر ہی خوش ہو گئے۔انہیں اپنی فتح مندی کا یقین ہوا۔سب نے طالوت سے بیعت کر کے انہیں بادشاہ مان لیا۔

خیال رہے کہ تابوت (صندوق) لانے والے فرشتے ان بنی اسرائیل کونظر نہ آتے تھے صرف حضرت شموئیل علیہ السلام نے انہیں دیکھا تھا کیونکہ کوئی شخص فرشتوں کوان کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ نبی کی آنکھ غیب کی چیز دیکھ لے اور حاضرین مجلس نہ دیکھ سکیں۔ حضورﷺ نے نماز پڑھاتے ہوئے جنّت ودوزخ کو دیوارِقبلہ میں ملاحظہ فرمالیا مگرکوئی مقتدی نہ دیکھ سکا۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وہ اشیاء جن کاتعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہوتا ہے اُن کی برکت سے دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوتا ہے' مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اور دِلوں کوسکون وچین حاصل ہوتا ہے۔

آب زمزم کی تعظیم اس لئے ہے کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم شریف سے جاری ہوا۔مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہوکرعمارتِ کعبہ بنائی اور پھراُسی پتھر پر کھڑے ہوکر سارے جہاں کو حج کے لئے پُکارا یعنی اس پتھر کوحضرت ابراہیم علیہ السلام کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اسی لئے اس پتھر کی تعظیم وتوقیر کی جاتی ہے' اس کی عزت یہاں تک بڑھ گئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ/۱۲۴) اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔ سب کے سَر اُدھر جُھکا دیئے۔

تبرکات شریف کا جلوس نکالنا سُنّتِ ملائکہ ہے۔ فرشتے جلوس کی شکل میں صندوق کو اُٹھائے ہوئے طالوت کے پاس لائے۔ تبرکات کی زیارت کرنا بزرگوں کی سُنّت ہے جیسے آجکل بال شریف کی زیارت ہوتی ہے۔ تبرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں شہرت ہونا کافی ہے۔ اس کے لئے بخاری کی حدیث ضروری نہیں' کیونکہ پچھلے اسرائیلی ان تبرکات کی فقط شہرت سے ہی تعظیم کرتے تھے' حضرت شموئیل علیہ السلام نے تو بعد میں تصدیق کی۔ تبرکات کی بے حرمتی کفار کا طریقہ ہے اُس زمانہ میں قوم عمالقہ نے تبرکات کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اور یہی بے حرمتی ہلاکت کا سبب بنی اور وہ مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ مومن وہ ہے جو مقبول بندوں کے تبرکات کی تاثیر کا قائل ہو' اس کا انکار اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ بے شک اس صندوق میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر ایمان رکھتے ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک :

(☆) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور نبی کریم ﷺ کا بال شریف تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس معرکہ میں، میں یہ ٹوپی سر پر رکھ کر جاتا ہوں اللہ تعالیٰ اس بال کی برکت سے مجھے کامیاب و کامران کرتا ہے یعنی حضور ﷺ کا موئے مبارک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں رہا تو انہیں ہر جہاد میں فتح نصیب ہوئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن حکیم کے رمز شناس تھے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے ادا شناس۔ نسبت کا ادب اور آثار مبارکہ کی تعظیم اُن سے سیکھیں۔

(☆) بادشاہ رُوم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دَردِ سَر کی شکایت کی۔ آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کا بال شریف ایک ٹوپی میں سی کا بھیج دیا، جس سے اُس کا دَردِ سَر جاتا رہا۔

(☆) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ مجھے غسل دیکر میری آنکھوں اور لبوں پر حضور نبی کریم ﷺ کے ناخن اور موئے مبارک رکھے جائیں تاکہ حساب قبر سے آسانی ہو۔ (مواہب لدنیہ، مدارج النبوت)

بیماروں نے موئے مبارک شریف دھو کر پیا تو ہر قسم کے مرض سے شفا ملی۔ حضرات صحابہ کرام موئے مبارک اپنے کفن میں لے گئے تاکہ قبر کی مشکلات حل ہوں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر موئے مبارک پہنچا تو تمام رات انہوں نے فرشتوں کی تسبیح وتہلیل سُنی۔

(☆) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جمرہ عقبہ میں کنکریاں پھینک کر اپنے مکان پر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حجام کو بُلایا اور سر مبارک کے دہنی طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے۔ پھر حضور ﷺ نے بائیں طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا 'یہ تمام بال لوگوں میں تقسیم کر دو' (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

اس حدیث سے آثار متبرکہ کی شرعی حیثیت ثابت ہوتی ہے۔

(☆) حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ کے سَر مبارک کو مُونڈ رہا تھا' صحابہ کرام آپ کے گِرد حلقہ باندھے ہوئے تھے وہ سب یہ چاہتے تھے کہ حضور ﷺ کا جو بال مبارک گِرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ (صحیح مسلم)

ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے مبارک بالوں کو صحابہ کرام' حصولِ برکت کے لئے حاصل کر رہے تھے۔ حضور نبی الرحمہ ﷺ نے انھیں متنبہ کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ بالوں سے حصولِ برکت کا عمل شرک ہوتا ہے یا ایسا عمل دین میں بدعت ہے بلکہ آپ نے خود تقسیم فرما دیئے۔ ہر ایک کو ایک ایک یا دو دو ملے۔

'تبرکات' برکت کا سامان ہوتے ہیں' یہ صحابہ کرام کا اپنا اندازہ ہی نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے مبارک بال تقسیم فرما اس حقیقت کی طرف متوجہ فرمایا تھا۔

غور فرمائیں موئے مبارک کی یہ عزت اور احترام اس لئے تھا کہ وہ حضور ﷺ سے نسبت رکھتے تھے۔

جب انصار نے مال و دولت جمع کر کے حضور انور ﷺ کے ذاتی مصارف کے لئے پیش کرنا چاہا' تو آپ نے یہ مال و دولت واپس کرتے ہوئے فرمایا: 'میں اس

(تبلیغِ رسالت اور ارشاد و ہدایت) پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا' مگر قرابت کی محبت۔ یعنی جس کو مجھ سے نسبت ہو اُس کی محبت۔ حضور نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا آپ نے نظّارہ کیا۔ حضور ﷺ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے اُن کے دِلوں میں بال مبارک کی عزت اور احترام تھا۔ آج ہم اپنا محاسبہ کریں! محبت رسول کے دعوے کئے جاتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کی نسبت سے آپ کی آل کے احترام کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ غور فرمائیں' حضور نبی کریم ﷺ کے ہم پر کتنے احسانات ہیں۔ کیا ان احسانات کا تقاضا یہ نہیں کہ ہم آپ سے اور ہر اُس چیز سے محبت کریں جس کو آپ سے نسبت ہو؟

(☆) جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اور وصیت کی کہ یہ میرے کفن میں رکھ دیئے جائیں' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد جزء خامس/۳۰۰)

(☆) حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ یا اہلِ انس سے ملے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عبیدہ نے کہا کہ **احب الی من الدُنیا وما فیھا** میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دُنیا و ما فیہا سے محبوب تر ہے۔ (بخاری شریف)

(حضرت عبیدہ حیات ظاہری میں مسلمان ہو گئے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا موقع نہ مل سکا)

(☆) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک کے بال مُنڈواتے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے آپ کے مُوئے مبارک لیتے۔ (صحیح بخاری)

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں
سایہ فگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ ایک صاحبِ حال بلند صوفی تھے بلکہ جیّد عالمِ دین اور نامور محدث تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی یہ ساری شہرت' ناموری اور عظمت حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کی رُوحانی تربیت اور فیضان کا نتیجہ ہے۔ انفاس العارفین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے والد کے رُوحانی تصرفات اور واقعات بیان فرماتے ہوئے مُوئے مقدس کی برکات کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'ایک بار مجھے بخار نے آلیا اور بیماری نے طول پکڑا' یہاں تک کہ زندگی سے نا اُمید ہوگیا۔ اسی دوران مجھ پر غنودگی طاری ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالعزیز سامنے موجود ہیں اور فرما رہے ہیں بیٹے! حضرت پیغمبر ﷺ تیری بیمار پُرسی کو تشریف لا رہے ہیں اور شاید تیری پائنتی کی طرف سے تشریف لائیں۔ اس لئے چار پائی کو اس طرح رکھنا چاہئے کہ حضور ﷺ کی طرف تمہارے پاؤں نہ ہوں۔ یہ سُن کر مجھے کچھ افاقہ ہوا۔ قوتِ گویائی نہیں تھی۔ حاضرین نے میرے اشارے پر چار پائی کا رُخ پھیر دیا۔ اُسی وقت آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا **كيف حالك يا بُنَيَّ** (اے بیٹے کیسے ہو؟) اس کلام کی لذت اس قدر غالب ہوئی کہ مجھ پر آہ وبکا اور وجد واضطراب کی عجیب وغریب کیفیت طاری ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے مجھے اس انداز سے اپنی بغل میں لیا کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک میرے سر پر تھی اور آپ کا جُبّہ مبارک میری آنکھوں سے تر ہوگیا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ وجد واضطراب کی کیفیت حالتِ سکون میں بدل گئی۔ اُسی وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ایک مدّت سے مُوئے مبارک کے حصول کی آرزو رکھتا ہوں۔ کیا ہی کرم ہو کہ اس وقت تبرک

عنایت فرمائیں۔ میرے اس خیال سے آپ مطلع ہوئے اور ڈاڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر کر دو مقدس بال میرے ہاتھ میں تھما دیئے۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ یہ دونوں مقدس بال عالمِ بیداری میں بھی میرے پاس رہیں گے یا نہیں۔ اس کھٹکے پر مطلع ہوکر آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں بال عالمِ ہوش یا بیداری میں بھی باقی رہیں گے۔ اس کے بعد آپ نے صحتِ کُلّی اور طویل عمر کی خوشخبری سُنائی۔ اُسی وقت مرض سے افاقہ ہوگیا۔ میں نے چراغ منگوایا۔ وہ دونوں مقدس بال اپنے ہاتھ میں نہ پائے تو میں غمگین ہوکر بارگاہِ عالی کی طرف متوجہ ہوا۔ غیبت واقع ہوئی اور آنحضرت ﷺ مثالی صورت میں جلوہ فرما ہوئے۔ فرمایا: اے بیٹے! عقل وہوش سے کام لو۔ وہ دونوں بال احتیاطاً تمہارے سرہانے کے نیچے رکھ دیئے تھے وہاں سے لے لو۔ افاقہ ہوتے ہی میں نے وہ مقدس بال وہاں سے اُٹھا لئے اور تعظیم وتکریم سے ایک جگہ محفوظ کر کے رکھدیئے۔ اس کے بعد دفعۃً بخار ٹوٹا اور انتہائی ضعف ونقاہت طاری ہوئی۔ عزیزوں نے سمجھا کہ موت آ پہنچی۔ رونے لگے۔ مجھ پر بات کرنے کی سکت نہیں تھی، سَر سے اشارہ کرتا رہا، کچھ دیر بعد اصل طاقت بحال ہوئی اور صحتِ کُلّی نصیب ہوئی۔

اسی سلسلے میں یہ کلمات بھی فرمائے تھے کہ ان دو بالوں کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپس میں گتھے رہتے ہیں مگر جب دَرود پڑھا جائے تو جُدا جُدا کھڑے ہوجاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ تاثیر تبرکات کے منکروں میں سے تین آدمیوں نے امتحان لینا چاہا۔ میں اس بے ادبی پر راضی نہ ہوا مگر جب مناظرے نے طول کھینچا تو کچھ عزیز ان مقدس بالوں کو سورج کے سامنے لے گئے۔ اُسی وقت بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا حالانکہ سورج بہت گرم تھا اور بادلوں کا موسم بھی نہیں تھا۔

یہ واقعہ سُن کر منکروں میں سے ایک نے توبہ کی اور دوسرے نے کہا یہ اتفاقی امر ہے۔

عزیز دوسری مرتبہ لے گئے تو دوبارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا' اس پر دوسرے منکر نے بھی توبہ کرلی مگر تیسرے نے کہا یہ تو اتفاقی بات تھی۔ یہ سُن کر تیسری بار مُوئے مقدس کو سورج کے سامنے لے گئے' سہ بارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا تو تیسرا منکر بھی توبہ کرنے والوں میں شامل ہوگیا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ یہ مُوئے مبارک زیارت کے لئے باہر لے آیا' بہت بڑا مجمع تھا' ہر چند صندوق تبرک کا تالا کھولنے کی کوشش کی گئی لیکن نہ کھلا۔ اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ فلاں آدمی ناپاک ہے جس کی ناپاکی کی شامت کے سبب یہ نعمت میسر نہیں آرہی ہے۔ عیب پوشی کرتے ہوئے میں نے سب کو تجدید طہارت کے لئے حکم دیا۔ وہ ناپاک آدمی بھی مجمع سے چلا گیا اور اُسی وقت بڑی آسانی سے تالا کھل گیا اور ہم سب نے زیارت کی'

حضرت والد ماجد نے آخری عمر میں جب تبرکات تقسیم فرمائے تو ان دونوں بالوں میں سے ایک' کاتب الحروف کو عنایت فرمایا جس پر پروردگارِ عالم کا شکر ہے۔

(انفاس العارفین صفحہ ۱۰۵ مصنف شاہ ولی اللہ۔ مکتبہ الفلاح دہلی)

تبرکات نبوی ﷺ :

صحابہ کرام، آسمان رشد و ہدایت کے درخشاں ستارے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم** میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، پس جس کسی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

ما انا علیه و اصحا بی 'جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ اُن کو مانو۔

'**علیکم بسُنّتی وسُنّت الخلفاء الرا شدین**' تم پر میری سُنّت لازم ہے خلفائے راشدین کی سُنّت لازم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تبرکات نبوی ﷺ کو دُنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی سمجھا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والی چیزوں (آثار و تبرکاتِ رسول ﷺ) کی جس انداز میں تعظیم و تکریم فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیں :

(☆) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ منورہ کے خدام اپنے برتن (جن میں پانی ہوتا) لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے۔ آپ ہر ایک برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈبو دیتے۔ (مسلم)

اس حدیث میں نیکوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر دلیل ہے۔

(☆) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا جس میں حضور اکرم ﷺ کو پانی پلایا کرتے تھے۔ اس میں لوہے کا ایک کُنڈا تھا جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کُنڈے کو بدلنا چاہا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا کیونکہ اس کنڈے کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک لگایا تھا۔

(☆) حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے جس پیالے میں حضور نبی کریم ﷺ کو پانی پلایا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تبرکاً اس میں پانی پیا اور اس پیالے کو اس بلند نسبت ہی کی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس محفوظ کرلیا۔ (بخاری شریف)

(☆) جس چارپائی یا تخت پر حضور نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا اسی تخت پر سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو لے جایا گیا۔ جب یہ تخت پُرانا ہوگیا تو اس کی بوسیدہ لکڑیاں حضور نبی کریم ﷺ کی نسبت کی وجہ سے چار ہزار درہم میں ہدیہ کی گئیں۔

(☆) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی پُرانی چادر شریف بیس ہزار درہم میں حاصل کی۔ یہی چادر شریف پھر اُن کا کفن بنی۔

(☆) ایک صحابی نے حضور نبی کریم ﷺ کی چادر شریف اس لئے طلب فرمائی کہ اس میں کفنائے جائیں اور وہ اسی میں کفنائے گئے۔ **انی واللہ ما سألته لالبسها انما سألته لتكون كفني** بخدا میں نے پہننے کے لئے حضور ﷺ سے اس کو نہیں مانگا ہے میں نے تو صرف اس لئے طلب کیا ہے کہ یہ میرا کفن ہو جائے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں صالحین کے آثار سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے ہمارے علماء نے فرمایا کہ یہ بہتر نہیں کہ انسان اپنے لئے کوئی کفن تیار کرائے مگر کسی صالح کی یادگار ہو تو اسے کفن کے لئے رکھ لینا اچھا ہے جیسے یہاں ہے۔

جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے آثار اور آپ کے جسم اطہر سے مَس ہونے والی چیزیں فیوض و برکات کا بحر بے کراں ہیں اسی طرح آپ کے علم وفضل کے وارث علماء اور صلحاء کے آثار بھی اکتساب فیض اور حصول برکت کا سرچشمہ ہیں۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ کا قیام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر پر رہا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کھانا تیار کر کے بھیجتے اور جب بقیہ کھانا واپس آتا تو پوچھتے حضور ﷺ کی انگلیاں کہاں لگی تھیں پھر اس جگہ سے کھانا کھاتے جس جگہ پر حضور ﷺ کی انگلیاں لگی ہوتیں۔
(مشکوٰۃ، بخاری، سیرت رسول عربی)

اس حدیث میں کھانے وغیرہ میں بزرگ ہستی کے آثار سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔

(☆) ایک روز حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ، حضور انور ﷺ کے وضو کا پانی ایک لگن میں لئے باہر آئے تو صحابہ ٹوٹ پڑے۔ جس کو یہ پانی مل گیا، اُس نے اپنے چہرے پر مل لیا، نہ ملا تو دوسرے صحابی کے ہاتھوں کی نمی ہی کو مَس کر کے چہرے پر مَل لیا۔ (بخاری ومسلم ومشکوٰۃ) اس پانی کو سرکارِ دو عالم ﷺ کے چہرۂ انور سے نسبت ہوگئی تو یہ اتنا مقدس ہوگیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اپنے چہروں پر مَل رہے ہیں۔ سبحان اللہ

اس حدیث میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے اور ان کے وضو وغسل سے بچے ہوئے پانی اور اُن کے کھانے، پینے اور لباس کے بقیہ کے استعمال کے سلسلہ میں دلیل ہے۔ اس حدیث سے نیکوں کے جسموں سے مَس ہونے والی چیزوں سے برکت حاصل کرنے کا حکم مستنبط ہوا۔

(☆) ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کا جُبّہ مبارک تھا جسے دھو کر بیماروں کو دواء پلاتی تھیں۔

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جب اُن کی وفات ہوئی تو میں نے اپنے قبضے میں لے لیا' حضور نبی کریم ﷺ اسے زیب تن فرمایا کرتے تھے اور ہم اسے دھو کر شفاء حاصل کرنے کے لئے بیماروں کو پلاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

(☆) ایک روز حضرت خداش بن ابی خداش مکّی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک پیالے میں کھانا کھاتے دیکھا۔ انہوں نے آپ سے وہ پیالہ بطورِ تبرک لے لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب حضرت خداش رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جاتے تو اُن سے وہی پیالہ طلب فرماتے۔ اسے آبِ زمزم سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے۔ (اصابہ۔ ترجمہ خداش)

(☆) حضرت عتبان بن مالک انصاری خزرجی کا بیان ہے کہ میری بصارت جاتی رہی۔ میں نے ایک شخص کو بھیج کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ قدم رنجہ فرمائیں اور میرے مکان میں نماز پڑھیں تاکہ میں آپ کی جائے نماز کو مسجد مقرر کرلوں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ مع اصحاب تشریف لائے اور آپ نے میرے مکان میں نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم' کتاب الایمان)

اس حدیث سے چند چیزوں کا علم ہوا' ان میں سے یہ بھی ہے کہ صالحین کے آثار سے برکت حاصل کی جائے۔ اسی طرح اس سے اہل علم وفضل اور بزرگان کا اپنے معتقدین ومتبعین کی ملاقات کے لئے جانا اور انھیں اپنی برکتوں سے نوازنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بہت فوائد ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

۱۔ صالحین سے برکت حاصل کرنا

۲۔ اُن کے آثار سے برکت حاصل کرنا

۳۔ جن مقامات پر انھوں نے نماز ادا کی ہو وہیں نماز ادا کرنا

۴۔ اُن سے یہ درخواست کرنا کہ ہمیں اپنی برکت سے نوازیں۔

(☆) امام ابن مامون کا بیان ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا۔ ہم اس میں بغرض شفاء بیماروں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

(☆) حضرت ابو مخدورہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے مس فرمایا تو انہوں نے عمر بھر پیشانی کے وہ بال نہیں کٹوائے جن سے دستِ مبارک مس ہوا تھا یہاں تک وہ اتنے بڑھ گئے کہ جب وہ کھولتے تو زمین سے لگ جاتے تھے (شفاء شریف) ان بالوں کو کیوں نہ کٹوایا گیا؟ اس لئے کہ ان کو حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک سے نسبت تھی۔

(☆) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی عادت شریفہ تھی کہ وہ منبر شریف پر حضور نبی مکرم ﷺ کے بیٹھنے کی جگہ کو اپنے ہاتھوں سے مَس کر کے چہرہ پر پھیر لیا کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

اہلحدیث کے متضاد عقائد و مسائل

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارا عمل حدیث نبوی پر ہوتا ہے۔ ساتھ ہی وہ اجتہاد کا دعویٰ بھی کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں اُن کے یہاں بہت سے عقائد اور مسائل میں اختلاف اور تناقص پیدا ہوا۔ اُن کے پیشواؤں میں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔ انہوں نے تقلید شخصی کا دامن چھوڑ کر اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق مسائل و عقائد گڑھنا شروع کئے۔

دُنیا میں ہر شخص کسی پیشوا کا مقلد ہوتا ہے۔ کھانا پکانا' کپڑا سینا پہننا......غرض کہ دُنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جس میں اس کے ماہروں کی تقلید نہ کی جائے۔ دین تو دُنیا سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ اگر دین کے معاملات میں ہر شخص بے نکیلے اونٹ کی طرح بے قید ہو کہ جس کا جس طرف مُنہ اُٹھا اُدھر چل دیا تو دین تباہ ہو جائے گا۔

اُن لوگوں کے مسائل دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ کہاں تک قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اہلحدیث کا فریضہ تو یہ ہے کہ نصوص (قرآن وحدیث) کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے۔ نصوص کے ہوتے ہوئے اپنے خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کرنی چاہئے۔ مگر یہ ایسے مجتہد مطلق ہیں کہ علم نہ ہونے کے باوجود' اجتہاد کے شرائط نہ پائے جانے کے باوجود اپنی عقل سے مسائل وعقائد نکالتے ہیں۔ حدیث کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور پھر بھی اہلحدیث ہونے کے مدعی بنتے ہیں لہذا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ ان کے یہاں ایک عجیب بات ہے کہ انہوں نے احادیث کی صحت وضعف کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے جس حدیث کو چاہا صحیح مان لیا اور جس حدیث کو چاہا ضعیف بنا دیا۔ ایک حدیث کو ایک جگہ صحیح

کہہ دیا اور اسی کو دوسری جگہ ضعیف قرار دیا۔ جس چیز کو چاہا قاعدۂ کلیہ تسلیم کرلیا اور جس کو چاہا اس قاعدہ سے خارج کر دیا۔ حدیث کے خلاف تو ان کے بے شمار مسائل ہیں یہاں تو صرف اُن کے تناقص کو دکھایا گیا ہے۔ یہ ساری ضلالت و گمراہی اور بے راہ روی عدم تقلید کی وجہ سے اُن میں پیدا ہوئی ہے کہ یہ لوگ دین کے عقائد و مسائل کو بچوں کا کھیل بنالیا ہے۔

مذہب اہلحدیث: نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ

زور سے پڑھنا چاہئے اور آہستہ پڑھنا چاہئے

غیر مقلد صدیق حسن خان لکھتے ہیں :

’نمازِ جنازہ میں جہر کے ساتھ یعنی بلند آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہئے‘ آہستہ پڑھنا مستحب نہیں ! (بدور الاہلہ/۹۲)

اس کے برخلاف : غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں:

’نماز جنازہ میں صحیح قول یہ ہے کہ بلند آواز کے ساتھ سورۂ فاتحہ نہ پڑھے بلکہ آہستہ پڑھے‘۔ (ہدیۃ المہدی/۲۲۱)

رکوع اور سجدہ میں تسبیحات واجب نہیں اور واجب ہے

غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں:

’رکوع اور سجدے میں تسبیحات کا پڑھنا واجب ہے۔ (ہدیۃ المہدی) اور اسی کو قول مختار اور قول اصح قرار دیا ہے۔

اس کے برخلاف : غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں:

' رکوع اور سجدہ میں تسبیحات سُنّت ہیں واجب نہیں ہیں ۔ (بدور الاہلہ/ ۵۵)

یہ دونوں غیر مقلدوں کے پیشوا ہیں ۔اب عامی غیر مقلد کس پیشوا کی تقلید کرے؟ یہ اختلاف خواہش نفسانی پر چلنے اور حدیث کو چھوڑ کر عقل وقیاس کا گھوڑا دوڑانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ حدیث سے انہیں کوئی مطلب نہیں ۔

جن لوگوں کے یہاں حدیث کی عظمت ہے وہ حدیث کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیتے ہیں حدیث کے ہوتے ہوئے کوئی قیاس نہیں کرتے' پھر ان غیر مقلدوں نے حدیث کی صحت اور ضعف کو اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے جس حدیث کو چاہا صحیح مان لیا اور جس حدیث کو چاہا ضعیف بنا دیا۔

خطبہ: جمعہ کے شرائط میں نہیں ہے اور شرائط میں سے ہے

غیر مقلدوں کے مقتدا شوکانی کہتے ہیں:

' خطبہ جمعہ کے فرائض' ضروریات اور شرائط میں سے نہیں ہے۔ خطبہ کے بغیر بھی جمعہ ہو جاتا ہے۔ غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں نے بھی ان ہی کی اندھی تقلید کی ہے۔ (الروضۃ الندیہ/ ۸۹)

اس کے برخلاف : غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں :

' خطبہ نماز جمعہ کے شرائط میں سے ہے خطبہ کے بغیر جمعہ ہو ہی نہیں سکتا۔ انہوں نے خطبہ کے ضروری ہونے کو بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ (ہدیۃ المہدی/ ۱۵۱)

یہ لوگ حدیث پر عمل کرنے کے مدعی ہیں مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ حدیث کو چھوڑ کر من مانی اجتہاد کر رہے ہیں اسی لئے اُن کے اقوال میں تناقص اور تضاد بیانی کثرت سے پائی جاتی ہے۔

رمضان کے روزے چھوٹ گئے تو: قضاء لازم ہے اور کچھ بھی لازم نہیں

اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے پورے رمضان کا روزہ نہیں رکھ سکا اور سال گذر گیا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا' اور پچھلے رمضان کی قضا نہ کر سکا تو غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں :

'بعد میں ان روزوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مد کھانا دینا تاخیر کی وجہ سے ضروری ہے' (بدور الاہلہ)

اس کے برخلاف : غیر مقلد صدیق حسن خاں کہتے ہیں:

' تاخیر کی وجہ سے کچھ اس کے ذمہ لازم نہیں' حتی کہ وہ شیخ فانی جو روزہ رکھنے پر قدرت نہیں رکھتا' اور وہ بیمار جس کی صحت یاب ہونے کی امید نہیں ہے اُن کے اوپر نہ قضاء واجب ہے نہ ہی کفارہ واجب ہے۔

(ہدیۃ المہدی/۶۴)

غیر مقلدین کے ذمہ کچھ بھی لازم نہیں ہے سوائے بدعقیدگی سے توبہ اور تجدید ایمان کے۔ اسلام میں داخل ہونے پر اُن پر بھی مسلمانوں کے مسائل نافذ العمل ہوں گے۔

غیر مقلد عبداللہ غازی پوری نے ایک نیا مسئلہ نکالا ہے وہ یہ ہے :

'مریض ومسافر دو قسم کے ہیں ایک وہ جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے' دوسرے وہ ہیں جو مشقت کے ساتھ روزے کی طاقت رکھتے ہیں۔تو پہلی قسم کے لوگوں کے لئے تو قضاء ہے اور دوسری قسم کے لوگوں کے لئے فدیہ ہے۔
(بدور الاہلہ/ ۱۲۸' الروضۃ الندیہ/ ۱۵۰)

یہ مصیبت عدم تقلید کی وجہ سے پیش آئی ہے اُن میں کا ہر شخص مجتہد مطلق ہے اور اپنی رائے میں مستقل ہے۔

میت کو نہلانے سے غسل واجب ہوجاتا ہے اور واجب نہیں ہوتا

غیر مقلدین میں شوکانی' نواب صدیق حسن خاں اور وحید الزماں لکھتے ہیں

'میت کو غسل دینے سے' غسل دینے والوں پر غسل واجب ہوجاتا ہے'
(ہدیۃ المہدی' بدور الاہلہ ' روضہ ندیہ)

کتا اور خنزیر نجس العین ہوتے ہیں۔مشرک بھی نجس ہوتا ہے ﴿انما المشرکون نجس﴾ غیر مقلد چونکہ گستاخ اور بے ادب ہوتا ہے اسی لئے وہ سب سے زیادہ نجس ہوتا ہے لہذا اُس کو غسل دینے سے غسل دینے والوں پر غسل واجب ہوجاتا ہے۔

اس کے برخلاف غیر مقلد کی کتاب نصر الباری پارہ نمبر ۵/ص:۴۳ میں لکھا ہے کہ میت کو نہلانے کی وجہ سے نہلانے والوں پر غسل واجب نہیں ہوتا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی غسل میت سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

غسل میں بدن کا ملنا واجب ہے اور مستحب ہے

غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں :

' غسل میں بدن کا ملنا مستحب ہے'۔ (ہدیۃ المہدی/۲۳)

اس کے برخلاف: غیر مقلد نواب صدیق حسن کہتے ہیں:

'بدن کا ملنا واجب ہے'۔ (بدور الاہلہ/ ۳۱)
شوکانی بھی وجوب کے قائل ہیں۔ (الروضۃ الندیہ/ ۳۶)

میت اُٹھانے سے وضو واجب ہے اور واجب نہیں ہے

غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ وہ حد درجہ نجس ہوتے ہیں اسی لئے اُن کی میت اُٹھانے سے اُٹھانے والے پر وضو واجب ہو جاتا ہے' غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں :

' جنازہ (میت) کے اُٹھانے سے اُٹھانے والوں پر وضو کرنا واجب ہو جاتا ہے یعنی اگر کوئی باوضو جنازہ کو اُٹھائے تو اُس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
(ہدیۃ المہدی' بدور الاہلہ ' روضہ ندیہ)

جب کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میت کو اُٹھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا' نہ وضو کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں روایت موجود ہے۔

میت کا چھوٹا ہوا روزہ: ولی کے لئے رکھنا جائز ہے اور جائز نہیں ہے

ابن قیم کہتے ہیں :

'اگر میت کے ذمہ روزے کی قضاء باقی رہ گئی پس اگر نذر کا روزہ تھا تو اس کا ولی اس روزے کی قضاء کر سکتا ہے لیکن اگر اصلی فرض روزہ رمضان کا ہو تو پھر ولی کے لئے یا اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ میت کے روزوں کی خود قضا کرے۔ (الروضۃ الندیۃ/۱۴۶ ' ہدیۃ المہدی/۶۶)

اس کے برخلاف : غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں :

' جس طرح نذر کا روزہ میت کے بدلہ میں اس کا ولی رکھ سکتا ہے اسی طرح اصلی فرض روزہ بھی ولی میت کی طرف سے قضاء رکھ سکتا ہے۔

(الروضۃ الندیۃ/۱۵۰' ہدیۃ المہدی/۶۶)

یہ ہیں نام نہاد اہل حدیث۔ عبادت بدنیہ میں کوئی ایک دوسرے کے بدلہ میں نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ صاف طور پر حدیث میں آیا **لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد** ...... مگر یہ اپنے قیاس واجتہاد کے جوش میں حدیث کو بھی سلام کر بیٹھے ہیں۔

ہر رکعت کی ابتداء میں اعوذ باللہ پڑھنا اور نہیں پڑھنا

غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں :

'نماز کی ہر رکعت میں قراءۃ سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنی چاہئے۔

(ہدیۃ المہدی/۱۷۷)

اس کے برخلاف : غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں:

> ’صرف نماز شروع کرتے وقت ابتداء نماز میں اعوذ باللہ کا پڑھنا مسنون ہے‘۔
> (الروضۃ الندیۃ/ ٦٧)
> ابن قیم اور شوکانی کا مسلک بھی یہی ہے۔

حدیث پر عمل کرنے والوں میں یہ تناقص اور تضاد بیانی کبھی نہیں ہوسکتی۔ یہ سب تقلید نہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ ہر ایک شتر بے مہار کی طرح دین میں قیاس آرائی کرتا ہے۔

ہر رکعت میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا اور آہستہ پڑھنا

غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں :

> ’الحمد سے پہلے آہستہ بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے‘۔ (ہدیۃ المہدی/ ١٣٧)

اس کے برخلاف : غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں :

> ’جہری نمازوں میں زور سے بسم اللہ پڑھے‘ یہی حق مذہب ہے۔
> (الروضۃ الندیۃ/ ٦٧)

یہ دونوں غیر مقلدوں کے مقتداء اور پیشواء ہیں۔ ایک کچھ مسئلہ بتاتا ہے دوسرا کچھ بتاتا ہے۔ اب سادہ لوح غیر مقلد کدھر جائیں۔ کس کی بات مانیں اور کس کی بات کو ترک کریں؟ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے؟

خداوندا یہ تیرے سادہ لوح بندے کدھر جائیں کہ اِدھر بھی عیاری ہے اُدھر بھی عیاری ہے

مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے جائز ہے اور ناجائز ہے

غیر مقلد عبدالجلیل سامرودی کہتے ہیں :

'مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے جائز ہے'۔ (العذاب المبین/۷۱)

حج وعمرہ اور زیارت روضۃ النبی ﷺ کے زائرین ومسافرین مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ میں مقیم امام کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے ہیں۔

اس کے برخلاف : غیر مقلد علی حسن خاں کہتے ہیں :

'ہرگز مسافر' مقیم کے پیچھے اقتداء نہ کرے' اور اگر اُسے (مسافر کو) شریک ہونا ضروری ہے تو پچھلی دو رکعتوں میں شریک ہو نہ پہلی میں۔ (البنیان المرصوص/۱۷۷)

غیر مقلد علی حسن خاں کا کہنا یہ ہے کہ مسافر کسی بھی صورت میں مقیم امام کے پیچھے نماز ادا نہ کرے۔ اور اگر نماز میں شریک ہونا ہی چاہتا ہے تو پہلی دو رکعت چھوڑ دے اور آخر کی دو رکعت میں شریک ہو کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے۔

قیاس واجتہاد اہلحدیث ہو کر جائز نہیں۔ اس مسئلے کے لئے حدیث صحیح پیش کریں۔

مذہبِ اہلحدیث میں اذان دینا واجب ہے اور واجب نہیں ہے

غیر مقلدوں کے پیشوا (جن کی تقلید غیر مقلدین کرتے ہیں) نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں

'پنجوقتہ نماز کے لئے اذان دینا واجب ہے'۔ (بدور الاہلہ)

اس کے برخلاف : غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں:

'اذان کہنا سُنّت ہے واجب نہیں ہے۔اور وجوب کی دلیلوں کو رد کر دیا ہے' (ہدیۃ المہدی/۴۶)

عورت بھی مؤذن ہوسکتی ہے اور نہیں ہوسکتی ہے

غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں:

'مؤذن کے لئے مذکر (مرد) ہونا شرط ہے۔عورت اذان نہیں دے سکتی۔ (ہدیۃ المہدی/۸۷)

اس کے برخلاف: غیر مقلد صدیق حسن خاں کہتے ہیں :

'موذن کے لئے مرد ہونا شرط نہیں' بلکہ عورتوں اور مردوں کا ایک حکم ہے یعنی عورت بھی مؤذن بن سکتی ہے۔ (بدور الاہلہ/۴۶)

موذن کو اجرت پر رکھنا: ناجائز ہے اور جائز ہے

غیر مقلدوں کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں :

'مؤذن کو اجرت دے کر رکھنا جائز نہیں'۔ (بدور الاہلہ)

اس کے برخلاف: غیر مقلدوں کے دوسرے پیشوا اور مقتدا وحید الزماں لکھتے ہیں:

'اس زمانے میں اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں'۔ (ہدیۃ المہدی/۸۷)

یہ دونوں غیر مقلدوں کے پیشوا ہیں۔اب عامی غیر مقلد کس پیشوا کی تقلید کرے؟

نماز میں ستر کا چھپانا: ضروری ہے اور ضروری نہیں

شوکانی اور نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد یہ کہتے ہیں:

'نماز میں سترِ عورت شرط نہیں ہے یعنی نماز کی حالت میں کسی کی شرمگاہ کھلی رہی تو اس کی نماز درست ہے'۔ (بدور الاہلہ)

اس کے برخلاف: غیر مقلدوں کے پیشوا اور مقتدا وحید الزماں لکھتے ہیں

سترِ عورت نماز میں شرط ہے اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔ (ہدیۃ المہدی)

ان دونوں خیالوں میں سے کس کو مانا جائے اور کس کو ترک کیا جائے ...... ہر ایک اہلحدیث ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہر ایک مجتہد ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہے اسی لئے یہ اختلاف اُن میں پیدا ہوا۔

فجر کے لئے دو اذان ہونی چاہئے اور ایک اذان ہونی چاہئے

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں:

'اذان وقت کے اندر ہی ہونی چاہئے؟ وقت سے پہلے اذان جائز نہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان رات میں سونے والوں کو جگانے کے لئے ہوتی تھی اور تہجد پڑھنے والوں کو لوٹانے کے لئے ہوتی تھی۔ ان کی اذان فجر کے واسطے نہ تھی۔ (بدور الاہلہ/۴۷)

اس کے برخلاف: غیر مقلدوں کے پیشوا اور مقتدا وحید الزماں لکھتے ہیں:

'فجر کے واسطے دو اذانیں ہونی چاہئے'۔ (ہدیۃ المہدی/۶۴)

یہ اختلاف بھی دعوائے اجتہاد کی وجہ سے ہے ہر اہل حدیث اپنے من کا راجا ہے اسے حدیث ڈھونڈ ھنے اور حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے کوئی مطلب نہیں ۔

سلام کے ذریعہ نماز سے نکلنا واجب نہیں اور فرض ہے

غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں :

’سلام نماز میں نماز کے فرائض میں سے ہے‘۔ (ہدیۃ المہدی/ ج ۳/ ۲۱۷)

اس کے برخلاف : غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں :

’سلام سے نکلنا واجب نہیں‘۔ (الروضۃ الندیۃ/ ۶۱) شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں عدم وجوب کو اختیار کیا ہے اور درر بہیہ میں لکھا ہے کہ سلام سے نکلنا واجب ہے۔

غیر مقلد وحید الزماں نے غیر مقلد نواب کا رد کیا ہے۔

غور فرمائیں ! کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے؟ کیا یہ حدیث پر عمل ہے یا اپنی قیاس آرائیاں ہیں؟

شوکانی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے سلام سے نکلنا واجب اور دوسری کتاب میں لکھا ہے کہ واجب نہیں ۔ یہ لوگ خود اپنی طرف سے اجتہاد کرتے ہیں اور احادیث کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں ۔ پھر اہل حدیث ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔

دخولِ مکہ کے لئے غسل مسنون ہے اور مسنون نہیں ہے

غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں :

'دخولِ مکہ کے واسطے غسل کرنا سُنّت ہے'۔ (ہدیۃ المہدی/ ۲۶)

اس کے برخلاف : غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں :

'مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل نہ کرے۔یعنی وہ منع فرماتے ہیں بلکہ یوں لکھتے ہیں **ظلمات بعضها فوق بعض** است یعنی غسل کرنا تاریکی پر تاریکی ہے'۔ (بدور الاہلہ/ ۲۳)

لاحول ولا قوة ! غیر مقلد کے نزدیک غسل کرنا تاریکی پر تاریکی ہے۔

مالِ تجارت میں زکوٰۃ : واجب نہیں اور واجب ہے !

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کے نزدیک مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ شوکانی' داؤد ظاہری اور وحید الزماں بھی اس کے قائل ہیں۔ (بدور الاہلہ ص۱۰۲ اور دلیل الطالب ومسک الختام شرح بلوغ المرام وشرح رسالہ شوکانی)

اس کے برخلاف : غیر مقلد عبدالجلیل سامرودی کہتے ہیں:

'عام اہل حدیث کے نزدیک مالِ تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ (العذاب المبین/ ۲۸)

چاندی سونے کے زیور میں زکوٰۃ : واجب نہیں اور واجب ہے !

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں:

'چاندی اور سونے کے زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں' (بدور الاہلہ ص ۱۰۱)

اس کے برخلاف: غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں:

'چاندی سونے کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے دلیل کے اعتبار سے وجوب قوی ہے'۔ (ہدیۃ المہدی)

یہ ہیں حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کرنے والے کہ صریح حدیث کے ہوتے ہوئے بھی اس پر عمل نہیں کرتے ہیں گویا یہی لوگ اوّل درجہ کے 'منکرین حدیث' ہیں۔

اہل سُنّت و جماعت کا موقف : بدمذہب اہلحدیثوں (غیر مقلدین) کا خیال ہے کہ سونے اور چاندی کا زیور (Ornament) جو ہمیشہ استعمال میں رہتا ہے اُس زیور پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری نہیں ہے یہ بالکل غلط ہے۔ نقد رقم، فکسڈ ڈپازٹ کی طرح رکھا ہوا زیور اور استعمال میں آنے والا زیور سب پر زکوٰۃ فرض ہے۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے اُن میں سے ایک وہ مالدار ہوگا جو اپنے مال سے اللہ کا حق ادا نہیں کرتا تھا یعنی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔ (طبرانی)

حدیث شریف میں ہے کہ دو عورتیں حضور اقدس ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن (Ornament for the Wrest) تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم ان زیوروں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو۔ عورتوں نے عرض کیا کہ جی نہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اسے پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آگ کے کنگن پہنائے۔ عورتوں نے کہا کہ نہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ تم اُن زیوروں کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (ترمذی شریف)

زنا کی لڑکی سے نکاح : جائز ہے اور ناجائز ہے !

غیر مقلد نور حسن کہتے ہیں بلکہ عملاً کرتے ہیں:

'جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہے وہ شخص اُس کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے اگر چہ وہ لڑکی اسی زنا سے پیدا ہوئی ہو۔ (عرف الجادی/۱۱۳)

اس کے برخلاف: غیر مقلد عبدالجلیل سامرودی کہتے ہیں :

'زنا کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز نہیں' کیونکہ صحاح ستہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ (العذاب المبین/۵۲)

تعجب ہے ! حدیث پر عمل کے دعویدار ہو کر کوئی حدیث جواز میں نقل نہیں فرمائی۔

طوائف کی کمائی : حرام ہے اور حلال ہے

غیر مقلدوں کے پیشوا اور مقتدا وحید الزماں کہتے ہیں:

'طوائف (جسم فروش عورت) کی کمائی حرام ہے' اس کے یہاں دعوت کھانا جائز نہیں۔ اس سے معاملہ کرنا درست نہیں۔ چنانچہ انہوں نے اسرار اللغۃ پارہ نمبر ۱۰ ص:۵۱ میں تصریح کی ہے۔

اس کے برخلاف : غیر مقلد عبداللہ غازی پوری کہتے ہیں :

'اگر طوائف (جسم فروش عورت) نے زنا سے مال کمایا اور اس کے بعد اس نے توبہ کرلی تو وہ مال اس کے اور تمام مسلمانوں کے لئے حلال اور پاک ہو جاتا ہے۔ (دیکھو فتوی مولوی عبداللہ غازی پوری۔ مورخہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۲۳۹ھ)

حالانکہ مسلم شریف کی صحیح حدیث میں صاف طور پر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد موجود ہے **مھر البغی خبیث** یعنی زانیہ کی آمدنی' مال خبیث اور حرام ہے۔

ان نفس کے پجاری نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدوں سے پوچھئے کہ عبداللہ غازی پوری نے کون سی حدیث پر عمل کیا ہے؟ غالباً وہ جس آغوش میں پرورش پائے ہیں اُس کا دفاع کررہے ہیں۔ حدیث کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

مشت زنی جائز ہے اور جائز نہیں ہے

غیر مقلد نورالحسن خاں اپنا مشغلہ بیان کررہے ہیں :

'جلق لگانا یعنی مشت زنی کرنا جائز ہے'۔ (عرف الجادی/۲۱۴)

اس کے برخلاف : غیر مقلد عبدالجلیل سامرودی کہتے ہیں:

' مشت زنی جائز نہیں ہے کیوں کہ صحاح ستہ میں اس کا ذکر نہیں'۔ (العذاب المبین/ ۵۲۶)

گانا بجانا شادی میں جائز ہے اور حرام ہے

غیر مقلد وحیدالزماں کہتے ہیں :

' تفریح طبع کے لئے گانا بجانا مختلف فیہ ہے اور عید' شادی اور دیگر خوشی کے مواقع پر جائز بلکہ مستحب ہے' (اسرار اللغۃ پارہ ششم ۸۶)

اس کے برخلاف : غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں کہتے ہیں:

' گانا بجانا یعنی مزامیر وغیر مطلقاً حرام ہے' (بدور الاہلہ/۵۱۳)

حدیث میں صراحت کے ساتھ آیا ہے: '**الغناء یورث النفاق بعثت لامحق المعازف**' نیز قرآن پاک میں ہے: ﴿**ومن الناس من یشتری لھو الحدیث**﴾

یہ نصوص کھلم کھلا گانے بجانے کی حرمت کو ظاہر کر رہی ہیں مگر حدیث پر عمل کرنے کے دعویدار اہلحدیث اسے جائز ہی نہیں بلکہ مستحب بتانے ہیں۔ کیا یہ قرآن وحدیث پر عمل ہے یا خواہشِ نفسانی پر !

مروجہ میلاد جائز ہے اور بدعت ہے

ماہ ربیع الاول کی آمد پر برصغیر ہندو پاک میں جشن میلاد النبی ﷺ کی دھوم مچ جاتی ہے ہر طرف خوشیاں منائی جاتی ہیں ...... غرباء وفقراء کے لئے کھانوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے جلسے اور نعتیہ محافل منعقد ہوتے ہیں ...... آثار مبارک اور تبرکات کی زیارت کروائی جاتی ہے۔ عید میلاد کے لئے مسلمان گھروں اور مسجدوں پر روشنیاں کرتے ہیں۔ بہرحال عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر مسلمانوں میں خوشیاں منانے کا رواج ہے ...... علمائے اہلِ سُنّت وجماعت ان مقدس اجتماعات اور جشن میلاد النبی ﷺ کی تقاریب کی حمایت کرتے ہیں۔ غیر مقلدین کے بعض پیشوا ان اُمور کو درست مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکار جائز نہیں ہے۔

غیر مقلد وحید الزماں لکھتے ہیں:

> 'آج کل مولود مروجہ پر انکار جائز نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے درست ہے'
> (ہدیۃ المہدی/ ۱۱۸)

اس کے برخلاف: غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری (فاضل دارالعلوم دیوبند) کو جشن میلاد النبی ﷺ

کی خوشیاں برداشت نہیں ہوتی ہیں۔ اگر موصوف کا حضور نبی کریم ﷺ سے قلبی تعلق نہ سہی، رسمی تعلق بھی ہوتا تو میلاد النبی ﷺ کو بدعت وضلالت ہرگز نہ کہتے :

'مروجہ مولود بدعت ہے'	(اہل حدیث کا مذہب/۳۴)

بدعت...... 'ضلالت وگمراہی کو کہتے ہیں اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ کو بدعت کہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کی میلاد کی خوشی مناتے ہیں وہ سب گمراہ اور جہنمی ہیں۔ یہ سزا انھیں (معاذ اللہ) جشن میلاد النبی ﷺ منانے کی وجہ سے دی جائے گی۔

صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر جب ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اُسے دی تو اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری سن کر اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کردیا' اگرچہ اُس کی موت کفر پر ہوئی اور اُس کی مذمت میں پوری سورت ﴿تَبَّتْ يَدَا﴾ نازل ہوئی لیکن میلادِ مصطفٰی پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر دوشنبہ (پیر) کو اُسے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اُس کے عذاب میں بھی اس روز تخفیف کی جاتی ہے۔

جب حضور ﷺ کی ولادت پر اظہار مسرت کی برکت سے ایک کافر (ابولہب جو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا) کے عذاب میں ہر دوشنبہ کو تخفیف کی جاتی ہے تو خیال کریں کہ ایک مسلمان جو زندگی بھر احمد مجتبٰی ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی مناتا رہا اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اس دُنیا سے رخصت ہوا' وہ کس قدر عنایات ربّانی کا مستحق ہوگا۔ کیا وہ جشن میلاد النبی ﷺ منانے کی وجہ سے بدعتی (گمراہ) قرار دے کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا؟

غیر مقلد محمد فاروق عمری لکھتا ہے:

’یہ بدعتِ جشن میلاد تو ساتویں صدی ہجری سے پہلے کوئی اس کو جانتا بھی نہ تھا اس کی ایجاد ۶۰۶ھ میں ہوئی اور سب سے پہلے اس کو ایجاد کرنے والا اور اس کے جواز کا فتوی دینے والا ایک درباری بے دین اور شکم پرور ملاّ تھا جس کا نام عمور بن محمد الحسن المعروف بابن وحیہ کلبی الاندلسی ہے اور اس بدعت کی تائید میں اس نے **التنویر فی مولد البشیر والنذیر** نامی کتاب لکھی اور بادشاہ نے اس کے صلہ میں ایک ہزار اشرفی بطور انعام عطا کیا اور بادشاہوں میں اس بدعت کو سب سے پہلے رواج دینے والا سامری بادشاہ ابوسعید کوکپوری بن ابوالحسن علی بکتکین ترکمانی جس کا لقب ملک المعظم مظفر الدین ہے جس کو ۵۸۶ھ میں سلطان صلاح الدین نے ایک علاقہ اربل کا جو موصل کے قریب ہے گورنر مقرر کیا تھا اس کی وفات ۱۸/ رمضان ۶۳۰ میں ہوئی ہے یہ بادشاہ جشن میلاد کا اہتمام بڑی دھوم دھام سے کرتا اور خود بنفس نفیس اس جشن میں شریک ہوکر بھانڈوں اور گویوں سے گانے سُنتا اور وجد و مستی میں آ کر خوب جھومتا اور ناچتا۔ (**حکم الاحتفال بمولد النبی** ﷺ ۔ جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت)

عبارات کو پڑھتے جائیں ...... معلوم ہوگا کہ مسلمانوں میں میلاد النبی ﷺ کے مبارک و مسعود موقع پر جشن منانے کا رواج قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ نبی مکرم ﷺ سے محبت یہی مومن کی فطرت ہے۔ غیر مقلدوں کے پیشواؤں کی نفس پرستی یہ ہے کہ کوئی جائز کہتا ہے اور کوئی بدعت کہتا ہے۔ غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری (فاضل دار العلوم دیوبند) اور غیر مقلد محمد فاروق عمری کی نظر میں غیر مقلد وحید الزماں بدعتی و گمراہ ہیں۔

غیر مقلد محمد فاروق عمری مزید لکھتا ہے:

’یہ جشن میلاد باطل پرست لوگوں کی ایجاد کردہ بدعت ہے اور پیٹ کے پجاریوں کی نفس پرستی کو پورا کرنے کی ایک مشین ہے‘

’یہ محفل میلاد منعقد نہ کی جائے‘ اس لئے کہ یہ دین میں ایک نئی گھڑنت ہے اور جب جشن میلاد منانا ہی جائز نہیں ہے تو اس میں ہونے والے اعمال جو شرک کا ذریعہ بنتے ہیں جیسے حاضرین کا اس عقیدہ کے ساتھ قیام کرنا کہ رسول اللہ ﷺ حاضر ہوتے ہیں‘ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی روح علیین میں ہے اس دُنیا سے آپ کی رُوح کا کوئی تعلق نہیں‘ نہ آپ کسی کی بات سُنتے ہیں‘ نہ کہیں تشریف لے جاتے ہیں‘ اور نہ اس دُنیا کی محفلوں کا آپ کو علم ہے۔ تحفہ القضاۃ میں لکھا ہے کہ لوگ آپ کی ولادت کا ذکر سُن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی رُوح تشریف لاتی ہے اور آپ حاضر ہوتے ہیں۔ یہ باطل عقیدہ ہے بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ آج محض خیالی تصور کی بنیاد پر قیام کرنا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں اور آپ کی شان میں شرکیہ نعتیں پڑھنا تو یہ سب جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ قیامِ تعظیم منع ہے رسول اللہ ﷺ نہ کسی مجلس میں آتے ہیں‘ نہ جاتے ہیں۔ یہ صرف جاہلوں کو بے وقوف بنانے‘ اُن سے پیسے اکٹھے کرنے کی چالیں ہیں‘ اس کے علاوہ حقیقت کچھ نہیں ہے‘ (**حکم الاحتفال بمولد النبی** ﷺ ۔ جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت)

ادب سے کیسا نا آشنا اور گستاخ ہے یہ خبیث !

یہ خبیث بد باطن (غیر مقلد' محمد فاروق عمری) اور اُس کا ساتھی (غیر مقلد معراج ربّانی) مختلف مقامات پر سائلانہ رُوپ میں گھومتے رہتے ہیں۔ یقین جانیں کہ یہ لوگ چہرے سے انتہائی وحشتی اور کراہیت زدہ' گھناؤنے کردار کے حامل' شکل وصورت سے چرسی' منشیات کے عادی وبدمست شرابی۔ دیکھنے والے کو معلوم ہو جائے گا کہ اہلِ باطل کے چہرے ایسے ہی بھیانک اور مسخ شدہ ہوتے ہیں۔ تصور میں خارجی ذوالخویصرہ تمیمی کی تصویر نظر آ جائے گی۔ رنگ انتہائی سیاہ اور آنکھوں سے میل جاری۔ لباس سے بھکاری' چھچوری حرکتوں کے عادی اور اخلاق کریمانہ سے عاری۔ قد انتہائی پست لیکن پیٹ انتہائی مست' بطن (پیٹ) نہیں بلکہ بطین (ڈبل پیٹ)۔ زباں سے گالیاں رواں جاری۔ مفت خوری' جیب تجوری۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے دل مسلسل معصیت ونافرمانی سے سخت ہو جاتے ہیں اس لئے سخت دلوں پر نور ہدایت کا گذر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین عموماً حق بات قبول کرنے پر آمادہ وتیار نہیں ہو پاتے۔

غیر مقلدین کے چہروں سے صالحیت کا نور ختم ہو جاتا ہے اُن کے کتنے ہی بڑے عبادت گذار' علامہ اور شرعی وضع قطع کے پابند اشخاص کو دیکھ لیجئے' رفق وانابت الی اللہ کے آثار دُور دُور تک نہیں ملیں گے بلکہ اس کے برعکس بغض وقساوت اور کبر وعداوت کے آثار اُن کے چہروں کے نقوش پر نمایاں نظر آئیں گے۔ مومن کے منجملہ دیگر صفات کے ایک صفت یہ بھی وارد ہوئی کہ **المؤمن برٌ کریمٌ** مومن نیکوکار اور کریم النفس ہوتا ہے۔ اس کے برعکس فاسق کے بارے میں حدیث نبوی ﷺ کے الفاظ ہیں کہ **الفاسق خب لئیم** یعنی فاسق' شاطر وچالاک اور کمینہ ہوتا ہے۔

اہلِ حق اور اہلِ باطل کی پہچان کے لئے علمی مباحث' مناظروں اور مباہلوں کی

ضرورت نہیں بلکہ اہل حق اور اہلِ باطل کی معرفت اُن کے چہروں سے ہو جاتی ہے۔ اہلِ حق کے چہرے نورانی اور چمکتے ہوئے دِکھائی دیں گے' چہروں پر سکون واطمینان کے آ ثار نمایاں طور پر نظر آ ئیں گے بلکہ دیکھنے والوں کو دیکھتے ہی رہنے کی خواہش ہو گی۔

شہزادۂ غوث الثقلین حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کے چہرۂ نورانی کی یک جھلک زیارت کے لئے لاکھوں عقیدتمندوں کو شدید بارش کے موقع پر قطاروں میں دیکھا گیا' بلکہ دیکھنے والوں کو مختلف ممالک سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے بھی دیکھا گیا...... حضور شیخ الاسلام معنوی جلال وجمال کا حسین پیکر ہیں۔ احقر نے آپکے پُرکشش' جاذبیت سے بھرپور' پُر وقار اور بارُعب ودبدبہ چہرۂ نورانی کی زیارت کرنے والوں کو والہانہ انداز میں جوق دَر جوق اسلام میں داخل ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ حضور شیخ الاسلام کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے مزین ہے' آپ کی شخصیت ایمان وتقویٰ دونوں کی جامع ہے کہ دیکھتے ہی خدا یاد آجاتا ہے' بدمذہب انسان کا ایمان درست ہو جاتا ہے اور صحیح الاعتقاد شخص' راسخ الاعتقاد اور اپنے دین کا مبلغ ہو جاتا ہے۔ آپ جب گفتگو فرماتے ہیں تو ہر جملے میں ہدایت کی ایسی شعاع نکلتی ہے جو دل ودماغ کے تاریک گوشوں کو منور ومجلیٰ بنا دیتی ہے۔ آپ کی ذات اعلیٰ وشفاف کردار اور اخلاق کریمہ کا بہترین نمونہ ہے۔ یہی اہلِ حق کی شان ہے اور یہی اہلِ حق کی پہچان ہے۔

حیاۃ النبی ﷺ اور اختیارات مصطفیٰ ﷺ :

حیاۃ النبی ﷺ اور اختیارات مصطفیٰ ﷺ کا منکر غیر مقلد طاہر نصار عزیز لکھتا ہے:

'میلاد کی ان محفلوں میں ایک قبیح اور بدترین عمل یہ بھی انجام پاتا ہے کہ آپ کی ولادت کا ذکر آنے پر بعض لوگ از روئے تعظیم و تکریم کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ اُن کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میلاد کی اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں چنانچہ اس عقیدہ کے مطابق آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور یہ عظیم ترین جھوٹ اور بدترین جہالت ہے کیونکہ رسول ﷺ قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہ تو نکل سکتے ہیں بلکہ آپ اپنی قبر پاک میں قیامت تک کے لئے مقیم ہیں اور آپ کی رُوح مبارک دار کرامت (جنّت) میں اپنے رب کے پاس اعلیٰ علیین میں ہے'

(البدعة واثرها السیّئ /۵۸۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

منکرین تصرفات و اختیارات کو کون سمجھائے۔ غیر مقلدین کا عقیدۂ توحید یہ ہے کہ رب للعالمین عرش اعظم پر بیٹھا ہوا ہے اب وہ ہر جگہ پر حاضر و ناظر نہیں ہے۔ عقیدۂ رسالت یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ قیامت تک کے لئے قبر مبارک میں مقیم ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کا عقیدہ یہی ہے کہ حضور ﷺ قیامت تک کے لئے قبر مبارک میں مقیم ہیں اور قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہیں نکل سکتے ہیں' دُنیا و مافیہا سے لاتعلق اور بے خبر ہو کر اپنی قبر میں آرام فرما رہے ہیں بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ 'مر کر مٹی میں مٹی بن گئے ہیں' (معاذ اللہ)

عقیدۂ اہلِ سُنّت و جماعت یہ ہے کہ سارے انبیائے کرام باحیات ہیں اور سب

نے امام الانبیاء سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نماز ادا فرمائی۔

حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے میں معراج کی رات ایک سرخ ٹیلے سے گذرا تو میں نے دیکھا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے ہیں **رایت موسیٰ یصلی فی قبرہٖ**۔

یہاں اعتراض کیا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے تو مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام میں کیسے شامل ہوئے اور اتنی جلدی چھٹے آسمان پر کیسے پہنچ گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بیک وقت اپنی قبر میں بھی تھے اور مسجد اقصیٰ میں بھی اور چھٹے آسمان پر بھی۔ اور یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ انبیاء بیک وقت کئی مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں اس کے لئے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور اکرم ﷺ کی اقتداء کی، حضور ﷺ سب کے امام بنے اور تمام انبیاء مقتدی بن کر پیچھے نماز ادا کئے۔ یہاں یہ امر پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ مسجد اقصیٰ میں جو نماز حضور ﷺ نے پڑھائی اور انبیاء کرام مقتدی تھے یہ رُوحانی نہیں جسمانی نماز تھی یعنی تمام انبیاء اپنے جسموں کے ساتھ موجود تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معراج جسمانی تھا۔

خصائص الکبریٰ میں ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ کو کچھ احباب ملے۔ انھوں نے ان الفاظ میں آپ پر سلام پڑھا:

السلام علیك یا اول السلام علیك یا اٰخر السلام علیك یا حاشر۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حضور یہ سلام کرنے والے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ معلوم ہوا کہ انبیائے سابقہ بھی آپ کو اول اور آخر کہہ

کر پکارتے تھے۔ امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں' معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

مسجد حرام (کعبۃ اللہ شریف) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کے اس سفر کو اسریٰ کہا جاتا ہے۔ مسجد حرام سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا تو قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے لہذا مطلقاً معراج کا انکار کفر ہے اور زمین سے آسمان تک اور اُس کے آگے احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس کا انکار بدعت و گمراہی ہے۔

نام نہاد اہلحدیث کا یہ بھی کہنا ہے کہ صحابہ کرام کے ماسوا کسی غیر صحابی کو حضور اقدس ﷺ کا دِیدار نصیب نہیں ہوا' یعنی صحابہ کرام کے علاوہ تابعین عظام' تبع تابعین' ائمہ دین' اسلاف صالحین' اولیائے اُمت ......سب چہرۂ اقدس کی زیارت سے محروم ہیں (معاذ اللہ) اور جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہی نہیں وہ پہچان کیسے سکتے ؟

یقیناً یہ دائمی محرومی تو اُن بھٹکے ہوئے بدعقیدہ ظالموں کے لئے ہے جو انبیائے کرام کے تصرفات و اختیارات کے منکر ہیں۔ جب وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دِیدار سے ہی مشرف نہیں ہو سکتے ہیں تو پھر قبر میں پہچان کیسے سکیں گے؟

آخرت کی پہلی منزل قبر میں جب منکر نکیر تشریف لاتے ہیں تو تین سوال کرتے ہیں یہ سوالات آقائے دو عالم ﷺ کے زمانہ پاک سے شروع ہوئے۔ عذابِ قبر تو پہلے سے تھا مگر سوالاتِ قبر آقائے کائنات ﷺ کی بعثت سے شروع ہوئے۔ یہ اُمت پر کرم ہے کہ پہلے سوالات کئے جاتے ہیں پھر کامیابی یا ناکامی کے بعد ثواب و عذاب شروع ہوتا ہے مگر پہلے آتے ہی عذاب یا ثواب شروع ہو جاتا تھا منکر نکیر کے دو سوال پہلے یہ ہیں (۱) **مَنْ رَبُّكَ** ؟ تیرا رب کون ہے؟ بندہ جواب دیتا ہے **رَبِّيَ اللّٰهُ**

میرا رب اللہ ہے۔ پھر سوال ہوتا ہے **مَادِیُنُكَ** ؟ تیرا دین کیا ہے؟ بندہ کہتا ہے **دِیُنِیَ اَلْاِسْلَام** میرا دین اسلام ہے۔ تیسرا سوال عجیب شان کا ہوتا ہے اہلِ سُنّت تو دُنیا میں ہی اس کی چاشنی سے انتظارِ موت میں ہیں کہ دیدارِ جمالِ آقا ﷺ تو نصیب ہو ہی جائے گا۔ بندہ محوِ نظّارۂ جمال ہوتا ہے آواز آتی ہے **مَاتَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ** (ترمذی شریف) اس نورانی جمال جہاں آرا والے چہرۂ انور کے بارے میں دُنیا میں کیا کہتا تھا۔صحیح العقیدہ مسلمان تو تڑپ کر بولے گا یہ میرے آقا یہ میرے مولا ﷺ ہیں۔ اگرصرف **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہنے سے نجات مل جاتی تو' قبر میں تیسرا سوال نہ کیا جاتا۔ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** یہ **من ربك** کا جواب ہے یعنی **ربی الله** میرا رب اللہ عزوجل ہے ۔ قبر کے تیسرے سوال کا جواب ہے **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**

بدبختی تو دُنیا آخرت میں اُن لوگوں کے لئے ہے کہ جن کے بارے میں ارشاد ہوا ﴿**یَضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ**﴾ اللہ گمراہ کرتا ہے ظالموں کو دُنیا میں۔اس طرح کہ نبیوں سے دُور' ولیوں سے علحدہ' مجلسِ علماء سے فرار۔ دماغ میں انتشارِ دولت کا خمار' بے اطمینانی پریشانی' تفکرات دُنیا کا ہجوم۔ نہ توفیقِ خیر نہ مروّتِ غیر' ہر بات میں نکتہ چینی۔ ہر چیز میں شک بدگمانی...... یہی ظالموں کی دُنیوی گمراہی ہے۔ بھٹکنے ٹھوکریں کھانے کی باری ہے پھر جب آغوشِ موت میں پہنچ کر کانٹوں بھری آخرت کی پہلی منزل قبر میں آتے ہیں تو وہاں پریشانی حیرانی کی نئ مشکلات کا سامنا ہوتا ہے حساب میں ناکامی' امتحانِ قبر میں لاجواب۔ حدیث پاک میں ہے کہ بدعقیدہ' بدکار فاسق' کافر ہر سوال کے جواب میں کہتا ہے **ها ها لاادری** ہائے میں نہیں جانتا۔ جولوگ کہتے تھے وہی میں کہہ دیتا تھا۔ یہ خیر وشر' توفیق وبے توفیقی' ہدایت وگمراہی' یہ اللہ تعالیٰ کے حکمت کے فیصلے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کا جن پر خصوصی کرم ہوتا ہے خواب میں اپنے چہرۂ انور کی زیارت سے اور پھر حالتِ بیداری میں اپنے دیدار سے مشرف فرماتے ہیں۔

کتاب ’حیاتِ محدث اعظم ہند قدس سرہ‘ میں لکھا ہے:

’۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء کو جب مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ (والدِ بزرگوار حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی) حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ، سبز گنبد میں آرام فرمانے والے محبوب راحتِ قلب وسینہ سید السادات ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں دلِ بیتاب اور رُوح بیقرار لیکر حاضر ہوئے اس وقت دل میں یہ تمنا اُبھری کہ اے کاش اس جمال جہاں کی زیارت حالتِ بیداری میں ہو جائے تو آپ نے بعد نماز عشاء خاص مواجہہ اقدس میں کھڑے ہو کر آپ ہی کی لکھی ہوئی ایک نعتِ شریف پڑھی اور ادب وشوق کی تصویر بن کر کھڑے ہو گئے کہ قسمت بیدار ہوئی، دل کی آرزو مُراد کو پہونچی اور حضور رحمۃ للعالمین رؤف الرحیم ﷺ کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے حالتِ بیداری میں مشرف ہوئے۔ یہ سرکار مدینہ راحتِ قلب وسینہ علیہ التحیۃ والثناء کی جانب سے ایک آل رسول مقبول حضور محدث اعظم ہند کو وہ اعجاز وانعام ہے جو بڑے ناز کے پالوں کو ہی میسر آتا ہے۔

سلام علیٰ من اتانا بشیراً سلام علیٰ من اتانا نصیراً
اغاث ضعیفاً واشفیٰ مریضاً اعان یتیماً واغنیٰ فقیراً

حضور محدث اعظم ہند نے مولانا مشتاق نظامی اور مولانا ابوالوفا فصیحی غازیپوری سے فرمایا کہ یہ نعت شریف میں نے مدینہ طیبہ کی حاضری میں خاص مواجہہ اقدس میں کہی اور عرض کی تھی۔ اس کے صلہ میں سرکار نے اتنا کرم فرمایا کہ پانچ مرتبہ (حالتِ بیداری میں) جمال پاک کی زیارت سے مجھ کو مشرف فرمایا!

حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ' یوں تو حالت خواب میں بار بار حضور نور مجسم ﷺ کے جمال جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہوئے مگر آخری حج میں خاص مواجہہ اقدس کے حضور حالتِ بیداری میں پانچ بار اپنے نانا جان مصطفیٰ جان رحمت علیہ التحیہ والثناء کے دیدار سے سرفراز ہوئے جو اُن کے کمالِ عشق وعرفان کی کھلی ہوئی دلیل اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اُن کی مقبولیت کا بیّن ثبوت ہے۔

اسی جیسا واقعہ چھٹی صدی کے ولی کامل سیدنا حضرت احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں بھی رونما ہوا تھا ۵۵۵ھ میں آپ برائے حج بیت اللہ تشریف لے گئے اور بعد اس کے پیادہ چلتے ہوئے مدینہ طیبہ پہونچے' بعد نمازِ عصر حرم شریف نبی ﷺ میں داخل ہوئے۔ اس وقت نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) سے زیادہ زائرین حرم مبارک کے اطراف میں جمع تھے۔ حضرت ممدوح نے قریب ہو کر تحفہ سلام پیش کیا اور فرمایا 'السلام علیکم جدّی'۔ جواب آیا 'وعلیکم السلام یاولدی' حاضرین نے آواز مبارک سماعت کی' آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی' آپ نے نہایت عقیدت وانکساری کے ساتھ دست اقدس طلب فرمایا۔ اس وقت قبر مبارک شق ہوئی' دستِ معجز نما' مہر پُر ضیاء' جلوہ آرائی انجمن عالم ہوا۔ فوراً حضرت نے دستِ مبارک کا بوسہ دیکر فوائد ظاہری و باطنی حاصل کئے۔ (سبحان الله)

اسی طرح حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنی کتاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ذکر فرمایا ہے کہ اُن کو پچھتر مرتبہ حالتِ بیداری میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور بالمشافہ حضور ﷺ سے تحقیقات حدیث کی بھی دولت پائی۔ آپ نے حالت بیداری میں سید عالم ﷺ کی زیارت کے ثبوت میں ایک مبسوط رسالہ بھی لکھا ہے '**تنویر الحلك فی امکان رویة النبی والملك**'۔

حضور ﷺ کی قوتِ سماعت : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنی صفات وتجلیات کا مظہر بنایا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی قوت سماعت بھی بہت بڑے اعجاز کی حامل ہے۔ منکرین تو ہر اس روایت و حدیث کا انکار کرتے ہیں جس سے آپ کی عظمت کا پہلو اجاگر ہو کیونکہ ان لوگوں نے سبق ہی یہی پڑھا ہے کہ جس واقعہ یا روایت سے حضور ﷺ کی شان کا پہلو اجاگر ہو اس حدیث کی سند کے راویوں کا ضعف اور کمزوریاں تلاش کرنا شروع کر دیں گے اور کرتے بھی ہیں۔

ایسے واقعات اسی وقت رونما ہوتے ہیں جب انسان عظمت رسالت کو عقل کا غلام بن کر تسلیم کرے اور حقیقت میں دین کے اندر خرابیاں بھی اسی وقت جنم لیتی ہیں جب ہر بات کو عقل پر رکھ کر پرکھا جائے۔ اگر عشق کا غلام بن کر عظمت رسالت ﷺ کے پہلو کو دیکھیں گے تو قدم قدم پر عشق بلال رضی اللہ عنہ اور محبت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہنمائی کرے گی۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام معجزات وتصرفات کو مانا جائے اور دل وجان سے تسلیم کیا جائے۔صحابہ کرام **بلغ العلیٰ بکماله** کے کمال کے مظہر اور **کشف الدجیٰ بجماله** کے جمال کے مظہر اسی وقت بنے جب انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت کو دل سے مانا۔جن لوگوں نے ذرا سا بھی شک کیا وہ یا تو کافر ہوئے یا منافق۔اصحاب رسول ﷺ وہی بنے جنہوں نے حضور ﷺ کے سامنے چوں و چرا تو درکنار ذرا سی حرکت کرنا بھی گستاخی سمجھا۔یہی وہ خوش نصیب تھے جن کے ایمان کو قرآن ہدایت کا سٹرٹیفکیٹ قرار دے رہا ہے ﴿**فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا**﴾ (اے اصحاب رسول) اگر اُن کا ایمان تمہارے جیسا ہو گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہوں گے۔

اب ذرا آقائے کائنات حضور نبی کریم ﷺ کی قوت سماعت کا عالم ملاحظہ فرمائیے اور اپنے ایمان کو جلا بخشئے۔

عم رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضور ﷺ کا چہرہ پُر ضیاء تکتا رہا' اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان کیا بات ہے؟ عرض کی اے میرے پیارے بھتیجے گو کہ میں مسلمان اب ہوا ہوں مگر میں آپ کی ذات گرامی سے بچپن سے متاثر ہوں۔ اس لئے کہ جب آپ جھولے میں تھے آپ چاند سے گفتگو کرتے اور جدھر آپ انگلی کا اشارہ کرتے چاند اسی طرف جھک جاتا (خصائص الکبریٰ) اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے میرے چچا جان یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ میں آپ کو اس وقت کی بات بتاتا ہوں جب میں شکم مادر میں تھا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' میں ماں کے شکم میں لوح محفوظ پر چلنے والی قلم کی آواز سُنتا تھا اور اسی طرح شکم مادر ہی میں چاند کے عرش عظیم کے سامنے رب کو سجدہ ریز ہونے کی آواز کو سُنتا تھا۔ (نزہۃ المجالس)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سُنتا ہوں جو تم نہیں سُنتے **اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ** (ترمذی' مشکوٰۃ) آسمان بوجھ سے چرچر کرنے لگا اور اس کو کرنا بھی چاہئے تھا کیونکہ اس پر چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشانی نہ رکھے ہو۔ (خائص الکبریٰ)

طبرانی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے یوں خطاب فرمایا کہ اے ابوایوب **اَتَسْمَعُ مَآ اَسْمَعُ ° اَسْمَعُ اَصْوَاتَ الْیَهُوْدِ فِیْ قُبُوْرِهِمْ**۔ کیا تم سُن رہے ہو جو میں سُن رہا ہوں' حضور ﷺ نے خود ہی فرمادیا جو یہودی قبروں میں دفن ہیں' میں اُن (کے عذاب قبر) کی آواز سن رہا ہوں۔

مستدرک نے حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ایک دن سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ اچانک حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا اور فرمایا **وعلیکم السلام و رحمته الله**' صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ۔ یہ کس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ آپ نے فرمایا' حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرشتوں کی کثیر جماعت کے ساتھ میرے پاس سے سلام کر کے گزرے' یہ اُن کے اُس سلام کا جواب تھا۔

قرآن حکیم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا جب وہ وادی نمل کے قریب سے گزرے تو چیونٹی کی سردار نے کہا' اے چیونٹیو۔ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان اور اُن کا لشکر تمہیں کچل نہ دے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل دور کی مسافت پر اُس کی آواز کو سُن لیا تو آپ ﴿ **فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا** ﴾ اُس کی بات سے مسکرا پڑے۔

اگر سلیمان علیہ السلام کی قوت سماعت پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تو سرکار دو عالم ﷺ کی قوت سماعت پر کسی کو اعتراض کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتنہ بازیوں سے بچائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی معمولی سی آواز کو سُنا' بیشک یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے مگر ان کانوں کے قربان' جنھوں نے اپنی والدہ کے شکم اطہر میں قلم قدرت کے چلنے کی آواز کو سُن لیا۔ امام بیہقی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں چاند کے زیر عرش سجدہ کرنے کے دھماکے کو سُنتا ہوں۔ (جامع الصفات)

دُور و نزدیک کے سُننے والے وہ کان کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اسکی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز کو سُنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! وفات کے بعد بھی (سنو گے)۔ فرمایا: وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا۔ (ابن ماجہ ۔ مشکوٰۃ)

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ۔ (جلاء الافہام لابن قیم)

غیر مقلدین، درحقیقت 'منکرین حدیث' ہیں۔ یہ بدبخت عناصر 'حیاۃ النبی ﷺ' کے بھی منکر ہیں' اسی لئے وہ 'ابن ماجہ شریف' کی اس حدیث کو بھی ضعیف وموضوع قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

'یہ عقیدہ رکھنا کہ ہر درود پڑھنے والے کی آواز نبی ﷺ کو پہنچتی ہے:

اس بدعی عقیدے کی بنیاد یہ ضعیف روایت ہے:

' حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو مجھ پر درود پڑھے مگر اسکی آواز مجھے پہنچتی ہے چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! وفات کے بعد بھی (سنو گے)۔ فرمایا: وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا۔ (ابن ماجہ ۔ مشکوٰۃ)'

'یہ عقیدہ رکھنا کہ اُمت کے اعمال نبی ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں:

اس عقیدے کی بنیاد مختلف ضعیف روایات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

﴿ان اعمال اُمتی تعرض علی فی کل یوم جمعة﴾

'ہر جمعہ کو مجھ پر میری اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں'

(۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث، شیخ احسان بن محمد العتیبی)

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور شارح بخاری ہیں ۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسی بیماری لگ گئی' جس کا علاج کر کے طبیب و معالج تھک گئے اور انہوں نے اس بیماری کو لا علاج قرار دے دیا۔ فرماتے ہیں کہ 'جمادی الاولیٰ ۸۹۳ ہجری کی اٹھائیسویں شب کو میں نے مکہ معظّمہ میں مغیث الکونین ﷺ سے (فَاستَغَثتُ بِہٖ ﷺ) فریاد کی اور مدد چاہی۔ دیکھئے امام قسطلانی تین سو میل دور مکہ معظّمہ میں بیٹھ کر حضور ﷺ سے مدد مانگ رہے ہیں اور بیماری کے ازالہ کے لئے فریاد کر رہے ہیں اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ مسلمان کا ایمان ہی یہ ہے کہ :

فریاد اُمتی جو کرے حال زار کی ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت : حضور نبی کریم ﷺ اپنی نظر سے جمالِ حقیقی کو دیکھنے والے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو انسانیت کے اس منتہائے کمال پر پہنچایا جس کے آگے کوئی اور مقام نہیں سوائے مقام الوہیت کے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو وہ بینات عطا فرمائیں جو کسی دوسرے نبی کو نہیں ملیں۔ حضور ﷺ سراپا اعجاز ہیں آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ جمالِ حقیقی کا ایسا نظارہ کیا کہ آپ کے رب نے آپ کی آنکھوں سے سارے عالمین کے حجابات اٹھا دیئے۔ اس کی دلیل آپ کا وہ فرمان ہے جو صحیح بخاری میں درج ہے **انی اری مالا ترون** میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے اپنی آنکھوں سے رب کا صفاتی جلوہ دیکھا تو برداشت نہ کر سکے بے ہوش ہو گئے مگر اُن کی قوت بصارت کا یہ عالم تھا کہ تیس میل دور' رات کے اندھیرے میں پتھر پر چلتی ہوئی چیونٹی بھی دیکھ لیتے۔ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی قوت بصارت تھی تو پھر جس ہستی کامل نے معراج کی رات رب تعالیٰ کا صرف صفاتی ہی نہیں بلکہ ذاتی جلوہ کیا تو ان کی قوت بصارت کا کیا علم ہوگا۔ (الشفا)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان (لوگوں میں) کھڑے تھے تو آپ نے مخلوق کی پیدائش سے لے کر بتانا شروع کیا حتیٰ کہ جنّتی اپنے منازل پر جنّت میں داخل ہو گئے اور دوزخی جہنم میں اپنے ٹھکانوں میں چلے گئے جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ (بخاری شریف)

حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ بصارت کا یہ عالم کہ فرمایا: **اللہ تعالیٰ نے میرے لئے** زمین سمیٹ دی ہے میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک اس کا تمام حصہ دیکھا لیا ہے

عنقریب میری حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لئے زمین سمیٹی گئی ۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ جب بدر کے میدان میں گئے تو فرمایا یہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی جگہ ہے اور آپ نے اپنے دست مبارک کو زمین پر رکھتے ہوئے بتایا یہاں اور یہاں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہاں جہاں حضور ﷺ نے نشاندہی فرمائی کوئی کافر ذرا بھی ادھر ادھر نہ گرا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی اور صفوں کے آخر میں ایک شخص نے اچھے طریقے سے نماز ادا نہ کی۔ جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو آواز دی، اے فلاں۔۔ کیا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر تمہارا کوئی عمل چھپا رہتا ہے۔ **وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدِیْ** خدا کی قسم میں پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک رات حضور ﷺ نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ سحری کے وقت تہجد ادا کرنے کے لئے حضور ﷺ وضو کرنے کے لئے تشریف لے گئے، میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، **لبیك لبیك لبیك**، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اور فرمایا **نُصِرْتَ، نُصِرْتَ، نُصِرْتَ** تیری مدد کی گئی، تیری مدد کی گئی، تیری مدد کی گئی۔ حضور ﷺ وضو کر کے واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا۔ میں نے تین بار لبیک اور تین بار نصرت کے الفاظ سنے ہیں، کیا کوئی شخص اندر آیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا، بنی کعب کا رجز خواں تھا جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا کہ قریش نے بکر بن وائل کی مدد کی ہے اور ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ سیدہ ام المومنین

فرماتی ہیں کہ ہم تین دن تک کسی واقعہ کی اطلاع ملنے کا انتظار کرتے رہے' تین دن بعد جب حضور نبی کریم ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوکر مسجد ہی میں تشریف فرما تھے تو میں نے راجز کو شعر کہتے ہوئے سنا۔ (ضیاءالنبی)

غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا کہ ایک مقام پر رات بسر کی تو اچانک حضور ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ صحابہ کرام اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑ کر رہے تھے اس لشکر میں ایک منافق بھی تھا جو بظاہر تو مسلمان تھا' کہہ رہا تھا کہ دیکھو محمد ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور آسمان کی باتیں بتاتے ہیں اور ابھی تک اونٹنی بھی نہیں بتا سکے کہ کہاں ہے۔ ادھر یہ باتیں کر رہا تھا اور ادھر حضور ﷺ ارشاد فرما رہے تھے جسے حضرت عمارہ بھی سن رہے تھے کہ ایک منافق ہے جس نے میرے بارے میں ایسی باتیں کی ہیں کہ دیکھو محمد (ﷺ) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ابھی تک اپنی اونٹنی نظر نہیں آئی کہ کہاں ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا' میں وہی جانتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سکھایا تو میری گمشدہ اونٹی فلاں جگہ ہے اور اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے' جاؤ اُسے پکڑ لاؤ۔ جب صحابہ گئے تو واقعی اس کی نکیل الجھی ہوئی تھی۔ حضرت عمارہ جب اونٹنی لائے تو آکر اُس منافق کو پکڑ لیا اور اپنے لشکر سے نکال دیا کہ تو نے حضور ﷺ کی ذات پاک پر اعتراض کیا ہے۔ (ضیاءالنبی)

حضور ﷺ کی آنکھ معجزہ:

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا — اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

حضور ﷺ کی آنکھ شریف بھی معجزہ ہے کہ وہ نماز وغیرہ میں آگے پیچھے دیکھتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میرا منہ صرف قبلہ ہی کی طرف دیکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھ پر نہ تمہارا رکوع

پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور بیشک میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

خشوع ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جو نمازی کو نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ مگر نگاہِ مصطفیٰ ﷺ کے قربان کہ مصلی کے خشوع کا ادراک کر رہی ہیں۔ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے خشوع، رکوع، سجود اور ضمائر قلوب و کیفیات، نفسانیہ حضور ﷺ پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے، جیسا کہ دن کی روشنی میں۔ (خصائص الکبریٰ)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابوں میں پڑھا ہے اور سب میں یہی مضمون پایا ہے کہ حضور ﷺ عقل میں سب پر ترجیح رکھتے ہیں اور رائے میں سب سے افضل تھے اور ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور آپ دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اور آپ نے نجاشی کا جنازہ (حبشہ میں دیکھ لیا تھا) اور اس پر نماز پڑھی اور آپ نے بیت المقدس کو مکہ معظّمہ سے دیکھ لیا تھا جبکہ قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرمایا (یہ معراج کی صبح کو قصہ ہوا تھا) اور جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی، اسوقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور آپکو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔ (شواہد النبوۃ)

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر بس قسم کھائے امی! تری دانائی کی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا **اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ** بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔ (نسائی)

عزرائیل علیہ السلام کی نظروں کے سامنے کائناتِ عالم کے تمام جاندار ہر وقت ہیں، دُنیا بھر میں جس کی موت کا وقت آجاتا ہے فوراً اسکی روح قبض کرتے ہیں۔۔۔ منکر نکیر کی آنکھیں ساری دُنیا کے مُردوں کو ہر وقت دیکھتی رہتی ہیں اور ہر میت کے پاس پہنچ کر سوالات کرتے ہیں۔۔۔ میکائیل علیہ السلام تمام دُنیا والوں کی روزی کا بحکم الٰہی انتظام کرتے ہیں۔ مخلوق کے رزق کو ان کی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں۔۔۔ مگر حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اے آنکھ والو! تمہاری آنکھیں کتنا ہی زیادہ کتنا ہی دور تک دیکھنے والی کیوں نہ ہوں، مگر پھر بھی جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔

دل فرش پر ہے تیری نظر، سر عرش پر ہے تیری گزر
ملکوت وملک میں کوئی شئے نہیں، وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضور ﷺ صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں صفات الٰہیہ سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے **انا جلیس من ذکرنی** جو میرا ذکر کرے گا میں اس کا ہمنشین ہوں۔ جو میرا ذکر کرے گا میں اس کے قریب ہوں۔ میں اس کا جلیس ہوں، تو رسول اس کے بھی مظہر۔ **انا جلیس من ذکرنی** جو رسول کا ذکر کرے گا رسول اس کے قریب ہیں۔ چاہے آپ دیکھو، چاہے نہ دیکھو۔ مشاہدہ کرو، نہ کرو۔ بہر حال

آپ رسول کے قریب ہیں۔ ہم اپنے کو اُن کی بارگاہ میں حاضر مانتے ہیں۔ ہم حاضر ہیں وہ ناظر ہیں۔ ہم اُن کی بارگاہ میں حاضر ہیں ہم کو دیکھ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دُنیا کے حجابات اٹھا دیئے ہیں پس میں دُنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے' سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ **ان الله قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کاین فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه۔** (زرقانی' مواہب)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اس کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ **ان موعدکم الحوض وانی لانظر الیه وانا فی مقامی هذا۔** (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **قال رسول الله** ﷺ **رایت جعفر یطیر فی الجنة مع الملٰئِکةِ** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جعفر کو میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے ساتھ جنّت میں اڑتا پھر رہا ہے۔ (ترمذی) اسی لئے آپ جعفر طیار مشہور ہو گئے۔

وادی نجد ۔۔۔ نگاہ نبوت میں:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی جا رہی ہے **اللهم بارک لنا فی شامنا** اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت دے۔ **اللهم بارک لنا فی یمننا** اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے۔ حاضرین میں سے بعض نے عرض کیا' **وفی نجدنا**' یارسول اللہ ﷺ دُعا فرمائیں کہ ہمارے نجد میں برکت دے۔ پھر حضور ﷺ نے وہ ہی دُعا فرمائی۔ شام اور یمن کا ذکر فرمایا مگر

نجد کا نام نہ لیا۔ اُنھوں نے پھر توجہ دلائی کہ **وفی نجدنا** حضور یہ بھی دُعا فرمائیں کہ نجد میں برکت ہو۔ غرض تین بار یمن اور شام کے لئے دُعائیں فرمائیں۔ بار بار توجہ دلانے پر نجد کو دُعا نہ فرمائی' بلکہ آخر میں فرمایا **هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطٰن**۔۔ میں اس ازلی محروم خطّہ کو دُعا کس طرح فرماؤں۔ وہاں تو زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا۔ (مشکوٰۃ' بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی نگاہِ پاک میں دجّال کے فتنہ کے بعد نجد کا فتنہ تھا جس سے اس طرح خبر دے دی۔ اس فرمان عالی کے مطابق بارہویں صدی میں نجد سے محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا۔ وہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا' اس لئے اُس نے اہل حرمین و دیگر مسلمانوں پر ظلم کئے' قتل وقتال کیا' اُن کے قتل کو باعث ثواب سمجھا' سلف صالحین کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ نجدیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدے کے خلاف ہے وہ مشرک ہے۔ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی قبروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا۔

حضور ﷺ کی مبارک آنکھ نے تا قیامت تمام واقعات دیکھے' اسی آنکھ نے نماز کسوف میں جنّت کو ملاحظہ فرمالیا' رب تعالیٰ کو دیکھا ﴿**مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى**﴾۔ مجھے دیکھنے میں پلک بھی تو نہ جھپکی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چُھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔ وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک و دِیدار سے محروم و مجبور ہی رہے سب کی آنکھیں اس کے دیدار پُرانوار سے عاجز و لاچار ہیں محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو

جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔امام اہل اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے فرمایا :

اورکوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　جب نہ خُدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

صحابہ کرام اور تعظیم : صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ اپنے دل میں تعظیم رسول کا جذبہ بیدار کرے ورنہ ہر چیز بے معنیٰ ہو جائے گی۔ صحابہ عظام علیہم الرضوان کے نزدیک یہ جذبہ بہت ہی اہمیت کا حامل تھا۔

بخاری 'کتاب الشروط' میں روایت ہے کہ عروہ بن مسعود بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اس نے اصحاب رسول کو غور سے دیکھا کہ جب بھی سرکار ابدقرار ﷺ تھوکتے تو وہ لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر آتا جس کو وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا۔ جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی۔ جب آپ وضو فرماتے تو لوگ آپ کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ ہر ایک کی لگن ہوتی کہ یہ پانی میں حاصل کروں۔ جب لوگ آپ کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے اور غایت تعظیم کے باعث آپ کی طرف نظر جما کر نہ دیکھتے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا: **ای قوم والله لقد وفدت علی الملوك ووفدت علیٰ قیصر وکسریٰ والنجاشی والله ان رایت ملکاً قط یعظمه' اصحابه' مایعظم اصحاب محمدٍ (ﷺ) محمدًا والله ان تنخم نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فدلك بها وجهه' وجلده' واذا امرهم ابتدروا امره' واذا توضآء کادوا یقتتلون علیٰ وضوئهٖ واذا تکلم خفضوا اصوٰتهم عنده' وما یحدون الیه النظر تعظیماً له'**

اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا۔ میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا مگر اللہ کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے

چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ حکم دیتے ہیں تو فوراً تعمیل ہوتی ہے۔ جب وضو کرتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ وہ لوگ اُن کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیم کے باعث اپنی آنکھیں نیچی رکھتے ہیں۔

آخر یہ کون سی مقدس ہستیاں ہیں جو محبوب خُدا تاجدارِ دارین ﷺ کے حضور اس قدر نیازمندی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ یہ وہی مقدس ہستیاں ہیں جن کے ہر قول وفعل کو قرآن نے ہر مسلمان کے لئے اولین معیار قرار دیا ہے اور جن کو اپنی دائمی رضامندی کا مژدہ جاں فزا سُنایا ہے۔

یہ صحابہ کرام ہیں۔قرآن مجید ان کی زبان میں نازل ہوا اور اُن لوگوں نے قرآن کریم کو خود صاحبِ قرآن سے پڑھا۔ اُن سے زیادہ قرآن مجید کو کون سمجھ سکتا تھا؟ یہ صحابہ کرام بھی ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ کی آیت تلاوت کرتے تھے مگر کبھی ان صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر نہیں سمجھا۔ اگر صحابہ کرام، حضور ﷺ کو اپنے ہی جیسا ایک بشر سمجھتے تو آپ کے لعاب دہن اور وضو کے دھوون کو لوٹ لوٹ کر اپنی آنکھوں اور چہروں پر نہ ملتے، اور ایسی تعظیم وتکریم نہ کرتے کہ شاہانِ عجم کے درباری بھی اپنے بادشاہوں کی ایسی تعظیم نہیں کر سکتے تھے۔

حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ کو صحابہ کرام طیب وطاہر سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جان گئے تھے کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک عام لوگوں کے اجسام کے مثل نہیں ہے۔وہ سراپا طاہر اور مطہر ہے اور اس میں وہ برکت اور فضیلت رکھی ہوئی ہے کہ کسی دوسرے جسم میں نہیں۔ چنانچہ وہ فضلات مبارک بابرکت سمجھتے تھے اور پی جاتے تھے کیونکہ اُن کا عقیدہ تھا کہ اُن کو اپنے باطن میں پہنچانا باعث ترقی رُوحانیت ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا' یارسول اللہ ! آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں۔ مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے' فرمایا۔ **انا معاشر الانبیاء تنبت اجسادنا علیٰ ارواح اهل الجنة فما خرج منها من شیءٍ استلعته الارض** (زرقانی' خصائص الکبریٰ) ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کئے جاتے ہیں (یعنی جنتیوں کی روحوں میں جو لطافت و پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے' وہ ہمارے جسموں میں ہوتی ہے' اس لئے ہمارا بول و براز اور پسینہ وغیرہ خوشبودار ہوتا ہے اور جس جگہ پر پڑتا ہے اُسے معطر کر دیتا ہے) اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اُسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام' حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ منسوب ہر چیز کا احترام کرنا جزوِ ایمان سمجھتے تھے۔ وہ لعابِ دہن ہو یا وضو کا پانی' اُن کے قریب دُنیا جہاں کی دولتوں سے زیادہ محبوب تھا اس لئے کہ وہ اُن کے محبوب کے ساتھ نسبت رکھتا تھا۔

قیام تعظیمی اور دست بوسی : ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ' سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ تعظیم کے لئے کھڑی ہوجاتیں **فاخذت بیدهٖ وقبلته' واجلسته' فی مجلسها** اور وہ آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر چومتیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں اور جب سیدہ آستانہ رسالت ماب پر حاضر ہوتیں **واخذ بیدها وقبلها واجلسها فی مجلسهٖ** تو آپ بھی اُن کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (ابوداؤد' مشکوٰۃ' مدارج النبوۃ' حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر ہم اس سے پہلے آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔ کسی نے کہا، یہ اللہ کے رسول جلوہ گر ہیں۔ **فاخذنا بیدیه ورجلیه فقبلنٰهما** تو ہم نے حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا۔ (الادب المفرد)

معلوم ہوا کہ سرکار دوجہاں ﷺ کی تعظیم وتکریم کرنا صحابہ کی ہے اور آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینا بھی صحابہ کی سُنّت ہے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جب روضہ پاک پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہو تو ہاتھ باندھ کر ایسے کھڑے ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ (عالمگیری باب زیارت قبر النبی کتاب الحج)۔

کمال ادب : حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ کا قیام حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر پر رہا۔ حضور ﷺ مکان کے نچلے حصے میں ٹھہرے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ مع اہل وعیال اُوپر والے حصے میں رہے۔ ایک رات ابوایوب رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ مکان کے نچلے حصے میں رہتے ہیں اور ہم اُوپر چلتے پھرتے ہیں۔ یہ سوچ کر رات ایک کونے میں ہو کر بسر کی۔ صبح ہوئی تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ آقا! میں اس چھت پر نہیں رہنا چاہتا ہوں جس کے نیچے آپ موجود ہوں۔ بہرحال اُن کی گذارش پر حضور نبی کریم ﷺ نے اُوپر والے حصے میں رہائش اختیار فرمالی۔ پھر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ سے کھانا کھاتے جس جگہ پر حضور ﷺ کی انگلیاں لگی ہوتیں۔ (مشکوٰۃ، بخاری، سیرت رسول عربی)

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب باادب تھے مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

میں یہ خوبی خصوصیت سے تھی کیونکہ ان میں وصف حیاء جو منشاء ادب ہے سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے جب سے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ پر نہ رکھا۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملے۔ اُن کو غسل کی حاجت تھی۔ اُن کا بیان ہے کہ میں پیچھے ہٹ گیا پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔مَیں نے عرض کیا کہ مجھے غسل کی حاجت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مومن نجس نہیں ہوتا۔ (ترمذی)

حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر جس طرح آپ کی حیات دنیوی میں واجب تھی اسی طرح وفات شریف کے بعد بھی واجب ہے۔ سلف و خلف کا یہی طریقہ رہا ہے۔

حضور ﷺ کے منبر شریف کے تین درجے تھے حضور ﷺ سب سے اُوپر کے درجہ پر بیٹھتے اور درمیانی درجہ پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں بپاس ادب درمیانی درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں سب سے نیچے کے درجہ پر رکھتے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں زمین پر رکھتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے پہلے چھ سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح کرتے رہے پھر رسول اللہ ﷺ کے جلوس کی جگہ پر چڑھے۔(وفاء الوفاء)

حضرت اسحٰق تجیبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال شریف کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو صحابہ کرام خشوع وانکسار ظاہر کیا کرتے۔اُن کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور وہ حضور ﷺ کے فراق اور اشتیاقِ زیارت میں رویا کرتے۔ یہی حال بہت سے تابعین کا تھا۔ (شفاء شریف)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے' اور حدود مدینہ منورہ میں بعض حضرات پائخانہ کے لئے نہ بیٹھتے تھے' اس تعظیم کا کوئی ثبوت نہیں ملتا' نہ صحابہ سے اور نہ ہی تابعین سے' مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ دل ہے اور کوئی بھی اس کو منع نہیں فرماتا' اس آیت میں چونکہ عزت وتوقیر مطلق ہے' اس لئے کسی طرح کی اس میں قید لگانا غلط ہے۔

روح البیان میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے غلام ایاز کے لڑکے کا نام محمد تھا۔ سلطان محمود غزنوی اُس کا نام ادب سے لے کر پُکارتے تھے۔ ایک بار کہا کہ اے ایاز کے لڑکے یہاں آنا' ایاز نے عرض کیا کہ حضور آج کیا قصور ہوا کہ آپ نے اس کا نام نہ لیا' فرمایا کہ میں اُس وقت بے وضو تھا اور یہ نام پاک میں بغیر وضو نہیں لیتا۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مذہب اہلحدیث میں غیر اللہ کو ندا کرنا : جائز ہے اور شرک ہے !

غیر مقلد وحید الزماں لکھتے ہیں :

'غیر اللہ کو ندا کرنا مطلقاً جائز ہے'۔ (ہدیۃ المہدی/۲۳)

'رسول اللہ ﷺ کو یا حضرت علی کو یا کسی ولی کو یہ خیال کر کے ندا کرے کہ اُن کی سماعت عامۃ الناس کی سماعت سے اوسع ہے تو شرک نہیں'۔

(ہدیۃ المہدی/ ۲۵)

خود غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں بھی اسی کے قائل ہیں' وہ خود غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں: قبلہ دیں مددے

کعبۂ ایمان مددے

ابن قیم مددے

قاضی شوکاں مددے (نفح الطیب/ ۴۷)

اس کے برخلاف : غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری (فاضل دار العلوم دیوبند) کہتے ہیں :

'غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے'۔ (اہل حدیث کا مذہب)

نام نہاد اہلحدیث محمد بن جمیل زینو لکھتا ہے:

'صوفیہ اللہ کے علاوہ نبیوں' ولیوں' زندوں اور مُردوں کو پُکارتے ہیں' وہ کہتے ہیں: (اے جیلانی' اے رفاعی' یارسول اللہ مدد کیجئے' یارسول اللہ آپ ہی پر بھروسہ ہے) جب کہ اللہ تعالیٰ دوسرے کو پُکارنے سے منع کرتا ہے اور اُسے شرک مانتا ہے' 'الصوفیة فی میزان الکتاب والسنة'

' مصیبتوں کے نزول کے وقت صوفیہ غیر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں زمانہ جاہلیت کے مشرکین نزولِ مصیبت کے وقت جو کام کرتے تھے'۔

'الصوفية فی میزان الکتاب والسنة'

حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں کہ ہر انسان کو مدد کی ضرورت ہوتی ہے ایسا کوئی انسان نہیں جو غیر اللہ کی مدد کے بغیر سانس لے رہا ہے۔ دیکھتے ہو آنکھ کی مدد سے' سُنتے ہو کان کی مدد سے' بولتے ہو زبان کی مدد سے' چلتے ہو پیروں کی مدد سے' تھامتے اور پکڑتے ہوئے ہاتھوں کی مدد سے' زندگی بچاتے ہو غذا' پانی اور ہوا کی مدد سے۔ نہ جانے کتنی مدد کی ضرورت ہو رہی ہے۔ قدم قدم پر مدد کی ضرورت۔ مجھے حجاب ہو رہا ہے کہ میرے نبی کے علم پر اعتراض کرتے ہیں اپنے علم کی مدد سے۔ دیکھو ہے کوئی جو دوسروں کی مدد نہ چاہتا ہو' تو سب ہی مشرک' پوری دُنیا ہی مشرک ہوگئی۔

دیکھو اب ایک فقہ کا مسئلہ بھی سامنے لاکر رکھ دیتا ہوں۔ متکلمین کا مسئلہ بھی سامنے رکھو۔ وہ کون جس کی بنیاد پر مسلمان کافر ہو جائیں' وہ خود کافر ہے۔ وہ کون جس کی وجہ سے سب گمراہ ہو جائیں وہ خود گمراہی ہے۔

نتیجہ کی بات بتاؤں جو کہتے ہیں مدد کی ضرورت نہیں' یہ بھی روزِ محشر مدد کے لئے پیچھے پیچھے اور دوڑے دوڑے پھریں گے۔ کبھی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے پاس' کبھی حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے پاس۔ ارے وہاں تمہاری توحید کیا ہوگئی؟ ارے نادانو ! اگر دوڑنا تھا تو یہیں دوڑ لیتے' وہاں دوڑنے سے کیا فائدہ۔ اگر ماننا ہو تو یہیں مان لو۔

عالمِ آخرت میں بھی انبیاء اور اولیاء سے فائدہ ہوگا۔ انبیاء اور اولیاء آخرت میں بھی مدد فرمائیں گے۔ ہولِ محشر سے بڑھ کر تو کوئی قیامت نہیں ہوگی اور اُس وقت تمام لوگوں کی نظریں شفاعت کرنے والے کو تلاش کریں گی۔ سارے اہلِ محشر پریشان ہیں کہ حساب کتاب میں تاخیر ہورہی ہے۔ سفارش کی ضرورت محسوس ہوگی' تعجیل حساب (حساب کتاب میں جلدی) کے لئے جب قوم سیدنا حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی مدد لینے کے لئے پہونچے گی تو سیدنا آدم علیہ السلام غیر کی راہ دکھائیں گےاور فرمائیں گے **نفسی نفسی** ۔ **اذهبوا الی غیری** دوسرے مددگار کے پاس جاؤ۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ **اذهبوا الی الله**(اللہ کے پاس جاؤ) بلکہ سیدنا آدم علیہ السلام دوسرے کے پاس بھیج رہے ہیں۔ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نے یہی کہا **نفسی نفسی** ۔ **اذهبوا الی غیری** دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا **نفسی نفسی** ۔ **اذهبوا الی غیری** دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا **نفسی نفسی** ۔ **اذهبوا الی غیری** دوسرے کے پاس جاؤ۔ قوم ایک دوسرے سے ہوکر آخر میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائے گی۔اب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یہ نہیں فرمائیں گے کہ **اذهبوا الی غیری** دوسرے کے پاس جاؤ بلکہ وہ آخری کا پتہ دیں گے' دیکھو ادھر جاؤ۔ شفاعت کا دروازہ وہی کھولیں گے۔ سب لوگ سرکار عربی شفیع المذنبین حضور رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ انبیاء علیہم السلام کے نفسی نفسی کہنے میں حکمت یہ ہے کہ اس کام کے لئے امام الانبیاء موجود ہیں۔ حضور ﷺ فرمائیں گے **انا لها** ۔ **انا لها** ہم اسی لئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ شفاعت فرماتے ہیں اور شفاعت کا آغاز ہوجاتا ہے یہی وہ مقام ہے کہ سارے اہلِ

محشر میرے رسول کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ چاہے اپنے ہو یا پرائے ہو' تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مقام محمود پر میرا رسول لوائے حمد لیا ہوا نظر آرہا ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ لوگ قیامت سے بہت گھبراتے ہیں اور ڈرنے کی بھی چیز ہے۔ مگر بتاؤ قیامت کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر قیامت قائم نہ ہوگی تو حساب کتاب کیسے ہوگا؟ میں نے پوچھا کیا ضرورت ہے حساب کتاب کی۔ کیا خدا عالم الغیب والشہادہ نہیں۔ وہ کیا تمہارے کرتوتوں سے واقف نہیں۔ کیا خدا تمہارے اعمال سے باخبر نہیں۔ مجھے بتاؤ قیامت کی کیا ضرورت ہے؟ خدا جسے چاہے اپنے فضل سے جنّت میں پہنچا دے اور خدا جسے چاہے اپنے عدل سے جہنم میں ڈال دے۔ ہے کوئی دَم مارنے والا۔ اگر لکھنا پڑھنا ضروری ہے تو وہ لکھ ہی رہے ہیں۔ لکھنے کی کیا ضرورت ہے خدا علیم خبیر ہے۔ بولو اگر اللہ تعالیٰ جہنمیوں کو بغیر حساب کتاب کے اگر جہنم میں ڈال دے تو کیا وہ جا کر شور مچائیں گے' اسٹرائک کریں گے' کیا احتجاج کریں گے' کالے پتلے لگائیں گے کالے جھنڈے لگائیں گے' حساب انقلاب زندہ باد کے نعرے لگائیں گے۔ دَم مارنے کی گنجائش نہیں۔ کیا ضرورت ہے حساب کتاب کی۔ آج سمجھ میں نہ آئے پھر سونچو' بار بار سونچتے رہو۔ جو رسول کے مقام اور رسول کے مرتبہ سے واقف نہیں' اُن سے بھی پوچھو کیا ضرورت ہے قیامت کی؟ آپ کہیں گے دوستو! مجھے ایسا لگتا ہے کہ رحمتِ خداوندی آواز دے رہی ہے کہ اے نادان حساب کتاب کے لئے قیامت نہیں ہے۔ اے محبوب (ﷺ) اگر قیامت نہ ہوتی تو ہو جاتا کہ ہم جنتی کو جنّت میں پہنچا دیتے' جہنمی کو جہنم میں پہنچا دیتے ......مگر اے محبوب (ﷺ) اگر قیامت نہ ہوگی تو مقامِ محمود پر تمہیں کون دیکھے گا؟ لوائے حمد تمہارے ہاتھ میں کون دیکھے گا؟ میزان پر سہارا دیتا ہوا کون دیکھے گا؟

تمہیں پُل صراط پر بچاتا ہوا کون دیکھے گا؟ تم کو جہنم سے نکالتا ہوا کون دیکھے گا؟ تمہیں جنّت کا دروازہ کھولتا ہوا کون دیکھے گا؟ تو اے محبوب ﷺ ! قیامت حساب کتاب کے لئے نہیں، تمہارا مرتبہ دِکھانے کے لئے ہے :

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ محشر کا　　　تمہاری شانِ محبوبی دِکھائی جانے والی ہے

محشر میں حساب کتاب تو بعد میں ہوگا لیکن پہلے مددگار کی تلاش ہوگی۔ ساری قوم مددگار کی تلاش میں سیدنا آدم علیہ السلام سے حضور خاتم النبیین شفیع المذنبین ﷺ تک سب کے پاس پہنچ رہی ہے تو کیا سب مشرک ! اگر غیر خدا کو کوئی مددگار بنانے سے واقعی مشرک ہو جاتا ہے تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیں جنھیں دیوبندی بھی پیر کہتے ہیں ہمارے لئے بھی مصدقہ ہے، انہوں نے کہا :

جہاز اُمت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں　　　تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

اُمّت کے جہاز کو ڈبانے کا بھی اختیار آپ کو ہے اور اُسے تیرانے کا بھی اختیار آپ کو ہے۔ اب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر قبر پر سناؤ کہ آپ بھی مشرک۔ اب اگر دِل کی دھڑکن کم نہ ہوئی تو اور بھی ایک شعر سنا دوں، لکھنے والے دارالعلوم دیو بند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی ہیں:

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا　　　نہیں ہے قاسمؔ بیکس کا کوئی حامی کار

اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہے اور عرض کیا ہے کہ آپ کے سوا میرا کوئی بھی حامی نہیں یعنی خدا کو بھی بھول گئے۔ کرمِ احمدی کو مددگار بنا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اے کرمِ احمدی تیرے سوا قاسم بے بس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ لیجئے یہ بھی مشرک !

عقیدۂ توحیداور زمانہ جاہلیت کے مشرکین :

اسلام کے سارے نظام فکر وعمل کی بنیاد توحید پر ہے۔ زمین وآسمان کی اس کائنات میں عبادت و بندگی کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کا نام اللہ ہے وہ اکیلا سب کا معبود ہے الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں' سارے کمالات کی جامع اور جملہ نقائص سے اس کی ذات منزہ اور پاک ہے۔ عقیدۂ توحید جو اسلام کا سب سے پہلا بنیادی عقیدہ ہے۔ یہ صرف ایک نظریہ نہیں بلکہ انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانے کا واحد ذریعہ ہے جو انسان کی تمام مشکلات کا حل اور ہر حالت میں اس کے لئے پناہ گاہ اور ہر غم و فکر میں اس کا غمگسار ہے۔ کیونکہ عقیدۂ توحید کا حاصل یہ ہے کہ عناصر کے کون وفساد اور ان کے سارے تغیرات صرف ایک ہستی کی مشیت کے تابع اور اس کی حکمت کے مظاہر ہیں۔

ہر تغیر ہے غیب کی آواز   ہر تجدد میں ہی ہزاروں راز

اور ظاہر ہے کہ جب یہ عقیدہ کسی کے قلب و دماغ پر چھا جائے اور اس کا حال بن جائے تو یہ دُنیا ہی اُس کے لئے جنّت بن جائے گی سارے جھگڑے فساد اور ہر فساد کی بنیادیں ہی منہدم ہو جائیں۔

زمانہ جاہلیت کے مشرکین اپنے بتوں کو الہ اور معبود یقین کرتے تھے۔ اگر آج بھی کوئی کسی کو الہ اور معبود سمجھے خواہ وہ بت ہو' درخت ہو' دریا ہو' انسان ہو یا اجرام سماوی میں سے کوئی چیز وہ مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج۔ آج ہر اس مسلمان کو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کی محبت ہو اور اولیاء کرام سے عقیدت ہو اس کو مشرک کہنا ایک فیشن بن کر رہ گیا ہے قرآنی آیات میں غور کرنے سے

ہمیں کفار کے عقائد پر پوری طرح واقفیت حاصل ہوتی ہے وہ قیامت کے منکر تھے وہ اپنے بتوں کو الہ اور معبود یقین کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے تھے وہ نبی کریم ﷺ کی جناب پاک میں گستاخی کرتے تھے اور حضور ﷺ کو شاعر اور مجنوں کہتے تھے۔ جو لوگ خواہ مخواہ مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگاتے ہیں اور ان کے متعلق یہ تہمت لگاتے ہیں کہ اُن کے بھی وہی عقاید ہیں جو مشرکین مکہ اور کفار عرب کے تھے وہ قرآنی آیات میں بار بار غور کریں۔ خدا کرے انھیں اپنی اس زیادتی کا احساس ہو جائے اور مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کے لئے جو وقت' سرمایہ اور علمی قابلیت ضائع کر رہے ہیں اسے وہ مشرکوں' ملحدوں اور دہریوں کو مشرف با اسلام کرنے میں خرچ کریں۔

نام نہاد اہلحدیث کے یہاں توحید کے معنی ہیں انبیاء کی توہین۔ جیسے کہ روافض کے یہاں حُبّ علی کے معنی ہیں بغض صحابہ کرام۔ یہ توحید تو شیطانی توحید ہے۔ اُس نے سیدنا آدم علیہ السلام کی عظمت سے انکار کیا' اکڑ گیا اور اُکھڑ گیا۔

اسلامی توحید ہے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا' اُس کے محبوبوں کی عزت وعظمت کرنا۔ جس کی تعلیم ہے **لااله الا الله محمد رسول الله** پہلے جزء میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہے دوسرے میں عظمتِ مصطفیٰ کا اظہار۔

نام نہاد اہلحدیث کی ذہنی وفکری خباثت اور بدعقیدگی اتنی پست ہے کہ وہ سمجھے بے سمجھے وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں' مسلمانوں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔اور بتوں سے متعلق آیات کو انبیاء واولیاء کے حق میں ثابت کر دیتے ہیں۔

غیر مقلد عمر فاروق سلفی لکھتا ہے :

' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا' حاجت روا' دستگیر اور غوث اعظم نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفات میں کسی نبی' پیر اور قبر والوں (مردہ) کو شریک کرنے والا شخص مشرک ہے' (شرک کیا ہے؟/ ۱۹ عمر فاروق سلفی)

' اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نبی' ولی' بزرگ اور قبر والوں کو داتا گنج بخش اور غریب نواز سمجھنے والا شخص مشرک ہے' (شرک کیا ہے؟/ ۲۰ عمر فاروق سلفی)

ایک ہر جملے میں غیر مقلد سلفی نے دُنیا کے کروڑوں مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا۔ اُس پیٹ کے مریض سے ہم پوچھتے ہیں کہ وہ حُبوب (گولیوں) کو جُلاب کُشا کہہ کر کیوں استعمال کر رہا ہے؟ شربت کو رُوح افزاء کیوں کہہ رہا ہے؟ کیا یہ شرک نہیں؟

شفیع المذنبین حضور نبی کریم ﷺ قیامت کے دن کثرتِ اُمت پر فخر کریں گے۔ جب اُمت کی اکثریت کو مشرک کہہ دیا جائے تو قیامت کے دن اُمت کثرت سے کہاں رہے گی؟ حضور نبی کریم ﷺ قیامت کے دن شفاعت کن لوگوں کی فرمائیں گے؟ مقلد وہابی اور غیر مقلد وہابی تو شفاعت کے منکر ہیں۔ منکرِ شفاعت' محرومِ شفاعت رہے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **شفاعتی حق فمن لم یؤمن بھا فلیس من اھلھا** میری شفاعت برحق ہے جو اُس پر یقین نہیں رکھتا وہ اُس سے محروم رہے گا۔

لیلۃ البراءت کو اللہ تبارک وتعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کے برابر (اعداد وشمار سے باہر) حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت کے گنہگاروں کی مغفرت فرمائے گا۔

جب ساری اُمت کو مشرک کہہ دیں تو بتاؤ اتنی کثرت سے اُمت کہاں سے لاؤ گے؟ حضور ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہوگے۔ (بخاری شریف)

الحمدللہ ! جشن میلاد النبی ﷺ منانے والے مشرک نہیں ہو سکتے۔

افسوس ! قوم کے بدمذہب اور باطل فرقوں کے افراد اگر حضور سید المرسلین ﷺ کی اُمت کے فضائل سے واقف ہوتے تو اس بے مثال اور فضیلت یافتہ اُمت کو مشرک و بدعتی قرار نہ دیتے۔ میرے رسول کی اُمت' نورِ ہدایت لئے شرک و بدعت ختم کرنے آئی ہے۔ کیا سورج اور چراغ کی روشنی سے کائنات میں اندھیرا چھا جاتا ہے اور محفلیں تاریک ہوتی ہیں؟ ذکرِ رسول کی محفلوں سے کائنات کی فضاء خوشگوار اور ماحول معطر ہو جاتا ہے۔ بدبُو اور تعفن اس مقام پر پھیلتا ہے جہاں مُردے سڑے پڑے رہتے ہیں' لہذا شرک و بدعت کی بدبُو اور تعفن ان محفلوں میں پھیلے گا جہاں انبیاء' شہداء اور اولیائے اُمت کو مُردہ یقین کیا جاتا ہے۔ مٹی میں مِل گئے کہا جاتا ہے اور اُن کی حیات جاوید کا انکار کیا جاتا ہے۔ مُردہ نظریات وعقائد اور مُردہ فکر و ذہن کے حامل' ہمیشہ زندوں کو بھی مُردہ یقین کرتے ہیں۔ دراصل اُن کی حِس ایمانی مُردہ ہو چکی ہے۔ حضور انور ﷺ کی بہترین ومنتخبہ اُمت کے اجماع کو مشرک و بدعتی اور گمراہ قرار دینا حضور انور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کی توہین اور فرمانِ مبارکہ **ان اُمتی لاتجتمع علی الضلالۃ** (ابن ماجہ' ترمذی) (میری اُمت ضلالت وگمراہی پر اتفاق نہیں کرسکتی ہے) کو جھٹلانا ہے۔ نیز قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ ﴿**كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ**﴾ (اٰعمران/۱۰۹) (تمام رسولوں کی اُمت سے) تم بہترین (افضل) اُمت ہو جسے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے' تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو' (کنزالایمان) ﴿**وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ**﴾ اور (اے مسلمانو !) ہم نے تم کو سب اُمتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور ہمارا

یہ برگزیدہ رسول تم پر گواہ ہو ...... ان آیات کی صریح تکذیب وفرمانِ الٰہی کے خلاف لب کُشائی کرنا ہوگا۔

غیر مقلد عمر فاروق سلفی مزید لکھتا ہے :

'جن ناموں سے ہم اپنے فوت شدگان بزرگان دین کو پکارتے ہیں مثلاً 'علی ہجویری کو گنج بخش، فیض عالم مظہر نور خدا کہنا' شیخ عبدالقادر جیلانی کو غوث اعظم اور دستگیر کہنا' حضرت علی کو مشکل کشا (یا علی مدد!) کہنا' ان بزرگوں کو ان ناموں سے پکارنے کی کوئی دلیل یا حجت اللہ تعالیٰ نے نہیں اُتاری :

﴿ما تعبدون من دونہٖ الا اسماء سمیتموھا انتم واٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطن ۚ ان الحکم الا للہ ۚ امر الا تعبدوا الا ایاہ ۚ ذلك الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون﴾ اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اُتاری ہر حکم اور فیصلے کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی صحیح دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے'

(یوسف/۴۰) (شرک کیا ہے؟/۲۲ عمر فاروق سلفی)

نام نہاد اہلحدیث بتاؤ کہ اس آیت کے مخاطب کون لوگ ہیں؟ مسلمان یا کفار ومشرکین؟

'اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اُتاری'

(☆) اس آیت کے مخاطب اگر کفار ومشرکین ہیں اور یقیناً وہی ہیں تو اُن معبودانِ باطل کی حقیقت کیا ہے؟

کفار ومشرکین کے معبود محض فرضی مخلوق ہیں جس کا کوئی وجود نہیں۔ محض نام ہیں بغیر مسمیٰ کے، محض گھڑے ہوئے قصّے ہیں بغیر کسی اصل واقعہ کے۔ یعنی ان ناموں کی کوئی مخلوق گذری ہی نہیں۔ نہ انسان، نہ جِنّ، نہ فرشتہ، نہ کوئی اور چیز۔ یہ الفاظ بے معنیٰ ہیں چنانچہ وہ لوگ کسی بُت کا نام سائقہ رکھتے تھے یہ سمجھ کر کہ بارش یہ برساتا ہے، کسی کا نام حافظہ کہ نگہبانی وہ کرتا ہے، کسی کا رازقہ کہ ہم کو روزی یہ دیتا ہے، کسی کا نام سالمہ۔ بعضے بالکل بے معنیٰ نام تھے جیسے صداء، صمود، ہیاد۔ ان ناموں کے پتھر بنا کر پوجتے تھے۔ (روح البیان) جیسے آج ہندو کسی پتھر کا نام ہنومان رکھتے ہیں کہ ہے وہ انسان مگر بندر کی شکل۔ کسی کا نام گنیش کہ ہے انسان مگر ہاتھی کی شکل، اس کے مُنہ پر سُونڈ۔ کسی کا نام کنھیّا جو ہے انسان مگر کبھی ایک بالشت کا کبھی بیس گز کا۔ اس قسم کی مخلوق کوئی نہیں گزری۔ صرف الفاظ بے معنیٰ اور نام بے مسمیٰ۔ یہ ان کے معبودان کی حقیقت ہے جو صرف گھڑے ہوئے وہمی نام ہیں کہ ان چیزوں کی معبودیت تو درکنار، موجودیت بھی ثابت نہیں۔

(☆) اگر اس آیت کے مخاطب مسلمان ہیں تو بتایئے کہ قرآن کن مسلمانوں سے مخاطب ہے؟

نزولِ قرآن کے وقت کے مسلمان (صحابہ کرام) یا موجودہ دور کے مسلمان؟

ظاہر ہے قرآن مجید کے اولین مخاطب تو وہی مسلمان ہوں گے جو نزول کے وقت موجود تھے یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

'اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے اُن کی کوئی دلیل نہیں اُتاری'

صحابہ کرام نے نزولِ قرآن کا بچشم خود معاینہ کیا ہے اور اسباب نزول بھی انہیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ صحابہ کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کے ہر قول وفعل کو قرآن نے ہر مسلمان کے لئے اولین معیار قرار دیا ہے اور جن کو اپنی دائمی رضامندی کا مژدہ جاں فزا سُنایا ہے۔

یہ صحابہ کرام ہیں ۔قرآن مجیدان کی زبان میں نازل ہوااوراُن لوگوں نے قرآن کریم کوخود صاحبِ قرآن سے پڑھا۔ اُن سے زیادہ قرآن مجید کوکون سمجھ سکتا تھا؟

نام نہاد اہلحدیث ! تم بتاؤ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کن معبودانِ باطل کی عبادت کیا کرتے تھے؟ اللہ تعالیٰ کے علاوہ وہ کس کو پُکارتے تھے؟

معلوم یہ ہوا کہ نام نہاد اہلحدیث' سمجھے اور بے سمجھے وہ تمام آیات قرآنی جومشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں' مسلمانوں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔اور بتوں سے متعلق آیات کو انبیاء واولیاء کے حق میں ثابت کر دیتے ہیں۔

عقیدۂ اہلِ سُنّت وَجماعت : اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کوشریک سے پاک ماننا توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان اس طرح لانا ہوگا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے (**آمنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ** ۔۔۔) اللہ تعالیٰ کی صفات کو اُسی حیثیت سے کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی' ازلی وابدی اور لامحدود ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات عطائی' محدود' عارضی اور فنا ہونے والی نہیں ہیں۔ بندوں کوسب کچھ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ دینے والا اور بندے لینے والے ہیں۔ بندوں کے تمام صفات' اختیارات' ملکیت' کمالات' طاقت وقوت سب کچھ محدود' عارضی' باقی نہ رہنے والے اور فنا ہونے والے ہیں۔

جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ قادر و مختار ہے۔ اللہ تعالیٰ مختار ہونے میں محتاج نہیں۔اللہ تعالیٰ کو اختیار کسی سے عطا نہیں ہوا بلکہ ذاتی ہے اور بندہ مختار ہونے میں محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بعض صفات بندوں کو بھی عطا کرتا ہے جیسے دیکھنا' سننا' مالک ہونا' بادشاہ ہونا' غنی کرنا' شفاء دینا' حاکم ہونا' مدد کرنا' اور مارنا جلانا۔ اس طرح کی صفات قرآن کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں بندوں کے لئے بھی ثابت ہیں۔

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ﴾ (المائدہ/۵۵) یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں۔

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ (التوبہ/۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓئُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ﴾ (فصلت۔ حٰمٓ/۳۱)

اور ہم تمہارے مددگار رہتے تمہاری دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ (تحریم/۴) بے شک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبریل اور مومنین صالحین بھی اُن کے مددگار ہیں اس کے بعد فرشتے بھی اُن کی مدد پر ہیں۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تمہارا بھی مددگار اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے۔ مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالغرض۔۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کرنی چاہئے یہی ایمان والوں کے مددگار ہیں۔اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد اور دوستی' تمام کے مقابلہ میں

کافی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اسلام کی لذت وہ ہی پا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے عداوت کرے یعنی اللہ والوں سے محبت کرے اور دین کے دشمنوں سے علحدہ رہے۔ صحابہ کرام و اہل بیت عظام' اولیاء اللہ' مشائخ و علمائے دین کی محبت اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ یہ حضرات مومن اور مومنوں کے سردار ہیں۔ اسی کو سورہ فاتحہ میں فرمایا گیا ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ خدایا ہم کو اُن کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ اور حقیقت میں مسلمانوں یا اولیائے کرام سے محبت رکھنا حضور ﷺ سے محبت کے لئے ہے' یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کو پانے کے دروازے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی اپنی کتاب 'جآء الحق' میں تحریر فرماتے ہیں:

'اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جب کہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے۔ کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا'

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جہاز اُمّت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسولَ اللہ

وہ خوش نصیب لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اپنا مددگار رفیق و دوست بنایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ﴾ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا مددگار بناتا ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کی جماعت غالب رہے گی۔

رب تعالیٰ جس پر مہربان ہوتا ہے اس کے لئے مہربان مقرر فرما دیتا ہے اور جس پر قہر فرماتا ہے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے' اسی لئے مددگار بنانے کی دُعا مانگنے کا حکم دیا۔ غیر خدا کی مدد شرک نہیں بلکہ رب کی رحمت ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٌ﴾ وہاں کوئی کسی کا نہ ولی ہے نہ مددگار۔ اس آیت میں کفار کا ذکر ہے۔ واقعی کافروں کا نہ کوئی مددگار ہوگا نہ شفیع۔ مومنوں کے لئے سب مددگار اور شفیع ہوں گے۔

بے ایمانوں کا کوئی مددگار نہیں :

☆ ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِنْ بَعْدِهٖ﴾ (الشوریٰ) اور جسے اللہ گمراہ کرے اُس کا کوئی رفیق نہیں' اللہ کے مقابل۔ (یعنی گمراہ کا کوئی مددگار نہیں)

☆ ﴿وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ (الکہف) اور جسے گمراہ کرے تو' ہرگز اُس کا کوئی حمایتی راہ دِکھانے والا نہ پاؤ گے۔ (گمراہ کا نہ کوئی مددگار ہے نہ کوئی مُرشد و رہبر)

☆ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ (الشوریٰ) اور اُن کے کوئی دوست نہ ہوئے کہ اللہ کے مقابل اُن کی مدد کرتے اور جسے اللہ گمراہ کرے اُس کے لئے کہیں راستہ نہیں۔ (یعنی کفار کو جن دوستوں پر دُنیا میں بھروسہ تھا' یا جن قرابت داروں کے متعلق اُن کا خیال تھا کہ قیامت میں ہماری مدد کریں گے وہ کوئی مدد نہ کریں گے)

☆ ﴿فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ (الروم) تو اُسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا اور اُن کا کوئی مددگار نہیں (بے یار و مددگار ہونا کفار کا عذاب ہے)

☆ ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ (المومن)
اور ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

ہمارے حضور ﷺ سے کہا جائے گا **قل تسمع واشفع تشفع** محبوب کہو: تمہاری سُنی جائے گی' شفاعت کرو' تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ خیال رہے کہ رب جس کی بھی سُنتا ہے یا سُنے گا حضور ﷺ کے واسطہ سے۔ ان شآء اللہ مومنوں کے دوست بھی کام آئیں گے اور سفارشی بھی۔ مومنوں کے سفارشیوں کی بات مانی جائے گی کیونکہ دوستوں اور سفارشیوں کا کام نہ آنا کفار کے عذاب میں شمار کیا گیا ہے۔

☆ ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۚ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾
(العنکبوت/۴۱) اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر (دوسرے) مددگار بنا لیے مکڑی کی سی مثال ہے اُس نے (جالے کا) گھر بنایا اور اس میں شک نہیں کہ سب گھروں سے زیادہ کمزور یقیناً مکڑی کا گھر ہے' کاش وہ بھی اس حقیقت کو جانتے۔

کفار کو خداوند کریم کی نہ توحید پر ایمان تھا اور نہ روزِ قیامت پر یقین تھا اس لئے وہ بڑے مزے سے حیوانی زندگی گزار رہے تھے۔ کفار نے اپنے بتوں کو معبود بنا رکھا تھا۔ ان کے زعمِ باطل میں اُن کے معبودوں کا یہ کام تھا کہ وہ انہیں مصیبتوں سے چھڑائیں اور اُن کی دولت وعزت میں اضافہ کرتے چلے جائیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُن کی نافرمانیوں کے باعث اُن پر عذاب نازل کیا تو یہ بُت اُن کے کسی کام نہ آسکے۔ کفار بڑے بدبخت ہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو اپنا سرپرست اور دوست سمجھتے ہیں اور اُن سے یہ امیدیں وابستہ کئے بیٹھے ہیں کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آپڑے گی تو وہ آکر انہیں بچالیں گے۔ فرمایا' اُن کی یہ توقعات

مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ مکڑی کا جالا تو ہوا کے ایک جھونکے کی تاب نہیں لاسکتا۔ مکڑی کا جالا گرمی، سردی دُور نہیں کرسکتا، گردوغبار کو روکتا نہیں، دیکھنے میں بہت پھیلا ہوا ہوتا ہے مگر اُس کی حقیقت کچھ نہیں ہوتی کہ انگلی لگ جانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسے ہی اُن کفار کے دین کا حال ہے کہ دِکھاوا بہت، حقیقت کچھ نہیں۔ نہ اُس کی نبیاد ہے نہ دیواریں، نہ چھت نہ کوئی اور چیز کی پختگی۔ مکڑی کا جالا عذابِ الٰہی کے طوفانوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ (اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ کر غیروں کے ساتھ تعلق قائم کرنے والے اور اُن پر بھروسہ کرنے والے ایسے ہیں جیسے وہ نادان جو مکڑی کے جالوں پر اپنی امیدوں کے محلات تعمیر کرنا چاہتے ہیں)۔

حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گھروں کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھا کرو کیونکہ مکڑی کے جالوں کا گھر میں ہونا افلاس کا باعث ہے۔ (قرطبی)

☆ ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّايَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (الاحقاف/ ۵) اور اُس (بدبخت) سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پُکارے جو قیامت تک اُن کی فریادرسی نہ کرسکیں اور وہ اُن کے پُکارنے سے ہی بے خبر (غافل) ہیں۔

مشرکین بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے، انہوں نے بیت اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بُت بٹھا کر رکھے تھے۔ اپنے اپنے گھروں میں جو مُورتیاں انہوں نے سجا رکھی تھیں وہ اس کے علاوہ تھیں۔ اُن کی اس کھلی گمراہی بلکہ حماقت کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا جارہا ہے کہ اے عقل کے اندھو! تم اُن بے جان پتھروں کے بتوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں، جو بالکل بہرے ہیں، نہ دیکھتے ہیں نہ پکڑتے ہیں۔ وہ بھلا کسی مشکل وقت میں تمہاری مدد کیا خاک کریں گے۔ اس سے زیادہ نادان و گمراہ

اور کون ہوسکتا ہے؟

بعض لوگ جو ملت کے اتحاد کو انتشار کا شکار بنانا چاہتے ہیں...... رات دن اس دُھن میں لگے رہتے ہیں کہ ملت میں نئی ملت پیدا کریں۔ وہ ان ہی آیات کو جن کے مخاطب بے جان پتھروں کے بُت (مورتیاں) اور کفار ومشرکین ہیں وہ اہلِ سُنّت و جماعت پر چسپاں کرتے ہیں (معاذ اللہ)۔ بحمدہ تعالیٰ اہلِ سُنّت و جماعت میں سے کوئی اَن پڑھ اور جاہل بھی اللہ جل مجدہ' کے سوا کسی کی خدائی اور الوہیت کا عقیدۂ فاسدہ نہیں رکھتا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب' تمام نبیوں کے سردار' تمام رسولوں کے سرتاج' اپنے آقا ومولیٰ اور دونوں جہاں کے آسرا محمد مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ **اشهد ان محمدا عبده' وسوله** اور نماز میں کئی کئی مرتبہ اس شہادت کا اعادہ کرتا ہے تو وہ کسی اور کو کیونکر خدا یا خدا کا ہمسر اور شریک تصور کرسکتا ہے؟ یہ محض بہتان اور افتراءِ عظیم ہے کہ اہلِ سُنّت و جماعت کسی کو خدا کا شریک بناتے ہیں **هذا افك مبين وبهتان عظيم۔**

☆ ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٍ﴾ نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (اور اللہ کے مقابل نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار)

اس آیت کے مخاطب مومن نہیں ہیں بلکہ کفار ومشرکین ہیں جن کا اللہ کے مقابل نہ کوئی والی ہے نہ مددگار۔ آیت میں روئے سخن کافروں کی طرف ہے یعنی اے کافرو! تمہارا مددگار آخرت میں کوئی نہیں۔ اگر اس آیت کے معنٰی یہ ہوں کہ قبر پرست مسلمان' نبیوں اور ولیوں کو حاجت روا مانتے ہیں تو جس وقت یہ آیت اُتری ہے وہ زمانہ نبوی تھا اور اُس زمانے کے مسلمان صحابہ کرام تھے جن سب کے بارے میں جنّت کا وعدہ ہو چکا۔ بتاؤ اُن میں قبر پرست کون تھا اور فقیروں کو کون حاجت روا مانتا تھا جس کا ذکر اس آیت

میں ہورہا ہے اگر اُس زمانے میں ایسا کوئی نہ تھا اور سارے صحابہ مومن بلکہ مومن گر تھے تو یہ آیت غلط ہوگئی، جس نے نعوذ اللہ جھوٹی خبر دی......لہذا ماننا پڑے گا کہ یہاں اُن ہی مشرکوں، کافروں کا ذکر ہے جو اُس زمانے میں موجود تھے اور بُت پرستی کرتے تھے۔

اگر کسی بندے کو بعطائے الٰہی فریادرس، مشکل کشا ماننا شرک ہو اور کسی کو حاضر وناظر، غیب داں سمجھنا توحید کے خلاف ہو تو دُنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ خود ایسے مفسرین بھی شیطان اور ملک الموت کو حاضر وناظر مانتے ہیں اور امیروں کو چندوں کے وقت، حکیموں کو بیماری کے وقت، حاکموں کو خاص مصیبت کے موقعہ پر فریادرس، حاجت روا، مشکل کشا سمجھ کر اُن کے دروازوں پر جاتے ہیں۔

تعجب ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع بلا ہو سکے، جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع جریان، دافع بخار، اکسیر شفا ہوسکیں۔ ایک شربت کا نام فریادرَس اور رُوح افزا بھی ہو مگر یہ سب توحید کے خلاف نہ ہوں اور حضور نبی کریم محمد مصطفٰے ﷺ کو فریادرَس ماننا اس آیت کے خلاف ہو گیا۔ یہ عجیب تفسیر ہے کہ کہیں غلط اور کہیں صحیح۔

لطیفہ : اُن مفسرین میں سے ایک عالم کہیں جلسے میں بُلائے گئے جہاں اسٹیج پر بیٹھ کر انہوں نے کہا **لاالہ** نہیں ہے کوئی حاجت روا، نہیں ہے کوئی مشکل کشا سوائے اللہ کے۔ خیر جلسہ ختم ہو گیا اور حضرت جی صبح لوٹنے لگے تو جلسے والوں سے نذرانہ اور کرایہ مانگا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت جی آپ رات کی اپنی تقریر بھول گئے **لاالہ** نہیں ہے کوئی کرایہ دینے والا، **لاالہ** نہیں ہے کوئی نذرانہ دینے والا۔ **لاالہ** نہیں ہے کوئی روپیہ پیسہ دینے کے قابل۔ **الا اللہ** اللہ کے سوا۔ آپ مشرک کیوں ہوئے جارہے ہیں اور ہمیں مشرک کیوں بنارہے ہیں؟ ہم اپنی توحید سنبھالیں گے اور آپ کو ایک پیسہ نہیں دیں گے۔

صحابہ کرام کا نعرہ 'یا محمدؐ' ﷺ :

حضور ﷺ کو نداء کرنا قرآن کریم، فعل ملائکہ، فعل صحابہ کرام اور عمل اُمّت سے ثابت ہے مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا **یامحمد اخبرنی عن الاسلام** نداء پائی گئی۔ مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا **یامحمد ان الله ارسلنی الیك** نداء پائی گئی۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک مرتبہ پاؤں سُن ہوگیا، ایک شخص نے اُن سے کہا **اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ** جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہے اُسے یاد کیجئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فوراً نعرہ لگایا 'یا محمدؐ' (ﷺ)۔ بس اتنا کہنا ہی تھا کہ پاؤں کی سب تکلیف جاتی رہی۔ (اخرجه البخاری فی الادب المفرد)

ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر طالب دُعا ہوئے۔ اُن کو یہ دُعا ارشاد ہوئی **اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بمحمدٍ نبی الرحمة یامحمد (یارسول الله) اِنِّیْ قد توجهت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذهٖ لتقضی اللهم فشفعه فیَّ** اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور ﷺ نبی الرحمۃ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمدؐ (یارسول اللہ) ﷺ میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں توجہ کی تاکہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما۔

یہ دُعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔ اس میں نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے مدد بھی مانگی ہے۔ ہم غلاموں کو چاہیئے کہ اسمِ گرامی کی جگہ **یارسول الله** - **یانبی الله** کہے۔

نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں کہ **یارسول اللہ** کہنا عبادت ہے اور یہ شرک ہے:

> 'ظاہر ہے کہ **یااللہ** ! کہنا عبادت ہے۔تو **یارسول اللہ** ! کہنا بھی عبادت ہوئی۔ وہ عبادت اللہ تعالیٰ کی ہوئی۔ یہ عبادت رسول ﷺ کی ہوئی۔ **لاالٰہ الا اللہ** بتلاتا ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے تو اس حق کو دوسرے کو دینے والا یقیناً مشرک ہوا'۔
>
> (غیر مقلد جوناگڑھی۔مشکوٰۃ محمدی/۸۴)

رسول اللہ ﷺ اپنی اُمت (قیامت تک کے مسلمانوں) کو دُعا سکھا رہے ہیں لیکن غیر مقلدین اُس دُعا کو بھی شرک کہہ رہے ہیں۔

غیر مقلدین سے ہم پوچھتے ہیں کہ بتاؤ' کیا اللہ تعالیٰ کو اُس کے ناموں اور صفات سے **اللہ ۔ رحمٰن ۔ رحیم۔ کریم۔ صمد ۔** کہہ کر پُکارنا عبادت نہیں ہے؟ یقیناً اس طرح پُکارنا بھی عبادت ہے۔ اب اگر ہم رسول اللہ ﷺ کو ذاتی اور صفاتی ناموں سے یاد کریں تو کیا اس کو بھی عبادت کہہ دو گے؟ محمد مصطفیٰ' احمد مجتبیٰ' رحمۃ للعالمین' سید المرسلین' شفیع المذنبین' بالمؤمنین رؤف الرحیم ......۔ کیا ہر پُکار عبادت ہے؟ ہم تو دن رات اپنی اولاد کو پُکارتے ہیں' دوستوں کو پُکارتے ہیں' ملازمین کو پُکارتے ہیں' بڑوں کو پُکارتے ہیں' چھوٹوں کو پُکارتے ہیں' مسلمانوں کو پُکارتے ہیں' غیر مسلم کو پُکارتے ہیں۔ دوستوں کو پُکارتے ہیں اور تمہیں بھی پُکارتے ہیں کہ آؤ مسلمان ہو جاؤ' بدعقیدگی سے توبہ کرلو' باادب بن جاؤ۔

حضور نبی مکرم ﷺ کو نامِ مبارک سے پُکارنا حرام ہے :

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿**لَاتَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا**﴾ (النور) رسول کے پُکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتا ہے

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں فرمایا کہ شروع ایام میں لوگ رسول اللہ ﷺ کو **یامحمد ۔ یااباالقاسم** کہہ کر مخاطب کرلیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا سکہ بٹھانے کی خاطر اس طرح پُکارنے سے منع فرما دیا۔ اُن کا بیان ہے کہ اس کے بعد لوگوں نے **یانبی اللہ ۔ یارسول اللہ** وغیرہ القاب سے مخاطب کرنا شروع کردیا۔ (دلائل النبوۃ۔جواہر البحار شریف)

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ﴿**لَاتَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا**﴾ کا مطلب یہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو نام اور کنیت سے نہ پُکارو **یامحمد ۔ یا اباالقاسم** نہ کہو بلکہ تمام تر تعظیم واحترام کو ملحوظ رکھ کر **یانبی اللہ ۔ یارسول اللہ ۔ یاحبیب اللہ ۔ یارحمۃ للعالمین**...... پُکارو اور خطاب کرو۔ (تفسیر صاوی)

واقعی محلِ انصاف ہے جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پُکارے' غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے؟ بلکہ امام زین الدین مراغی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محققین نے فرمایا کہ اگر یہ لفظ کسی دُعا میں وارد ہو جو خود نبی کریم ﷺ نے

تعلیم فرمائی ہو جیسے **یامحمد اِنِّیٓ قد توجهت بك الیٰ ربی** اے محمد ﷺ بے شک میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی جانب متوجہ ہوا' تاہم اس کی جگہ یارسول اللہ ۔ یا نبی اللہ کہنا چاہیے۔

حالانکہ الفاظ دُعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کیا جاتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو نام سے پُکارنا حرام ہے بلکہ کہا جائے کہ **یارسول الله یانبی الله** ...... اور ظاہر ہے کہ یہ حکم آپ کے وصال کے بعد بھی باقی ہے۔

کرم فرمایئے اب تو خدارا یارسول اللہ — نہیں ہے کوئی بھی میرا سہارا یارسول اللہ
غنی دوجہاں ہیں آپ' محتاجِ کرم میں ہوں — نواسوں کا دلا دیجئے اُتارا یارسول اللہ

قرآن کریم نے بہت مقامات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نداء فرمائی ﴿**یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ**﴾ ﴿**یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ**﴾ ﴿**یٰٓاَیُّھَا الْمُزمِلُ**﴾ ﴿**یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِرُ**﴾ وغیرہ ...... ان تمام آیات میں حضور نبی کریم ﷺ کو پُکارا گیا ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ دیگر انبیائے کرام کو رب تعالیٰ نے اُن کے نام سے پُکارا یاموسیٰ ' یاعیسیٰ ' یایحییٰ ' یاابراہیم ' یاآدم ...... وغیرہ مگر ہمارے حضور ﷺ کو کہیں یا احمد' یا محمد کہہ کر نہیں پُکارا۔ جہاں پُکارا پیارے القاب سے پُکارا۔اس میں ہم غلاموں کو تعلیم ہے کہ جب ہم اُن کے رب ہو کر انہیں نام لے کر نہیں پُکارتے اور تم تو اُن کے غلام' نمک خوار ہو' تمہیں نام لے کر پُکارنے کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔

مذہب اہلحدیث میں بیماروں پر جھاڑ پھونک: جائز ہے اور حرام ہے

غیر مقلد وحید الزماں کے نزدیک قرآن وحدیث سے بیماروں پر رقیہ (جھاڑ پھونک) کرنا جائز ہے۔

اس کے برخلاف : دوسرے تمام غیر مقلدین جھاڑ پھونک کو مطلقاً ناجائز اور حرام کہتے ہیں۔ (اسرار اللغۃ پارہ نمبر ۱۰)

اہلِ سُنّت وَ جماعت : اسلام نے شرک کو بیخ وبُن سے اُکھیڑ کر رکھ دیا۔۔ اس لئے یہ تو گمان ہی نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کسی ایسے منتر یا جھاڑ پُھونک کی اجازت دے جس میں شرک یا شرکیہ عقائد کا شائبہ تک بھی پایا جاتا ہو۔ اس لئے ایسے تمام منتر، طلسم، نقوش، تعویذات وغیرہ اسلام میں قطعاً حرام اور ممنوع ہیں۔ جن احادیث میں دَم کرنے، جھاڑ پھُونک کرنے وغیرہ کی ممانعت کی گئی ہے اُن جملہ احادیث سے اسی قسم کے شرکیہ اعمال مُراد ہیں، لیکن ایسا دم اور تعویذ جس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی اسم مبارک، کوئی آیت قرآنی، یا سَرورِ عالم ﷺ کی زبانِ پاک سے نکلا ہوا کوئی جملہ ہو، یا جس نقش میں، یا دَم میں شرکیہ بات نہ ہو، اس کا کرنا جائز ہے۔ حضور ﷺ خود بھی اپنے آپ کو دَم فرمایا کرتے اور صحابہ کرام پر بھی دَم کرتے اور حسنین کریمین کو تو خصوصی دَم فرمایا کرتے ۔۔ عہد رسالت میں اور اس کے بعد صحابہ کرام کا بھی یہ معمول تھا، اُس وقت سے لے کر اب تک پاکانِ اُمّت کا بھی یہ دستور رہے۔

جو کوئی صبح وشام اپنے بچّوں پر آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کر دے، وہ شیطان اور جادُو اور نظر بد سے محفوظ رہے گا۔ آیۃ الکرسی سے شیطان بھاگتے ہیں، بے چین دل کو چین آتا ہے، مِرگی والے کو فائدہ ہوتا ہے، اس سے غصّہ، شر اور حرام شہوت دُور ہوتی ہے۔ ظالم کا ظلم کم ہوتا ہے مگر اخلاص شرط ہے۔ (رُوح البیان)

سُورۃ الفلق ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور سورۃ الناس ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ دونوں سورتوں میں جِنّ وشیطان اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رہنے کی بے نظیر تاثیر ہے۔

دونوں سُورتوں کو پڑھ کر دم کرنے سے ان شآء اللہ جادو کا اثر زائل ہوجائے گا۔ قرآن کریم کی یہ دونوں سُورتیں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں۔ مفہوم معنیٰ اور مقصد کے اعتبار سے بھی انہیں الگ الگ کرنا دُشوار ہے' اس لئے انہیں معوذتین کہتے ہیں۔ جادو کے اثر کو ختم کرنے کے لئے یہ دونوں سُورتیں نازل ہوئی ہیں۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے حضور نبی کریم ﷺ جب علالت میں مبتلا ہوتے تو اپنے اُوپر معوذات (یعنی سورۂ اخلاص وفلق وناس) پڑھ کر دم فرماتے اور جب آپ کا درد بڑھ جاتا تو میں ان سورتوں کو حضور ﷺ کے سامنے پڑھتی اور برکت کی امید سے حضور ﷺ کے دست اقدس کو اپنے اوپر گذارتی (بخاری)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کرو۔ (درمنشور)

حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ ہر شب آرام کرنے سے پہلے آخری تینوں قُل پڑھتے اپنے مُبارک ہاتھوں پر دم فرماتے' پھر اپنے سارے جسم پر انہیں پھیر لیتے۔ (بخاری)

حضور ﷺ' حضرت سیّدنا امام حسن اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے۔

جو شخص رات کو تین مرتبہ پڑھ کر سوئے گا وہ خوف زدہ خوابوں سے محفوظ رہے گا۔ اور جو شخص روزانہ ایک مرتبہ پڑھے گا وہ ان شآء اللہ تمام بَلاؤں سے محفوظ رہے گا۔ جن بچّوں کو ان دونوں سُورتوں کا تعویذ پہنا دیا جائے وہ جِنّ وشیطان اور تمام زہریلے جانوروں سے محفوظ رہیں گے۔ (فیوض قرآنی)

☆ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَا مَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّآمَّةٍ ۔
اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ لیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلی بلا کے شر سے اور ہر لگنے والی نظر بد کے شر سے۔ (بچّہ کو نظر بد اور ہر طرح کی آفت و بلا' دُکھ' بیماری سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ تعویذ لکھ کر گلے میں ڈلیں۔)

حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں صاحبزادوں اسمٰعیل اور اسحٰق علیہما السلام کو یہ پڑھ کر دَم کیا کرتے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جس کو نظرِ بد سے تکلیف پہونچے یہ آیت پڑھ کر دَم کیا جائے۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص سو کر اُٹھے تو یہ دُعا پڑھ لیا کرے۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّعِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے سمجھدار بچّوں کو یہ دُعا حفظ کرا دیتے تھے اور نابالغ بچّوں کے گلے میں اس کا تعویذ بنا کر ڈال دیتے تھے۔۔ قرآنی تعویذ لکھنے اور گلے میں ڈالنے کا ثبوت ہوا۔ اس کی پابندی کرنے والا ان شآء اللہ جنات اور انسان کی شرارت اور ربّ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہے گا۔ (تفسیر نعیمی۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی)

جنات کو دفع کرنے کا ایک اور عمل: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ مدینہ طیّبہ کے ایک راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک شخص کو مرگی ہوگئی۔ میں اس کے قریب گیا اور اس کے کان میں تلاوت کی تو اس کو افاقہ ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا؟ میں نے عرض کیا' میں نے ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ

اِلٰهًا اٰخَرَ لَابُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَايُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ؕ وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ (المؤمنون/ ۱۱۵۔۱۱۸) تلاوت کی تھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **والذی نفسی بیدہٖ لو اَنَّ رجلا مؤمنا قرأبها علیٰ جبلٍ لزال** ۔مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی مومن شخص اس کو کسی پہاڑ پر بھی تلاوت کرے تو وہ بھی ہٹ جائے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جب ہاتھ زمین پر سجدہ میں جانے کے لئے رکھا تو بچھو نے ڈنک ماردیا۔نماز سے فراغت کے بعد آپ نے بچھو پر لعنت بھیجی' اس کے بعد نمک اور پانی منگوایا۔نمک پانی میں ملا کر اس جگہ جہاں بچھو کاٹا تھا پانی کی دھار گرانے لگے اور اس پر ہاتھ پھیرتے رہے ساتھ ہی ساتھ معوذتین (**قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس**) پڑھتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ دو شفا بخش چیزیں اپنے اوپر لازم پکڑلو۔یعنی شہد کھا کر اور قرآنی آیات پڑھ کر شفاء حاصل کیا کرو۔ (ابن ماجہ)

اس طرح کی بہت سی احادیث رقیہ (جھاڑ پھونک) کے جواز پر موجود ہیں مگر حدیث سے بغض رکھنے والے غیر مقلد آنکھیں بند کر کے کہتے اور لکھتے ہیں کہ رُقیہ ناجائز اور شرک ہے حالانکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا دم اور تعویذ جس میں اللہ تعالٰی کے اسمائے حسنٰی میں سے کوئی اسم مبارک' کوئی آیت قرآنی' یا سرورِ عالم ﷺ کی زبانِ پاک سے نکلا ہوا کوئی جملہ ہو' یا جس نقش میں' یا دَم میں شرکیہ بات نہ ہو' اس کا کرنا جائز ہے۔

زیارتِ قبور کے لئے سفر کرنا

مقلد دیوبندی وہابی اور غیر مقلد وہابی (نام نہاد اہلحدیث) حصولِ دولت اور اپنے باطل عقائد ونظریات کے فروغ کے لئے ہمیشہ عرب ممالک (بلخصوص سعودی عرب)، امریکہ اور برطانیہ کے لئے سفر کرتے ہیں۔ کئی ممالک میں یہ بد باطن اپنے مورچے، چوکیاں اور اڈے بنائے بیٹھے ہیں۔ یہ دہشت گرد تنظیمیں، فساد برپا کرنے کے لئے مختلف ممالک کا سفر کرتے ہیں ...... اُن کے لئے ہر طرح اور ہر مقصد کا سفر جائز ہے سوائے روضۃ النبی ﷺ پر حاضری اور بزرگانِ دین کے قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا۔ کہتے ہیں :

انبیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کی نیّت سے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ انبیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کی نیّت سے سفر کرنا بدعت (گمراہی) ہے۔

(پمفلٹ: شعبہ توعیہ الجالیات)

'رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں'۔

(عرف الجادی ۲۵۷)

'نہ تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سے برکت کا حصول جائز ہے اور نہ ہی آپ کی قبر کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا جائز ہے۔ سفر صرف مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصٰی میں سے کسی مسجد کی زیارت کے لئے جائز ہے'

(**البدعة واثرها السيّئ** ۔ طاہر نصار عزیز، مکتبہ بیت السلام الریاض)

نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کا سفر روضۃ النبی ﷺ کی زیارت کی نیّت

سے ہرگز نہ کریں :

'مدینہ کا سفر مسجد نبوی کی زیارت کی نیّت سے کریں'
(البدعة واثرها السیّئ / ۱۰۰۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مدینہ منورہ کے مساجد کی زیارت بھی ضلالت و گمراہی کا باعث ہے:

'مدینہ کے اندر مساجد سبعہ (سات مساجد) کی زیارت کے لئے نہ جائیں کیونکہ یہ بدعت ہے'۔
(البدعة واثرها السیّئ / ۱۰۱۔ طاہر نصار عزیز' مکتبہ بیت السلام الریاض)

بدعت ......' ضلالت و گمراہی کو کہتے ہیں اور بدعتی کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔ احادیث میں بدعتی کی تعظیم و توقیر کی سخت ممانعت ہے' فرمایا گیا کہ بدعتی کی تعظیم دراصل دِین کو ڈھانا ومنہدم کرنا ہے۔ چور اور زانی کے بارے میں اتنی سخت وعید نہیں ہے جتنی بدعتی کے لئے ہے کیونکہ گناہِ کبیرہ کا تعلق عمل سے ہوتا ہے اور بدعت کا تعلق عقیدہ کے فساد سے ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ کی سات مساجد کی زیارت کو بدعت کہنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ان مساجد کی زیارت کرنے والا گمراہ ہے اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ سزا اُسے مدینہ منورہ کی مساجد کی زیارت کرنے کے سبب دی جائے گی۔ (معاذ اللہ)

غیر مقلدین اس حدیثِ پاک کے مفہوم کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں:

' مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے **لاتشد الرحال الا الیٰ ثلٰث مسْجدَ مسجدِ الحرام والمسجدِ الاقصی ومسجدیْ هذا** تین مسجدوں کے سوا اور کسی طرف سفر نہ کیا جائے۔ مسجد بیت اللہ' مسجد بیت المقدس اور میری یہ مسجد'۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوائے تین مسجدوں کے اور

کسی طرف سفر جائز نہیں اور زیارتِ قبور بھی ان تینوں کے سواء ہے۔

(عامہ کتب اہلحدیث)

' مسجد نبوی کی زیارت حج کے شروط یا واجبات میں سے نہیں ہے بلکہ اس کا حج سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ میسر ہو جائے تو مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے مدینہ جائے' روضۃ النبی کی نیّت سے جانا جائز نہیں'

(رہنمائے حج اور عمرہ (طلال بن احمد العقیل)' عامہ کتب اہلحدیث)

سفر کا ثبوت : سفر کا حکم اُس کے مقصد کی طرح ہے یعنی حرام کام کے لئے سفر کرنا حرام۔ جائز کام کے لئے جائز۔ اور سُنّت کے لئے سُنّت۔ فرض کے لئے فرض۔ حج فرض کے لئے سفر بھی فرض۔ کبھی جہاد و تجارت کے لئے سفر سُنّت ہے کیونکہ یہ کام خود سُنّت ہیں۔ روضہ مصطفٰی علیہ التحیہ والسلام کی زیارت کے لئے سفر واجب ہے کیونکہ یہ زیارت واجب۔

شادی' ختنہ میں اہل قرابت کی شرکت' ڈاکٹر سے علاج کرانے کے لئے سفر جائز' کیونکہ یہ چیزیں خود جائز ہیں۔ چوری ڈکیتی کے لئے سفر حرام' کیونکہ یہ کام خود حرام ہیں۔ غرض کہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اُس کے مقصد کا حکم دیکھ لو۔ عرس خاص زیارتِ قبر کا نام ہے اور زیارتِ قبر تو سُنّت ہے لہذا اس کے لئے سفر بھی سُنّت ہی میں شمار ہو گا۔

قرآن کریم میں بہت سفر ثابت ہیں:

﴿**وَمَنۡ يُّخۡرُجۡ مِنۡ بَيۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ يُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ**﴾ (النساء/۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرتا' پھر اُسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمّہ ہو گیا۔

اس سے سفرِ ہجرت ثابت ہے۔

﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ﴾ (النساء/۱۰۰)
اس لئے کہ قریش کو مَیل دلایا (مانوس کیا' عادی بنایا)۔اُن کے جاڑے اور گرمی کے دونوں سفروں میں۔ (قریش کی گذر اُن کا ذریعہ تجارت تھی' سال میں دو مرتبہ اُن کا تجارتی قافلہ باہر جاتا اور وہاں سے اشیائے تجارت لاتا۔سردیوں میں یمن' جوگرم علاقہ تھا اور گرمیوں میں شام کی طرف جو ٹھنڈا تھا)۔ اس سے سفرِ تجارت ثابت ہوا۔

﴿واذ قال موسیٰ لفتٰه لاابرحُ حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا﴾ اور یاد کرو جب کہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچو جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے لئے گئے۔
اس سے مشائخ کی ملاقات کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

﴿یا بنی اذهبوا فتحسسوا من یوسف واخیه ولا تیئسوا من روح الله﴾
اے میرے بیٹو ! جاؤ یوسف اور اُن کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کو تلاش یوسف کے لئے حکم فرمایا۔ تلاشِ محبوب کے لئے سفر ثابت ہوا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ﴿اذهبوا بقمیصی هذا فالقوه علی وجه ابی یات بصیرا﴾ میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور میرے باپ کے منہ پر ڈال دو اُن کی آنکھیں کھل جائیں۔

علاج کے لئے سفر ثابت ہوا۔

﴿**فلما دخلوا علی یوسف اویٰ الیه**﴾ پھر جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔

ملاقاتِ فرزند کے لئے سفر ثابت ہوا۔

فرزندانِ یعقوب علیہ السلام نے والد ماجد سے عرض کیا ﴿**فارسل معنا اخانا نکتل وانا له لحٰفظون**﴾ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ہم غلہ لائیں گے اور اُن کی ضرور حفاظت کریں گے۔

روزی حاصل کرنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا ﴿**اذهب الیٰ فرعون انهٗ طغی**﴾ فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

تبلیغ کے لئے سفر ثابت ہوا۔ مشکوٰۃ کتاب العلم میں ہے **من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله** جو شخص تلاشِ علم میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ حدیث میں ہے **اطلبوالعلم ولو کان بالصین** علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

علم کا طلب کرنا تجھ پر فرض ہے اُس کے لئے سفر بھی ضروری ہے۔ طلبِ علم کے لئے سفر ثابت ہوا۔

﴿**قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین**﴾ کفار سے فرما دو کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ کفار کا کیا انجام ہوا۔

جن ملکوں پر عذاب الٰہی آیا۔ اُن کو دیکھ کر عبرت پکڑنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزاراتِ اولیاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا۔ زیارت تو مطلوب ومحمود ہے اور بہت سے علمائے اسلام نے کتب مناسک میں اسے مستحبات میں ذکر کیا ہے جس کی احادیث کثیرہ سے تائید بھی ہوتی ہے۔ یہ حضرات طبیب رُوحانی ہیں اور اُن کے فیوض مختلف۔ اُن کے مزارات پر پہنچنے سے شانِ الٰہی نظر آتی ہے کہ اللہ والے بعد وفات بھی دُنیا پر راج کرتے ہیں۔ اُن سے ذوقِ عبادت پیدا ہوتا ہے اُن کے مزارات پر دُعا جلد قبول ہوتی ہے۔ مقدمہ شامی میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں 'میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور اُن کی قبر پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور اُن کی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دُعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہوتی ہے۔

اس سے چند اُمور ثابت ہوئے۔ زیارتِ قبور کے لئے سفر کرنا۔ کیونکہ امام شافعی اپنے وطن فلسطین سے امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت کے لئے بغداد آتے تھے۔ صاحبِ قبر سے برکت لینا۔ اُن کی قبروں کے پاس جا کر دُعا کرنا۔ صاحب قبر کو ذریعہ حاجت روائی جاننا۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ سفرِ زیارت جائز ہو۔ اس لئے کہ سفر کی حلت وحرمت اُس کے مقصد سے معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سفر کا مقصد تو زیارتِ قبر' اور یہ منع نہیں' کیونکہ زیارتِ قبر کی اجازت مطلقاً ہے **الا فزوروها** تو سفر کیوں حرام ہوگا۔ نیز دینی ودُنیاوی کاروبار کے لئے سفر کیا ہی جاتا ہے۔ یہ بھی ایک دینی کام کے لئے سفر ہے یہ کیوں حرام ہوا؟ (**جآء الحق** مصنفہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ)

تین مساجد کے لئے سفر : تین مساجد کا بطورِ خاص ذکر اس لئے کیا گیا کہ تینوں مسجدوں کو اللہ کے محبوبوں‘ اللہ کے نبیوں اور اللہ کے رسولوں سے نسبت ہے۔ تینوں مسجدوں کی زمین نے محبوبوں کے قدم چومے ہیں۔ جو محبوب یہاں آرام فرما رہے ہیں اُن کی نسبت سے اس زمین کو یہ عظمت ملی۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں میں نماز کا ثواب زیادہ ملتا ہے چنانچہ مسجد بیت الحرام (کعبہ معظّمہ) میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر۔ بیت المقدس اور مسجد نبوی ﷺ میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار کے برابر۔ لہذا ان مساجد میں یہ نیّت کر کے دُور سے آنا چونکہ فائدہ مند ہے جائز ہے لیکن کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا یہ سمجھ کر کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے محض لغو ہے اور ناجائز‘ کیونکہ ہر جگہ کی مسجد میں ثواب یکساں ہے جیسے بعض لوگ دہلی کی جامع مسجد اور حیدر آباد دکن کی مکہ مسجد میں جمعۃ الوداع پڑھنے کے لئے سفر کر کے جاتے ہیں‘ یہ سمجھ کر کہ وہاں ثواب زیادہ ہوتا ہے یہ ناجائز ہے۔ تو سفر کرنا کسی مسجد کی طرف اور پھر زیادتی ثواب کی نیّت سے منع ہوا۔ اگر حدیث کی یہ توجیہ نہ کی جائے تو بہت سے سفر جو قرآن سے ثابت ہو چکے ہیں وہ سب حرام ہوں گے۔ آج تجارت کے لئے‘ علم دین کے لئے‘ دُنیاوی کاموں کے لئے صدہا قسم کے سفر کرتے ہیں‘ وہ سب حرام ٹھہریں گے۔

کلامِ رسول صرف یہ بیان کرنے کے لئے ہے کہ مسجد حرام‘ مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے سوا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت برابر ہے۔ اس لئے ان کے علاوہ دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کے لئے زحمتِ سفر برداشت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بس انہیں تینوں مساجد میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے۔

اس حدیث میں قبروں کا نہ ذکر ہے نہ کوئی اشارہ ہے نہ ان سے کسی طرح کا کوئی تعلق ہے۔ اس لئے اس حدیث میں قبروں کو بلا وجہ گھسیٹنا ایک طرح سے رسول اللہ ﷺ پر کذب وافتراء ہے۔

حیاۃ النبی ﷺ :

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو زندگی عطا فرمائی ہے۔ یہ بات کس طرح ممکن ہے جو ساری کائنات کو اپنی خیرات بانٹنے والے ہوں یہاں تک کہ مردوں کو زندگی دے دیں اور خود زندہ نہ ہوں وہ اتنی عظمت والے رسول ہیں جو چیز اُن کے بدن اقدس سے مس ہو جاتی اُسے زندگی مل جاتی۔ پڑھئے صحیح بخاری کی وہ حدیث پاک جس میں ہے کہ حضور ﷺ جب خطبہ کے لئے ایک کھجور کے تنے کے سامنے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے اور کئی مرتبہ کافی دیر تک حضور ﷺ کو کھڑا ہونا پڑتا۔ ایک عورت نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ۔ میرا بیٹا لکڑی کا کاروبار کرتا ہے۔ کیا میں آپ کے لئے ایک منبر نہ بنوا لاؤں؟ حضور ﷺ نے اجازت دے دی' چنانچہ حضور ﷺ کے لئے منبر بن کر آ گیا تو حضور ﷺ کھجور کے تنے کو چھوڑ کر منبر پر بیٹھ گئے۔ اس پر اس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس پر دست شفقت رکھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کھجور کے تنے نے بچے کی طرح رونا شروع کیا' حضور ﷺ منبر سے اُتر کر اُس تنے کے قریب گئے اور اپنی بغل میں لے لیا جس طرح روتے ہوئے بچے کو چُپ کرایا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے اس تنے کے رونے کی

آواز کو سنا، وہ اس طرح رو رہا تھا کوئی اونٹنی اپنے بچے کی جدائی میں روتی ہے حضور ﷺ نے اس پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔ (بخاری)

ذرا غور کیجئے لکڑی خشک اور بے جان تھی مگر حضور ﷺ کے بدن اقدس سے مس ہونے سے اس کو زندگی مل گئی تو جو ہستی بے جان چیزوں کو زندگی دے سکتی ہے تو کیا وہ خود مردہ ہے؟ (معاذ اللہ)۔ سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو کیونکہ فرشتے اس دن تمہارا درود مجھ پر (تحفہ کے طور پر) پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ظاہری وصال کے بعد بھی؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضور ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ **حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فی الصباح والمساء فان وجدت خیر احمدت الله وان وجدت سوء استغفرت لکم** (صاوی) یعنی اے مومنو! میری حیات اور میری وفات دونوں تمہارے لئے بہتر ہیں۔ تمہارے اعمال صبح و شام میری قبر انور میں میرے سامنے پیش کئے جائیں گے اگر میں تمہارے اعمال کو اچھا پاؤں گا تو میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور اگر تمہارے اعمال کو بُرا پاؤں گا تو تمہارے لئے مغفرت کی دُعا کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے باتیں کرتے ہو میں تم سے باتیں کرتا ہوں پھر جب میں دُنیا سے چلا جاؤں گا تو میری ملاقات بھی تمہارے لئے بہتر ہے مجھ پر تمہارے اعمال پیش ہوں گے اگر اچھے

عمل دیکھوں گا تو رب تعالیٰ کا شکر بجا لاؤں گا اگر صحیح نہ دیکھوں گا تو تمہارے لئے بخشش کی دُعا کروں گا۔ (القول البدیع)

حضرت سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ جب یزیدی فوج نے کربلا میں کشت و خون کے بعد مدینہ منورہ کا رُخ کیا اور مدینہ منورہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا' مسجد نبوی ﷺ کی بے حرمتی کی' گھوڑے باندھے اور گندگی پھیلائی اور تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں اذان و امامت نہ ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ چھپ گئے تو کہتے ہیں جب نماز کا وقت آتا تو حضور ﷺ کی قبر اطہر سے اذان و اقامت کی آواز آتی تو میں اس کے مطابق نماز پڑھتا۔ (مشکوٰۃ)

خصائص الکبریٰ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری لحد میں کپڑا اچھا دو کیونکہ زمین کو انبیاء کے جسموں پر مسلط نہیں کیا جاتا۔

مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی مسلمان مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری رُوح کی توجہ اس کی طرف کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ایک بزرگ ابراہم بن شیبان کہتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے حضور ﷺ کی قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔ (القول البدیع)

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں' میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا۔۔ یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور سلام کرتے ہیں۔ کیا آپ اُس کو سمجھتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا' ہاں سمجھتا ہوں' اُن کے سلام کے جواب دیتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں ایک فرشتے کو پوری مخلوق کی باتیں سُننے کی طاقت عطا فرمائی ہے پس وہ فرشتہ میری قبر پر کھڑا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے گی پس میری اُمت میں سے جوشخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے وہ فرشتہ کہتا ہے اے احمد ﷺ فلاں شخص جوفلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر سلام بھیجا ہے۔

ہمارا ایمان اور مضبوط عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسی حیات عطا فرمائی ہے جس کا اندازہ عام انسان نہیں کرسکتا' ویسے بھی یہ بات متحقق ہے کہ اگر شہید اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو حضور ﷺ سب سے بڑھ کر ارفع و اعلیٰ ہیں تو آپ کی حیات طیبہ بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

توحیدِ الٰہی اور صفاتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو شریک سے پاک ماننا توحید ہے اور اُسی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ' ازلی وابدی اور لامحدود ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات عطائی' محدود' عارضی اور فنا ہونے والی نہیں ہیں۔ بندوں کو سب کچھ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ دینے والے اور بندے لینے والے ہیں۔ بندوں کے تمام صفات' اختیارات' ملکیت' کمالات' طاقت وقوت سب کچھ محدود' عارضی' باقی نہ رہنے والے اور فنا ہونے والے ہیں۔ اگر ذاتی وعطائی کا فرق نہ کیا جائے تو پھر انسان ہر بات میں مشرک ہو جائے۔ نام نہاد اہلحدیث' اللہ تعالیٰ کے ذاتی صفات اور بندوں کے عطائی صفات کے اس فرق کو سمجھے بغیر مسلمانوں کو مشرک کہتے جاتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث اور توحید الٰہی : حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات' عطائی علمِ غیب اور اولیاء اللہ کے کشوف وکرامات کا بالکلیہ انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> ' وہ مخصوص صفات جو بلاشرکت غیر' اللہ تعالیٰ سے ہی منسوب تھیں' اہل تصوف نے غیر اللہ کو بھی اُن سے متصف کرنے میں کوئی قباحت یا عیب محسوس نہیں کیا۔ مثال کے طور پر 'علم غیب' کو لے لیجئے' قرآن وحدیث کی نصوص کے مطابق یہ صفت صرف اللہ کے لئے مخصوص تھی۔ تصوف نے پہلے رسول اللہ ﷺ کو اس سے متصف کیا اور پھر 'کشف' کے بہانے اولیاء تصوف کو بھی غیب دانی کی صفات تفویض کردی گئیں۔ اسی طرح ارادو استعانت کا وصف بھی

اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص نہ رہ کر شیخ عبدالقادر جیلانی اور دیگر اولیائے تصوف کے درمیان بانٹ دیا گیا۔ جب یہ روش چل نکلی تو رفتہ رفتہ یہ حال ہوگیا کہ یارانِ تصوف نے چُن چُن کر اللہ تعالیٰ کی تمام مخصوص صفات کو اس سے بہ جبر چھین لیا اور اپنے ممدوح اولیائے تصوف میں کھلے عام تقسیم کر دیا !

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

تالیف: الدکتور ابو عانان سہیل، مطبوعۃ دار الداعی للنشر والتوزیع بالریاض

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے یقیناً وہ اپنے انعامات اور صفات' اپنے محبوب ومنتخبہ بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ اولیاء وصوفیاء سے بغض وعداوت کے نشہ میں نام نہاد اہلحدیث اتنی پستی میں گر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مجبور و بے بس ظاہر کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ' یارانِ تصوف نے چُن چُن کر اللہ تعالیٰ کی تمام مخصوص صفات کو اس سے بہ جبر چھین لیا اور اپنے ممدوح اولیائے تصوف میں کھلے عام تقسیم کر دیا' (معاذاللہ)

' دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور زمانہ تابعین رحمہم اللہ میں صرف اللہ کو علیم وخبیر جانا جاتا تھا اب نہ صرف یہ کہ رسول اللہ ﷺ ہی 'حاضر وناظر' کی صفت سے متصف ہوئے' بلکہ تمام اولیائے تصوف بھی حاضر وناظر' سمیع وبصیر اور علیم وخبیر سمجھے جانے لگے۔ رزق کی کنجیاں قرآن وحدیث کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ کے پاس تھیں' تصوف کے طفیل اب نہ صرف رزق وروزی بلکہ ملک وسلطنت' عزت وذلت اور ہر قسم کی خیر وبھلائی بھی رسول اللہ ﷺ کے دربار سے تقسیم ہونے لگی اور ان کے بعد ان کاموں کے مہتمم اور ذمہ دار اولیاء کبار ٹھہرائے گئے۔ زندگی وموت پہلے بالکلیہ اللہ کے اختیار میں تھی اب شیخ عبدالقادر جیلانی اور دوسرے اولیاء تصوف بھی موت وزندگی کے مالک بنا دیئے گئے۔

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

وحدت وتوحید میں فرق :

اللہ تعالیٰ کی یکتائی کا اقرار اگر واسطہ رسالت کے بغیر ہو تو وہ وحدت کہلاتی ہے مثلاً اپنی عقل و فہم اور سمجھ و بصیرت سے خدا کو ایک جانا جائے۔ وحدت' عقیدۂ توحید میں اس وقت بدلتی ہے جب زبانِ رسالت پر یقین کرتے ہوئے اس کی یکتائی کو مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ واسطہ رسالت کے بغیر اقرارِ وحدت کو قرآن مجید منافقت قرار دیتا ہے : ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾ (النسآء/٦١) اور جب ان سے کہا جائے کہ آ ؤ اللہ کی نازل کردہ کتاب کی طرف اور رسول کی طرف تو تم دیکھو گے منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

اے حبیب ! آپ دیکھیں منافقین (میری کتاب کی حاکمیت کے سامنے جھکنے سے نہیں گھبراتے) بلکہ صرف آپ کی بارگاہ میں آنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ اُن کا گمان ہے کہ شاید واسطہ رسالت کے بغیر ہمارا دعوی توحید شرف قبولیت پائے گا' حالانکہ واسطہ رسالت کے بغیر اُن کا یہ دعوی توحید مردود ہے اور اُن کا ایمان بالتوحید' ایمان نہیں بلکہ منافقت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بُرہان ناطق ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میرے پیارے ہم چاہتے ہیں کہ توحید کا مضمون بیان کرنے کے لئے وہ زبان استعمال ہو کہ جو کچھ اس سے نکلے' میری ہستی پر دلالت کرے۔ فرمایا ﴿قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پیارے ! فرما دے کہ وہ اللہ ایک ہے کیونکہ میرے ایک ہونے کا مضمون اتنا بلند ہے کہ اس کی ادائیگی کا حق تیری زبان سے ہی ادا ہو سکتا ہے۔ یوں تو جاننے والے اپنی فہم سے مجھے ایک جانتے رہیں گے لیکن آپ (ﷺ) اپنی زبان

سے فرما دیں کہ میں ایک ہوں۔ سننے والے آپ (ﷺ) کی زبان سے سن کر' آپ (ﷺ) کو مان کر مجھے ایک جانیں گے تو پھر وحدت' توحید بن جائے گی۔ گویا عقیدۂ توحید تب وجود میں آتا ہے جب اُس کے ایک ہونے کی معرفت زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔

اگر اپنی عقل پر اعتماد کرنے کی بجائے اُسے اس لئے رب مانتے ہیں کہ زبانِ نبوت نے اعلان کر دیا۔ اس کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ جبین نبوت اُس کے سامنے جھک گئی تو پھر ان کے بھٹکنے کا امکان اور شائبہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی توحید کے بیان میں سب سے پہلے لفظ 'قُلْ' کہا کہ پیارے اپنی زبان سے کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہے اس لئے اگر تو نہ کہے تو کوئی میرے ہونے کی خبر کس طرح پائے' پھر میرے ایک ہونے کی سند کس طرح پائے۔ آج تک کسی نے مجھے دیکھا تک نہیں۔ کسی نے میرا کلام سُنا تک نہیں۔ کسی نے میرے جلال کا عالم حسّی میں مشاہدہ نہیں کیا۔ کسی نے میرے کمال کا روبرو آنکھوں سے نہیں دیکھا تو جو کوئی مجھ سے واقف نہیں' براہ راست مجھے ایک کیسے مانے گا۔ اس لئے کہ میں تو غائبوں کا بھی غائب ہوں اور جو چیز غائب ہو اس پر ایمان کبھی نہیں لایا جا سکتا۔ اس پر ایمان تب ہی لایا جا سکتا ہے جب کوئی ایسی ہستی خبر دے جو اس غائب سے مطلع ہو۔

اہلِ سُنّت وَجماعت اور توحید الٰہی : واجب الوجود اپنی ذات اور کمالات میں دوسرے سے بالکل بے نیاز اور غنی بالذات صرف ایک اللہ عزوجل ہے اور فقط وہی عبادت کا مستحق ہے اور کوئی نہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود مانے یعنی یہ کہے کہ یہ شخص اپنی ذات

اور کمالات میں کسی کا محتاج نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عبادت کا مستحق ٹھہرائے وہ یقیناً مشرک ہے جیسے ہندوستان کے آریہ' روح اور مادہ کو قدیم مانتے ہیں اور واجب الوجود سمجھتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ روح اور مادہ کی ذات' بنانے والے سے بے نیاز ہے یہ مشرک ہیں۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے شرح عقائد نسفیہ صفحہ ۶۱ پر شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ **الاشراك هو اثبات الشريك فى الالوهية بمعنى وجوب كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام** یعنی شرک کے معنیٰ یہ ہیں کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا' یا تو اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسی کہتے ہیں یا اس طرح کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ علامہ تفتازانی نے فیصلہ کر دیا کہ شرک کی دو ہی صورتیں ہیں' ایک یہ کہ کسی کو خدا کے سوا واجب الوجود مانا جائے' دوسری یہ کہ خدا کے سوا کسی کو عبادت کے لائق مان لیا جائے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا کوئی بھی مسلمان انبیاء و اولیاء کو واجب الوجود یا لائق عبادت مانتا ہے۔۔نہیں' ہرگز نہیں۔۔ یہ مومنین پر افترا ہے۔ ایک مسلمان کو بلاوجہ کافر ومشرک بتانا بہت بڑا جرم اور ظلم عظیم ہے۔ خداوند قدوس کی وعید شدید سے ڈرنا چاہیئے۔ ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگائے کہ اللہ نے جس چیز کو شرک نہیں فرمایا' خواہ مخواہ یہ لوگ اس کو شرک بتاتے ہیں۔ (ہماری کتاب 'حقیقت شرک' کا مطالعہ کریں)

اگر کوئی کسی کے کمالات کو ذاتی مانے اور اس کمال میں اس کو دوسرے سے غنی اور بے نیاز سمجھے تو مشرک ہے خواہ وہ کمال علم ہو یا قدرت یا سمع یا بصر ہو جیسے ستارہ پرستوں

کا خیال ہے کہ عالم کے تغیرات کواکب کی تاثیرات سے ہیں اور کواکب ان تاثیرات سے غنی بالذات ہیں کسی کے محتاج نہیں۔ یہ عقیدہ بھی شرک ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے مشرک۔ اسی طرح اگر کوئی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں یہ بھی شرک ہے جیسے بُت پرَست' بتوں کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں اور اُن کی عبادت کرتے ہیں' یہ مشرک ہیں۔۔لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے کمالات اس کے بندوں میں مانتے ہیں اور کمالات کو عطا الٰہی جانتے ہیں وہ ہرگز مشرک نہیں' مثلاً کوئی شخص کسی کو سمیع وبصیر کہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صفت سمع وبصر عطا فرمائی ہے تو وہ مومن اور موحّد ہے مشرک نہیں۔ مشرک جب ہوتا ہے کہ یہ مانتا کہ آدمی میں سمع وبصر کی صفت ذاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اللہ عزوجل کی صفات میں سمیع وبصیر کا ذکر کیا ہے مگر اس کے باوجود انسان کو بھی سمیع وبصیر قرار دیا ہے۔﴿فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ اور یہ شرک اس لئے نہیں کہ انسان میں جو صفت سمیع وبصیر ثابت کی گئی ہے وہ عطا کی ہے اور خدا میں ذاتی ہے۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں کتاب وسُنّت سے دی جاسکتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہی نکلتا ہے کہ کسی بھی کمال کو جو ممکن البشر ہے غیر اللہ میں عطائی مانا جائے تو شرک نہیں اور ذاتی مانا جائے تو شرک ہے۔ اگر ذاتی وعطائی کا فرق نہ کیا جائے تو پھر انسان ہر بات میں مشرک ہوجائے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں سُنتا ہوں' میں دیکھتا ہوں' میں موجود ہوں' غذا نے قوت دی' پانی نے پیاس بجھائی' آگ نے جلا دیا' سردی نے نقصان پہنچایا' دوا نے فائدہ دیا ۔۔۔ یہ سب باتیں شرک ہوجائیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں تو وہ اس عقیدے کے ساتھ کہتا ہے کہ دیکھنے کی قوت مجھ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے خود بخود نہیں ہے۔ جب ایک مسلمان یہ کہتا

ہے کہ دوا نے شفا دی ہے تو اس عقیدہ کے ساتھ کہتا ہے کہ دوا میں شفا دینے کی طاقت اور تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اگر خدا نہ چاہے تو نہ میں دیکھ سکوں اور نہ دوا اپنا اثر دِکھا سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کمال کو غیر اللہ میں اگر ذاتی مانا جائے تو وہ شرک ہے اور اگر عطائی طور پر مانا جائے تو ہرگز شرک نہیں۔

جو شخص عطائی کمال کو غیر اللہ میں ماننے کو شرک کہتا ہے وہ جاہل ہے اور اگر جان بوجھ کر کہتا ہے تو خود گمراہ ہے کیونکہ اُس نے عطائی کمال ماننے والے کو مشرک کہہ کر یہ ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات عطائی ہیں اور وہ مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے۔

اسلام میں خدا کے وجود پر ایمان لانا اُسی وقت معتبر ہے جب عقیدۂ توحید کے ساتھ ہو اور اسلامی توحید یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور اپنی ذات وصفات میں بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ یاد رکھئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح اس کی تمام صفتوں پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرنے والا کافر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**قل هو الله احد**﴾ اے محبوب ﷺ آپ فرما دیجئیے کہ اللہ ایک ہے ﴿**الله الصمد**﴾ اللہ کے سب محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ﴿**لم يلد ولم يولد**﴾ نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ﴿**ولم يكن له كفوا احد**﴾ اور اس کا کوئی جوڑا بھی نہیں ہے۔ آیت ﴿**لم يلد ولم يولد**﴾ میں یہود ونصاریٰ کے عقائد باطلہ کا ردّ بلیغ ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿ **وقالت اليهود عزير نِ ابن الله وقالت النصرى المسيح ابن الله**﴾ یعنی یہودیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت

عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ اسی طرح یہود کہا کرتے تھے ﴿**نحن ابنٰوء الله واحبائه**﴾ کہ ہم تو (معاذ اللہ) خدا کے بیٹے اور خدا کے دوست ہیں۔ تو قرآن کریم کی اس آیت نے ان باطل پرستوں کے اس غلط عقیدے کا ردّ کر دیا کہ خدا نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا۔

اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے کسی ایک صفت کا بھی انکار کفر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے جو اکبر الکبائر یعنی تمام بڑے بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے جو ہرگز ہرگز کبھی معاف نہ کیا جائے گا اور مشرک کی کبھی ہرگز ہرگز مغفرت نہیں ہوگی۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿**ان الله لایغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشاء**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو کبھی نہیں بخشے گا' ہاں شرک کے علاوہ دوسرے گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ (شرک کا مفصل اور مدلل بیان ہماری کتاب 'حقیقت شرک' میں پڑھیں)

یاد رکھیے کہ جس طرح رحمٰن ورحیم اور خبیر وعلیم وغیرہ اس کی صفات ہیں' اسی طرح اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ تمام رسولوں کا مُرسل اور اُن کا بھیجنے والا ہے۔ اس لئے رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا بھی توحید کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح کوئی شخص اگر اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن یا رحیم کا انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی رسولوں اور نبیوں کا انکار کر دے تو درحقیقت اُس نے اللہ تعالیٰ کی صفت مُرسل کا انکار کر دیا لہٰذا وہ بھی کافر ہو جائے گا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی شفیع المذنبین محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں اور رسولوں کے مُصَدِق ومصدَّق ہیں اس لئے جس نے حضور خاتم النبیین ﷺ کو رسول مان لیا اُس نے تمام رسولوں کو مان لیا اور اللہ تعالیٰ کی صفت مرسل پر پوری طرح ایمان لایا' اس لئے وہ سچا موحد ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ **لااله الا الله محمد رسول الله** اس پورے کلمہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جب تک کوئی شخص اس پورے کلمے پر ایمان نہیں لائے گا وہ ہرگز ہرگز نہ مسلمان ہوگا نہ موحد۔ اور جو اس پورے کلمے پر ایمان لایا وہ گویا تمام ضروریات دین پر ایمان لایا اور سچا مسلمان اور پکّا موحد بن گیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو شریک سے پاک ماننا توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان اس طرح لانا ہوگا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے (**آمنت بالله كما هو باسمائه وصفاته** ۔۔۔) اللہ تعالیٰ کی صفات کو اُسی حیثیت سے کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی، ازلی وابدی اور لامحدود ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات عطائی، محدود، عارضی اور فنا ہونے والی نہیں ہیں۔ بندوں کو سب کچھ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ دینے والے اور بندے لینے والے ہیں۔ بندوں کے تمام صفات، اختیارات، ملکیت، کمالات، طاقت وقوت سب کچھ محدود، عارضی، باقی نہ رہنے والے اور فنا ہونے والے ہیں۔

جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ قادر ومختار ہے۔ اللہ تعالیٰ مختار ہونے میں محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار کسی سے عطا نہیں ہوا بلکہ ذاتی ہے اور بندہ مختار ہونے میں محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بعض صفات بندوں کو بھی عطا کرتا ہے جیسے دیکھنا، سننا، مالک ہونا، بادشاہ ہونا، غنی کرنا، شفاء دینا، حاکم ہونا، مدد کرنا، اور مارنا جلانا۔ اس طرح کی صفات قرآن کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں بندوں کے لئے بھی ثابت ہیں۔

عقائد نسفی شرک کی تعریف ان لفظوں میں کی گئی ہے **اثبات الشريك فى**

الالوهیه یعنی معبود اور الٰہ ہونے میں کسی کو خدا کا شریک ماننا یہ شرک ہے۔ شرک کی اس تعریف سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی کہ الوہیت میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا اور نہ ہی الوہیت کسی کو عطا کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ دے سکتا ہے مگر الوہیت نہیں دے سکتا' کیونکہ الوہیت مستقل ہے اور عطائی چیز مستقل نہیں ہوسکتی۔ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرمادیا ہے وہ مشرک اور ملحد ہے۔ مشرکین اور مؤمنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لئے عطائے الوہیت کے قائل تھے اور مؤمنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتیٰ کہ حضور سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں۔ ﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له' واشهد ان محمدا عبده' ورسوله**﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

ذاتی اور عطائی صفات

بندوں کی عطائی صفات	اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات
﴿فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا م بَصِيْرًا﴾ (الدہر/۲) ہم نے انسان کو سمیع و بصیر (سننے اور دیکھنے والا) بنایا ہے	﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (بنی اسرائیل/۱) بیشک اللہ ہی سمیع و بصیر (سُننے اور دیکھنے والا) ہے
﴿يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ﴾ (سجدہ/۱۰) تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے	﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا﴾ (زمر/۴۲) اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے موت کے وقت
﴿وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ﴾ (مائدہ/۱۱۰) اور جب تم (عیسیٰ علیہ السلام) خلق کرتے تھے (بناتے تھے) مٹی سے پرندکی سی مورت	﴿يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (النور/۴۵) اللہ تعالیٰ خلق فرماتا ہے (بناتا ہے) جو چاہتا ہے
﴿وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (آلعمران/۴۹) اور میں (عیسیٰ علیہ السلام) مُردہ زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے	﴿وَاَنَّهٗ يُحْىِ الْمَوْتٰى﴾ (حج/۶) اور بیشک اللہ ہی مردے کو زندہ کرتا ہے اور کرے گا
﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ (نازعات/۵) (قسم ہے) ان فرشتوں کی جو کام کی تدبیر کرتے ہیں	﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ (السجدہ/۵) اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک

بندوں کی عطائی صفات	اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات
﴿قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِ عُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ (آل عمران/۲۶) اے محبوب! آپ یوں عرض کرو کہ اے اللہ تو مالک الملک ہے جسے چاہے بادشاہت عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے۔	﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آل عمران/۱۸۹) اللہ ہی کے لئے ہے زمین اور آسمان کی بادشاہت
﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ (توبہ/۱۱۱) بے شک اللہ نے خرید لیا ہے مومنین سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو جنّت کے بدلے میں	﴿وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾ (آل عمران/۱۰۹) اور اللہ ہی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ (الحآقۃ/۴۰) بے شک یہ قرآن رسول کریم کے ساتھ خدا کی باتیں ہیں	﴿فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِيْمٌ﴾ (نمل/۴۰) بیشک میرا رب غنی ہے کریم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطائی صفات
﴿یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ﴾ (الشوریٰ/۴۹) اللہ جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے	حضرت جبرئیل علیہ السلا کے متعلق قرآن ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا﴾ (مریم/۱۹) انھوں نے (حضرت مریم) سے فرمایا کہ میں تیرے رَبّ کا بھیجا ہوا ہوں، مَیں اس لئے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا بیٹا عطا کروں۔
﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (انعام/۵۷) اللہ کے سوا نہ کوئی حاکم ہے اور نہ کسی کا حکم	﴿فَلَاوَرَبِّكَ لَایُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوۡكَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَهُمۡ﴾ (نساء/۶۵) اے محبوب! آپ کے رب کی قسم۔ وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔
﴿اَنۡتَ مَوۡلٰنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡكَافِرِیۡنَ﴾ (البقرۃ/۲۸۶) تو ہمارا مولیٰ ہے لہذا کافروں پر ہماری مدد فرما	﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰهُ وَجِبۡرِیۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِیۡرٌ﴾ (تحریم/۴) بے شک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبریل اور مومنین صالحین بھی اُن کے مددگار ہیں اس کے بعد فرشتے بھی اُن کی مدد پر ہیں۔

بندوں کی عطائی صفات	اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات
﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (اعراف/۱۵۷) وہ رسول اُن کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال فرمائے گا اور گندی چیزوں کو اُن پر حرام کرے گا۔	﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (بقرۃ/۲۷۵) اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام فرمایا
﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا﴾ (مائدہ/۵۵) تمہارا مددگار تو اللہ ہے، اور اُس کا رسول ہے اور مومنین صالحین ہیں۔	﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ (عنکبوت/۲۲) اللہ کے سوا تمہارا کوئی بھی یار و مددگار نہیں ہے۔
قرآن مجید نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد عزیز مصر کے متعلق نقل کیا ہے ﴿اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوٰى﴾ (یوسف/۲۳) بے شک وہ (عزیز مصر) میرا رب (پرورش کرنے والا) ہے اُس نے اچھی طرح مجھے رکھا ﴿اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (یوسف/۴۲) تم (یوسف علیہ السلام کا رہا ہونے والا ساتھی) اپنے رب (عزیز مصر) کے پاس میرا تذکرہ کرنا۔	﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الفاتحہ/۱) ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات	بندوں کی عطائی صفات
﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آل عمران/۱۸۰) اور اللہ ہی آسمان اور زمین کا وارث ہے۔	﴿اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (اعراف/۱۲۸) زمین اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بنا تا ہے۔
﴿وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ (سبا/۲۱) اور تمہارا رب ہر چیز کا محافظ اور نگہبان ہے۔	﴿اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾ (یوسف/۵۵) مجھے زمین کے خزانوں پر نگران مقرر کر دے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں (یوسف علیہ السلام)
﴿اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (بقرۃ/۱۶۵) بے شک ساری قوت اللہ کو ہے۔	﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ﴾ (تکویر/۲۰) بے شک یہ (قرآن) عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے۔ مالک عرش کے حضور عزت والا ہے (قوت کی نسبت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف بھی کی گئی ہے)
﴿اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (بقرۃ/۱۴۳) بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں پر نہایت مہربان بے حد رحم والا ہے۔	﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (توبہ/۱۲۸) (رسول پاک) ایمان والوں پر بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والے ہیں۔

بندوں کی عطائی صفات	اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات
﴿قَالُوْا لَاتَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾ (حجر/۵۳) انھوں نے (حضرت جبرئیل علیہ السلام نے) کہا کہ آپ (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) ڈریئے نہیں، ہم آپ کو ایک لڑکے (حضرت اسحٰق علیہ السلام) کی بشارت لائے ہیں جو علیم ہے۔	﴿لَامُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (انعام/۱۱۵) اس کی باتوں (قرآن کریم) کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے خوب سننے والا خوب جاننے والا۔
﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ﴾ (نور/۳۲) اور تم نکاح کرواپنوں میں اُن کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا بھی (اس آیت میں نہایت واضح طور پر عباد (بندوں) کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہے یہاں بندہ کے معنیٰ خادم اور غلام کے ہیں)	﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ (فرقان/۶۳) اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

ذاتی اور عطائی علم غیب

رسولوں کا عطائی علم غیب	اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب
یہ آیات انبیاء کرام کے عطائی، محدود اور حادث علم غیب کو بیان کرتی ہیں	یہ آیات اللہ تعالیٰ کے ذاتی، ازلی وابدی اور لامحدود علم غیب کو بیان کرتی ہیں
﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (آل عمران/ ۱۷۹) اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم عطا کرے۔ ہاں اُس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے مجتبیٰ رسول (منتخب رسول) کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ حضور ﷺ کو رسول مجتبیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ رسولوں میں آپ اللہ تعالیٰ کے منتخب رسول ہیں جب خدا نے انھیں غیب پر مطلع فرما دیا تو اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ خدا کی عطا سے انھیں غیب کا علم حاصل ہو گیا ہے	﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ (انعام/ ۵۹) اور غیب کی ساری کنجیاں اسی کے پاس ہیں اس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا۔ وہی جانتا ہے جو کچھ خشک وتر (زمین اور سمندر) میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل/٦٥) اے حبیب ﷺ تم فرمادو کہ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سوا اللہ تعالیٰ کے۔

رسولوں کا عطائی علم غیب

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ (نسآء/١١٣) اور اس نے آپ ﷺ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (لقمان/٣٤) بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم، وہی پانی برساتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل وہ کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں وہ مرے گی بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا بتانے والا ہے۔

رسولوں کا عطائی علم غیب

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾ (نحل/٨٩) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اور جب وہ کتاب ہی رسول پر نازل کردی گئی اور کتاب کے سارے علوم واسرار رسول کو عطا کردیئے گئے تو اب کون سی چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دائرہ علم وادراک سے باہر رہ گئی ہو)

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب	رسولوں کا عطائی علم غیب
﴿قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (انعام/۵۰) تم فرمادو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ غیب جان لیتا ہوں۔	﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (جن/۲۷) غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔(سارے رسولوں میں حضور ﷺ کی جو شان ارفع واعلیٰ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے لہذا حضور ﷺ کو علم غیب خاص عطا کیا گیا ہے)
﴿قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ﴾ (اعراف/۱۸۸) تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں خود غیب جان لیا کرتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔	﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ (تکویر/۲۴) اور یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ نہ صرف یہ کہ خود غیب جانتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی غیب کی بات بتاتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب

﴿فَقُلۡ اِنَّمَا الۡغَیۡبُ لِلّٰہِ ۚ فَانۡتَظِرُوۡا ۚ اِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِیۡنَ﴾ (یونس/۲۰) تم فرماؤ کہ غیب تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں

﴿وَلِلّٰہِ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَاِلَیۡہِ یُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ کُلُّہٗ ۚ فَاعۡبُدۡہُ وَتَوَکَّلۡ عَلَیۡہِ﴾ (ہود/۱۲۳) اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب اور اسی کی طرف ہر چیز لوٹائی جاتی ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

رسولوں کا عطائی علم غیب

﴿اَلرَّحۡمٰنُ ۙ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ﴾ (رحمٰن/۴) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا ۔۔انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا۔۔ انھیں ماکان ومایکون کا بیان سکھایا (یعنی جو ہو چکا اور جو ہو گا)

(رسول اللہ ﷺ کو بعطائے خداوندی ماضی اور مستقبل کی دونوں سمتوں میں غیب کا علم حاصل ہے ۔یہ شان محبوبیت ہے) صاحب لولاک سید المرسلین رحمتہ للعالمین ﷺ اپنی شان محبوبیت میں ارشاد فرماتے ہیں

☆ **انما انا قاسم والله يعطى**

(صحیح البخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم غیب	رسولوں کا عطائی علم غیب
﴿اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (فاطر/۳۸) بیشک آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے وہی دلوں کی بات جانتا ہے۔	(حضور ﷺ بعطائے خداوندی انعامات تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ بیشک ہم نے آپ کو کوثر (بے حد و بے حساب انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔
﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ﴾ (سبا/۳) اللہ عالم الغیب ہے آسمانوں اور زمین میں ذرّہ بھر کوئی چیز بھی اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔	☆ الکرامت والمفاتیح یومئذبیدی (مشکوٰۃ المصابیح) اس قیامت کے روز کرامت اور تمام خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوگی۔
﴿لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ﴾ (کہف/۲۶) اسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب۔ کیا ہی عجیب اس کا دیکھنا ہے اور کیا ہی عجیب اس کا سننا ہے۔	☆ اوتیت مفاتیح خزائن الارض (مشکوٰۃ المصابیح) مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔

قرآن مجید کی ان مثالوں کا حاصل یہ ہے کہ :

دیکھنے اور سننے کی نسبت وفات دینے اور پیدا کرنے کی نسبت مُردے کو زندہ کرنے کی نسبت مدبر الامر ہونے کی نسبت بادشاہت اور ملکیت کی نسبت کریم ہونے کی نسبت اولاد عطا کرنے کی نسبت حاکم ہونے کی نسبت مولیٰ ہونے کی نسبت حلال وحرام قرار دینے کی نسبت رب ہونے کی نسبت زمین کا وارث ہونے کی نسبت محافظ اور نگہبان ہونے کی نسبت رؤف ورحیم ہونے کی نسبت علیم (علم والا) ہونے کی نسبت عبد کہنے کی نسبت نعمت دینے والا کی نسبت عطا کرنے کی نسبت قوت کی نسبت غنی کرنے کی نسبت	اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور بندے کی طرف بھی

اللہ تعالیٰ اور بندوں کی مشترکہ نسبتوں کے درمیان فرق نکالنے کے لئے اصولی بحث ذہن نشین فرمالیں تاکہ شرک کا وہم رفع ہو اور آیتوں کے مضامین کے درمیان جو بظاہر اختلاف نظر آرہا ہے وہ دور ہو' کیونکہ دونوں طرح کے مضامین کی آیتیں برحق ہیں اور دونوں پر ہمارا ایمان ہے۔

امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے ائمہ تفسیر اور اکابرین اُمت کے اقوال کی روشنی میں اپنی مشہور کتاب 'الامن والعلی' میں فرماتے ہیں:
اللہ تعالیٰ کی ساری صفات اس کی اپنی ذات سے ہیں' کسی کی عطا کردہ نہیں ہیں۔ وہ ازلی' ابدی اور لامحدود ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی جب کہ بندوں کی ساری صفات اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہیں' محدود ہیں' حادث اور فانی ہیں۔

صفاتی الفاظ کے اطلاق میں اگر ذاتی اور عطائی کا فرق ملحوظ نہ رکھا جائے تو عقیدے کی بحث تو الگ رہی' منہ سے الفاظ ہی نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر جہاں کسی کو آپ نے زندہ کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو ولی کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو مولانا کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو حافظ کہا اور مشرک ہوئے' کسی کو بادشاہ کہا اور مشرک ہوئے' کسی کا نام علی' حکیم' وکیل' سلام' اور کریم رکھا اور مشرک ہوئے۔۔۔ کیونکہ ان سارے الفاظ کا اطلاق قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کیا ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ مشرک ہونے سے آپ صرف اس لئے بچ جاتے ہیں کہ بندوں کے اندر یہ ساری صفات آپ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مانتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کو قاسمِ انعامات ماننے سے انکار :

غیر مقلد جونا گڑھی لکھتا ہے :

'دافع البلاء والوباء فقط اللہ ہے اللہ کے سوا دوسرے کو ایسا ماننے والا مشرک ہے۔ پس بلاؤں کا دفع کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے قاسم الرزاق بھی۔ آنحضرت ﷺ نہیں ہیں۔ یہ وصف بھی جناب باری عزوجل کا ہے۔ افسوس ! الٰہی کے اوصاف تم نے اللہ کے بندوں میں ثابت کرنے شروع کئے اور **لااله الا الله** کو توڑ دیا۔ سنو ! رزاق اور روزیوں کا باٹنے والا اللہ ہے۔ خزانے سب اسی کے ہیں جسے چاہے کم دے' جسے چاہے زیادہ دے'۔ (مشکوٰۃ محمدی/۴۳)

حیرت ہے ! غیر مقلد جونا گڑھی' بخاری شریف کی حدیث بھی نہیں مان رہے ہیں۔
' **انما انا قاسم والله یعطی**' (صحیح البخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔

حضور ﷺ بعطائے خداوندی انعامات تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے : ﴿**اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ**﴾ بیشک ہم نے آپ کو کوثر (بے حد وَ بے حساب انعامات اور خیر کثیر) عطا کئے ہیں۔

دَرُود تاج :

درود تاج بے پناہ فیوض و برکات کا منبع ہے اور یہ عاشقانِ رسول ﷺ کا محبوب وظیفہ ہے۔

جو شخص (چاند کے حساب سے مہینے کی آخری گیارہ راتوں میں) بعد نماز عشاء باوضو پاک کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر (سونے سے پہلے) ایک سو ستر (۱۷۰) مرتبہ اس درود پاک کو پڑھے تو ان شآء اللہ اُس کو زیارت سرکار ﷺ نصیب ہوگی۔

سحر و آسیب جن و شیطان کے دفع کرنے کے لئے اور چیچک دفع کرنے کے لئے گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کرے ان شآء اللہ فائدہ ہوگا۔

دشمنوں ظالموں حاسدوں اور حاکموں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اور دفع الم و افلاس کے لئے چالیس شب متواتر بعد نماز عشاء اکتالیس مرتبہ پڑھے'

رزق کی کُشادگی کے لئے سات مرتبہ روزانہ بعد نماز فجر وِرد رکھے۔

حاملہ عورت کو کوئی خلل ہو تو سات روز برابر سات مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائے۔

برائے ہر مقصود و مطلوب بعد نصف شب باوضو چالیس مرتبہ پڑھے ان شآء اللہ مقصد میں کامیابی ہوگی اور مُراد برآئے گی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ دَافِعِ الْبَلَآءِ وَالْوَبَآءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرْضِ وَالْاَلَمِ اِسْمُہٗ مَکْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ سَیِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ جِسْمُہٗ مُقَدَّسٌ مُعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِی الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ شَمْسِ الضُّحٰی بَدْرِ الدُّجٰی صَدْرِ الْعُلٰی نُوْرِ الْهُدٰی کَهْفِ الْوَرٰی مِصْبَاحِ الظُّلَمِ جَمِیْلِ الشِّیَمِ شَفِیْعِ الْاُمَمِ ۚ صَاحِبِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاللّٰہُ عَاصِمُہٗ وَجِبْرِیْلُ خَادِمُہٗ وَالْبُرَاقُ مَرْکَبُہٗ وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُہٗ وَسِدْرَۃُ الْمُنْتَهٰی مَقَامُہٗ وَقَابَ قَوْسَیْنِ مَطْلُوْبُہٗ وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُہٗ وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُہٗ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۚ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ ۚ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ ۚ اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ ۚ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ رَاحَةِ الْعَاشِقِیْنَ ۚ مُرَادِ الْمُشْتَاقِیْنَ ۚ شَمْسِ الْعَارِفِیْنَ ۚ سِرَاجِ السَّالِکِیْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِیْنَ مُحِبِّ الْفُقَرَآءِ وَالْغُرَبَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ ۚ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ ۚ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ ۚ وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ ۚ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ وَالْمَغْرِبَیْنِ ۚ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ مَوْلَانَا وَمَوْلَی الثَّقَلَیْنِ ۚ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ نُوْرٍ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ ۚ یٰۤاَیُّهَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ صَلُّوْا عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۚ

مظہر ذات ذُوالجلال

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ 'مظہر ذات ذُوالجلال' ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنی پہچان بھی قرآن مجید میں جگہ جگہ اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ سے کرائی ہے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ﴾

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو (کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کرتا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر۔

کہیں فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا ﴾ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو اُمیین میں مبعوث فرمایا۔

حضور ﷺ، رب تعالیٰ کی شان بھی ہیں، اُس کی رحمت بھی۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ اے میرے بندو اگر تم مجھے جاننا پہچاننا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا، رحمت والا، کرم فرمانے والا ہے کہ اُس نے اپنے رسول، رسولوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ مصنوع ہیں کہ دست قدرت کو بھی اُن پر ناز ہے۔ بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ ایک اعلیٰ درجہ کا آرکیٹیکٹ کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں عمارت بنائی ہے یا قابل استاد کہتا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں شاگرد کو قابل بنایا۔ اگر میری قابلیت علمی دیکھنا ہے تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھو کہ میرے علم و ہنر کا نمونہ ہے۔ دست قدرت بھی آج اس انوکھے اور نرالے بندہ خاص پر ناز فرماتا ہے کہ اگر میری قدرت، میرا علم، میری سخاوت، میرا کرم، میری مہربانی، میری شان رحیمیت، میری حاکمیت و بادشاہت، میری عزت و عظمت، میری شانِ بے نیازی، میرا اقتدار و انصاف، میری جلالت، میری رفعت و بلندی ......غرضکہ میری

تمام صفات کا نظارہ کرنا ہے تو میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لو۔ یا یوں سمجھو کہ آفتاب کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی' لیکن اگر رنگین شیشہ میں سورج کا عکس لیا جائے اور اس شیشہ میں نظر کی جائے تو جمالِ آفتاب نظر آتا ہے۔ یہ ذات پاک بھی قدرت الٰہی دیکھنے کا گہرے رنگ والا شیشہ ہے۔ اس کو دیکھا' تو رب تعالیٰ کی صفات کو دیکھا۔ اگر کوئی رب تعالیٰ کی ذات وصفات کو زمین وآسمان کے ذریعہ جانے وہ مُوَحِدُ ہے مگر مومن نہیں۔ اگر رب تعالیٰ کو پہچاننا ہو تو یوں پہچانو کہ رب وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا۔ لہذا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر ہیں اور معرفت الٰہی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ حضور ﷺ' اللہ تعالیٰ کا نور ہیں کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتا

یہ نُورِ نبی نُورِ خدا ہے واللہ جو دیکھتا ہے کہتا ہے واللہ واللہ

دُنیا کی ہر چیز قدرت الٰہی کی نشانی ہے **ففی کل شئی له اية تدل على انه واحد** یعنی ہر چیز خدا کی وحدانیت کا پتہ دے رہی ہے مگر دُنیا کی ہر چیز خدا کی ایک صفت کی نشانی ہے۔ سورج' خدا کے نور کا پتہ دیتا ہے۔ پانی وہوا' خدائے پاک کی سخاوت کا خطبہ پڑھ رہے ہیں مگر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ' رب تعالیٰ کی ذات اور ساری صفات کے مظہر اعلیٰ ہیں۔ اگر رب کا علم دیکھنا ہے تو علم مصطفٰے دیکھو۔ اگر رب کی سخاوت دیکھنا ہو تو سخاوت محبوب کا مطالعہ کرو۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

اگر قدرت الٰہی کا نظارہ کرنا ہے تو محبوب کبریاء کی قدرت کو دیکھو کہ اشارے سے ڈوبا ہوا سورج واپس کرلیا' چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالا' کنکریوں سے کلمہ پڑھوایا' درختوں کو اشارے سے بلایا' ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمایا۔ اگر نور الٰہی دیکھنا ہو تو جمال مصطفٰے دیکھو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب ﷺ کا ذکر اپنے ساتھ فرمایا ہے۔ شرعی احکامات اور انعامات کے عطا فرمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کو بھی شامل فرمایا ہے۔ ذات اور صفات کے اتصال سے محبوبیت کا اظہار ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم کو بنظر ایمان دیکھا جائے تو اس میں اول سے آخر تک نعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم ہوتی ہے۔ حمد الٰہی ہو یا بیان عقائد' گذشتہ انبیاء کرام اور اُن کی اُمتوں کے واقعات ہوں یا احکام ...... قرآن کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب ﷺ کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلا نا ایمان ہے

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (النساء/۵۹)

اے ایمان والو ! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾ (الاحزاب/۷۱)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفر مانبر داری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ (المائدہ/۹۲)

اور فر مانبر داری کرو اللہ تعالیٰ کی، اور فر مانبر داری کرو اُن رسول کی، اور ڈرتے رہو، پس اگر منہ پھیرو تم، تو جان لو کہ بجز اُس کے اور کچھ نہیں کہ ہمارے رسول پر پہنچانا ہے ظاہر (کنزالایمان)

اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اللہ ﷺ کا اور ہوشیار رہو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمّہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔ (نورالعرفان)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی، اور اطاعت کرو رسول کریم ﷺ کی، اور محتاط رہو۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے رسول کا فرض تو بس پہنچا دینا ہے (ہمارے احکام کو) کھول کر۔ (ضیاءالقرآن)

﴿قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ (النور/۵۴)

آپ فرمائیے، اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول مکرم کی، پھر اگر تم نے رُوگردانی کی تو (جان لو) رسُول کے ذمّہ اتنا ہے جو اُن پر لازم کیا گیا اور تمہارے

ذمّہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے اور نہیں ہے (ہمارے) رسول کے ذمّہ بجز اس کے کہ وہ صاف صاف پیغام پہنچا دے۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ (التغابن /۱۲)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی' اور اطاعت کرو رسول (مکرم) کی' پھر اگر تم رُوگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول کے ذمّہ فقط کھول کر پیغام پہنچانا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ ایک ساتھ دونوں کی اطاعت وفرمانبرداری کا مومنین کو حکم دیا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾ (التوبہ/۶۲)

اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

منافقین تنہائی میں اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آکر اپنی پاک باطنی اور نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے۔ ایسی باتوں سے اللہ اور اس کا رسول تو خوش نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر منافقین کے نفاق کو ظاہر فرما دیا اور انکے تمام کاموں پر مطلع کر دیا۔ حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضا جوئی کے لئے کوشاں رہتے۔ ﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ ﴾ کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کا ذکر کر دیا جائے تو شرک نہیں ہوگا بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔

اللہ اور اس کے رسول کی رضا دو الگ نہیں بلکہ ایک ہی ہے۔ جس پر اللہ راضی' اُس پر اُس کا رسول بھی خوش۔ اور جس پر اُس کا رسول راضی' اُسے اللہ تعالیٰ کی

رضا مندی بھی میسر ہے۔ حضور ﷺ کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جیسے حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت رب تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ 'جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اُس نے اطاعت کی اللہ کی' (النساء/۸۰)

یا جیسے حضور نبی کریم ﷺ کا فیصلہ رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ حضور ﷺ کے دربار میں حاضری رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ رب فرماتا ہے ﴿اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ﴾۔

﴿مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ﴾ (التوبہ/۶۳)

جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔

﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ﴾ (النساء/۱۰۰)

اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا' پھر اُسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمّہ ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی نیّت عبادت کو مکمل کر دیتی ہے شرک نہیں' ہجرت عبادت ہے جس میں ﴿اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ فرمایا گیا۔ بخاری شریف میں ہے **ومن کان ھجرة الی الله ورسوله** ...... مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے کو ہجرت فرمایا گیا یعنی بیت اللہ کی زمین چھوڑ کر رسول اللہ کی زمین پر پہونچنا ہجرت ہے۔ اللہ کی طرف ہجرت کس طرح ممکن ہے! مکہ معظّمہ چھوڑ کر عرش اعظم پر پہونچنے کا حکم نہیں دیا گیا' بلکہ مکہ معظّمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ پہونچنے کا حکم دیا گیا۔ رسول کی طرف ہجرت کرنا ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف

ہجرت ہوگا۔

علم دین سیکھنے، حج، جہاد، زیارت مدینہ منورہ، طلب رزق حلال کے لئے وطن چھوڑنا، یہ اللہ ورسول کی طرف ہجرت ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ (الحجرات/۱)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو) اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے، تمہاری ہر باتوں کو سننے والا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے بقرعید کے دن حضور ﷺ سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کرلی اور بعض صحابہ کرام، رمضان المبارک سے ایک دن پہلے ہی روزے شروع کردیئے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے کہ اُن حضرات نے حضور ﷺ پر پیش قدمی کی، تو فرمایا گیا کہ اللہ ورسول پر پیش قدمی نہ کرو۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (توبہ/۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں عطا کیا۔

اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی، یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا، اللہ رسول دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضور ﷺ کے ذریعے سے دیتا ہے۔

﴿اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ﴾ (التوبہ/۷۴)

انھیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کر دیتے ہیں۔ اللہ رسول کی نعمتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں۔

﴿وَاِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَةَ ....﴾ (الاحزاب/ ۲۹)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔۔۔۔

معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اختیار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے۔ جسے حضور ﷺ مل گئے اُسے خدا اور ساری خدائی مل گئی۔ جو حضور نبی کریم ﷺ سے دور رہا، وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو گیا۔

﴿سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ﴾ (التوبہ/ ۵۹)

اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا اور حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور حضور ﷺ کی طرف بھی۔ لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا کرتے ہیں۔

﴿اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ﴾ (الاحزاب/ ۳۷)

اُسے اللہ نے بھی نعمت دی اور (اے محبوب) اُسے تم نے بھی نعمت دی۔

ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کرنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی طرف بھی فرمائی ہے۔

یقیناً اللہ رسول ہمیں نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کرتے ہیں۔

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب ۳۳/ ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد' اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب حکم (فیصلہ) فرمادیں اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انھیں کوئی اختیار رہوا اپنے اس معاملہ میں۔۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا' وہ بیشک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کر دیں تو حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض یہ کہ حضور ﷺ ہمارے دین و دُنیا کے مالک ہیں۔ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

﴿وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ/۹۴)

اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کھلی اور چھپی سرگرمیوں کے دیکھنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ حضور ﷺ ہمارے ظاہر و باطن اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں عمل میں کوئی قید نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے سب چھپے کھلے کام اللہ رسول دیکھیں گے۔ حضور ﷺ کا ذکر اللہ کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول نے چاہا تو یہ ہو گا۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ المنافقون)
اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ ۹/۳۰) لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ ببانگِ دہل اعلان کر رہی ہے کہ حلّت وحرمت کا اختیار رسول اعظم واکرم ﷺ کو بھی ربِ کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ کرنا کفر ہے

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ (النساء/۱۴۹) وہ جو اللہ اور رسول کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسول کو جُدا کر دیں۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ' رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلانا ایمان' بلکہ جانِ ایمان ہے اور اللہ سے رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ سمجھنا کفر بلکہ کفر کی جان ہے۔ جیسے لیمپ کی بتی کا نور چمنی کے رنگ سے مِلا ہوتا ہے یا جیسے نوٹ کی سرکاری مُہر اس کے کاغذ سے مِلی ہوتی ہے۔ مہر کے بغیر کاغذ بیکار رہے' ایسے ہی نبوّت کا توحید سے ملا رہنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں اپنے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام مِلایا کہ اول جزء میں **اللہ** آخر میں آیا (**لااله الا الله محمد رسول الله**) اور دوسرے جزء میں **محمد** اول ہے۔ تاکہ اللہ و محمد کے درمیان حرف کا فاصلہ بھی نہ رہے

غرض کہ اللہ‘ رسول کے ذکر‘ اطاعت اور احکام میں فرق پیدا کرنا کُفر‘ اور فرق کو ختم کرتے ہوئے بیان کرنا ایمان ہے۔ جو سلسلہ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا‘ اُسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اُسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہوسکتا ہے جو قربِ الٰہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تقدیس وکمال کو نہ پہچانا اور اُس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانا تو اللہ کو کیا پہچانا؟

اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکامات کو مانے اور رسُول کی عظمت‘ اطاعت اور احکامات کو ماننے سے انکار کردے‘ یا ہلکا اور غیر اہم جانے‘ یا رسول کی تعلیمات کو ناقص اور ناکافی سمجھے۔۔اور جو لوگ اللہ پر اُس کی تمام صفات تقدس وکمال پر اور بلا استثناء اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے اجرِ عظیم کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء/۱۵۲)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی کے ایمان میں فرق نہیں کیا‘ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے اجر دے گا اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴾ (بقرہ/ ۲۵۵)
کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذن (اجازت) خداوندی کے (اللہ کے حکم کے بغیر کوئی بھی سفارش نہیں کرسکتا ہے)

یہاں ایک قاعدہ بیان فرما دیا کہ ہر شخص کو بارگاہِ الٰہی میں لب کشائی اور شفاعت کی طاقت نہ ہوگی' صرف وہی شفاعت کرے گا جس کو پروردگارِ عالم نے اذن فرمایا۔ بتانا یہ ہے کہ اے کفار ومشرکین: قیامت کے دن تو وہی شفاعت کرے گا جسے اجازت ہوگی اور تمہارے ان بتوں کو تو کوئی اجازت نہیں' پھر ان سے یہ توقع عبث کیوں لگائے بیٹھے ہو اور ﴿اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴾ سے یہ واضح فرما دیا کہ وہ محبوب ومقبول بندگانِ خدا ضرور شفاعت کریں گے جن کو اُن کے رب نے اجازت مرحمت فرمائی ہوگی۔ حضور ﷺ قیامت کے دن سب سے پہلے بارگاہ الٰہی میں اذن پا کر شفاعت فرمائیں گے۔ حضور ﷺ اُس روز مقام محمود کے منصب رفیع پر متمکن ہوں گے۔ اے اللہ کریم: ہم گناہ گاروں کو اپنے رسول ﷺ صاحبِ مقام محمود کی شفاعت نصیب فرما اور اس کی برکات وتوجہات سے ہمیں دُنیا وآخرت میں سرفراز رکھ۔ (آمین ثم آمین)

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

حضور نبی کریم ﷺ شفاعت فرمانے کے بعد میں انبیاء کرام' اولیاء اللہ' حفاظ اور شہداء بھی شفاعت کریں گے۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے بغیر اذن کے شفاعت کا اعتقاد شرک ہے اور اذن کے ساتھ عین توحید لہذا یہ عقیدہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت

پوری کرسکتا ہے شرک ہے اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔ اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا اصل معیار ہے۔

اب اگر کوئی اولیاء اللہ کو باذن اللہ حاجت روا کہے تو شرک نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم کے بغیر انسان سانس تک نہیں لے سکتا اور نہ ہی پلک جھپکا سکتا ہے ہونٹ بھی نہیں ہلا سکتا ہے اور اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم کے بغیر یہ اُمور انجام دے سکتا ہے تو بلا شبہ وہ مشرک ہو جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے تعلیم رسالت پیش کی تو اُن سے کہا ﴿وَاُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ (آل عمران/ ۴۹) اور اچھا کرتا ہوں اندھے اور کوڑھی کو اور مُردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اب دیکھیئے شفا دینا اور مردے کو زندہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لحاظ سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کاموں کا دعویٰ کیا۔۔لیکن آپ آگے فرماتے ہیں ﴿باذن الله﴾ یعنی میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہوں۔ پس جہاں اذنِ الٰہی آجائے تو شرک چلا جاتا ہے اور جہاں اذن گیا تو توحید بھی گئی۔ یہی اذن الٰہی ہونا اور نہ ہونا توحید اور شرک کا بنیادی نکتہ ہے۔

حدیث قدسی ہے (اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرماتا ہے:

جب بندہ (فرائض کی تکمیل کے بعد) نوافل کی کثرت سے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی صفت سمع ' بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع بصر اور قدرت میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالےٰ کے نور سمع سے سُنّتا ہے اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کیوں کر نہ سن لے گا۔ یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی تجلی کا ظل ہے عکس ہے اور پرتو ہے۔ پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالےٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ 'سطعات' میں تحریر فرماتے ہیں:

اہل ولایت ایک صفت سے دوسری صفت میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ برف کے نیچے آگ جلائی گئی یہاں تک کہ برف پگھل کر پانی بن گئی' اس کے بعد آگ جلتی رہی یہاں تک کہ پانی کی ٹھنڈک ختم ہوگئی اور اس میں فتور آ گیا۔ اس کے بعد بھی آگ جلنے کا عمل جاری رہا یہاں تک کہ پانی گرم ہو گیا۔ آگ پھر بھی جلتی رہی یہاں تک کہ وہ پانی ان خصوصیات کا حامل بن گیا جو آگ میں ہیں' مثلاً کسی چیز کو پکا ڈالنا یا انسان کے بدن پر آبلہ ڈال دینا۔ ان تمام تبدیلیوں نے (اس پانی کو) پانی ہونے کی حقیقت سے نہیں نکالا (یعنی آگ کی خاصیتوں کے پیدا ہو جانے کے باوجود وہ گرم پانی' پانی ہی رہا' آگ نہیں بنا) البتہ یہ ضرور ہے کہ پانی کی حقیقت' آگ کی حقیقت کے قریب تر ہوگئی۔ اسی طرح صوفیائے کرام کی فنا و بقا (فانی فی اللہ و باقی باللہ) ان کو انسانی حقیقت سے خارج نہیں کرتی بلکہ اس نے انہیں انسانیت کے ان اوصاف سے دور کر دیا جو حیواناتات (جانوروں اور درندوں) کے مماثل تھے اور (انسانیت کے اُن اوصاف) کے قریب کر دیا جو ملائکہ اور ان کے بعد عالم جبروت سے مناسبت رکھنے والے ہیں (سطعات)

توحید اور شفاعت

عقیدۂ شفاعت اور اہلحدیث :

اہلحدیث کے نزدیک، مسلمانوں میں انبیاء کرام اور اولیاء و صالحین سے شفاعت کا تصور، نیز اولیاء اللہ سے عقیدت کا جذبہ یہی عمل فساد اور شرک و بدعت (گمراہی) کا باعث ہے:

> ' حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں عقیدہ و عمل کا فساد اور شرک و بدعت کی گرم بازاری کا سب سے بڑا محرک یہی 'عقیدت اولیاء' کا غیر شرعی جذبہ ہے۔ اس پر مستزاد تصوف کا وہ باطل نظریہ شفاعت جس نے عوام الناس کو روز حشر اللہ کے حضور اپنے نامۂ اعمال کی باز پرس اور سزا و عقوبت کے خوف سے بالکل ہی بے نیاز کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب بزرگوں کا 'دامن تھام لینے' کو ہی شرط نجات سمجھا جانے لگے تو نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور دیگر احکام عبودیت بجا لانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اولیاء کے دامن سے وابستگی کے بعد خواہ کتنے ہی صغیرہ و کبیرہ گناہ کئے جائیں اور کتنی ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جائے اللہ تعالیٰ ان کی کوئی باز پرس نہیں کرے گا !
>
> (أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)
>
> تالیف: الدکتور ابو عانان سہیل، مطبوعۃ دار الداعی للنشر والتوزیع بالریاض

مزید لکھتے ہیں :

'صوفیاء نے اس خودساختہ تصور شفاعت کو اس قدر شہرت دے رکھی ہے کہ نہ صرف عوام بلکہ خواص تک یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اولیاء تصوف کی جس پر 'نظرِ عنایت' ہوجائے اُس کا بیڑا پار ہوجائے گا'
(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

اب عقیدۂ شفاعت کا اقرار ہورہا ہے :

'شفاعت صرف موحدین اور سچے اور مخلص مسلمانوں کے لئے ہوگی۔ شرک وبدعت کے متوالے بےعمل اور شورہ پشت لوگوں کو شفاعت کی امید نہ رکھنی چاہئے' (أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

عقیدۂ شفاعت اور اہلِ سُنّت وَ جماعت :

﴿يَوْمَئِذٍ لَّاتَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾ (طٰہٰ/۱۰۹)

اُس دن کوئی سفارش نفع نہ دے گی سوائے اُس شخص کی شفاعت کے' جسے رحمٰن نے اجازت دی اور اُس کے قول کو پسند فرمایا ہو'

یعنی قیامت کے روز یہ نہیں ہوگا کہ جس کا جی چاہے گا اٹھ کر شفاعت کرنے لگے گا بلکہ اس روز وہی شفاعت فرمانے کی جرأت کرے گا جسے بارگاہ رب العزت سے اس کا اذن شفاعت (اجازت شفاعت) مل چکا ہوگا جیسے انبیاء اولیاء صالحین۔وغیرہ ۔۔ اور اُن ہی کے حق میں شفاعت کی جائے گی جن کا کلمہ شہادت عنداللہ مقبول ہو (یعنی اللہ کے نزدیک اس کا ایمان ٹھیک ہو) اور جو بے ایمان ہوکر مرے گا اُس کے لئے کوئی شفاعت نہیں۔

کفار اپنے بتوں کی شفاعت کے امیدوار تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ چونکہ یہ بُت حکومت الٰہیہ کے ممبر اور اس کے چلانے والے ہیں اس لئے رب تعالیٰ کو اُن کی شفاعت ماننی پڑے گی۔ اُن کی تردید کے لئے ارشاد ہوا کہ ﴿مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ﴾ (بقرہ/ ۲۵۵)

اس جملہ میں دھونس کی شفاعت کا انکار ہے اور شفاعت بالاذن کا ثبوت' لہذا شفاعت کا انکار نادانی ہے۔ ﴿مَنۡ ذَا الَّذِیۡ﴾ میں بتوں کی شفاعت ماننے والوں کی تردید ہے ﴿اِلَّا بِاِذۡنِہٖ﴾ میں معتزلہ اور عام دیوبندیوں وہابیوں کا ردّ ہے جو شفاعت کے منکر ہیں۔

کفار اپنے بتوں کے متعلق دو عقیدے رکھتے تھے:

۱۔ ایک یہ کہ اُن میں الوہیت ایسے حلول کئے ہوئے ہے جیسے پھول میں رنگ و بُو' اسی لئے ان کو الہٰ اور شرکاء کہتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا اتنا بڑا جہان نہ سنبھال سکتا ہے نہ چلا سکتا ہے۔ اس نے اپنی مدد کے لئے اپنے کچھ بندوں کو معاون و مددگار بنایا ہے اور اُن میں کام تقسیم کر دیئے ہیں۔ اُن بندوں میں بعض تو اللہ کی لڑکیاں ہیں اور بعض اللہ کی بیویاں و بیٹے (نعوذ باللہ من ذلک) یہ عقیدہ صریح شرک ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ یہ چھوٹے خدا' بڑے خدا کے ہاں ہماری شفاعت کریں گے اور اس بڑے کو جبراً اُن کی شفاعت ماننی پڑے گی جیسے بادشاہ کو ارکان سلطنت کی سفارش اس لئے ماننی پڑتی ہے کہ اُن کے بگڑ جانے سے زوالِ سلطنت کا اندیشہ ہے۔

اس آیت میں ان دونوں عقیدوں کا ردّ بلیغ فرمایا گیا۔ گویا فرمایا کہ وہاں تو وہی شفاعت کر سکے گا جسے اُس کی اجازت مل چکی ہے یعنی انبیاء' ملائکہ اور مومنین۔

غرضکہ دباؤ کی شفاعت کا انکار ہے اور شفاعت بالوجاہت اور شفاعت بالمحبت جو شفاعت بالاذن کی قسمیں ہیں اُن کا ثبوت۔

اگر شفاعت نہ ہوتو نماز جنازہ اور زیارت قبور اور مومنین کے لئے دُعا سب بے کار ہوجائیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے فرزند کے جنازے کے لئے چالیس نمازیوں کا انتظار فرمایا اور فرمایا کہ جہاں چالیس صالح مسلمان جمع ہوتے ہیں وہاں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

شفاعت کون کرے گا :

انبیاء، اولیا، علماء، مشائخ، حجر اسود، قرآن مجید، خانہ کعبہ، ماہ رمضان اور مسلمانوں کے نابالغ بچے ۔۔۔مقدمہ ہدایہ میں مولوی عبدالحی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کو چوم کر فرمایا کہ تو محض ایک پتھر ہے نہ نفع دے نہ نقصان ۔۔اُس وقت حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سُنا کہ قیامت میں اس کی آنکھیں اور منہ ہوں گے اور حاجیوں کی شفاعت کرے گا۔(الحاکم) مگر قیامت کے اول وقت جب سب نفسی نفسی پُکارتے ہوں گے رسُول مقبول، ہادی السُّبل، سید الرسل، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، سرورِ انبیاء، محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہی شفاعت کی ابتداء فرمائیں گے اور دروازہ شفاعت آپ کے ہاتھ پر کھلے گا اسی لئے آپ کا لقب شفیع المذنبین ہے۔

شفاعت کی قسمیں :

شفاعت تین طرح کی ہوگی ۔ بلندی درجات کے لئے، معافی سیئات (گناہوں سے معافی) کے لئے اور میدان محشر سے نجات دلانے کے لئے ۔ پہلی شفاعت بے گناہوں کے لئے ہے ۔ دوسری صرف گنہگار مسلمانوں کے لئے اور تیسری شفاعت سے فائدہ کفار بھی حاصل کریں گے ۔ معلوم ہوا کہ سارا جہاں حضور ﷺ کی شفاعت کا حاجت مند ہے ۔ وہ جو حدیث میں ہے کہ تارکِ سُنّت شفاعت سے محروم ہے، اس سے پہلی شفاعت مُراد ہے ۔ دوسری روایت میں ہے کہ میری شفاعت گناہ کبیرہ والوں کے لئے بھی ہوگی، اس سے دوسری شفاعت مراد یعنی عفوسیئات (شامی کتاب الصلوٰۃ)
جب سب شفیع شفاعت کر چکیں گے تب رب تعالیٰ فرمائے گا کہ شفیع شفاعت کر چکے اور جن کے قلب میں رائی کے برابر بھی ایمان تھا انھیں بھی جہنم سے نکال کر لے گئے ۔

شفاعت کب ہوگی :

بعض گناہگاروں کو تو بغیر عذاب شفاعت پہنچ جائے گی ۔ بعض کی مدت عذاب میں کمی ہو جائے گی اور بعض گناہگار اپنی پوری سزا بھگت کر شفاعت پائیں گے بعض جنّت میں پہنچ کر شفاعت کی بدولت بلند درجے پائیں گے ۔

الحاصل کفار ومشرکین کا بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک جاننا اور اللہ تعالیٰ کے لئے جبراً بتوں کی شفاعت کو ماننے کا عقیدہ رکھنا صریح شرک ہے ۔

ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے

خدائے برتر وبالا ہمیں پتہ کیا ہے
ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے

جبینِ حضرت جبریل پر کف پا ہے
ہے ابتداء کا یہ عالم تو انتہا کیا ہے

خدا کی شانِ جلال و جمال کے مظہر
ہر ایک سمت ہے تو ہی تیرے سوا کیا ہے

کوئی بلال سے پوچھے خُبیب سے سمجھے
سزائے اُلفت سرکار کا مزا کیا ہے

بشر کے بھیس میں لا کالبشر کی شان رہی
یہ معجزہ جو نہیں ہے تو معجزہ کیا ہے

غمِ فراقِ نبی میں جو آنکھ سے نکلے
خدا ہی جانے ان اشکوں کا مرتبہ کیا ہے

فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور
'ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے'

کھڑا اختر عاصی درِ مقدس پر
حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے

(حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی)

باذن بندہ کا عمل اللہ کا عمل :

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء/٦٤) اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء۴/۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی' جو انھیں کی جاتی ہے (یعنی ہمارے نبی اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں فرماتے۔ جو کچھ فرماتے ہیں وہ رب کی وحی ہوتی ہے)۔

﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال ۸/۱۲)

اور (اے محبوب) وہ خاک جو تم نے پھینکی' تم نے نہ پھینکی تھی' بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۝ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (الفتح/۱۰) وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں' وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ تو اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا' اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے بڑا ثواب دے گا۔

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (الاعراف) اور اللہ کا رسول ان کے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام فرماتا ہے۔

﴿اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكَ لاهب لكِ غُلٰماً زَكِياً﴾ میں تمہارے رب کا رسول ہوں آیا ہوں تا کہ تم کو ستھرا بیٹا دوں۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **انما انا قاسم والله يعطى** (صحیح بخاری) بے شک میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے عبد ماذون ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے حضور انور ﷺ کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ حضور ﷺ کا فعل مبارک اللہ تعالیٰ کا فعل مبارک ہے، حضور ﷺ کا بیچنا اللہ تعالیٰ کا بیچنا ہے، حضور ﷺ کا خریدنا اللہ تعالیٰ کا خریدنا ہے، حضور ﷺ کا دینا اور حضور ﷺ کا لینا اللہ تعالیٰ کا لینا ہے۔ مقرب الٰہی ہونے کی بنا پر عبد ماذون مقام محبوبیت پر فائز ہے ایک عام انسان اور عبد ماذون میں یہ بنیادی فرق ہوتا ہے کہ عام انسان نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آکر بغاوت اور سرکشی کی راہ پر چل نکلتا ہے اور ایسے کو قرب خداوندی سے محروم کر دیا جاتا ہے جب کہ عبد ماذون اللہ تعالیٰ کے قرب خاص کی بنا پر بے پایاں انعامات ونوازشات کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ عبد ماذون عالم رنگ وبو کی رعنائیوں اور دلکشیوں میں کھو کر نہیں رہ جاتا بلکہ اس کا مدعا اور انتہائے مقصود محبوب حقیقی کی رضا اور خوشنودی ہوتا ہے جس کے حصول کے پیش نظر وہ قدم قدم پر بچھے ہوئے رنگینیوں اور دلکشیوں سے سالم ومحفوظ گزر جاتا ہے۔ اس کی تمام تر زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت ہوتی ہے جس کے صلے میں وہ بندگی میں اتنا پختہ اور یگانہ ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ مشیت ایزدی کا ترجمان ہوتا ہے۔

حدیث قدسی ہے (اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس پر) فرماتا ہے۔

جب بندہ (فرائض کی تکمیل کے بعد) نوافل کی کثرت سے اللہ تعالےٰ کا قرب

حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت سمع ' بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع بصر اور قدرت میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ تعالےٰ کے نور سمع سے سُنتا ہے اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ جب اللہ تعالےٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کیوں کر نہ سن لے گا۔ یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی تجلی کا ظل ہے عکس ہے اور پرتو ہے۔ پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالےٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔ (حقیقت شرک)

عبادت کے معنیٰ

عبادت کے معنیٰ انتہاء تذلیل اور غایت خضوع کے ہیں یعنی انسان اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلت وپستی کے اس آخری درجے میں سمجھے کہ جس کے بعد عاجزی اور ذلت کا کوئی درجہ ہی نہ ہو۔ اس قسم کی عاجزی کرنے والا عابد ہے اور ایسی عاجزی عبادت ہے۔ عبادت کا تعلق نہ تو ما فوق الاسباب اُمور سے ہے اور نہ غائبانہ ندا سے' بلکہ اس کا تعلق محض اعتقاد سے ہے اور ظاہر ہے ایسی عاجزی اور ایسی ذلت وپستی کا اظہار اس ہستی کے لئے کیا جاسکتا ہے جس کے متعلق صفات مستقلہ کا اعتقاد رکھا جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں خود بخود اُس میں موجود ہیں' کسی نے اُس کو کوئی صفت دی نہیں' اور یہ صفات ذاتیہ استحقاق عبادت کا مناط ومدار ہیں۔ ان صفات ذاتیہ کا کسی میں ثابت کرنا استحقاق عبادت والوہیت کا ثابت کرنا ہے اور جو صفت استحقاق عبادت کا مناط ہے خواہ وہ علم ہو یا قدرت' تصرف ہو یا خالقیت' اس کا ذاتی اور مستقل ہونا ضروری ہے ورنہ افراد ممکنات کا مستحق عبادت ہونا لازم آئے گا کیونکہ عطائی' غیر مستقل' حادث صفات' افراد مخلوقات میں پائی جاتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ استحقاق عبادت کے لئے صفات مستقلہ لازم ہیں اور صفات مستقلہ کے لئے استحقاق عبادت لازم ہے۔ کسی کو مستحق عبادت کہنا اس کے لئے استقلال ذاتی کو ثابت کرنا ہے اور کسی کو مستقل بالذات ماننا مستحق عبادت قرار دینا ہے۔

اسلام میں عبادت کا تصور:

عبادت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی کو خدا سمجھ کر اس کے حضور عبودیت کا نذرانہ پیش کرنا اور اس کے احکام بجالانا یہ سمجھ کر کہ یہ حکم خدا کا ہے۔ انسان کیسا بھی اچھا کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کی خوشی اور اس کی اطاعت نہ ہو تو وہ ہرگز عبادت نہیں ہے اور نہ ہی اسلام کی تعلیم ہے ﴿**ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین**﴾ میری نماز، میرا حج، میری موت اور زندگی سب خدا کے لئے ہے۔

اس سے معلوم ہوا مسلمان جو بھی نیک کام کرے اگر اس سے مقصود خدا کے حکم کی بجا آوری اور اس کو خوش کرنا ہے تو وہ عبادت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **انما الاعمال بالنبیات** اعمال کا ثواب نیّت پر موقوف ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں نیّت اور اخلاص نہایت ضروری ہے۔ انسان کا ہر وہ کام جس سے مقصود خوشنودی خدا ہے عبادت ہے اور اگر اس کام سے مقصود شہرت اور ریاکاری ہے تو یہ عبادت نہ ہوگی کیونکہ جو عبادت خلوص نیّت سے خالی ہو، اس میں تقویٰ کہاں ہوگا اور عبادت کی غرض و غایت تقویٰ بھی ہے۔

تقویٰ انسان کے قلب کی وہ کیفیت ہے جس کی وجہ سے دل میں نیک کام کرنے کی امنگ اور برائیوں سے نفرت ہوتی ہے اور وہ کام خاص رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿**لعلکم تتقون**﴾ یہ عبادت اس لئے ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اسی حدیث '**انما الاعمال بالنبیات**' سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہی عبادت نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جس سے مقصود خدا کی رضا ہو وہ عبادت ہے

مثلاً کسی شکستہ دل کی تسکین کے لئے تسلی و تشفی کی بات کرنا اور کسی گنہگار کو معاف کرنا بھی عبادت ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿**قول معروف ومغفرة خير ---**﴾ اچھی بات کہنا اور معاف کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے ستانا ہو۔ اس آیت کی تشریح حضور نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی **كل معروف صدقة تبسمك فی وجه اخيك صدقة واماطة الاذىٰ عن الطريق صدقة الساعی علی الارملة والمسكين كالمجاهد فی سبيل الله** ہر نیکی کا کام صدقہ ہے۔ کسی بھائی کو دیکھ کر اس کو خوش کرنے کے لئے مسکرانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی خیرات ہے، بیوہ غریب کی مدد کرنا، خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

اسی طرح لوگوں کے درمیان، بغض وفساد کے اسباب کو دور کرنا محبت پھیلانا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمھیں روزہ نماز سے بڑھ کر درجہ کی چیز نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی، فرمایئے یارسول اللہ ﷺ، حضور ﷺ نے فرمایا: **اصلاح ذات البين** آپس کے تعلقات کا درست رکھنا۔

ان مثالوں سے واضح ہوا اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مومن کا ہر کام عبادت ہے۔ اس کا سونا جاگنا کمانا تجارت کرنا وغیرہ سب ہی عبادت ہیں جب کہ اس سے مقصود اللہ رب العزت جل مجدہ کی خوشنودی اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا ہو۔

عبادت و تعظیم میں فرق :

بعض لوگ عبادت اور تعظیم کے درمیان تشکیک اور غلط فہمی پیدا کرکے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ جب آپ اہل اللہ کی تعظیم بجا لاتے ہیں تو یہ شرک فی العبادت کے زمرے میں آتا ہے حالانکہ عبادت کا درجہ اور حقیقت جُدا ہے اور تعظیم کی تعریف اور

درجہ الگ ہے۔ دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط ممکن نہیں۔ شرعاً عجز وانکاری اور تعظیم کے انتہائی درجے کا نام عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے قطعاً جائز نہیں۔ جب کہ اللہ رب العزت کے کسی برگزیدہ بندے حتی کہ اُن سے منسوب اشیاء کا ادب واحترام اور تعظیم ازروئے قرآن ایک جائز امر ہے۔

عبادت کے معنیٰ معلوم ہونے کے بعد عبادت و تعظیم کا فرق معلوم ہوگیا۔ عبادت میں تعظیم بھی ہوتی ہے اور جس کی تعظیم کی جائے اس کی الوہیت اس کے واجب الوجود اور مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد بھی ہوتا ہے۔ اور تعظیم میں یہ اعتقاد نہیں ہوتا، یعنی ہر عبادت تعظیم ہے مگر ہر تعظیم عبادت نہیں ہے لہذا غیر اللہ کی عبادت شرک ہے تعظیم شرک نہیں بلکہ جائز بلکہ بعض کی تعظیم فرض عین ہے مثلاً قرآن پاک کی، انبیاء کرام علیہم السلام وملائکہ کی تعظیم وتوقیر۔۔ اور بعض کی تعظیم واجب ہے مثلاً والدین کی، بعض لوگ تعظیم وعبادت میں فرق نہیں کرتے یا اُن کے مفہوم سے جاہل ہیں۔ جہاں وہ غیر اللہ کی تعظیم ہوتی دیکھتے ہیں جَھٹ شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں، حالانکہ یہ بات بدیہی ہے کہ تعظیم کی وہی صورت شرک قرار دی جائے گی جس میں معظم کی الوہیت کا اعتقاد ہو۔ اس کے علاوہ تعظیم کی جتنی بھی صورتیں اور شکلیں ہیں اُن میں سے بعض ناجائز وحرام تو ہوسکتی ہیں مگر شرک وکفر ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتیں، مثلاً قبر کو سجدہ کرنا، اور مقبور کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کا عقیدہ رکھ کر اس کے لئے صفات مستقلہ کو مان کر سجدہ کرنا شرک ہے لیکن اگر یہ اعتقاد نہ ہو اور پھر غیر اللہ کی تعظیم کی جائے۔ اس میں یہ تو ہوسکتا ہے کہ اس تعظیم کی کچھ صورتیں ناجائز وحرام ہوں مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ مذکورہ بالا اعتقاد کے ساتھ جو تعظیم کی جائے وہ شرک قرار پائے۔ سجدہ ہی کو لے لیجئے، مطلقاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر شرک مان لیا جائے تو پھر (معاذ اللہ)

تمام ملائکہ اور برادران یوسف علیہ السلام بھی مشرک قرار پائیں گے کیونکہ قرآن پاک نے یہ تصریح کی ہے کہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا بلکہ یہ کہنا پڑے گا کہ خود اللہ تعالیٰ نے شرک کا حکم دیا (معاذ اللہ)۔

ظاہر ہے کہ ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور برادران یوسف علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا اوران کو واجب الوجود جان کر سجدہ کرنا نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کی مخلوق سمجھ کر محض تعظیم کے لئے سجدہ تھا۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو تعظیم مُعظّم کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کے عقیدہ کے ساتھ نہ کی جائے وہ شرک ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔

ہم اہلِ سُنّت وَ جماعت انبیاء کرام و بزرگانِ عظام کی تعظیم ضرور کرتے ہیں اُن سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں مگر انھیں اللہ نہیں مانتے اور نہ استقلال ذاتی اُن کے لئے ثابت کرتے ہیں اور نہ انھیں مستحق عبادت جانتے ہیں اور نہ واجب الوجود۔ لہذا ہم پر محض تعظیم کے جرم میں بدعقیدہ عناصر کا شرک کا فتویٰ دینا کسی بھی طرح درست نہیں کیونکہ ہم تعظیم کی ان صورتوں کو بھی نہیں اپناتے جو ناجائز وحرام ہیں اور جن کے ناجائز ہونے پر دلائل شرعیہ مل جاتے ہیں جیسے سجدہ تعظیمی، ہم اس کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

عبادت اور استعانت : ﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

عبادت کے معنیٰ **اقصی غایة الخضوع والتذلل** یعنی حد درجہ کی عاجزی اور انکساری ---- مفسرین اس کی مثال سجدہ سے دیتے ہیں حالانکہ صرف سجدہ ہی

عبادت نہیں' بلکہ حالتِ نماز میں تمام حرکات وسکنات عبادت ہیں۔ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا' رکوع اور رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا' سجدہ اور اس کے بعد حالت التحیات میں دو زانو بیٹھنا' سلام کے لئے دائیں بائیں مُنہ پھیرنا۔۔ یہ سب عبادت ہیں۔ اگر عبادت صرف تذلل وانکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اور یہ آخری مرتبہ سجدہ ہی ہے' تو کیا یہ باقی چیزیں عبادت نہیں؟ اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر یہ ساری چیزیں مطلقاً عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے اُستاد کے سامنے اور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دو زانو ہوکر بیٹھتا ہے یا ان کے آنے پر کھڑا ہوجاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اُس نے اُستاد' یا باپ کی عبادت کی اور اُن کو اپنا معبود بنالیا ۔۔حاشا وکلا۔۔ پھر وہ کون سی چیز ہے جو اِن حرکات وسکنات کو اگر یہ نماز میں ہوں تو عبادت بنا دیتی ہے اور یوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھے یا کھولے ہوئے) اور اس طرح بیٹھنے کو اور دائیں بائیں مُنہ پھیرنے کو تذلل وانکسار کے آخری مرتبہ پر پہونچا دیتی ہے۔ اور اگر یہی اُمور نماز سے خارج ہوں تو نہ ان میں غایۃً خضوع ہے اور نہ یہ عبادت متصور ہوتے ہیں۔

عبادت کا تعلق عقیدہ ونیّت سے ہوتا ہے یعنی جس ذات کے سامنے آپ یہ افعال کررہے ہیں اس کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ اگر آپ اس کو اللہ اور معبود یقین کرتے ہیں تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایۃً تذلل وخضوع پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس کو عبد اور بندہ سمجھتے ہیں' نہ خدا' نہ خدا کا بیٹا' نہ اس کی بیوی' نہ اس کا اوتار' تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلائیں گے۔ ہاں آپ ان کو احترام' اِجلال' اور تعظیم کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا نہیں جس کی عبادت شرعاً یا عقلاً درست ہو۔ سب سے بالاتر اور قوی تر وہ' سب کا خالق اور رب

(اپنی تربیت سے مرتبہ کمال تک پہونچانے والا) وہ' لطف وکرم کا پیہم پانی برسانے والا وہ' ہزار خطائیں کریں لاکھوں جرم کرے' اپنی رحمت سے معاف فرمانے والا وہ' اور قیامت کے دن ہر نیک و بد کی قسمت کا فیصلہ فرمانے والا وہ۔۔ تو اُسے چھوڑ کر انسان کسی غیر کی عبادت کرے تو آخر کیوں؟ بلکہ اس کے بغیر اور ہے ہی کون جو معبود اور اللہ ہو اور اس کی عبادت کی جائے؟ اسی لئے قرآن نے ہمیں یہی تعلیم دی اور یہ سبق سکھایا کہ ﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ﴾ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی کی نہیں کرتے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

عبادت کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی کو خالق یا خالق کا حصہ دار مان کر اس کی اطاعت کرنا۔ جب تک کہ یہ نیّت نہ ہو تب تک اُسے عبادت نہیں کہا جائے گا۔ اَب بُت پرست' بُت کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور مُسلمان کعبہ کے سامنے۔۔ وہاں بھی پتھر ہی ہیں۔۔ لیکن وہ مشرک ہے اور ہم مُوحّد (اللہ تعالیٰ کو یکتا ماننے والے)۔۔۔ ہندو اپنے دیوتاؤں' رام چندر وغیرہ کو مانتا ہے' مسلمان نبیوں ولیوں کو۔۔ پھر کیا وجہ کہ وہ مشرک ہوگیا اور یہ اللہ کو ماننے والا رہا۔ فرق یہی ہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں حصہ دار مانتا ہے اور ہم اُن کو اللہ کا خاص بندہ مانتے ہیں۔ بہرحال' عبادت میں یہ قید ہے کہ جس کی اطاعت کرے اُس کو اپنا خالق مانے ۔عبادت بہت قسم کی ہے۔نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج بلکہ یوں سمجھو کہ جو جائز کام بھی رب کو راضی کرنے کی نیّت سے کیا جائے وہ عبادت ہے یہاں تک کہ آدمی رب کو راضی کرنے کے لئے اپنے بچوں کو پالے یہ بھی عبادت ہے اور اس میں ثواب ملتا ہے۔ (تفسیر نعیمی)

ایک بزرگ' ابن سعود نجدی کے زمانہ میں مدینہ پاک حاضر ہوئے۔ روضۂ مطہرہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے کہ نجدی پولیس نے کہا کہ کیا تو نماز پڑھ رہا ہے؟ تو مشرک ہوگیا۔ انھوں نے پوچھا کہ کیوں سپاہی؟ وہ کہنے لگا کہ کسی کے سامنے نماز کی طرح کھڑا ہونا یعنی ہاتھ باندھ کر یہ اُس کی عبادت ہے۔ بزرگ

فرمانے لگے کہ کیسے کھڑا ہوں؟ وہ بولا کہ ہاتھ چھوڑ کر۔انھوں نے کہا کہ اس طرح کھڑا ہونا بھی مالکی نماز کا قیام ہے۔ پھر بھی نماز سے مشابہت تو ہے۔ اگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھوں تو حنفی نماز ہے اور ناف کے اُوپر باندھوں تو شافعی نماز' ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوں تو مالکی نماز ہے۔ اب بتاؤ کیا کروں؟ وہ خاموش ہوگیا۔ بزرگ فرمانے لگے کہ کسی کام کا عبادت بننا یا نہ بننا نیّت پر موقوف ہے۔

میلاد النبی ﷺ

محفل میلاد کے بارے میں اہلحدیث افراد کی غلط اندیشیاں :

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے مظاہر تشکر و مسرت کو دیکھ کر نام نہاد اہلحدیث افراد غصہ سے بے قابو ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ان شکر گذار بندوں پر طعن و تشنیع کے تیروں کی موسلا دھار بارش شروع کر دیتے ہیں :

' ایسے خرافی لوگ جن کی خرافات دائرہ شرک تک پہونچتی ہیں ایسے لوگوں کے جنازہ میں شرکت کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ۔ بدعتی (گمراہ) لوگ جو عید میلاد النبی یا شب معراج مناتے ہیں یہ معصیت کے مرتکب ہیں' ۔
(شکوک وشبہات کا ازالہ ۔ شعبہ توعیہ الجالیات)

جذبات سے بے قابو ہو کر ' میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ذبح کئے ہوئے حلال جانوروں کے گوشت کو حرام قرار دیتے ہیں :

' میلاد النبی ﷺ یا دوسروں کی میلاد کے موقع پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے ۔ ہر وہ ذبیحہ جو میلاد النبی یا کسی ولی کی تعظیم میں ذبح کیا گیا ہو تو اس ذبیحہ سے گوشت کھانا جائز نہیں ۔ اللہ کی لعنت ہے اُس شخص پر جو غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرے' ۔
(شکوک وشبہات کا ازالہ ۔ شعبہ توعیہ الجالیات)

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کے نزدیک :

’کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔اس کا کھانا جائز ہے‘

(دلیل الطالب ص ۴۱۳ مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں وعرف الجاوی صفحہ ۲۴۷ مؤلفہ نذیر حسین خاں)

’جانور کے ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھی تو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے۔اسکا کھانا جائز ہے‘

(عرف الجاوی ۲۴۹)

اللہ تعالیٰ نے دراصل اُن (نام نہاد اہلحدیث) کو یہ سزا دی ہے کہ وہ کافر کا ذبح کیا ہوا جانور اور وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو' حلال سمجھ کر کھاتے رہیں ...... مگر وہ متبرک کھانا جس پر قرآن شریف درود شریف پڑھا گیا ہو' وہ کھانا اُن کو نصیب نہ ہو کیونکہ اُن کے نزدیک یہ متبرک کھانا حرام ہے۔

اب دیکھیں کہ قرآن کریم کس ذبیحہ کو حرام قرار دیتا ہے :

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ﴾

(البقرۃ/۱۷۳) اللہ نے تم پر حرام کیا ہے مُردار' رگوں کا خون' خنزیر (سور) کا گوشت اور وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾

(النحل/۱۱۵) اللہ نے تم پر حرام کیا ہے مُردار' رگوں کا خون' خنزیر (سور) کا گوشت اور وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔

﴿حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾

(المائدہ/۳) تم پر حرام کئے گئے ہیں مُردار' خون' سُوّر کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے۔

حرام ہے وہ جانور جس پر ذبح کے وقت **الله** کے سوا کسی کا نام پُکارا گیا یعنی غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا۔ مشرکین کا طریقہ تھا کہ جانور ذبح کرتے وقت **الله** کا نام لینے کی بجائے **باسم اللّات وَالْعُزیٰ** لات وعزی کے نام سے ذبح کرتا ہوں کہا کرتے۔ جو جانور کسی بُت پر بھینٹ کی نیّت سے ذبح کیا جائے وہ اگرچہ **بسم الله** کہہ کر ذبح کیا جائے وہ بھی حرام ہے **وما ذبح علی النصب** بتوں پر ذبح کئے ہوئے جانور حرام ہیں۔ بُت کے نام کی قربانی کی نیّت سے جانور حرام ہوتا ہے۔

مسئلہ : کسی جانور کو بُت کے پاس اللہ کے نام پر ذبح کر دینے سے وہ حرام نہیں ہو جاتا بلکہ بُت کی بھینٹ سے حرام ہوتا ہے۔ بھینٹ یہ ہے کہ جانور کو ذبح کر کے بتوں کی عبادت کی جائے جیسے مشرکین کالی کے سامنے جانور ذبح کر کے اُس کا خون کالی کے بُت پر چھڑکتے ہیں۔ وہاں صرف خون دینا مقصد ہوتا ہے گوشت مقصود نہیں ہوتا۔ جیسے مسلمان قربانی کرتے ہیں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر' اُس کی خوشنودی کے لئے خون بہانا ہوتا ہے۔

کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے یا اُس کی اجازت سے اُس کے رسول کو (ﷺ)۔ اگر کوئی شخص اللہ اور رسول کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام۔ اور حرام کی ہوئی چیز کو حلال کرتا ہے تو وہ تشریع اور قانون سازی کا حق اپنے ہاتھ میں لے رہا ہے اور حقوق ربّانی میں مداخلت کا مجرم بن رہا ہے۔

بدمذہب و بدعقیدہ لوگ اُس جانور کے گوشت کو بھی حرام کہہ دیتے ہیں جو ایصال ثواب' بزرگوں کی فاتحہ اور نیاز کی غرض سے **الله** کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔ مسلمان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو **الله** کا نام لیتا ہے **الحمد لله الذی احیانا**...... چھینکتا ہے تو اللہ کا نام لیتا ہے **الحمد لله**۔ کھانا شروع کرتا ہے تو اللہ کا نام لیتا ہے **اللهم بارك لنا**

......کھانا کھانے کے بعد اللہ کا نام لیتا ہے **الحمد لله الذی اطعمنا**......اچھی خبر سنتا ہے اور قدرت کے نظارے کرتا ہے تو **ماشآء الله** ' **سبحان الله** کہتا ہے۔ بُری خبر سنتا ہے یا تکلیف پہنچتی ہے تو **انا لله وانا اليه راجعون** کہتا ہے۔ سوتے وقت بستر پر پہنچ کر بھی **اللهم باسمك اموت واحی**...... کہتا ہے۔

غرض کہ نماز و قربانی اور ساری عبادات کے وقت اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے:

﴿**قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ**﴾ (الانعام/۱۶۴)

آپ فرمائیے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ آپ کے کمالات و امتیازات عظمت و رفعت اعلیٰ و ارفع مقام اور خصائص کے باوجود آپ کو معبود و الہ نہیں سمجھتی اور نہ ہی حضور ﷺ کی عبادت کرتی ہے بلکہ آپ کی عبدیت کا اقرار و اعلان کرتی ہے

﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له**' **واشهد ان محمدا عبده' ورسوله**﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

کفار جب جانوروں کو ذبح کرتے تھے تو اپنے بتوں کا نام لے کر اُن کے گلے پر چھری پھیرتے وہ کہتے **باسم اللات والعزی** لات اور عزی کے نام سے ہم ذبح کرتے ہیں۔ مسلمان جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لینا گوارہ ہی نہیں کرتے۔ کافر اُن جانوروں کو ذبح کرتے تو اُن بتوں کی عبادت کی نیّت سے اُن کی جان تلف کرتے' کسی کو ثواب پہونچانا مقصود نہ ہوتا۔ اور مسلمان کسی غیر خدا کی عبادت کی نیّت سے یا کسی کی خاطر اُن کی جان تلف نہیں کرتے بلکہ اُن کی

نیّت یہی ہوتی ہے کہ اس جانور کو اللہ کے نام سے ذبح کرنے کے بعد یا یہ کھانا پکانے کے بعد فقراء اور عام مسلمان کھائیں گے اور اس کا جو ثواب ہوگا وہ فلاں صاحب کی رُوح کو پہونچے۔ مسلمانوں کے ذبیحہ کو حرام کہنا اور مسلمانوں پر شرک کا فتوی دینا قطعاً جہالت و بے دینی ہے۔ اب دوبارہ غیر مقلدین کی عبارات کو پڑھیں:

'میلاد النبی ﷺ یا دوسروں کی میلاد کے موقع پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ ہر وہ ذبیحہ جو میلاد النبی یا کسی ولی کی تعظیم میں ذبح کیا گیا ہو تو اس ذبیحہ سے گوشت کھانا جائز نہیں۔ اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرے'۔

شکوک وشبہات کا ازالہ ۔ شعبہ توعیۃ الجالیات)

اگر کوئی چیز کسی بندے کی طرف نسبت کی وجہ سے حرام ہوتی ہے تو پھر دُنیا کی کوئی چیز حلال نہیں ہوسکتی۔ ہر چیز حرام ہوگی کیونکہ ہر چیز کی نسبت کسی نہ کسی بندے کی طرف ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کا جامعہ اشرفیہ مبارکپور' مخدوم المشائخ سرکار کلاں کی خانقاہ اشرفیہ' شیخ اعظم کا جامع اشرف' شیخ الاسلام کا عربک کالج اور ماہنامہ المیزان' غازی ملت کا جامعہ معارف القرآن' خطیب ملت کی تصانیف...... اب فرمایئے کہ کون سی چیز نسبت سے خالی ہے؟ لہذا یونس کے عقیقہ کا بکرا' خرم کے ولیمہ کا بکرا' منہاج کی دعوت افطار کی مرغیاں' مجتبیٰ کے فدیہ کا بکرا' گیارہویں شریف کا دُنبہ' میلاد شریف کی گائے' فاتحہ کا بکرا' دعوت کی مرغیاں ......سب حلال ہیں کہ ان کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔ یہ نسبتیں مقصد کی ہیں اور زید کا اونٹ' توفیق کی بکری بھی حلال ہے کہ یہ نسبتیں ملکیت کی ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔

اگر کسی چیز کا غیر خدا کے نام پر نامزد ہو جانے کی وجہ سے استعمال حرام ہو جائے تو

لازم آئے گا کہ گنگا رام ہاسپٹل، ہری پرشاد ہاسپٹل، کشن میموریل ہاسپٹل، سیتا میٹرنٹی میں علاج کرانا حرام ہوجائے۔ سیتا پور، رام پور، کشن نگر، کشن باغ اور بھگوان کالونی میں رہنا حرام ہو۔ رام تیل، گنگا صابن استعمال کرنا حرام ہو۔ یوں ہی سیتا پھل، کاشی پھل کھانا حرام ہو کہ ان سب کی نسبت بتوں کی طرف ہے۔ صرف اُس جانور کا کھانا حرام ہے جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

شمس المفسرین بحرالعلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرؔت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

’نسبتِ مجازی سے بھی ہر چیز شرک ہوجائے تو بات کرنا دشوار ہوجائے۔ اضافت ونسبت ادنیٰ تعلق سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھو تم کہتے ہو یہ بکرا میرا ہے، یہ گھر میرا ہے، یہ کھانا میرا ہے۔ یہ کھانا فلاں بزرگ کی فاتحہ کا ہے۔ یہ جانور فلاں بزرگ کی فاتحہ کے لئے ہے۔ اگر یہ سب **ما اھل بہ لغیر اللہ** میں داخل ہوجائیں تو بڑی مشکل ہو۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ گھر میرا نہیں خدا کا ہے تو وہ وقف ہوجائے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بیوی خدا کی ہے تو کفر ہوجائے۔ ایصالِ ثواب احادیث سے ثابت ہے۔ ابوداؤد ونسائی میں ہے کہ اُم سعد کے لئے کنواں کھدوایا گیا اور پُکار دیا گیا **ھٰذہٖ لام سعد** یہ اُم سعد کا کنواں ہے۔ دیکھو اس سے امیر بھی پانی پیتے تھے اور غریب بھی۔ **ما اھل بہ لغیر اللہ** وقت ذبح کے لئے ہے۔ کفار ذبح کے وقت **بسم اللات والعزی** کہتے تھے اس کے مقابل ذبح کے وقت **بسم اللہ واللہ اکبر** قائم کیا گیا۔ قربانی کے وقت حضرت محمد ﷺ نے فرمایا **اللھم ھذا منک ولک اللھم ان ھذا عن محمدٍ واٰلہٖ بسم اللہ واللہ اکبر** اور **اللھم ان ھذا عمن شھدنی بالبلاغ** اے اللہ ! یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لئے ہے۔ اے اللہ ! یہ محمد (ﷺ) اور اس کی اُمت کی جانب سے ہے۔ **بسم اللہ واللہ اکبر** اے اللہ ! یہ اُن کی

جانب سے ہے جنھوں نے میرے پیغام پہونچانے کی گواہی دی۔

بتوں کے لئے ذبح کرنا الگ بات ہے اور ایصال ثواب کے لئے نام خدا پر ذبح کرنا جُدا ہے۔

تمہارے پاس (کم فہم' بدعقیدہ افراد جوفوارۂ شرک وکفر بنے ہوئے ہیں) آدمی کی طرف کسی شئے کونسبت کرتے ہیں تو وہ ایسی نجس ہوجاتی ہے کہ خدا کا نام بھی پاک نہیں کرسکتا۔ ہمارے پاس (اہلِ سُنّت وَجماعت کے نزدیک) مشرک جس کی نجاست منصوص ہے **انما المشرکون نجس** خدا کا نام لیتے ہی' کلمہ پڑھتے ہی' مسلمان ہوجاتا ہے' پاک ہوجاتا ہے۔ (درس القرآن)

(تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتاب 'حقیقتِ شرک')

مشہور غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری (فاضل دارالعلوم دیوبند) لکھتے ہیں:

'مروجہ مولود بدعت (ضلالت وگمراہی) ہے' اہل حدیث کا مذہب/۳۴)

غیر مقلد طاہر نصار عزیز لکھتا ہے:

'عید میلا دالنبی بدعت (ضلالت وگمراہی) ہے' **(البدعة واثرها السیّئ/۱۹)** 'عید میلا دالنبی فاطمیوں عبیدیوں رافضیوں کی ایجاد ہے جو اپنے آپ کو اس شخص کی طرف منسوب کرتے ہیں جو خود کو فاطمہ کی اولاد میں سے کہتا تھا حالانکہ وہ اصلاً یہودی تھا'۔ **(البدعة واثرها السیّئ/۲۰)** 'عید میلا دالنبی کی طرح غیر مشروع عید ایجاد کرنا بدعت ہے' **(البدعة واثرها السیّئ/۲۱)**

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَاسِ عَـدَاوَةً لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾
(المائدہ) مومنین کا سخت ترین دشمن لوگوں میں سے یہود اور مشرکین کو پائے گا۔
کیا یہ ممکن ہے کہ اسلام کے بدترین وشدید دشمن، جشن میلاد النبی ﷺ منائیں!

غیر مقلد طاہر نصار عزیز لکھتا ہے:

'نبی کریم ﷺ کی یوم پیدائش کا جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے جسے سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں عبیدیوں نے ایجاد کیا۔ اہل علم ہر زمانہ میں اس بدعت کے بطلان کی وضاحت اور اس کے موجد اور اس پر عمل کرنے والوں کی تردید کرتے رہے۔ یوم ولادت کا جشن منانا جائز نہیں۔ یوم پیدائش کا جشن منانا دین اسلام میں ان نو ایجاد بدعات میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری'۔
'رسول اللہ ﷺ کی یوم پیدائش کا جشن منانے اور اسے عید بنانے (یعنی اس پر سالانہ محفل منعقد کرنے) میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے جب کہ ہمیں اُن کی مشابہت اختیار کرنے اور اُن کی تقلید کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (البدعة واثرها السيّئ /٥٥)

نعمت الٰہی کا شکریہ اور اس کا اظہار ضروری ہے۔ جب حضور ﷺ کی تشریف آوری رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے تو حضور ﷺ کا چرچا کرنا بھی ضروری ہوا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ رب تعالیٰ کی نعمت کی خوشیاں منانے کا حکم ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔ شروع اسلام میں عاشورہ کا روزہ اس لئے فرض کیا گیا تھا اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی۔ حضور ﷺ ہر دوشنبہ کو اس لئے روزہ رکھا کرتے تھے کہ وہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ اسی دن نبوت عطا ہوئی، پہلی وحی آئی۔۔قرآن پاک نے ماہ رمضان کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی کہ اس میں قرآن کریم کا نزول ہے۔ فرمایا: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ نیز فرمایا ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ﴾ جب شب قدر نزولِ قرآن کی وجہ سے ہزار مہینوں سے افضل ہے تو جس رات صاحبِ قرآن کی ولادت ہوئی وہ بھی بہت بابرکت ہوگی۔

یہود ونصاریٰ کی مخالفت کرتے ہوئے اُن کی مشابہت سے یقیناً بچنا چاہئے۔ اگر یہودی لوگ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات حاصل کی خوشی میں ۱۰/محرم کا روزہ رکھتے ہیں اُن کی مخالفت میں ہمیں عاشوراء سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھنا ہوگا یا اُس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھنا ہوگا۔

مخالفت کا مطلب عاشوراء کا روزہ ترک کرنا نہیں بلکہ ایک روزہ زیادہ رکھنا ہے۔ اسی طرح نصاریٰ اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا جشن میلاد سال میں ایک مرتبہ مناتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اُن کی مخالفت کرتے ہوئے جشن میلاد النبی ﷺ سال بھر مناتے رہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو یہود ونصاریٰ کے طریقہ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے، سو تم اُن کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری، صحیح المسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفید بالوں کو متغیر کرو، اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مونچھیں کم کرو اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوس (آتش پرست) کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں کم کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔ (صحیح مسلم)

[نام نہاد اہلحدیث چونکہ فہم وفراست اور شعور سے محروم ہوتے ہیں اس لئے وہ ڈاڑھی بڑھاؤ کے مفہوم کو سمجھ نہ پائے اور ڈاڑھی کو بغیر کوئی شرعی حد مقرر کیے آدھا گز اور آدھا میٹر تک بڑھانے لگے کہ اکثر کھانے کی پلیٹ میں ڈاڑھی پہنچ جاتی ہے]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے، آپ نے چند انصاری بوڑھوں کی سفید ڈاڑھیاں دیکھیں، تو آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اپنی ڈاڑھیوں کو سرخ یا زَرد رنگ میں رنگو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ! اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے؟

آپ نے فرمایا تم شلوار بھی پہنو اور تہبند بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! اہل کتاب چمڑے کے موزے پہنتے ہیں اور (اس کے اُوپر) جوتی نہیں پہنتے؟ آپ نے فرمایا تم موزے بھی پہنو اور جوتی بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ! اہل کتاب ڈاڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں لمبی رکھتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مونچھیں تراشو اور ڈاڑھیاں چھوڑو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (مسند احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : یوم عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو۔ عاشوراء سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھو یا اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (مسند احمد)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنازہ کے ساتھ جاتے تو اس وقت تک نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ میت کو لحد میں نہ رکھ دیا جاتا۔ آپ کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے کہا یا محمد (ﷺ) ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا یہود کی مخالفت کرو۔
(سنن ابوداؤد)

جشن میلاد النبی ﷺ اور اہلِ سُنّت وَ جماعت:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾
(سورۃ یونس: ۵۸)

اس آیت کریمہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہو تو اظہار تشکر میں خوشی اور مسرت کا مظاہرہ کیا کرو۔ اور یہ بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ اظہار مسرت کا کیا طریقہ ہوتا ہے۔ رحمت کی آمد پر خوشی منانا حکمِ الٰہی کے عین مطابق ہے۔

جب دل میں سچی خوشی کے جذبات اُمنڈ کر آتے ہیں تو اپنے ظہور کے لئے وہ خود راستہ پیدا کر لیا کرتے ہیں۔

اُمتِ اسلامیہ صدیوں سے اللہ تعالیٰ کے اس نعمت عظمیٰ پر اپنے جذبات تشکر وامتنان کا اظہار کرتی رہی ہے۔ ہر سال ہر اسلامی ملک کے ہر چھوٹے بڑے گاؤں اور شہر میں عید میلاد النبی ﷺ منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے ان راتوں اور ان دنوں میں ذکر وفکر کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی اور اس کے محبوب مکرم شفیع المذنبین کی شان رفعت ودلربائی کے تذکرے کئے جاتے ہیں ۔۔ سامعین کو اس دینِ قیم کے احکامات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ علماء تقریریں کرتے ہیں ادباء مقالے پڑھتے ہیں شعراء اپنے منظوم کلام سے اظہار عقیدت ومحبت کرتے ہیں۔ صلوٰۃ وسلام کی رُوح پرور صداؤں سے ساری فضا معطر اور منور ہو جاتی ہے اہل خیر کھانے پکا کر غرباء ومساکین میں تقسیم کرتے ہیں۔صدقات وخیرات سے ضرورت مندوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ گلشنِ اسلام میں از سرنو بہار آگئی ہے۔

امام ابوشامہ جو امام نودی شارح صحیح مسلم کے استاذ الحدیث ہیں فرماتے ہیں:

ومن احسن ما ابتدع فی زماننا مایفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولده ﷺ من الصدقات والمعروف واظهار الزینة والسرور فان ذلك مع مافیه من الاحسان للفقراء مشعر بمحبة النبی ﷺ وتعظیمه فی قلب فاعل ذٰلك وشكرا لله تعالیٰ علیٰ مامن به من ایحاد رسول الله ﷺ الذی ارسلهٗ رحمة للعالمین ۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد اول)

ہمارے زمانہ میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت کے لئے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں کئی فائدے ہیں فقراء مساکین

کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ ہوتا ہے نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کے محبت اور عظمت کا چراغ ضیاء بار ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو پیدا فرما کر اور حضور کو رحمت للعالمین کی خلعت فاخرہ پہنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے جس پر شکریہ ادا کرنے کے لئے اس بہجت ومسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

ایک دوسرے محدث امام سخاوی کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں ...... آپ فرماتے ہیں:

ان عمل المولد حدث بعد القرون الثلاثة ثم لازال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الكبار يعملون المولد ويتصدقون فى لياليه بانواع الصدقات ويعتنون بقرائة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم ۔ کہ موجودہ صورت میں محفل میلاد کا انعقاد قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا پھر اُس وقت سے تمام ملکوں میں اور تمام بڑے شہروں میں اہل اسلام میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کرتے رہے ہیں اسکی راتوں میں صدقات وخیرات سے فقراء ومساکین کی دلداری کرتے ہیں حضور کی ولادت باسعادت کا واقعہ پڑھ کر حاضرین کو بڑے اہتمام سے سنایا جاتا ہے اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ عمیم کی ان پر بارش کرتا ہے۔

ابن جوزی کی رائے بھی اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں :

قال ابن الجوزى من خواصه انه امان فى ذلك العام وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام ۔ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ محفل میلاد کی خصوصی برکتوں سے یہ ہے کہ جو اس کو منعقد کرتا ہے اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں

رہتا ہے اور اپنے مقصد اور مطلوب کے جلدی حصول کے لئے یہ ایک بشارت ہے۔
علماء کرام نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ محافل میلاد کے انعقاد کا آغاز کب ہوا اور کس نے کیا۔

ابن جوزی ہی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اربل کے بادشاہ الملک المظفر ابوسعید نے اس کا آغاز کیا اور اس زمانہ کے محدث شہیر حافظ ابن وحیہ نے اس مقصد کے لئے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام **التنویر فی مولد البشیر النذیر** تجویز کیا' ملک مظفر کے سامنے جب یہ تصنیف پیش کی گئی تو اس نے ابن وحیہ کو ایک ہزار اشرفی بطور انعام پیش کی۔ وہ ربیع الاول شریف میں ہر سال محفل میلاد کے انعقاد کا اہتمام کرتا تھا۔ زیرک' دانا' بہادر اور مرد میدان تھا۔ دانشور اور عدل گستر تھا اس کا عہد حکومت کافی طویل ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے ۶۳۰ ھ میں اس حالت میں وفات پائی کہ اس نے عکہ کے شہر میں جہاں صلیبیوں نے قبضہ کر رکھا تھا اس کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس کا ظاہر اور باطن بہت ہی پسندیدہ تھا۔ ابن جوزی کے الفاظ میں آپ اس مرد مومن کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں:

كان شهما ' شجاعا ' بطلا ' عاقلا ' عادلا وطالت مدته فى الملك الى ان مات وهو محاصر الفرنج بمدينة عكا ' سنة ثلاثين وستمائة محمود السيرة والسريرة۔

سبط ابن الجوزی' اپنی تصنیف مراءۃ الزمان میں اس ضیافت کا ذکر کرتے ہیں جو ملک مظفر میلاد شریف کے موقع پر کیا کرتا تھا۔ اور جس میں اس زمانہ کے اکابر علماء اور اعاظم صوفیہ شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اس ضیافت کا یہ حال اس آدمی کی زبانی بیان کیا گیا ہے جو خود اس دعوت میں شریک تھا وہ کہتا ہے میں نے بھیڑ بکریوں کے پانچ ہزار سر' دس ہزار مرغیاں اور فیرنی کے ایک لاکھ سکورے اور حلوے کے تیس ہزار

طشت خود دیکھے' جو علماء صوفیاء اس ضیافت میں شرکت کرتے ملک مظفر انہیں خلعتیں پہناتا۔ اور میلاد شریف کی اس تقریب پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔

علامہ محمد رضا نے اپنی سیرت کی کتاب 'محمد رسول اللہ' میں مندرجہ بالا حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد ان پر مندرجہ ذیل اضافہ کیا ہے جس کا خلاصہ ترجمہ ہدیہ قارئین ہے۔

جزائر کے سلطان ابوحموموسیٰ بڑے اہتمام اور اجلال کے ساتھ شب میلاد منایا کرتے تھے۔ جس طرح مغرب کے سلاطین اور اندلس کے خلفاء اس زمانہ میں یا اس سے پہلے اس تقریب سعید کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

ابوحمو شب میلادِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنے دارالحکومت تلمسان میں بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا کرتے تھے جس میں خاص و عام سب لوگ مدعو ہوتے تھے۔ جلسہ گاہ میں ہر طرف قیمتی قالین بچھے ہوتے۔ اُن پر گاؤ تکئے لگے ہوئے اور بڑی بڑی شمعیں جو دور سے ستون کی طرح نظر آتی تھیں اور دسترخوان' انگیٹھیاں جن میں خوشبو سلگ رہی ہوتی تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ خالص پگھلا ہوا سونا انڈیلا جارہا ہے۔ تمام حاضرین کو رنگ برنگے لذیذ کھانے پیش کئے جاتے تھے معلوم ہوتا کہ موسم بہار کے رنگین پھولوں کے گلدستے ہر مہمان کے سامنے سجا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ ان کی رنگت کو دیکھ کر ان کے کھانے کی خواہش دوبالا ہوجاتی تھی آنکھیں ان کی رنگینی کو دیکھ کر روشن ہوتی تھیں اور بھینی بھینی مہک مشام جان کو معطر کررہی ہوتی تھی۔ تمام لوگوں کو درجہ بدرجہ بٹھایا جاتا تھا۔ سب حاضرین کے چہروں پر وقار اور احترام کی روشنی چمک رہی ہوتی تھی اس کے بعد بارگاہ رسالت میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے لئے مدحیہ قصائد پڑھے جاتے تھے اور ایسے مواعظ اور نصائح کا سلسلہ جاری رہتا تھا جو لوگوں کو

گناہوں سے برگشتہ کر کے عبادت واطاعت کی طرف راغب کرتے تھے یہ سارے کام اس ترتیب سے ہوتے کہ حاضرین کو قطعاً تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا احساس نہ ہوتا اس روح پرور تقریب کے مختلف پروگراموں کو سن کر دلوں کو راحت ہوتی اور نفوس کو مسرت حاصل ہوتی۔

سلطان رضوان اللہ علیہ کے قریب شاہی خزانہ رکھا ہوتا جس کو ایک رنگ برنگی یمنی چادر سے ڈھانپا ہوا ہوتا۔ رات کے گھنٹوں کے برابر اس میں دروازے ہوتے جب ایک گھنٹہ گزرتا تو اس دروازے پر اتنی چوٹیں لگتیں جتنے بجے ہوتے۔ دروازہ کھلتا اور ایک خادمہ نکلتی جس کے ہاتھ میں انعامات لینے والوں کی فہرست ہوتی' سلطان اس کے مطابق انعام تقسیم کرتا۔ اور یہ سلسلہ صبح کی اذان تک جاری رہتا۔ ہمارے یہ سیرت نگار اپنے زمانہ کے حالات بھی لکھتے ہیں کہ مصر میں کس اہتمام سے عید میلاد کا جشن منایا جاتا ہے۔

بد باطن نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت و گمراہی کہتے ہیں۔۔ بدعت پر ہم نے تفصیلی گفتگو اپنی کتاب' سُنّت و بدعت' میں کی ہے جس کا مطالعہ شبہات کے ازالہ کے لئے بہت ضروری ہے۔

محفل میلاد کے انعقاد میں نہ کسی سُنّت ثابتہ کی خلاف ورزی ہے اور نہ کسی فعل حرام کا ارتکاب ہے بلکہ یہ نعمت خداوندی پر اس کا شکر ہے اور شکر کا ادا کرنا کثیر آیات سے ثابت ہے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے معترضین کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد بے اصل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے سُنّت نبوی میں اصل موجود ہے اس ضمن میں انہوں نے یہ حدیث تحریر فرمائی جو صحیحین میں موجود ہے:

ان النبی ﷺ قدم المدینة فوجد الیھود یصومون یوم عاشوراء فسالھم فقالو ھو یوم اغرق فیه فرعون ونجا موسیٰ ونحن نصومه‘ شکرا فقال نحن اولیٰ بموسیٰ منکم

’کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کو پایا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے ۔۔حضور ﷺ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس دن فرعون غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی ۔۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکرادا کرنے کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ رحمت عالم نے فرمایا! تم سے زیادہ ہم اس بات کے حق دار ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں‘

(چنانچہ حضور ﷺ نے خود بھی رزوہ رکھا اور اپنی اُمت کو بھی ایک دن کے بجائے دو دن روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی)

صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر جب ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اُسے دی تو اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری سن کر اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کردیا۔ اگرچہ اس کی موت کفر پر ہوئی اور اس کی مذمت میں پوری سورت نازل ہوئی لیکن میلادِ مصطفیٰ پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر دوشنبہ (پیر) کو اُسے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اس کے عذاب میں بھی اس روز تخفیف کی جاتی ہے۔

حافظ الشام شمس الدین محمد بن ناصر نے کیا خوب کہا ہے۔

اذا کان ھذا کافر جاء ذمه‘	**وتبت یداہ‘ فی الجحیم مخلدا**
اتیٰ انه فی یوم الاثنین دائماً	**یخفف عنه للسرور باحمدا**
وما الظن بالعبد الذی کان عمرہ	**باحمد مسرورا ومات موحدا**

'جب ایک کافر' جس کی مذمت میں پوری سورت ﴿تَبَّتۡ یَدَا﴾ نازل ہوئی اور جو تاابد جہنم میں رہے گا۔ اس کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر دوشنبہ کو اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے تو تمہارا کیا خیال اس بندے کے بارے میں جو زندگی بھر احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی مناتا رہا اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اس دُنیا سے رخصت ہوا'

اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ولادت باسعادت سب اُمتیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان احسان ہے۔ آیئے اس روز مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا کریں۔ سب مل کر اس کی تسبیح وتہلیل بیان کریں ۔۔ اظہار مسرت کے ہر جائز طریقہ کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے بروئے کار لائیں۔ ایسی محفلوں کا انعقاد کریں جن میں اُمتِ مصطفویہ کے افراد جمع ہوں۔ اور اُن کے علماء' واعظین اور حکماء سیرت محمدیہ سے انہیں آگاہ کریں اس کے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ جمال وکمال میں عقیدت ومحبت سے صلوٰۃ وسلام کے رنگین پھول پیش کیا کریں اور یہ اہتمام بہرحال ملحوظ خاطر رہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس میں کسی فرمان الٰہی کی نافرمانی ہو یا سُنّت نبویہ کی خلاف ورزی ہو۔

میلاد النبی ﷺ پر ابلیس ملعون کا چیخ مار کر رونا: ولادت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ابدی مسرتوں اور سچی خوشیوں کی پیغامبر بن کر آئی تھی۔ جس سے کائنات کی ہر چیز شادان وفرحاں تھی۔ فرشتے شکر ایزدی بجا رہے تھے عرش اور فرش میں بہار کا سماں تھا لیکن ایک ذات تھی جو فریاد کناں تھی جو مصروف آہ وفغاں تھی جو چیخ چلا رہی تھی' اپنی بدبختی اور حرماں نصیبی پر اشک افشاں تھی' وہ ملعون ابلیس کی ذات تھی ۔۔۔ علامہ ابو القاسم سہیلی لکھتے ہیں :

ان ابلیس لعنه الله رن اربع رنات ؛ رنة حین لعن ؛ رنة حین اهبط ورنة حین ولد رسول الله ﷺ ورنة حین انزلت فاتحة الکتٰب قال والزنین والنخار من عمل الشیطان

’’ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا۔ پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا۔ دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف ڈھکیلا گیا‘ تیسری مرتبہ جب سرکار دو عالم کی ولادت باسعادت ہوئی‘ چوتھی مرتبہ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔‘‘ (روض الانف)

علامہ احمد بن زینی دحلان ۔السیرۃ النبویہ میں رقمطراز ہیں:

وعن عکرمة ان ابلیس لما ولد رسول الله ﷺ ورأی تساقط النجوم قال لجنوده قد ولد اللیلة ولد یفسد امرنا ۔ فقال له جنوده لو ذهبت فخبلته فلما دنا من رسول الله ﷺ بعث الله جبرئیل فرکضه‘ برجله رکضة وقع بعدن۔

’’عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس روز رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے دیکھا کہ آسمان سے تارے گر رہے ہیں۔ اس نے اپنے لشکریوں کو کہا رات وہ پیدا ہوا ہے‘ جو ہمارے نظام کو درہم برہم کردے گا۔ اس کے لشکریوں نے اسے کہا کہ تم اس کے نزدیک جاؤ اور اُسے چُھو کر جنون میں مبتلاء کردو۔ جب وہ اس نیّت سے حضور ﷺ کے قریب جانے لگا تو حضرت جبریل نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور اسے دور عدن میں پھینک دیا۔ (السیرۃ النبویہ)

آنکھیں بچھادیں جس کے لئے عرش وفرش نے سونچو تو کیا مقام ہے میرے حضور کا

امام قسطلانی کی تصریح: امام قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

وما زال اھل الاسلام یحتفلون بشھر مولدہٖ ﷺ ویعملون الولائِمَ ویتصدقون فی لیالیہ بانواع الصدقٰت ویظھرون السرور ویزیدون فی المنیرات ویعظمون بقراء ۃ مولدہٖ الکریمہ ویظھر علیھم برکاتہٖ کل فضلٍ عمیم ومما جرب فی خواصہٖ انہ٘ امان فی ذٰلك العام وبُشریٰ عاجلة بلیل البغیة والمرام فرحم اللہ امرا اتخذ لیالی شھر مولدہٖ المبارك اعیادًا لیکون اشد علۃٍ علیٰ من فی قلبہٖ مرض واعیاءُ داءٍ۔

آپ کی ولادت پاک کے مہینے میں تمام اہلِ اسلام ہمیشہ محفلِ میلاد مناتے چلے آئے ہیں اور اسی خوشی میں کھانا پکا کر کھاتے رہے ہیں اور دعوت طعام کرتے آرہے ہیں اور ان مبارک راتوں میں قسم قسم کے صدقات سے وہ صدقہ دیتے رہے ہیں اور اظہارِ سرور فرحت کرتے چلے آئے ہیں اور اس نیک کام میں حتی الوسع زیادہ کوشش کرتے آئے ہیں۔ اور آپ کا میلاد پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے رہے ہیں جن کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عمیم ظاہر ہوتا رہا ہے اور ولادتِ باسعادت کے ایام میں محفلِ میلاد منانے کے خواص میں سے یہ امر مجرب ہے کہ اس سال میں امن وامان رہتا ہے اور ہر مقصود اور مراد پانے میں جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں فرمائے کہ جس نے ماہِ ولادت کی راتوں کو عید بنالیا۔

سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محافلِ میلاد کا انعقاد ہمیشہ سے علمائے سلف کا طریقہ چلا آرہا ہے۔

جس طرف چشمِ محمد کے اشارے ہوگئے جتنے ذرّے سامنے آئے ستارے ہوگئے

میلادِ رسول کا اہتمام : حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے **لولاك لما خلقت الافلاك** اے محبوب اگر تجھے پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو نہ پیدا کرتا ۔ **لولاك لما خلقت الدنیا** اے محبوب اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں دُنیا کو پیدا نہ کرتا۔

حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں :

رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے زمین کا فرش بچھا دیا، رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے آسمان کا شامیانہ لگا دیا۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے چاند و سورج کے چراغ جلا دیئے۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے ستاروں کی قندیلیں روشن کر دیں۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے آبشار کے نغمے جاری کر دیئے۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے دریا کو رواں دواں کر دیا۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے کائنات کو اپنی نعمتوں سے آراستہ کر دیا۔ یہ زمین بھی میلاد والی زمین ہے، یہ آسمان بھی میلاد والا آسمان ہے، یہ چاند سورج بھی میلاد والے ہیں۔ اب اگر کسی کو میرے رسول کی میلاد سے اختلاف ہو تو اس میلاد والی زمین کو چھوڑ دے۔ اس میلاد والے آسمان سے کہیں دور نکل جا اور کوئی دوسرا سورج تلاش کرو جو رسول کی میلاد والا نہ ہو۔ یہ ساری کائنات اور افلاک کی تخلیق اسی وجہ سے ہوئی کہ رسول کی میلاد مقصود تھی۔

میرے رسول کی میلاد کے صدقے میں کسی کو نبوت ملی، کسی کو ولایت ملی، کسی کو قرآن ملا، کسی کو انجیل ملا، کسی کو زبور عطا ہوئی، کسی کو توریت ملی ۔۔۔اور ہم سب کو رسول کی غلامی مل گئی۔ رسول کا کلمہ پڑھنے کی سعادت مل گئی۔ ایمان والوں کو ایمان ملا اور کفر والوں کو رسول کی دھرتی پر رہنے کی مہلت مل گئی ...... یہی ذکر میلاد مصطفیٰ ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول کی میلاد کا ذکر کرنا سُنّتِ کبریا ہے اور ذکر کا سُننا سُنتِ انبیاء ہے۔

عقیدہ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ کا باہمی تعلق

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھا مُردوں کو زندہ کرتے دیکھا' کوڑھیوں کو شفایاب کرتے دیکھا' مادرزاد نابینے کو صحتمند اور توانا کرتے دیکھا' دوسرے معجزات اور تصرفات کو دیکھا' ان کمالات کو دیکھ کر اپنے نبی کو خدا بنا بیٹھے' ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات' معجزات مصطفوی ﷺ کا درجہ نہیں رکھتے۔ حضور ﷺ کے معجزات تو عام انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر حاوی ہیں۔ پہلے اُمتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے کمالات کو دیکھ کر اُن کی نسبت خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

اُمتِ مصطفوی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فیض ہے کہ اس نے اس اُمت کو یہ شعور عطا کیا کہ تم قیامت تک ربیع الاول کے مہینے میں اپنے نبی کی ولادت کو مناتے رہنا تاکہ ڈنکا بجتا رہے کہ اس نبی کی اُمت اس کو خدا نہیں بلکہ پیدا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی مانتی ہے اور جو پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا۔ تو گویا میلاد مصطفیٰ ﷺ کا منانا حضور ﷺ کی نسبت خدا نہ ہونے کا اعلان کرنا ہے۔ نصاریٰ کے برعکس اُمت مسلمہ کا یہ عمل دراصل حضور ﷺ کی نسبت ہر شرک کے تصور کو توڑ کر پاش پاش کرنے کے مترادف ہے جب کہ میلاد نہ منانے میں شرک کا شائبہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی ولادت کو کیوں نہیں منا رہا ہے ؟۔۔۔ کہیں یہ تو نہیں سمجھتا کہ حضور ﷺ پیدا نہیں ہوئے ! ۔۔ تو ثابت ہوا کہ ولادت کا نسخہ شرک کو قطع کرنے کا نسخہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ حضور ﷺ کے کمالات و امتیازات عظمت و رفعت اعلیٰ و ارفع مقام اور خصائص کے باوجود آپ کو معبود و الہ

نہیں سمجھتی اور نہ ہی حضور ﷺ کی عبادت کرتی ہے بلکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے ہوئے توحید کے پرچم لہراتی ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ سے شرک کے شبہات ختم ہوتے ہیں اور توحید الٰہی کا اعلان ہوتا ہے۔

یقیناً جشن میلاد النبی ﷺ عین توحید ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ سے حضور ﷺ کی عبدیت کا اظہار ہوتا ہے ...... معبود یا الہ کی میلاد نہیں ہوتی ہے۔

جس کی میلاد ہوتی ہے وہ عبد کہلاتا ہے ...... حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندہ خاص ہیں۔ جشن میلاد النبی ﷺ میں اس بات کا بیان ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی میلاد مبارک ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مکہ معظّمہ میں ہوئی' والدہ سیدہ آمینہ' والد حضرت عبداللہ اور دادا حضرت عبدالمطلب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات زمان ومکان سے پاک ہے۔ وہ یکتا ہے' کسی کا محتاج نہیں' سب سے بے نیاز ہے' نہ اس نے کسی کو جنا ہے' اور نہ ہی وہ جنا گیا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا اُمتی ہر نماز میں کئی بار اعلان کرتا ہے کہ ﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له' واشهد ان محمدا عبده' ورسوله**﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

غیر مقلدین کو عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے تسلیم نہیں :

غیر مقلدین کا ایک بدترین عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت اسی معہود طریقہ سے ہوئی تھی جس طرح عام انسانوں کی ولادت ماں باپ کے اجتماع سے ہوتی ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے والد اور مریم علیہا السلام کے شوہر موجود تھے

جب کہ اُن کا یہ عقیدہ قرآن کا کھلا انکار اور خالص کفر ہے کوئی شخص اس عقیدہ کے ساتھ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

غیر مقلد عنایت اللہ اثری نے خاص اسی موضوع پر **عیون زمزم فی میلاد عیسیٰ ابن مریم** لکھ کر یہ ثابت کرنے کی عبث کوشش کی ہے کہ' عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کوئی خدائی معجزہ نہیں تھا بلکہ عام انسانوں کی طرح ماں باپ کے اجتماع سے پیدا ہوئے' اور جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ بن باپ کی اولاد تھے وہ نہ صرف مریم علیہا السلام کی عفت وعصمت اور آپ کی طہارت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں بلکہ اللہ العظیم پر بہتان اور کتاب عزیز کی تکذیب کا ارتکاب کرتے ہیں'۔

ہندوستان و پاکستان کے علماء غیر مقلدین جو ردِ تقلید میں بڑے متحمس و پر جوش نظر آتے ہیں اور جن کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے باطل سے نبرد آزمائی میں زندگی وقف کر رکھی ہے آخر وہ خاموش کیوں ہیں؟ اس عقیدے اور نظریئے کی تردید کیوں نہیں کرتے۔ یہ خاموشی ضرور اپنے اندر کوئی معنٰی رکھتی ہے۔

اور اگر جماعت کو اس شخص کی رائے سے اتفاق نہیں تو پھر اس شخص کا یہ گناہ کیوں بخش دیا گیا؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ وہ غیر مقلد تھا' اور غیر مقلدین کا قلم اور اُن کی زبان دونوں آزاد ہیں۔ جو چاہیں لکھیں اور جو چاہیں بولیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ (آل عمران/٦)

(اللہ تعالیٰ) وہی ہے جو تمہاری تصویریں بناتا ہے (ماؤں کے) رحموں میں جس طرح چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والا ہے کہ تمھیں تمھاری ماؤں کے تاریک رحموں میں جیسی

چاہتا ہے صورت بخشتا ہے۔ کسی کو لڑکا بنا تا ہے کسی کو لڑکی۔۔کوئی کالا' کوئی گورا' کوئی خوبصورت' کوئی بدصورت' کوئی کامل' کوئی ناقص' نیز کوئی صفراوی کوئی بلغمی' کوئی اندھا' کوئی انکھیارا' کوئی گونگا کوئی نہایت تیز بولنے والا' کوئی بدنصیب کوئی نصیبہ ور ......غرضکہ تخم ایک مگر پھل مختلف یا یوں سمجھو کہ مادہ ایک سانچہ ہے مگر اس میں ڈھلنے والے بندے مختلف۔ دیگر چیزوں میں دکھایا گیا ہے کہ جیسا بیج ویسا ہی اس کا پھل۔۔۔ ویسی ہی اس کی لذت' ویسی ہی رنگ و بو' ویسے ہی خاصیت۔مگر حضرت انسان قدرت الٰہی کا مظہر ہے کہ ایک ہی ماں کے چند بچے اُن میں سے کوئی کافر' کوئی ولی' کسی کا مزاج بلغمی' کسی کا صفراوی۔کوئی گونگا کوئی تیز زبان' کوئی پیدا ہوتے ہی مر گیا۔کوئی سوسال جیا' کوئی کچا ہی گر گیا۔ ان کمالات قدرت کو دیکھ کر کہنا پڑے گا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب بھی ہے' اور حکم والا بھی' جو چاہے جس طرح چاہے' جب چاہے جیسے چاہے بنائے۔ جو رب' نطفہ میں اتنے کرشمے دکھا سکتا ہے وہ بغیر نطفہ (باپ) کے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی پیدا فرما سکتا ہے اور بغیر ماں باپ کے آدم وحوا علیہما السلام کو بھی پیدا فرما سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے وسیلہ کے پیدا کیے گئے' حضرت آدم وحوّا علیہما السلام بغیر ماں باپ کے پیدا کیے گئے۔ جب یہ سمجھ چکے تو سمجھ لو کہ رب تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' معبود وہ جو اِن صفات سے موصوف ہو۔وہ ہی سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے کہ اس کا کوئی کام حکمت وراز سے خالی نہیں۔ اس کی غالبیت وحکمت اسی کی ہستی کی دلیل ہے۔

نکتہ: کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ موجد شطرنج کا کمال تو دیکھو کہ اس نے گز بھر کپڑے پر چونسٹھ خانے بنائے مگر جب کھیلو تب اس کی نئی چال ہے۔

آپ نے فرمایا کہ خالق کا کمال تو دیکھو کہ اُس نے بالشت بھر چہرہ میں پانچ سوراخ کیے۔ دو آنکھوں کے دو ناک کے ایک منہ کا۔ مگر اس پر کروڑوں نقشے کھینچ دیئے ان میں کوئی دوسرے سے نہیں ملتا۔ گویا آپ کا یہ کلام **کیف یشآء** کی تفسیر ہے۔

غیر مقلد عنایت اللہ اثری کی بعض لغویات بھی سُنتے چلیے' لکھتے ہیں :

'کس قدر قابلِ رحم ہے بیچاری مریم کی مظلومیت؟ کہ اگر کسی عورت کو نکاح کے بعد چھ مہینہ پر بھی بچہ پیدا ہو جائے تو یہ اس عورت کی کرامت نہیں مانی جاتی ہے مگر مریم کے لئے بلا نکاح کرامت کا ظہور تسلیم کر لیا گیا' (عیون زمزم/۵۰)

نیز لکھتے ہیں :

'عیسیٰ علیہ السلام کی ماں خود کہتی ہیں کہ اُن کا ایک شوہر ہے اور اُن کے بیٹے کا ایک باپ ہے اور باپ بیٹا یہ دونوں بھی اس کا اقرار کرتے ہیں' لیکن صدیوں بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جو کہنے لگے کہ عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور اُن کی ماں کا کوئی شوہر نہیں تھا' (عیون زمزم/۴۰)

ارشاد باری ﴿**التی احصنت فرجھا**﴾ کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں :

'بچے کی ولادت کے لئے ضروری ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں کا وجود ہو' کسی ایک سے ولادت ممکن نہیں' مفردات امام راغب میں مذکور ہے کہ لڑکا باپ کا جزء ہے' (عیون زمزم/۹)

مزید لکھتے ہیں :

> ’مرد ہو اور عورت نہ ہو‘ یا عورت ہو اور مرد نہ ہو تو توالد ممکن ہی نہیں کیونکہ مرد و عورت کے بغیر تناسل و توالید ہو ہی نہیں سکتا‘ (عیون زمزم/۱۰)

اور یہ موشگافی بھی ملاحظہ فرمایئے :

> ’جب مریم نے عیسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلایا تھا تو اسی سے اُن کے لئے شوہر کا ثبوت ہو گیا‘ کیونکہ دودھ (چھاتی میں) بغیر اجتماع کے اُترتا ہی نہیں‘
>
> (عیون زمزم/۳۶)

اور عنایت اللہ اثری کی یہ بوالعجبی بھی قابلِ دید ہے‘ لکھتے ہیں :

> ’ہود‘ صالح‘ لوط‘ ادریس‘ ایوب‘ شعیب‘ داؤدؑ الیاس‘ الیسع اور زکریا علیہم السلام کا قرآن میں تذکرہ کیا گیا مگر اُن کے ماں باپ کا کوئی ذکر نہیں ملتا‘ تو کیا (آپ کہیں گے کہ) یہ لوگ بن ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ سب کے ماں باپ تھے مگر ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا ذکر نہیں کیا گیا‘ (عیون زمزم/۳۶)

دہریوں‘ ملحدوں اور معتزلہ کے نقش نقدم پر بعض غیر مقلدین بھی کرامات و معجزات کا انکار کرتے ہیں۔ انہی منکرین میں یہ عنایت اللہ اثری اور ثناء اللہ امرتسری بھی شامل ہیں۔ تفسیر ثنائی دیکھنے سے اندازہ ہوگا کہ وہ معجزات کے انکار میں کس قدر جری ہیں۔ اسی وجہ سے علماء عرب و عجم کو اُن کے بارے میں الحاد و زندقہ اور اہلِ سُنّت و جماعت سے خروج کا فتویٰ صادر فرمانا پڑا۔

کتاب 'عیون زمزم' سے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کیے گئے ورنہ پوری کتاب میں اسی طرح کی ضلالتوں اور غلاظتوں کا انبار لگایا گیا ہے اور بزعم خویش یہ ثابت کر دکھایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ عام انسانوں کی طرح اُن کی ولادت بھی میاں بیوی کے اجتماع سے ہوئی تھی' دیکھئے ایک دوسری کتاب **'العطر البلیغ'** میں عنایت اللہ اثری کا یہ فخریہ انداز...... لکھتے ہیں:

'ایک دوسرے رسالہ میں دلائل و براہین سے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ثابت النسب اور شریف الاصل تھے اور یہ عقیدہ کہ آپ بن باپ کی اولاد تھے بہت خطرناک ہے۔ **(العطر البلیغ/۷۵)**

رام' لچھمن اور کرشن کی نبوت کا عقیدہ :

مسئلہ : حضور نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں آپ سے پہلے کسی شخص کو نبی کہنے کے لئے قرآن وحدیث سے ثبوت چاہئے۔ ہندوؤں اور سکھوں کے پیشواؤں کے بارے میں نبی ہونے پر قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت نہیں۔ اس لئے انھیں نبی نہیں کہہ سکتے۔

اہلِ سُنّت و جماعت کا مذہب ہے کہ کتاب وسُنّت میں حضور خاتم النبیین ﷺ سے پہلے کے جن انبیاء کا ذکر آ گیا اُن پر ایمان لانا واجب ہے مگر جن کا ذکر نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ احادیث مبارکہ میں تو بلاشبہہ عدم ذکر' عدم شیئ کی دلیل نہیں کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ہزاروں لاکھوں انبیاء دُنیا میں تشریف لائے مگر ہر ایک کو قرآن نے بیان نہیں کیا ہے' چنانچہ ان غیر مذکور نبیوں پر اجمالی طور پر بلا تعیین ایمان لانا واجب ہے لہذا کسی شخص کے بارے میں بالیقین کہنا کہ یہ اللہ کا نبی ہے جب کہ اُس کی نبوت کا ذکر نہ قرآن میں ہو اور نہ حدیث میں' حرام ہے۔

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) اُن لوگوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جن کا قرآن وحدیث میں کوئی ذکر نہیں، چنانچہ رام چندر، لچھمن اور کرشن جن کی ہندو مذہب میں پوجا کیجاتی ہے، یہ سب نبی تھے۔ (معاذاللہ)

غیر مقلد نواب وحید الزماں صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں :

> "ہمیں ان دیگر انبیاء کی نبوت کا انکار نہیں کرنا چاہئے جن کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں نہیں کیا ہے جب کہ کسی قوم میں خواہ کفار ہی سہی تواتر کے ساتھ یہ بات منقول ہے کہ وہ لوگ انبیاء صالحین تھے مثلاً ہندوؤں میں رام چندر، لچھمن، کرشن جی۔ ایرانیوں میں زرتشت، چینیوں جاپانیوں میں کنفسیوس اور مہاتما بدھ اور یونانیوں میں فیثاغورث اور سقراط، بلکہ واجب ہے کہ ہم اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر بلاتفریق ایمان لائیں"
>
> (ہدیۃ المہدی ص ۸۵)

یہ بھی کیا خوب ایجادِ بندہ ہے؟ ہندو مذہب میں نبوت کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔ یہ رام، لچھمن اور کرشن ہندوؤں کے یہاں معبود و مسجود ہیں، نبی نہیں۔ نہ جانے یہ غیر مقلد نواب ضلالتوں کی کن کن تاریک وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

غیر مقلدین کی تفسیروں میں اعتزال اور نیچریت :

قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کا کلام اور مقدس کتاب ہے جو اُس نے سب سے افضل رسول خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا۔ قرآن دینِ اسلام کا سرچشمہ، رشد وہدایت کا منبع، دعوت وارشاد کا مصدر، علم وعرفان کا خزانہ اور اپنے بے شمار کمالات ومحاسن کے ساتھ پوری دُنیائے باطل کے لئے چیلنج ہے۔ قرآن مجید اکمل واضح ضابطہ حیات ہے

جو زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی پوری رہنمائی انجام دیتا ہے اور زندگی کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم کے عجائب اور علوم و معارف لامحدود اور غیر متناہی ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿**مافرطنا فی الکتب من شیئی**﴾ ہم نے کتاب میں کوئی چیز چھوڑ نہیں رکھی۔ ﴿**ونزلنا علیکم الکتب تبیانا لکل شیئی**﴾ ہم نے تم پر کتاب ہر چیز کا روشن بیان بنا کر اُتاری' یعنی قرآن میں ہر چیز کا واضح بیان موجود ہے۔ قرآن مجید میں اولین و آخرین کا علم ہے' قرآن مجید اولین و آخرین کا رہنما اور رہبر ہے۔ قرآن مجید میں ماضی کی خبریں' مستقبل کی پیشنگوئیاں اور حال کے لئے مکمل رہنمائی ہے یہ ایک فیصلہ کن سنجیدہ اور باوقار کتاب ہے۔

قرآن مجید' اللہ کی مضبوط رسّی ہے نور مبین ہے ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے قرآن بھی معجزہ ہے اور صاحبِ قرآن بھی معجزہ ہے' یہ معجزہ آج بھی ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہے' حفاظ کے سینوں میں ہے اور بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ قرآن مجید کے سوا تمام کتابوں کے احکامات کو گھٹا دیا' بدل دیا اور بڑھا دیا گیا ہے۔ اسلام چونکہ آخری اور ہمیشہ رہنے والا دین ہے لہذا قرآن مجید کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر رکھی ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے: ﴿**اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ**﴾ بے شک ہم نے قرآن اُتارا اور یقیناً ہم خود اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ لہذا قرآن مجید میں کمی و زیادتی محال و ناممکن ہے اور شیعوں کی طرح جو یہ کہے کہ اس میں کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا یا بدل دیا وہ قطعاً کافر ہے۔

قرآن مجید' حضور نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی اور آپ نے صحابہ کرام کی مقدس جماعت کو اُسے سُنایا اور اُس کے معانی و مفاہیم کی تشریح فرمائی۔ صحابہ کرام نے جو کچھ سُنا تھا من وعن اُمت تک پہونچا دیا۔ صحابہ کرام چونکہ درسگاہِ نبوی کے اولین

بلا واسطہ تلامذہ تھے' نبوت کی گود میں پرورش پائی تھی اور اسی کے زیر سایہ کتاب وسُنّت کے علوم حاصل کیے اس لئے نبی کریم ﷺ کے بعد کتاب وسُنّت کا سب سے وسیع وعمیق علم رکھنے والے یہی صحابہ کرام تھے۔ اب اُن کے بعد جس نے کتاب وسُنّت کے سمجھنے میں صحابہ کرام کی شاگردگی کی اور اُن کا دامن تھام لیا وہ سعادت سے بہرہ ور ہوا اور جس نے صحابہ کرام سے ہٹ کر کوئی راہ اختیار کی وہ بہکا' بھولا اور گمراہ ہوا تا آں کہ ہلاگ ہو گیا۔

اسی لئے علمائے اسلام نے قرآن کی تفسیر بالرائے کو نہ صرف یہ کہ حرام قرار دیا ہے بلکہ اعظم محرمات میں شمار کیا۔ چنانچہ جو حضرات فرقِ ضالہ کی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اُن کی گمراہی کا اہم ترین سبب یہ تھا کہ انھوں نے دین فہمی میں منہج صحابہ اور طریق سلف سے اعراض کیا' خواہشات کی اتباع کی اور اپنی رائے پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کر لیا' سب سے زیادہ اپنی عقل ودانش پر بھروسہ کرنے والے یہ معتزلہ اور دہریہ ہیں جو کتاب وسُنّت کی تفسیر بالرائے ہی کی وجہ سے جادۂ مستقیم سے بہکے اور گمراہ فرقوں میں سرفہرست شمار کیے گئے۔

غیر مقلدین کی تحقیق یہ ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کی لغوی تشریح' اصطلاحات کی تعبیر وتفہیم اپنی ذاتی رائے سے خود پیش کر دیں کہ اِس آیت میں اِس لفظ کا یہ مفہوم مراد ہے اور اُس آیت میں اُس کا یہ مفہوم مراد ہے۔۔ کسی کو مجالِ اختلاف نہیں' سب اُن کے علم وتحقیق کا لوہا مان لیں۔

تفسیر قرآن کے لئے اتنی بات ہرگز کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' اور مستند مفسرین نے بھی یہی معنٰی مُراد لئے ہیں۔۔ بغیر اس مرحلہ کے طے کئے ہوئے جو تفسیر ہو گی وہ

اہل مذہب کے نزدیک دعوائے بے دلیل ہی کا مصداق ہوگی۔ غیر مقلدین نے قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر میں تفسیر بالرائے کی یہی بنیادی غلطی کی ہے۔

دین و مذہب کے نام پر فتنہ گری کی تاریخ کا عام نسخہ ہے کہ تحقیق اور ریسرچ کا نام لیا جاتا ہے اور تنقیص وتوہین کی بوچھاڑ بے داغ ہستیوں پر شروع کردی جاتی ہے۔ ستم پیشہ لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب اُٹھتا ہے تو ظلم وعدوان کے خلاف راگیں پہلے الاپتا ہے۔ دین اسلام اور نظام قرآنی کے معاملہ میں کچھ ایسا ہی معاملہ بانی جماعت اسلامی مودودی صاحب کا بھی ہے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ 'علماء ومفسرین نے قرآن کی کسی قدر تفسیر وشرح کی ہے لیکن جیسی تفسیر وتشریح ہونی چاہیئے تھی نہیں ہوسکی۔ شروع سے لے کر ہمارے دور تک کی جتنی تفسیریں پائی جاتی ہیں وہ سب تفسیریں نہیں ترجمہ ہیں جن کا قرآن سے کسی حد تک تعلق ہے لیکن یہ تفسیریں قرآن کی مکمل تفسیریں کہلانے کی مستحق نہیں ہیں'

مودودی صاحب آزاد مزاج' آوارہ فکر اور بے لگام ہونے کے سبب بہت حد تک روافض (شیعوں) اور نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے ہم خیال بلکہ ایک ہی کشتی کے سوار نظر آتے ہیں ...... چنانچہ انہوں نے بھی لکھا ہے کہ :

> 'قرآن وسُنّتِ رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر وحدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں' (تنقیحات)

مودودی صاحب بھی تفسیر وحدیث کے نئے ذخیرے ہی کے شائقین میں تھے۔ تمام مجتہدین اور ائمہ اعلام کے تحقیقی وعلمی کارناموں کو منسوخ کرنے اور نئی شاہراہِ عمل تعمیر کرنے کی فکر میں تھے۔ انہی مقاصد کے لئے بزرگانِ سلف پر بے لاگ تنقیدیں کیا کرتے تھے......خود لکھتے ہیں :

’ میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگانِ سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی وتنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں جو کچھ حق پاتا ہوں اُسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب سُنّت کے لحاظ سے یا حکمتِ عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اُسے صاف صاف نادرست کہہ دیتا ہوں‘ (رسائل ومسائل)

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین بھی فرقِ ضالہ کے نقش قدم پر سبیل مسلمین سے ہٹ کر اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے قرآن کی تفسیر کر رہے ہیں۔

قرآن مجید کی تفسیر وتوضیح اور اس کا مطلب بیان کرنے میں اس کا خیال رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ قرآن کی تفسیر یا اس کا ترجمہ کرنے میں اپنی رائے کا دخل نہ ہو‘ اور صحابہ کرام اور سلف اُمت نے قرآنی آیات کا جو مطلب جانا اور سمجھا ہے اس سے تجاوز کرنے سے بچا جائے۔ قرآن حکیم کی آیات کا ایسا مطلب بیان کرنا جو مراد خداوندی (منشاء خداوندی) نہ ہو بہت بڑا گناہ ہے اور ﴿**یفترون علی اللہ الکذب**﴾ کے ضمن میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محتاط علمائے کرام نے قرآن مقدس کی ترجمانی کے بجائے اس کے لفظ لفظ کی پابندی کے ساتھ ترجمہ کرنے کی اجازت دی ہے اور تفسیر بالرائے تو مطلقاً حرام ہے اور ایسے مفسد کا ٹھکانا جہنم ہے۔غرض قرآن کا مطالعہ عام کتابوں سے اور انسانی کلام سے بالکل الگ ہے۔ جن لوگوں نے اس کا لحاظ نہیں کیا انھوں نے ضلالت کا بیج بویا‘ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور اُمت میں فتنہ وشر کے نہ ختم ہونے والے سلسلہ کی بنیاد ڈال دی۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **من تکلم فی القراٰن برایہٖ فاصاب فقد اخطأ** یعنی جو شخص قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ گفتگو کرے تو اگر صحیح بات

بھی کہے تو اس نے غلطی کی۔

ایک دوسری حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: **من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار** یعنی جو شخص قرآن کریم کے معاملہ میں علم کے بغیر کوئی بات کہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین نے ان وعیدوں سے سبق حاصل کئے بغیر قرآن کے معاملہ میں بڑی جرأت اور جسارت کا مظاہرہ کیا ہے۔

غیرمقلدین کی تحریفاتِ قرآنیہ کے چند نمونے :

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری (فاضل دارالعلوم دیوبند) کی تصانیف میں سے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن عربی نے خوب شہرت پائی۔ اُن کے ہم مسلک اہل حدیث علماء نے اس تفسیر پر سخت تنقید کی۔ مولوی عبدالحی مؤرخ لکھتے ہیں :

> '**وقد تعقب علیه بعض العلماء**' بعض علماء نے اس پر تعاقب کیا ہے۔
> (نزہۃ الخواطر ص ۹۵)

یہ تعاقب اتنا سرسری نہیں تھا' جس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے مُسلم عالم مولوی عبداللہ غزنوی کے شاگرد مولوی عبدالحق غزنوی نے ایک رسالہ الاربعین میں چالیس ایسے مقامات کی نشاندہی کی ہے جو اُن کے نزدیک قابلِ اعتراض تھے۔ اس تفسیر کے بارے میں اُن کے تاثرات یہ ہیں :

> ' الفاظ غلط' معانی غلط' استدلالات غلط' بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی'
>
> (عبدالحق غزنوی۔ الاربعین (لاہور پرنٹنگ پریس) ص ۳)

'حقیقت میں یہ بے انصاف' ناحق شناس' بدنام کنندۂ نکو نامے چند ناحق اہل حدیث کو بدنام کر رہا ہے بلکہ اہل حدیث سے بالکل مخالف اور اہلِ سُنّت و جماعت سے خارج ہے۔ فلاسفہ اور نیچریوں اور معتزلہ کا مقلد ہے۔ ناسخ ومنسوخ ' تقدیر' معجزات' کرامات' صفاتِ باری' دیدارِ الٰہی' میزان' عذابِ قبر' عرش' لوح محفوظ' دابۃ الارض' طلوع شمس از مغرب وغیرہ وغیرہ جو اہلِ سُنّت میں مسائل اعتقادیہ اجمالیہ ہیں اور آیاتِ قرآنیہ اُن پر شاہد ہیں اور علماء اہلِ سُنّت نے اپنی تفاسیر میں بالاتفاق جن آیات کی تفسیر ان مسائل کے ساتھ کی ہے۔ انہوں نے اُن سب آیتوں کو بتقلید کفرۂ یونان وفرقِ ضالہ معتزلہ وقدریہ وجہمیہ خذلہم اللہ محرف ومبدل کرکے ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النساء) 'اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اُسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے' کا مصداق بنایا'

(عبدالحق غزنوی۔ الاربعین (لاہور پرنٹنگ پریس) ص ۵)

یہ صرف عبدالحق غزنوی کی ذاتی رائے نہیں ہے لاہور' امرتسر' راولپنڈی' ملتان' مدراس اور دیوبند وغیرہ کے چوراسی (۸۴) ذمہ دار علماء نے اپنی تقریظوں میں الاربعین کی تائید کرتے ہوئے اس تفسیر کو نبی کریم ﷺ' صحابہ کرام اور متقدمین کی تفاسیر کے مخالف قرار دیا ہے۔ ان میں سے اکثریت علماء اہل حدیث کی ہے۔ یہ تمام تقریظیں الاربعین میں شامل کر دی گئی ہیں۔

اہل حدیث کے امام مولوی عبدالجبار غزنوی لکھتے ہیں:

'مولوی مذکور (ثناء اللہ امرتسری) نے اپنی تفسیر میں بہت جگہ تفسیر نبوی اور تفاسیر خیر قرون اور تفاسیر اہلِ سُنّت و جماعت کو چھوڑ کر تفسیر جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ فرق ضالہ کو اختیار کیا .... بایں ہمہ اہلِ سُنّت و جماعت پھر اہلِ سُنّت میں فرقہ اہلِ حدیث کا دعویٰ کرنا اس کی دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے بلکہ اہلِ حدیث تو درکنار' اہلِ سُنّت و جماعت سے خارج ہے'
(عبدالحق غزنوی۔ الاربعین (لاہور پرنٹنگ پریس) ص۲۰)

اہل حدیث کے وکیل محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

'تفسیر امرتسری کو تفسیر مرزائی کہا جائے تو بجا ہے' تفسیر چکڑالوی کا خطاب دیا جائے تو روا ہے .... اس کا مصنف اس تفسیر سراپا الحاد وتحریف میں پورا مرزائی' پورا چکڑالوی اور چھٹا ہوا نیچری ہے'
(عبدالحق غزنوی۔ الاربعین (لاہور پرنٹنگ پریس) ص۴۳)

اسی پر بس نہیں ......۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء میں ثناء اللہ امرتسری کی تجویز پر یہ مقدمہ سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز ابن سعود کے سامنے پیش کیا گیا۔ شاہ نے اپنے علماء کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا۔ انہوں نے الاربعین کی تائید کی اور ثناء اللہ امرتسری کو تائب ہونے کے لئے کہا۔ شیخ عبداللہ بن سلیمان نے اپنی رائے اس انداز میں ظاہر کی:

'میں نے اُن کو اہل حدیث اور اہلِ سُنّت کے مذہب ومسلک کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی' مگر باوجود ان سب باتوں کے انہوں نے اپنی غلطیوں پر اصرار کیا اور معاندانہ روش اختیار کی' [ترجمہ]
(عبدالعزیز غزنوی۔ فیصلہ مکہ (جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث ہند' لاہور) ص ۱۵)

ریاض (سعودی عرب) کے قاضی شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ نے لکھا :

’نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اس کی اقتداء جائز ہے اور نہ اس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اس سے کوئی بات روایت کی جائے اور نہ اس کی امامت صحیح ہے۔ میں نے اس پر حجت قائم کردی‘ مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ پس اس کے کفر اور مُرتد ہونے میں شک نہیں‘ [ترجمہ]

(عبدالعزیز غزنوی۔ فیصلہ مکہ (جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث ہند‘ لاہور) ص ۱۷)

عبدالاحد خانپوری اہل حدیث لکھتے ہیں:

’اور ثناء اللہ ملحد زندیق کا دین اللہ کا دِین نہیں ہے۔ اس کا کچھ دِین تو فلاسفہ دہریہ‘ سرکش وہ صائبین کا ہے جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن ہیں .... اور کچھ دِین اس کا ابوجہل کا ہے جو اس اُمت کا فرعون تھا بلکہ اس سے بھی بدتر ہے............ پس وہ بحکمِ قرآن واجب القتل ہے‘ [ترجمہ]

(عبدالاحد خانپوری۔ الفیصلہ الحجازیہ السلطانیہ۔ امام سرحد برقی پریس راولپنڈی) ص ۸)

یہ سب اہل حدیث کے ذمہ دار اور مستند علماء کے فتوے ہیں مگر موجودہ دَور کے اہل حدیث کے نزدیک وہ مسلّم شیخ الاسلام ہیں۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری (فاضل دارالعلوم دیوبند) کی عربی تفسیر سے تفسیر بالرائے کے چند نمونے ملاحظہ فرمایئے جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس طائفہ کے اندر اعتزالی اور نیچری ذہنیت کس حد تک کارفرما ہے۔

جمہور علمائے اہل سُنّت و جماعت کے تراجم سے ان دو ترجموں کو پیش کیا جا رہا ہے :

کنز الایمان　　اعلیٰ حضرت امام اہل سُنّت فاضل بریلوی احمد رضا خاں علیہ الرحمہ

معارف القرآن　　مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ

(۱) ﴿وظللنا علیکم الغمام﴾ (البقرہ/ ۵۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : اور ہم نے اَبر کو تمہارا سائبان کیا۔ (کنز الایمان)

حضور محدث اعظم ہند : اور سائبان کیا ہم نے تم پر اَبر کو۔ (معارف القرآن)

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری　　ہم نے تم پر موسلا دھار بارش برسائی۔

اور جمہور اہل سُنّت و جماعت کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

'چونکہ بنی اسرائیل میدان تیہ میں چالیس سال تک مقیم رہے اس لئے سایہ معروف کیسے مراد لیا جا سکتا ہے'

بلاشبہ یہ تفسیر بالرائے ہے۔ جمہور مفسرین نے یہاں ظل معروف ہی مراد لیا ہے اور جہاں تک اس کے ممکن ہونے کا سوال ہے تو یہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

(۲) ﴿فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لهم﴾ (البقرۃ/ ۵۹)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا۔

حضور محدث اعظم ہند : تو بدل ڈالا جنھوں نے اندھیر کر رکھا تھا بات کو اس کی دوسری بولی سے جو سکھائی گئی تھی انھیں۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری　　جو انھیں توکل و استغفار کا حکم دیا گیا تھا اس کی اُن لوگوں نے مخالفت کی۔

بلا شبہ غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کی یہ تفسیر اہلِ سُنّت و جماعت کی تمام تفسیروں کے خلاف ہے اور حدیث صحیح کے بھی خلاف ہے، بخاری و مسلم اور احمد وغیرہم نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا: دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ، اور کہتے جاؤ '**حطة**' اے اللہ بخش دے، لیکن جب داخل ہوئے تو بجائے سجدہ کرنے کے اپنی سرینوں پر پھسلنا شروع کر دیا اور '**حطة**' کے بجائے '**حبة فی شعرة**' کہنے لگے۔

(۳) ﴿**فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون**﴾ (البقرة/۵۹)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : تو ہم نے آسمان سے اُن پر عذاب اُتارا۔ بدلہ اُن کی بے حکمی کا۔ (کنز الایمان)

حضور محدث اعظم ہند : تو اُتارا ہم نے اُن پر جنھوں نے اندھیر مچایا تھا عذاب کو آسمان سے کہ وہ نافرمانی کرتے جا رہے تھے۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری **ای حرمنا هم یفسقهم لقوله تعالیٰ فانها محرمة علیهم اربعین سنة**

(ہم نے اُن کو اُن کے فسق کی وجہ سے محروم کر دیا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ یہ ارض مقدس اُن کے اُوپر چالیس برس کے لئے حرام کر دی گئی ہے)۔

یہ تفسیر بھی جمہور کے خلاف ہے۔ صحیحین میں حضور نبی کریم ﷺ کی یہ تصریح موجود ہے، **الرجز هو الطاعون** (رجز طاعون کو کہتے ہیں)

(۴) ﴿علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم﴾ (البقرۃ/۱۸۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے۔

حضور محدث اعظم ہند : جان چکا تھا اللہ کہ بیشک تم خیانت کر رہے تھے خود اپنی۔ (اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہو' یعنی راتوں کو عورتوں کے پاس جا کر حکم الٰہی کی مخالفت کر کے تم اپنے آپ کو گنہگار کرتے ہو' جس سے تمہارے نفس مستحق عقاب ہوتے ہیں' اسی لئے آگے فرمایا گیا: ﴿فتاب عليكم وعفا عنكم فالئن باشروهن﴾ یعنی اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تم کو معاف فرما دیا' اور آئندہ اجازت دیدی کہ اب مباشرت کرو)۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری : تم عورتوں سے دُور رہ کر اپنی جانوں کے حقوق میں کمی کرتے ہو۔

کیسا تضاد ہے دونوں تفسیروں میں؟

(۵) ﴿حتى يأتينا بقربان تأكله النار﴾ (ال عمران/۱۸۳)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے جسے آگ کھائے۔

حضور محدث اعظم ہند : یہاں تک کہ وہ لے آئے ایسی قربانی جس کو کھا جائے آگ۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری : جسے کاہن اپنی آگ سے جلا دے، اور تعجب ہے ان لوگوں پر جنھوں نے آسمانی آگ مراد لی ہے، کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ یہ آسمان کی قید کہاں سے ماخوذ ہے؟

اور میں پوچھتا ہوں یہ کاہن کی قید کہاں سے ماخوذ ہے؟ البتہ آسمان کی قید صحیحین کی اس روایت سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک نبی نے غزوہ کیا، اللہ نے انھیں فتح نصیب فرمائی، اموال غنیمت جمع کیے گئے اور آگ آئی تا کہ کھا جائے۔

(۶) ﴿ما فرطنا فى الكتاب من شئ﴾ (الانعام/۳۸)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : ہم نے اس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا۔

حضور محدث اعظم ہند : ہم نے نہیں چھوڑا کتاب میں کچھ۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری : ہم نے 'علم' میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

کتاب کی تفسیر بعقل خویش 'علم' سے کی ہے۔ صرف یہیں نہیں بلکہ قرآن میں جہاں کہیں 'کتاب' یا 'لوح محفوظ' کا لفظ آیا ہے ہر جگہ اس کی تفسیر انھوں نے 'علم' ہی سے کی ہے، گویا انھیں کتاب اور لوح محفوظ کا وجود تسلیم نہیں، اور یہ انکار بلا شبہ اہلِ سُنّت و جماعت کے مسلک و عقیدے کے بالکل برخلاف ہے۔

(۷) ﴿یوم یأتی بعض اٰیات ربك لاینفع نفسا ایمانها﴾ (الانعام/ ۱۵۸)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا۔

حضور محدث اعظم ہند : جس دن تمہارے پروردگار کی وہ نشانی آجائے تو کسی کے کام اس کا ایمان نہ آئے گا۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری جس وقت موت آئے گی اس وقت کسی کا ایمان لانا کام نہ آئے گا۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ یہاں نشانی سے مراد موت ہے۔

جمہور کے نزدیک نشانی سے مراد سورج کا مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہونا ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے' قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے نہ طلوع ہو۔

گویا غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری (فاضل دارالعلوم دیوبند) کو معتزلہ کی طرح مغرب سے طلوع شمس بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔

(۸) ﴿الوزن یومئذ الحق﴾ (الاعراف/ ۸)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : اُس دن تول ضرور ہونی ہے۔

حضور محدث اعظم ہند : عمل کی تول اُس دن ٹھیک ہے۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری اعمال کی مقدار صحیح ہوگی چاہے جس طریقہ سے ہو۔

گویا غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کو معتزلہ کی طرح وزن اعمال سے انکار ہے۔

جمہور کہتے ہیں: اعمال تولے جائیں گے' اور میزان حق ہے' چنانچہ حدیث میں ہے:
فتوضع السجلات فی کفة والبطاقة فی کفة سارے دفاتر ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا دوسرے پلڑے میں۔

اس حدیث سے نیز دیگر حدیثوں سے اعمال کا تولا جانا صریح لفظوں میں ثابت ہے۔

(۹) ﴿وکتبنا له فی الالواح من کل شئ موعظة وتفصیلا لکل شئ﴾
(الاعراف/۱۴۵)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : اور ہم نے اس کے لئے تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل۔

حضور محدث اعظم ہند : اور لکھا ہم نے اُن کے لئے تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری **کتبنا ای امرنا بکتابة الاحکام**
یعنی ہم نے کتابت احکام کا حکم دیا۔

گویا غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری' اللہ کے لئے صفت کتابت سے انکار کرتے ہیں۔ جو جہمیہ اور معطلہ کا طریق ہے۔

لیکن جمہور چونکہ صفات کے منکر نہیں' اس لئے اُن کے یہاں **کتبنا** اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں آئی ہے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

خط لك التوراة بیدہٖ اللہ نے آپ کے لئے توریت اپنے ہاتھ سے لکھی۔

نیز طبرانی نے کتاب السنہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ذکر کی ہے

جس کے الفاظ یہ ہیں :

خلق الله اٰدم بیده وخلق جنة عدن بیده وکتب التوراة بیده ۔	اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور جنّت عدن کو بھی اپنے ہاتھ سے بنایا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا۔

(۱۰) ﴿**للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادة**﴾ (یونس/۲۶)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔

حضور محدث اعظم ہند جنھوں نے بھلائی کی ہے بھلائی ہے اور زیادہ بھی۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری : ’زیادہ‘ سے مراد یہ ہے کہ اُن کے اعمال سے زیادہ ثواب عطا ہوگا۔

جب کہ جمہور اہلِ سُنّت و جماعت کے نزدیک اس سے مراد حق تعالیٰ کا دِیدار مبارک ہے جیسا کہ متعدد احادیث صحیحہ مرفوعہ اور بہت سے صحابہ وتابعین سے اس کی یہی تفسیر منقول ہے۔

حسنٰی سے مُراد جنّت ہے اور زیادہ سے مراد دِیدارِ الٰہی‘ کیونکہ یہ کسی عمل کی جزا نہیں۔
(تفسیر نور العرفان)

گویا غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کو جمہور کی تفسیر پسند نہیں آئی‘ غالبًا دیدار الٰہی انھیں تسلیم نہیں‘ جیسا کہ جہمیہ‘ معتزلہ اور خوارج منکر رویت ہیں۔

(۱۱) ﴿وکان عرشه علی الماء﴾ (ھود/ ۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : اور اُس کا عرش پانی پر تھا۔

حضور محدث اعظم ہند : اور اُس کا عرش پانی پر تھا۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری عرش کا انکار کرتے ہوئے یہ تفسیر کی ہے۔
ای حکومته یعنی اُس کی حکومت تخلیق ارض وسماوات سے پہلے پانی پر تھی۔
اسی طرح **ذو العرش** کی تفسیر **مالك الملك** سے کی ہے۔

جب کہ عرش کی یہ تفسیر جمہور مفسرین اور احادیث صحیحہ مرفوعہ کے خلاف ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے۔

وخلق عرشه علی الماء اور حق تعالیٰ نے اپنے عرش کو پانی کے اُوپر پیدا فرمایا۔

ظاہر ہے یہاں عرش سے حکومت مراد لینا کسی طرح ممکن نہیں، نیز قرآن کی یہ آیت بھی کسی طرح اس تفسیر کو قبول نہیں کرتی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ (الزمر/ ۷۵)

آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہوں گے۔

(۱۲) ﴿فلما جاء امرنا جعلنا عاليها سافلها﴾ (هود/۸۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اُوپر کو اُس کا نیچا کر دیا۔

حضور محدث اعظم ہند : تو جب آ گیا ہمارا قہر مانی فرمان تو کر دیا ہم نے اس کو تہہ و بالا۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری **ای اسقطنا سقف بیوتھم علیھم** یعنی ہم نے اُن کے اُوپر اُن کے گھروں کی چھتیں گرا دیں۔

یہ تفسیر مفسرین اہلِ سُنّت و جماعت کے خلاف ہے' حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿**والموتفكة أهوىٰ**﴾ اور اُس نے الٹی بستی کو ٹپک دیا۔

(۱۳) ﴿وندخلھم ظلا ظليلا﴾ (النسآء/۵۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : اور ہم انھیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

حضور محدث اعظم ہند اور داخل کریں گے ہم اُن کو سایہ گستر سایہ میں۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری **ای نعماء دائمة** یعنی دائمی نعمت میں داخل کریں گے۔

غیر مقلد امرتسری (فاضل دار العلوم دیوبند) کو چونکہ جنتی سائے سے انکار ہے اس لئے یہ تفسیر کی ہے' اور اس کی علت یہ بیان کرتے ہیں: 'اس لئے کہ ظل معروف آفتاب پر موقوف ہے اور وہاں جب آفتاب نہ ہوگا تو سایہ کا وجود کیسے ممکن ہے'؟

اسی طرح ﴿وظل ممدوده﴾ کی تفسیر 'کبھی ختم نہ ہونے والی نعمت' سے کرتے ہیں۔

یہ تفسیر بھی جمہور اُمت کے خلاف ہے' صحیحین میں روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنّت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں سوار سو سال تک چل کر بھی اس کو طے نہ کر سکے گا' اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو ﴿وظل ممدوده﴾ (الحدیث)۔

(۱۴) ﴿واذا وقع القول عليهم اخرجنا لهم دابة من الارض تكلمهم﴾

(النمل/۸۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی	:	اور جب بات اُن پر آ پڑے گی ہم زمین سے اُن کے لئے ایک چوپایہ نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔
حضور محدث اعظم ہند	:	اور جہاں پڑ گئی اُن پر ہونے والی بات کہ نکال دیا ہم نے اُن کے لئے ایک چوپایہ زمین سے کہ اُن سے بات چیت کرنے لگے۔
غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری		ای نبعث فیهم نبیهم یشهد علیهم یعنی ہم اُن کے اندر اُن کے نبی کو بھیجیں گے جو اُن پر گواہی دے گا۔

غیر مقلد امرتسری (فاضل دارالعلوم دیوبند) کو دآبۃ الارض کا خروج تسلیم نہیں اس لئے وہ دآبۃ سے نبی مراد لیتے ہیں۔

حیرت کا مقام ہے کہ جس شخص کی عقل خروج دابۃ کو تسلیم نہیں کرتی وہ قیام قیامت کو کیسے تسلیم کرتی ہے؟ جب کہ قیامت نام ہی ہے زمین و آسمان کے پھٹنے' پہاڑوں کے فضاؤں میں اُڑنے اور ایک صور میں تمام نظام عالم کے درہم برہم ہو جانے کا۔

جو لوگ عقل کی تقلید کرتے ہیں وہ اسی طرح ضلالت کی وادیوں میں اندھوں کی طرح بھٹکتے اور ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔

دَابَّۃُ الْاَرض کا نکلنا : قیامت کی علاماتِ کُبریٰ (بڑی بڑی نشانیوں) میں سے ایک نشانی دابۃ الارض کا نکلنا بھی ہے۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد دابۃ الارض نکلے گا یہ عجیب شکل کا جانور ہوگا (چہرہ آدمی کی طرح، سَر گائے کی طرح، کان ہاتھی کی طرح اورسینہ شیر جیسا ہوگا)۔ مکہ مکرمہ میں صفا کا پہاڑ پھٹ جائے گا اور یہ جانور ظاہر ہوگا جو تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا بہت اچھی صحیح اور صاف عربی بولے گا اُس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ مسلمانوں کی پیشانی پر عصائے موسوی سے ایک لکیر بنا دے گا جس سے تمام چہرہ نورانی ہو جائے گا اور دونوں آنکھوں کے درمیان مومن باللہ لکھ جائے گا اور کافروں کی دونوں آنکھوں کے درمیان سلیمانی انگوٹھی سے ایک کالی مہر لگا دے گا جس سے پورا چہرہ کالا اور بے رونق ہو جائے گا اور دونوں آنکھوں کے درمیان کافر باللہ تحریر ہو جائے گا اس کے بعد لوگ ایک دوسرے کو مومن اور کافر کہہ کر پُکارا کریں گے۔

دابۃ الارض اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی ہوگا اور اس کا نکلنا قرآن مجید اور حدیثوں سے ثابت ہے قیامت کی تین نشانیاں یعنی سورج کا مغرب سے نکلنا، دجال کا ظاہر ہونا اور دابۃ الارض کا نکلنا ہے۔ یہ نشانیاں ظاہر ہونے کے بعد کسی کا ایمان لانا اور نیکی کرنا اس کو نفع نہیں دے گا توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

(۱۵) ﴿والبیت المعمور﴾ (الطّور/۴)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی : اور بیت معمور کی قسم !

حضور محدث اعظم ہند : اور بیت المعمور کی قسم !

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری (لکھتے ہیں) بیت المعمور سے مراد مساجد ہیں۔

غیر مقلد امرتسری کی یہ تفسیر جمہور مفسرین کے خلاف ہے۔ حدیث صحیح میں ہے

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیت معمور ساتویں آسمان پر ہے روزانہ اس میں ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو فرشتے ایک بار داخل ہو جاتے ہیں وہ دوبارہ داخل نہیں ہوتے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ (مشکوٰۃ)

بیت المعمور کے معنی ہیں آباد گھر۔ بیت المعمور ساتویں آسمان پر ہے' فرشتوں کا قبلہ جو حضور ﷺ نے معراج میں ملاحظہ فرمایا۔ (نورالعرفان)

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کا یہی طرز تفسیر پورے قرآن میں ہے۔ جہاں معجزات' خرق عادت اُمور اور صفات باری کا مسئلہ آیا' بس بحر ظلمات میں عقل کے گھوڑے دوڑائے اور اپنی رائے اور ذہنی اُپج کے آگے کسی صحیح حدیث کو قابل اعتناء کیا سمجھا جاتا جب قرآن کی قطعی آیتوں اور صحیحین کی صریح حدیثوں کو ہی ٹھکرا دیا گیا۔

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کی یہ تفسیر جب ملک حجاز پہونچی تو وہاں کے مقتدر علماء نے اُسے دیکھتے ہی رَد کر دیا اور بالآخر علماء عرب نے فتویٰ دیا کہ ثناء اللہ امرتسری کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ ہندوستان کے علماء بھی خاموش نہیں رہے بلکہ اس شخص کے زیغ وضلال اور مذہب سلف سے انحراف کا فتویٰ صادر فرمایا کہ یہ تفسیر دراصل قدیم مفسرین کی تفاسیر اور احادیث صحیحہ میں وارد تفسیروں کے خلاف ہے۔

درحقیقت یہ تفسیر نہیں تحریف ہے اور ثناء اللہ امرتسری کو ائمہ سلف وخلف کی تفاسیر اور مذہب اہلِ سُنّت و جماعت سے اختلاف اور معتزلہ وخوارج کی آراء سے اتفاق ہے۔ یاد رکھئے ! کانٹے کو پھول کہہ دینے سے پھول نہیں بن جائے گا۔ کانٹا' کانٹا ہی رہے گا۔ بعینہ اسی طرح اعتزال وخروج اور رفض وتشیع کو سُنّت وسلفیت (اہل حدیث) جیسے پاکیزہ اور مقدس نام دینے سے یہ باطل نظریئے' قابلِ احترام نہیں بن سکتے۔

سچ تو یہ ہے کہ نام نہاد اہلحدیث مذہب کی اصل بنیاد یہی رَد تقلید اور رَد مقلدین پر ہے۔

اگر آپ تقلید (ائمہ اربعہ) کے منکر اور مقلدین (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) کے سخت دشمن ہیں تو آپ اُن کے ٹولے میں بڑی قدر کی نگاہ میں دیکھے جائیں گے۔ سوقتل معاف۔ لیکن اگر آپ کسی امام کے مقلد ہوں اور دُنیا بھر کی ساری نیکیاں اپنے اعمالنامے میں جمع کر رکھی ہیں تو آپ سب کچھ ہیں مگر مومن نہیں ہیں۔ (نعوذ باللہ)

یہی وجہ ہے کہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا ملعون مرتد غلام احمد قادیانی جو کہ غیر مقلد بھی تھا اُس کو غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری نہ صرف مسلمان سمجھتے تھے بلکہ قادیانیوں کو متقی بھی جانتے تھے۔ (رسالہ مظالم روپڑی ص ۳۷ مؤلفہ ثناء اللہ امرتسری)

قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر

کنزالایمان	امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی
معارف القرآن	مخدوم الملت حضور محدث اعظم علامہ سید محمد اشرفی جیلانی
تفسیر اشرفی (پارہ اول)	مخدوم الملت حضور محدث اعظم علامہ سید محمد اشرفی جیلانی
تفسیر اشرفی	تاجدار اہلسنت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
البیان	غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی
خزائن العرفان	مفسر اعظم صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین اشرفی مرادآبادی
نور العرفان	حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی
تفسیر نعیمی	حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی
تفسیر ضیاء القرآن	ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری
جمال القرآن (انگریزی)	ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری
تفسیر سورۂ الم نشرح	تاج العلماء علامہ نقی علی خان بریلوی علیہ الرحمہ
تفسیر سورۂ والضحیٰ	تاجدار اہلسنت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
تفسیر تبیان القرآن	شارح مسلم شریف حضرت علامہ غلام رسول سعیدی
تفسیر ابن کثیر	امام حافظ عماد الدین ابن کثیر (ترجمہ متن: ضیاء الامت)
تفسیر مظہری	حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (ترجمہ متن: ضیاء الامت)
تفسیر روح البیان	امام اسمٰعیل حقی ترکی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر الحسنات	حضرت ابوالحسنات سید احمد قادری رضوی اشرفی
تفسیر نبوی	حضرت علامہ نبی بخش حلوانی
تفسیر رضوی	حضرت علامہ غلام رسول رضوی
عرفان القرآن	پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد طاہر القادری

دورِ حاضر میں اُردو کے شائع شدہ ترجموں میں اہل سُنّت و جماعت کے یہ تراجم' قرآنِ کریم کا صحیح ترجمہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفاسیر معتبرہ وقدیمہ کے مطابق ہیں۔ اہل تفویض کے مسلک اسلم کے عکاس ہیں اصحابِ تاویل کے مذہب سالم کے مؤید ہیں زبان کی روانی وسلاست میں بے مثل ہیں۔ عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک ہیں۔قرآن کریم کے اصل منشاء ومراد کو بتاتے ہیں۔آیات ربّانی کے انداز خطاب کو پہچنواتے ہیں ۔قرآن کریم کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔قادر مطلق کی رِدائے عزت وجلال میں نقص وعیب کا دَھبّہ لگانے والوں کے لئے شمشیر براں ہیں۔ حضرات انبیاء کی عظمت وحرمت کے محافظ ونگہبان ہیں۔ عامہ مسلمین کے لئے حقائق ومعرفت کا امنڈتا سمندر ہیں۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قرآن حکیم قادر مطلق جلّ جلالہ کا مقدس کلام ہے اور علمائے اہل سُنّت کے یہ تراجم اس کے مہذب ترجمان ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ تراجم اُن کے پیش کردہ ہیں جو عظمتِ مصطفیٰ کے علم بردار' تائید رحمانی کے سرمایہ دار' انوار ربّانی کے حامل' حقائق قرآن کے ماہرین اور دقائق قرآن کے عارفین ہیں۔

قرآن مجید کے غلط و گستاخانہ تراجم:

بدمذہب وہابیوں (نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین' مودودی جماعت اسلامی' دیوبندیوں) کے قرآنی تراجم کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہوگی کہ انہوں نے قرآن مجید کے معانی ومفاہیم کی تشریح اسلامی قوانین واُصول سے ہٹ کر اور منشأء خداوندی کے بجائے ہوائے نفسانی کے مطابق کرنے کی جرأت کی ہے۔ ان دَریدہ دہنوں کی ناپاک جسارت کا نقطہ عروج یہ ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم کے اندر بھی تحریف معنوی سے دریغ نہیں کیا اور قرآنی آیات کی ایسی تفسیر وتشریح کرڈالی جواُن کے سیاق وسباق کے مغائر' منشاء خداوندی کے خلاف اور جمہور مفسرین کی آراء کے متحارب ہیں۔ اُن کے معانی اپنی مرضی سے بیان کر کے اپنے مخصوص گمراہ کن عقائد کو ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ستم ظریفی یہ کہ پورا قرآن جونعتِ مصطفیٰ علیہ التحیہ والسلام کا حسین ومشکبار گلدستہ ہے اُس کی آیتوں کا ایسا ترجمہ کردیا جس سے اہانتِ رسول کی بُو آتی ہے۔

اگر کسی کے پاس گستاخِ رسول' وہابی دیوبندی' غیر مقلد' شیعہ اور قادیانی کا ترجمہ قرآن ہوتو علمائے اہل سُنّت و جماعت کے تراجم قرآن کی مدد سے تقابلی مطالعہ کر کے خوفِ خدا اور حُبّ رسول کے جذبہ سے سرشار ہوکر اپنے ضمیر کا احتساب کریں اور ایسے گمراہ کن ترجموں کا بائیکاٹ کر کے اپنے دِین وایمان کا تحفظ کریں۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین نے تقیہ وفریب کا سہارا لے کر خود کو سلفی' محمدی اور اہل سُنّت و جماعت کے عقائد کے موافق ظاہر کرتے ہوئے حکومتِ سعودی عرب کی دولت سے غیر مقلد جوناگڑھی کا ترجمہ شائع کروایا ہے۔ یہ ترجمہ بہت ہی گستاخانہ ہے۔

اس مقام پر چند ترجمے بطور نمونہ نقل کردینا مناسب خیال کرتا ہوں تا کہ آپ بخوبی

اندازہ کرلیں کہ یہ مترجمین' مطالبِ قرآن کی وضاحت اور منشاء ہدایت کو ادا کرنے والی برجستہ و برمحل تعبیر پیش کرنے میں کس درجہ ناکام رہے ہیں :

(۱) ﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ﴾ (الفاتحہ/ ۵)

'بتلا دیجئے ہم کو راستہ سیدھا' (اشرف علی تھانوی دیوبندی)

'ہمیں سچی اور سیدھی راہ دِکھا' (غیر مقلد جوناگڑھی)

'ہمیں سیدھا راستہ دِکھا' (ابوالاعلی مودودی' جماعت اسلامی)

'بتلا ہمیں راہ سیدھی' (محمود الحسن دیوبندی)

'دِکھا ہمیں راہ سیدھی' (شاہ رفیع الدین)

'ہم کو دین کا سیدھا راستہ دِکھا' (غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)

یہ ترجمہ وہی تو کرے گا جسے ابھی تک سیدھا راستہ معلوم نہ ہو سکا۔ اور اگر اُسے سیدھا راستہ بتا دیا جائے تو کیا وہ خود ہی سے سیدھے راستے پر پہنچ جائے گا؟

جب ہم اسلام پر ہوتے ہوئے خدا سے دُعا کریں گے تو یوں کہنا کہ 'دِکھا ہم کو سیدھا راستہ' یا 'دِکھا ہم کو راہ سیدھی' کے کیا معنی ہوں گے؟ ہمارا اسلام پر ہونا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہمیں اپنے کرم سے سیدھا راستہ دِکھا چکا۔ ہاں البتہ یہ دُعا کرنا کہ اب ہمیں اس سیدھے راستہ پر 'چلا' بھی۔ تاکہ ہم منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ (تفسیر اشرفی)

اب ایسے مترجمین کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں جو سیدھا راستہ پا چکے ہیں :

(☆) 'ہم کو سیدھا راستہ چلا' (کنزالایمان' اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمہ)

(☆) 'چلا ہم کو راستہ سیدھا' (معارف القرآن' حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی علیہ الرحمہ)

یا اللہ ! ہمارا چلنا کیا اور ہم چل ہی کیا سکتے ہیں' بس اپنے کرم سے (چلا ہم کو) اس (راستہ) پر جو تجھ تک پہنچتا ہے۔ موجود بھی ہے۔ بالکل (سیدھا) بھی ہے۔

(۲) ﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾ (البقرۃ/۱۵)

اس آیت کا ترجمہ غیر مقلد اور دیوبندی مترجمین یہ کرتے ہیں۔

'اللہ اُن سے ٹھٹھا کرتا ہے'	(غیر مقلد سَر سید)
'اللہ اُن کو بناتا ہے'	(غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)
'اللہ جل شانہ اُن سے دل لگی کرتا ہے'	(غیر مقلد نواب وحید الزماں)
'اُن منافقوں سے خدا ہنسی کرتا'	(فتح محمد جالندھری)
'اللہ ہنسی اُڑاتا ہے اُن کی'	(مرزا حیرت)
'اللہ ہنسی کرتا ہے اُن سے'	(محمود الحسن دیوبندی)
'اللہ تعالیٰ بھی اُن سے مذاق کرتا ہے'	(غیر مقلد جوناگڑھی)

اگر دیوبندی اور غیر مقلد مترجمین کو تائید ربّانی حاصل ہوتی اور اُن کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا سچّا تصور ہوتا تو وہ اس سبوح وقدوس کے حق میں دل لگی' بنانا' ٹھٹھا کرنا' ہنسی باز...... وغیرہ بازاری محاورے ہرگز استعمال نہ کرتے۔ یہ جاننا کہ رب العزت جلّ جلالہ کی بارگاہ عظمت ٹھٹھا کرنے وغیرہ عیوب سے پاک ہے۔

عظمت وجلالِ الٰہی کے آگے سر جُھکانے والے جواب دیں' بدمذہب وہابیوں کے ترجمے منشاءِ خداوندی کے مطابق ہیں یا علمائے اہل سُنّت وجماعت کے یہ ترجمے :

(☆) 'اللہ اُن سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اُس کی شان کے لائق ہے) (کنزالایمان)

(☆) 'اللہ خود ذلیل کرتا ہے اُنھیں'۔ (معارف القرآن)

(۳) ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ﴾ (البقرۃ/۱۴۳)

'جس سمت قبلہ پر آپ رہ چکے ہیں (یعنی بیت المقدس) وہ تو محض اس کے لئے تھا کہ ہم کو (یعنی اللہ کو) معلوم ہو جائے کہ کون تو رسول اللہ ﷺ کا اتباع اختیار کرتا ہے اور کون پیچھے کو ہٹتا جاتا ہے'۔ (اشرف علی تھانوی)

آیت مذکور بالا میں **لنعلم** کا ترجمہ دیگر مترجمین نے یہ کیا ہے:

'ہم جان لیں' (غیر مقلد سَر سید)

'ہم معلوم کر لیں' (غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)

'ہم جان لیں' (غیر مقلد جونا گڑھی)

دیکھئے ان مترجمین نے عربی اردو ڈکشنری میں **العلم** کا ترجمہ جاننا پڑھا تھا اس کے مطابق آیت میں **لنعلم** کا ترجمہ ہم کو یعنی اللہ کو معلوم ہو جائے' لکھ دیا لیکن بصیرت ایمانی سے محرومی کے باعث اتنا نہ سوچ سکے کہ' معلوم ہو جائے' کا محاورہ اُس کے لئے استعمال کیا جائے گا جس کو پہلے معلوم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا ازلی و ابدی طور پر عالم ہے تو پھر اُس کے حق میں معلوم ہو جائے کا کیا معنیٰ ؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ قرآن کے لئے صرف عربی دانی کام نہیں دے سکتی بلکہ اُس کے ساتھ خود قرآن کے مخصوص انداز و محاورے کو پہچاننا' آیات محکمات و متشابہات میں امتیاز کرنا انتہائی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب والشہادہ ماننے والو جواب دو کہ ان ترجموں کو دیکھ کر کیا اہل سُنّت و جماعت کے ایسے ترجموں کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی ہے جس پر خدائی نوازشیں بطور خاص سایہ گستر ہوں؟

(☆) 'اور اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے (اور) کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔
(کنزالایمان)

(☆) اور ہم نے نہیں بنایا تھا اس قبلہ کو جس پر تم تھے مگر اس لئے کہ الگ معلوم کرا دیں جو غلامی کرے رسول کی اُن سے جو اُلٹے پاؤں لوٹے۔ (معارف القرآن)

(۴) ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (البقرة/۱۴۵)

'اور اگر آپ اس علم کے جو آپ کو پہنچ چکا ہے اُن کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے تو آپ کے لئے اللہ کی گرفت کے مقابلے میں نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار' (عبدالماجد دریابادی)

' اور اے پیغمبر اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم یعنی قرآن آچکا ہے اُن کی خواہشوں پر چلے تو پھر خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار'
(روشن چراغ، فتح محمد جالندھری)

'اور اگر آپ اُن کے (اُن) نفسانی خیالات کو اختیار کر لیں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (وحی) آئے پیچھلے تو یقیناً آپ ظالموں میں شمار ہونے لگیں'
(اشرف علی تھانوی)

' (اور یاد رکھو) اگر تو باوجود (جان لینے کے بھی) اُن کی خواہش پر چلا تو بیشک تو بھی اس وقت بے انصاف ثابت ہوگا' (غیر مقلد ثناءاللہ امرتسری)

'اور اگر آپ باوجودیکہ آپ کے پاس علم آچکا پھر بھی اُن کی خواہشوں کے پیچھے لگ جائیں تو بالیقین آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے' (غیر مقلد جوناگڑھی)

نبی معصوم جن کی نسبت سے قرآنی صفحات بھرے ہیں۔ حضور رحمۃ للعالمین سید المرسلین شفیع المذنبین نبی کریم ﷺ روف رحیم کے ہزار لقب اور صفاتی نام ہیں جن کو طٰہٰ یٰسن۔ مُزمل مدثر جیسے القاب وآداب دیئے گئے۔ جنہیں رب تعالیٰ نے کہیں نام لے کر یا احمدؐ یا محمد کہہ کر نہیں پُکارا' جہاں پُکارا پیارے القاب سے پُکارا جیسے ﴿یَاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾ ﴿یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ﴾ ﴿یَاَیُّهَا الْمُزمِلُ﴾ ﴿یَاَیُّهَا الْمُدَّثِرُ﴾ ...... اچانک اس قدر تنبیہ (ڈانٹ ڈپٹ) کے کلمات سے اللہ تعالیٰ اُن کو مخاطب؟ سیاق وسباق سے بھی کسی تہدید کا پتہ نہیں چلتا...... لہذا مترجم کو چاہیئے کہ کھوج لگائے نہ یہ کہ براہ راست کلمات کا ترجمہ کردے۔ جو بات رسول معصوم کی عصمت کے خلاف ہے وہ کیسے (امکانی طور پر بھی) اُن کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے۔

عشاقِ رسول (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور محدث اعظم ہند) نے اس کی تحقیق فرمائی اور تفسیر خازن کی روشنی میں ترجمہ فرمایا کہ مخاطب اے سامع ہے نہ کہ نبی معصوم ﷺ۔ اور اسی طرح کتب معانی وبیان میں بھی اس بات کی تصریح ہے۔ غیر مقلد اور دیو بندی تراجم میں بعض مترجمین نے خاصی حاشیہ آرائی کی ہے مگر کسی مترجم کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ غور کرے ڈانٹ ڈپٹ کے الفاظ حضور ﷺ کی شان میں کیوں کہے جارہے ہیں؟ جب کوئی وجہ نہیں تو مخاطبت اللہ کے محبوب سے خاص نہیں بلکہ ہر سُننے والے سے خطاب ہے۔

(☆) 'اور (اے سُننے والے کسے باشد) اگر تو اُن کی خواہشوں پر چلا۔ بعد اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اُس وقت تو ضرور ستم گار ہوگا' (کنزالایمان)

(☆) 'اور اگر کوئی تمہارا ہو کر پیروی کرے اُن کی خواہشوں کی' بعد اس کے کہ آیا تمہارے پاس علم' تو بیشک وہ تمہارا اس صورت میں حد سے بڑھ جانے والوں سے ہے' (معارف القرآن)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور محدث اعظم ہند علیہا الرحمہ کے ترجمے گستاخیوں اور غلطیوں سے مبرّا اور شانِ الوہیت اور عظمتِ رسالت کے ترجمان ہیں۔

(۵) ﴿وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ/۱۷۳)

'اور جس پر نام پُکارا اللہ کے سوا کا' (شاہ عبدالقادر)

'اور جس جانور پر نام پُکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا' (محمود الحسن دیوبندی)

'اور جو کچھ پُکارا جاوے اُوپر اُس کے واسطے غیر اللہ کے' (شاہ رفیع الدین)

'اور جو جانور غیر اللہ کے لئے نامزد کردیا گیا ہو' (اشرف علی تھانوی)

'اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پُکارا جائے حرام کردیا ہے' (فتح محمد جالندھری)

'ہاں میتہ مردار اور خون اور گوشت خنزیر اور جو اللہ کے سوا غیر کے نام سے پُکاری ہو تم پر حرام ہے' (غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری)

'اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پُکارا گیا ہو حرام ہے' (غیر مقلد جونا گڑھی)

جانور کبھی شادی بیاہ' کبھی عقیقہ' ولیمہ' قربانی اور ایصال ثواب (گیارہویں شریف' بارہویں شریف ......) کے لئے نامزد ہوتا ہے۔ غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے نزدیک یہ سب ناموں پر نامزد کیا گیا جانور حرام ہے۔

اب قرآن وحدیث' اقوال صحابہ ومفسرین اور فقہ کی روشنی میں علمائے اہل سُنّت وجماعت کے یہ ترجمے بھی ملاحظہ فرمائیں :

(☆) 'اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پُکارا گیا ہو' (کنز الایمان)

(☆) 'حرام فرما دیا ہے اُس جانور کو جو ذبح کیا گیا غیر اللہ کا نام لیتے ہوئے' (معارف القرآن)

اگر کوئی چیز کسی بندے کی طرف نسبت کی وجہ سے حرام ہوتی ہے تو پھر دُنیا کی کوئی چیز حلال نہیں ہوسکتی۔ ہر چیز حرام ہوگی کیونکہ ہر چیز کی نسبت کسی نہ کسی بندے کی طرف ہوتی ہے لہذا یونس کے ولیمہ اور عقیقہ کا بکرا' منہاج کی دعوتِ افطار کی مرغیاں' مجتبیٰ کے فدیہ کا بکرا' گیارہویں شریف کا دُنبہ' میلا دشریف کی گائے' فاتحہ کا بکرا......سب حلال ہیں کہ اُن کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔ یہ نسبتیں مقصد کی ہیں اور خرم کا اونٹ' توفیق کی بکری بھی حلال ہے کہ یہ نسبتیں ملکیت کی ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔صرف اُس جانور کا کھانا حرام ہے جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(۶) ﴿وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (آل عمران/۱۴۲)

'اور ابھی تک اللہ نے نہ تو اُن لوگوں کو دیکھا جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں'

(غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

'حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو'

(اشرف علی تھانوی)

'اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں' (محمود الحسن دیوبندی)

'حالانکہ ابھی اللہ نے اُن لوگوں کو تم میں سے جانا ہی نہیں جنھوں نے جہاد کیا'

(عبد الماجد دریابادی)

تائیدِ ربّانی سے محرومی کے باعث یہ نادار مترجمین کتنی بُری طرح ہچکولے کھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو علیم وخبیر ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔علیم بذات الصدور ہے۔ دیوبندی اور غیر مقلد مترجمین نے ترجموں میں شانِ الوہیت اور صفاتِ کمالیہ پر حرف گیری شروع کردی ہے اور حالات سے ناواقف' جاہل' بے علم اور بے خبر لکھ دیا ہے۔

اپنے کفریات کو قرآن ترجمہ کے پردہ میں چھپاتے ہو اور خدا کے کلام پاک کی ہنسی کراتے ہو۔ (معاذاللہ)

مسلمانوں کے ایمان کو غارت کردینے والے ترجموں کو دیکھنے کے بعد علمائے اہل سُنّت و جماعت کے ان ترجموں کو ملاحظہ فرمائیں جو ایمان کو روشنی بخشتے ہیں :

(☆) 'اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی' (کنزالایمان)

(☆) 'اور ابھی معلوم کرائے گا اللہ انھیں جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور ابھی معلوم کرائے گا صبر کرنے والوں کو' (معارف القرآن)

(۷) ﴿اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ﴾ (آل عمران/۱۴۴)

'اگر وہ (محمد) مرجائے یا مارا جائے' (غیر مقلد ثناءاللہ امرتسری)

'تو کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا' (محمودالحسن دیوبندی)

آپ نے اس ترجمے کی زبان دیکھی۔ یہ وہ اُردو ہے جسے یہ مترجمین خود اپنے لئے یا اپنے کسی مخدوم یا ممدوح کے لئے استعمال کرنا پسند نہ فرمائیں۔ نفس مضمون کی سچائی اپنی جگہ مگر اسلوب بیان بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔...... کیا یہ حقیقت نہیں کہ اگر ہمارے کسی اُستاد محترم یا مرشد گرامی کا تذکرہ چھڑ جائے تو ذہن سے پھول جھڑنے شروع ہو جائیں۔ محترم اور باادب الفاظ کا سیل رواں جاری ہو جائے' جو رُوکے نہ رُکے۔ غرض اس موقع پر اپنے اور مخاطبین کے دل میں 'مذکور' کی بابت ادب واحترام کا کتنا لحاظ اور پاس درکار رہتا ہے......مگر افسوس کہ جب بات افصح العرب کی ہو' لفظوں کو توقیر بخشنے والے کی ہو' تو ہم عرب کے بدوؤں کا لہجہ اختیار کرلیں اور اسے بے محابا اور بے تکلف استعمال کریں ! اس عظیم المرتبت ہستی کی بابت **راعنا** اور **انظرنا**

کے فرق کو بھول جائیں اور طرہ یہ کہ مترجم قرآن کہلائیں؟ خود قرآن سے صاحبِ قرآن کی بے ادبی کی جھوٹی سند لائیں !

اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی' کہیں شانِ الوہیت میں بے ادبی ہوگی تو کہیں شانِ انبیاء میں۔ اور کہیں اسلام کا بنیادی عقیدہ مجروح ہوگا...... چنانچہ غیر مقلدین اور دیو بندیوں کے تراجم پر غور کریں تو تمام مترجمین نے قرآنی لفظ کے اعتبار سے براہ راست اُردو میں ترجمہ کیا ہے......مگر ......اس کے باوجود وہ تراجم کانوں پر گراں ہیں ......اور اسلامی عقیدے کی رُو سے مذہبی عقیدت کو سخت صدمہ پہنچ رہا ہے۔

ایک تو یہ تھا انداز ترجمہ جو آپ نے ملاحظہ کیا۔ دوسرے طرف دیکھئے تو بارگاہ رسالت کا ادب واحترام ایک ایک لفظ سے ظاہر ہوتا نظر آئے گا' ملاحظہ ہو :

(☆) 'تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں' (کنز الایمان)

(☆) 'اگر وہ انتقال کریں یا شہید کر دئے جائیں' (معارف القرآن)

سچ بتائیے کہ ان ہر دو اندازوں میں کونسا انداز عقل ونقل کے معیار پر پورا اُترتا ہے۔

(۸) ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ (النساء/۱۴۲)

'منافقین دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور اللہ بھی اُن کو دغا دے گا' (محمود الحسن)

'اور اللہ فریب دینے والا ہے اُن کو' (شاہ رفیع الدین)

'خدا ہی اُن کو دھوکہ دے رہا ہے' (غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)

'وہ اُن کو فریب دے رہا ہے' (غیر مقلد نواب وحید الزماں)

'بیشک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں' (غیر مقلد جوناگڑھی)

’یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کررہے ہیں حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے‘ (ابوالاعلیٰ مودودی)

ان تراجم کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ دَغا بازی کرنے والوں کو دغا دے گا‘ فریب دینے والوں کوفریب دے رہا ہے اور یہ کہ اُس نے دھوکہ بازی کرنے والوں کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ دغا بازی‘ فریب اور دھوکہ جیسے غیر مہذب اور مکروہ الفاظ کسی بھی طرح اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔.......... یہ اور اس قبیل کے دیگر تراجم سے مجھے ادب الوہیت‘ مضروب نظر آتا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ کوئی بھی دشمنِ خدا‘ اللہ کو دھوکہ میں نہیں ڈال سکتا اور نہ ہی اُسے دغا وفریب دے سکتا ہے۔ ہاں البتہ وہ اپنے تیئں دھوکہ دینے کی کوشش کرسکتا ہے۔ دھوکہ‘ دغا اورفریب کسی بے خبر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ دراصل اس آیت میں منافقوں کی اسی سعی لاحاصل کا بیان تھا جسے ترجمہ کرتے وقت ظاہر کرنا اور کھولنا مترجم کی ذمہ داری تھا مگر آپ نے دیکھا کہ مذکورہ مترجمین اس میں ناکام ہوگئے ہیں۔

اب علمائے اہلِ سُنّت و جماعت کے ایمان افروز ترجمے ملاحظہ فرمائیں:

(☆) ’بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کوفریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا‘ (کنزالایمان)

(☆) بے شک منافق دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور وہ دھوکہ کا بدلہ دینے والا ہے‘ (معارف القرآن)

تفاسیر قرآن کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان ترجموں میں آیت کا مکمل مفہوم نہایت محتاط طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ لفظی ترجمے نہیں بلکہ تفسیری ترجمے ہیں۔

(۹) ﴿ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ﴾ (الاعراف/۵۴)

'پھر قائم ہوا تخت پر' (عاشق الٰہی میرٹھی)

'پھر قرار پکڑا اُوپر عرش کے' (شاہ رفیع الدین)

'پھر بیٹھا تخت پر' (شاہ عبدالقادر)

'پھر تخت پر چڑھا' (غیر مقلد نواب وحید الزماں)

'پھر عرش پر قائم ہوا' (غیر مقلد جوناگڑھی)

قرآنی لفظ '**استوی**' کا ترجمہ کرنے کے لئے اُردو میں ایسا کوئی لفظ نہیں کہ لفظی ترجمہ کر کے مترجم شرعی گرفت سے اپنے کو محفوظ کر سکے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بلفظہ ترجمہ فرمایا ہے:

(☆) 'پھر عرش پر **استوا** فرمایا' (جیسا اُس کی شان کے لائق ہے) (کنزالایمان)

اس سے معلوم ہوا قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کرنا ہر موقع پر تقریباً ناممکن ہے۔ ان مواقع پر ترجمہ کا حل یہ ہے کہ تفسیری ترجمہ کیا جائے تاکہ مطلب بھی ادا ہو جائے اور ترجمہ میں کسی قسم کا سقم (عیب) باقی نہ رہے۔

(۱۰) ﴿اَفَاَمِنُوۡا مَکۡرَ اللّٰہِ ۚ فَلَا یَاۡمَنُ مَکۡرَ اللّٰہِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾ (الاعراف/۹۹)

'اور کیا وہ اللہ کی چال سے بے خوف ہو گئے۔ سو اللہ کی چال سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جن کو برباد ہونا ہے' (تفہیمات' ابوالاعلیٰ مودودی)

اللہ رب العزت جل مجدہ' کی شان پاک میں 'چال' کا لفظ استعمال کرنا بتا رہا ہے کہ مترجم بالکل غیر مہذب اور بارگاہِ خداوندی کے آداب سے ناواقف ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہِ عظمت کے آداب سے واقف ان ترجموں کو ملاحظہ فرمائیں:

(☆) 'کیا اللہ کی مخفی تدبیروں سے بے خبر ہیں۔ تو اللہ کی مخفی تدبیروں سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے' (کنزالایمان)

(☆) 'کیا مطمئن ہو گئے اللہ کی ڈھیل سے۔ تو اللہ کی ڈھیل سے مطمئن نہیں ہوتے مگر تباہ ہو جانے والی قوم' (معارف القرآن)

(۱۱) ﴿وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ (الانفال/۳۰)

'اور حال یہ کہ کافر اپنا داؤ کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا اور اللہ سب داؤ والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے' (غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)

'اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے' (اشرف علی تھانوی)

' اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر ہے' (شاہ عبدالقادر)

'اور مکر کرتے تھے وہ اور مکر کرتا تھا اللہ اور اللہ تعالیٰ نیک مکر کرنے والوں کا ہے' (شاہ رفیع الدین)

'اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے' (محمود الحسن دیوبندی)

غیر مقلد اور دیوبندی ترجموں میں مکر' داؤ' فریب کے جو الفاظ استعمال ہوئے وہ شانِ الوہیت کے کسی طرح لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف مکر و فریب کی نسبت اُس کی شان میں حرف گیری کے مترادف ہے۔ یہ بنیادی غلطی صرف اس وجہ سے ہے کہ اللہ اور رسول کے افعالِ مقدسہ کو اپنے افعال پر قیاس کیا ہے اسی وجہ سے مترجمین نے

ہنسی، مذاق، ٹھٹھا، مکر، فریب، علم سے بے خبر، بدسگالی کو اس کی صفت ٹھہرایا ہے۔ اللہ پاک کی عزت افزائی کے لئے تھانوی جی نے لفظ 'میاں' استعمال کیا ہے۔ ان تمام الفاظ کو سامنے رکھ کر الوہیت کا آپ تصور کریں تو رب تعالیٰ کے بارے میں آپ کا تصور انسانوں سے عظیم تر انسان کی طرح اُبھر کر کے سامنے ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی رسول کریم ﷺ کی شان کے لائق کوئی تعریف کی جاتی ہے تو یہ چیخ اُٹھتے ہیں کہ تم نے رسول کو اللہ سے ملا دیا ...... اور خود نام نہاد موحدوں کے امام نے 'میاں' اللہ تعالیٰ کو کہہ کر عام انسانوں کے برابر لا کھڑا کیا۔

اب تفاسیر کی روشنی میں علمائے اہل سُنّت و جماعت کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں:

(☆) 'اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔ اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر' (کنز الایمان)

(☆) اور وہ اپنا داؤں کھیلتے ہیں اور اللہ داؤں کو توڑتا ہے اور اللہ داؤں کا جواب دینے میں بہتر ہے۔ (معارف القرآن)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے تفاسیر کی روشنی میں 'مکر' کا ترجمہ 'خفیہ تدبیر' کیا ہے ......اور لفظ 'مکر' کو پہلے مقام پر ترجمہ میں کافروں کی طرف منسوب کر دیا۔

حضور محدث اعظم ہند نے 'داؤں' کو کافروں کی طرف منسوب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ توڑ فرماتا ہے' بہتر جواب دیتا ہے' جیسے مرض کی نسبت کافروں کی طرف اور علاج کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف۔

(۱۲) ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ (توبہ/ ۶۷)

'یہ لوگ اللہ کو بھول گئے اور اللہ نے اُن کو بھلا دیا' (فتح جالندھری)

'وہ اللہ کو بھول گئے اللہ اُن کو بھول گیا' (شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، محمود الحسن دیوبندی)

'یہ اللہ کو بھول گئے اللہ نے انھیں بھلا دیا' (غیر مقلد جوناگڑھی)

اللہ تعالیٰ کے لئے بھلا دینا اور بھول جانے کے لفظ کا استعمال اپنے مفہوم اور معنی کے اعتبار سے کسی بھی طرح درست نہیں ہے کیونکہ بھول جانا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اس کے علاوہ بھول سے علم کی نفی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے لئے بھول جانے کا تصور عقیدۂ توحید کے مغائر اور شانِ الوہیت کے خلاف ہے۔ دیوبندی اور غیر مقلد مترجمین نے اس آیت کا لفظی ترجمہ کیا ہے جس کا غلط نتیجہ پڑھنے والے پر ظاہر ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور محدث اعظم ہند علیہما الرحمہ نے تفسیری ترجمہ کیا ہے:

(☆) 'وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا' (کنز الایمان)

(☆) 'وہ سب بھول گئے اللہ کو تو اللہ بے پرواہ ہو گیا' (معارف القرآن)

(۱۳) ﴿قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا﴾ (یونس/ ۲۱)

'کہہ دو اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلہ' (فتح جالندھری، محمود الحسن دیوبندی)

'کہہ دو اللہ بہت جلد کرنے والا ہے مکر' (شاہ رفیع الدین)

'آپ کہہ دیجئے کہ اللہ چال چلنے میں تم سے زیادہ تیز ہے' (غیر مقلد جوناگڑھی)

'اللہ چالوں میں اُن سے بھی بڑھا ہوا ہے' (عبدالماجد دریابادی)

'کہہ دے اللہ کی چال بہت تیز ہے' (غیر مقلد نواب وحید الزماں)

غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے ان ترجموں میں اللہ تعالیٰ کے لئے مکر کرنے والا' چال چلنے والا' حیلہ کرنے والا ...... جیسے الفاظ استعمال کئے گئے' حالانکہ یہ کلمات کسی بھی طرح اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔

علمائے اہلِ سُنّت نے اپنے ترجموں میں کس قدر پاکیزہ زبان استعمال کی ہے ملاحظہ فرمائیں:

(☆) 'تم فرمادو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے' (کنزالایمان)

(☆) 'کہد و کہ اللہ مکر کی خبر جلد لینے والا ہے' (معارف القرآن)

(۱۴) ﴿حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا ......﴾ (یوسف/۱۱۰)

'یہاں تک کہ پیغمبر مایوس ہوگئے اور گمان کرنے لگے کہ اُن سے غلطی ہوئی'

(عبدالماجد دریابادی)

'یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ اُن سے جھوٹ کہا گیا تھا' (محمودالحسن دیوبندی)

'یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہوگئے اور انہوں نے خیال کیا کہ (اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انہوں نے کی تھی اس میں) وہ سچے نہ نکلے' (جالندھری)

'یہاں تک کہ جب رسولوں کو ناامیدی ہوئی اور اُن کو جھوٹ کا گمان گزرا' (غیر مقلد ثناءاللہ)

'یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہوگئے اور اُن پیغمبروں کو گمان غالب ہوگیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی' (اشرف علی تھانوی)

'یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہوگئے اور (بتقاضائے بشریت) اُن کو ایسا واہمہ گزرا کہ (کہیں کسی وجہ سے) ہمارے ساتھ وعدہ خلافی تو نہیں کی گئی' (غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)

مذکورہ بالا آیت میں لفظ **'ظنوا'** (گمان' خیال) کا فاعل بالعموم رسولوں کو قرار دیتے ہوئے ترجمہ کیا گیا ہے مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور محدث اعظم ہند نے اس کا فاعل عوام کو قرار دیا ہے جو کہ قرآن کے دیگر مقامات دیکھنے کے بعد یہ اس کا عین تقاضا بھی معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہاں عوام کی بجائے' رسول رکھ کر ترجمہ کیا جائے تو بتائیے کہ رسولوں کے ایمان باللہ کی کیا حقیقت رہ جائے گی؟ مگر افسوس کہ دریدہ دہن غیر مقلد اور دیوبندی مترجمین نے اس امر کا لحاظ کئے بغیر ترجمہ کر دیا۔

غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے تراجم کو دیکھنے کے بعد انبیائے کرام کا جو Posture بنتا ہے۔ کیا یہ وہ پوسچر نہیں کہ اگر اُسے طبقہ علماء سے ہٹ کر کوئی اور بنا دیتا تو وہ انہی علماء کے فتویٰ کفر کی زَد میں ہوتا اور قابلِ گردن زدنی ہوتا بلکہ مباح الدم ہوتا ......مگر یہاں انبیاء کرام کی یہ تصویر بنانے والے' چونکہ خود علماء اور مترجمین قرآن ہیں اس لئے انہیں کون پکڑ سکتا ہے؟ کون سزا دے سکتا ہے؟

ان تراجم کی رُو سے اس کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ :

پیغمبر ناامید اور مایوس ہو جاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے جھوٹ بولا تھا......اور یہ کہ اُن کو اپنی غلط فہمی کا گمان غالب ہوتا ہے اور **(نعوذ بالله من ذلك)** وہ اس واہمہ سے بھی گزرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

کیا یہ طرزِ فکر قرآنی ہے؟ اور کیا اسے اسلامی عقیدہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ نہیں' حاشا اللہ' ہرگز نہیں ......مگر افسوس کہ دیوبندی اور غیر مقلد مترجمین نے اس مقام پر انتہائی غلط اور گمراہ کن ترجمہ کر کے' سلمان رشدی جیسے لوگوں کو Raw Material فراہم کر دیا ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی اور حضور محدث اعظم ہند کے ہاں اس آیت کا ترجمہ اپنے سیاق میں ہیرے کی طرح چمکتا دکھائی دیتا ہے:

(☆) 'یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے اُن سے غلط کہا تھا' (کنز الایمان)

(☆) 'یہاں تک کہ جب رسولوں نے جلد عذاب آنے کی اُمید چھوڑ دی اور عوام نے سمجھ لیا کہ اُن سے عذاب آنے کو جھوٹ کہا گیا تھا' (معارف القرآن)

اس ترجمہ میں رسولوں کے حوالے سے جلد عذاب کی اُمید چھوڑنے کا تذکرہ کیا گیا ہے مطلق عذاب کی اُمید چھوڑنے کا نہیں' کیونکہ رُسل عظام' اللہ کی رحمت سے کبھی نا اُمید یا مایوس نہیں ہوتے' اور چونکہ کفار پر عذاب' رسول کے حق میں رحمت ہوتا ہے اس لئے رسول' کفار پر عذاب الٰہی کی نسبت کیسے مایوس ہو سکتے ہیں؟

اس طرح کے ترجمے کی تائید قرآن مجید کی آیت ذیل سے بخوبی ہوتی ہے:

﴿وَلَا تَأۡيۡئَسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَأۡيۡئَسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ (یوسف/ ۸۷)

'اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ' (کنز الایمان)

'اور نا امید (مایوس) مت ہو اللہ کی رحمت سے۔ بیشک نہیں نا امید (مایوس) ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر کافر لوگ' (معارف القرآن)

بفحوائے آیت مبارک عام مومنین و مسلمین بھی رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہوتے۔ رسول تو پھر رسول ہیں۔ وہ کیسے مایوس ہو سکتے ہیں۔

(۱۵) ﴿وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی﴾ (طٰہٰ/۱۲۱)

’اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی بس گمراہ ہوگئے‘ (عاشق الٰہی دیوبندی)

’اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہوگیا‘ سو غلطی میں پڑ گئے‘ (اشرف علی تھانوی)

’اور آدم نے اپنے پروردگار کی‘ نافرمانی کی پس وہ بھٹک گیا‘ (محمود الحسن دیوبندی)

’آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس بہک گیا‘ (غیر مقلد جوناگڑھی)

’اور آدم سے اپنے پروردگار کا قصور ہوگیا سو وہ غلطی میں پڑ گئے‘ (عبدالماجد دریابادی)

ان ترجموں میں مترجمین نے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قصوروار‘ بہکا ہوا‘ بھٹکا ہوا اور گمراہ ٹھہرایا حالانکہ سیدنا آدم علیہ السلام ایک معصوم نبی ہیں اُن کی بارگاہ گمراہی سے پاک ہے۔ مترجمین نے عصمتِ انبیاء اور وقار انسانیت کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے یہ ترجمہ کیا ہے۔

اب اہل سُنّت و جماعت کے ان ہدایت یافتہ اور مؤید من اللہ تراجم کو دیکھیں :

(☆) اور آدم (علیہ السلام) سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی‘ (کنزالایمان)

(☆) اور بھول گئے آدم (علیہ السلام) اپنے رب کے حکم کو تو انھوں نے بھی اپنا چاہا کھودیا‘ (معارف القرآن)

سبحان اللہ ! بھولنا......اور اپنا چاہا کھونا......کیا خوب ترجمانی ہے۔ حقیقت بھی بیان ہوگئی اور نبی کی عصمت بھی محفوظ ہوگئی کیونکہ بھولنے میں ارادہ شامل نہیں ہوتا۔ گویا سیدنا آدم علیہ السلام کا یہ عمل غیر ارادی تھا ورنہ نبی‘ اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کیسے کرسکتا ہے؟ اور پھر **فغوی** کا غلطی میں پڑنے‘ بہکنے‘ بھٹکنے‘ بے راہ ہونے اور اُس کی راہ نہ پانے جیسے الفاظ سے ادائیگی مفہوم دیکھئے اور پھر’ اپنا چاہا کھونے‘ کے

الفاظ پر غور کیجئے۔ فرق صاف معلوم ہوجائے گا کہ کس کا ترجمہ عظمتِ انبیاء اور عصمتِ انبیاء کا آئینہ دار ہے؟

(۱٦) ﴿وَذَاالنُّوْنَ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَعَلَيْهِ﴾ (الانبیاء/ ۸۷)

'اور مچھلی والے (یونس) کو جب چلا گیا غصہ ہوکر پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو'

(غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

'اور مچھلی والے (یونس) کو جب چلا گیا غصہ ہوکر پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو'

(محمود الحسن دیوبندی)

'اور ذوالنون (کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہوکر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پاسکیں گے' (فتح جالندھری)

'مچھلی والے کو یاد کرو ! جب کہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اُسے نہ پکڑ سکیں گے' (غیر مقلد جونا گڑھی)

غیر مقلد اور دیوبندی مترجمین نے باطل ترجمہ کر کے حضرت سیدنا یونس علیہ السلام پر یہ بہتان لگایا کہ اُن کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قابو نہیں پاسکتا اور نہ میری پکڑ کی طاقت رکھتا ہے۔ گویا ان مترجمین کے نزدیک حضرت یونس علیہ السلام' اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ (معاذ اللہ)

ترجموں کے مفہوم سے جو مضمون مترشح ہے کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ پیغمبر علیہ السلام خود کو خدا کی پکڑ سے آزاد سمجھ رہا ہے یا یہ خیال کرر ہا ہے کہ خدا اُس پر قابو نہیں پاسکے گا؟ غرض دونوں صورتوں میں نبی کے بارے میں کیا تصور اخذ کیا جائے گا۔

تقدیسِ نبوت کو مجروح کرنے والوں کا ترجمہ دیکھنے کے بعد اب بارگاہِ نبوت کے سچے شیدائیوں کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں:

(☆) 'اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے' (کنزالایمان)

(☆) 'اور ذوالنون (مچھلی والے نبی ۔ یونس علیہ السلام) چل پڑے تھے غصے میں بھرے' پھر خیال کیا کہ ہم تنگی نہ ڈالیں گے اُن پر'۔ (معارف القرآن)

(اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو کر چل دیئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ اپنی قوم سے ناراض ہوئے کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور اتباعِ حق سے کیوں دُور بھاگتے ہیں) اور یہ خیال کیا کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کریں گے (اس معاملہ میں ہم اس پر سختی نہیں کریں گے یعنی عتاب نہ فرمائیں گے)

(۱۷) ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (الانبیاء/۱۰۷)

'اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دُنیا جہان کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لئے' (اشرف علی تھانوی)

'اور ہم نے دُنیا جہان کے لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے' (میرٹھی)

'اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر' (محمود الحسن دیوبندی)

'اے محمد ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دُنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے'

(ابوالاعلیٰ مودودی)

'اور ہم نے تم کو دُنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے' (مودودی تفسیر)

وہابیوں کے ان ترجموں میں چار طرح خیانت اور بدنیتی ہے۔ عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ فقط جلاپا اور حسد کی عداوت ہے۔

(۱) آیت کے الفاظ میں دُنیا جہان کا لفظ نہیں ہے۔

(۲) آیت میں مکلفین لوگوں کا لفظ نہیں ہے۔ یہ صرف انسانوں کو کہا جاتا ہے۔

(۳) 'بنا کر بھیجا'۔ آیت میں بنا کر لفظ نہیں ہے۔ اس خیانت نے بتایا کہ حضور نبی کریم ﷺ پہلے رحمت نہیں تھے جب بعثت ہوئی تب رحمت بنے۔

(۴) دُنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ یہ الفاظ آیت میں نہیں۔

اس ترجمہ کا مفہوم ہے کہ نبی کی ذات بالکل رحمت نہیں۔ اُن کو بھیجنا ہماری رحمت ہے۔ اگر آیت کا یہی مقصودِ بیان ہوتا تو **رَحْمَةً مِنَّا** ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہاں **عالمین** کا ترجمہ اپنی بددیانتی اور خیانت سے دُنیا والے مکلفین کرنا ہے یا یہ کہنا ہے کہ اور کسی بات کے واسطے نہیں۔ تو **رب العٰلمین** میں بھی **عالمین** کا ترجمہ صرف دُنیا والوں اور مکلفین لوگوں کا رب کہو۔ اور آدھی جہنم کیوں لیتے ہو پوری جہنم حاصل کرو۔ بہرکیف یہ علمی جہالت نہیں بلکہ حسد وعداوت کی جہالت ہے۔

اب علمائے اہلِ سُنّت کے ان تراجم کو ملاحظہ فرمائیں:

(☆) 'اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے' (کنز الایمان)

(☆) 'اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں، مگر رحمت سارے جہاں کے لئے'۔

(معارف القرآن، حضور محدث اعظم ہند)

(☆) 'اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

(ضیاء القرآن، حضرت پیر محمد کرم شاہ)

(☆) 'اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے'

(تفسیر تبیان القرآن)

رحمۃ للعٰلمین کی تفسیر صدرالافاضل سے :

صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین اشرفی مرادآبادی' خزائن العرفان میں لکھتے ہیں :

'کوئی ہو' جن ہو یا انس' مومن ہو یا کافر' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور کا رحمت ہونا عام ہے' ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا ہو۔ مومن کے لئے تو آپ دُنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اُس کے لئے آپ دُنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف (زمین میں دھنسانے کا عذاب) ومسخ (شکل بدل دینے کا عذاب) اور استیصال (کسی قوم کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا) کے عذاب اُٹھا دیئے گئے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقۃ' تامہ' کاملہ' عامہ' شاملہ' جامعہ' محیطہ' بہ جمیع مقیدات' رحمت غیبیہ وشہادت علمیہ' وعینیہ ووجودیہ وشہودیہ وسابقہ ولاحقہ وغیر ذالک' تمام جہانوں کے لئے' عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام' ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لئے رحمت ہو' لازم ہے کہ وہ تمام جہانوں سے افضل ہو'۔ (خزائن العرفان)

رحمۃ للعٰلمین کی تفسیر امام رازی سے :

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں :

'نبی ﷺ دِین میں بھی رحمت ہیں اور دُنیا میں بھی رحمت ہیں کہ نبی ﷺ کو جس وقت بھیجا گیا لوگ جہالت اور گمراہی میں تھے اور اہل کتاب میں سے یہود ونصاریٰ اپنے دِین کے معاملہ میں زحمت میں تھے' اُن کا اپنی کتابوں میں بہت اختلاف تھا' اللہ تعالیٰ نے اس وقت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا جب طالبِ حق کے سامنے نجات کا

کوئی راستہ نہیں تھا' اُس وقت آپ نے لوگوں کو حق کی دعوت دی اور نجات کا راستہ دکھایا اور اُن کے لئے احکام شرعیہ بیان کیے اور حلال اور حرام میں تمیز دی۔

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وِيُزَكِّيْهِمْ وِ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

(اٰل عمران/۱۶۴)

یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے' پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحِکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کُھلی گمراہی میں تھے۔

اور آپ دُنیا میں اس لئے رحمت ہیں کہ آپ کی وجہ سے اُن کو ذلت' قتال اور مختلف جنگوں سے نجات ملی اور آپ کے دین کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوئی'

رحمۃ للعٰلمین کی تفسیر علامہ آلوسی سے :

صاحبِ تفسیر روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں :

'اس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو صرف اس سبب سے بھیجا ہے کہ آپ تمام جہانوں پر رحم کریں یا ہم نے آپ کو صرف اس حال میں بھیجا ہے کہ آپ تمام جہانوں پر رحم کرنے والے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ تمام جہانوں میں کفار بھی شامل ہیں کیونکہ آپ کو جو دِین دے کر بھیجا ہے اس میں دُنیا اور آخرت کی سعادت اور مصلحت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کافروں میں آپ سے استفادہ کی صلاحیت نہ تھی تو انہوں نے اپنے حصہ کی رحمت کو ضائع کر دیا' جیسے کوئی پیاسا شخص دریا کے کنارے کھڑا ہو اور پانی کی

طرف ہاتھ نہ بڑھائے یا کوئی شخص دھوپ میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو تو اس سے دریا کی فیاضی اور سورج کی روشنی پہنچانے میں کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور اُن کا ہے جنھوں نے پانی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا یا روشنی کے باوجود آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ تمام ممکنات پر اُن کی صلاحیت کے اعتبار سے فیضِ الٰہی کے لئے واسطہ ہیں اسی لئے آپ (ﷺ) کا نور اوّل المخلوقات ہے' اور حدیث میں ہے اے جابر ! سب سے پہلے اللہ نے تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا' اور حدیث میں ہے اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں' اور ابن القیم نے مفتاح السعادۃ میں لکھا ہے اگر نبی نہ ہوتے تو جہان میں کوئی چیز کسی کو نفع نہ دیتی' نہ کوئی نیک عمل ہوتا' نہ روزی حاصل کرنے کا کوئی جائز طریقہ ہوتا اور نہ کسی حکومت کا قیام ہوتا اور تمام لوگ جانوروں اور درندوں کی طرح ہوتے' ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایک دوسرے سے چھین کر کھا جاتے۔ سو دُنیا میں جو بھی خیر اور نیکی ہے وہ آثارِ نبوت سے ہے اور جو شر اور بُرائی ہے وہ آثارِ نبوت کے مٹ جانے یا چھپ جانے کی وجہ سے ہے۔ پس یہ عالم ایک جسم ہے اور نبوت اس کی رُوح ہے اور جب زمین پر نبوت کے آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا' ستارے بکھر جائیں گے' سورج کو لپیٹ دیا جائے گا' چاند تاریک ہو جائے گا' پہاڑوں کو جڑ سے اُکھاڑ کر روئی کے گالوں کی طرح منتشر کر دیا جائے گا' زمین میں زلزلہ آجائے گا اور جو لوگ زمین کے اُوپر ہیں وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ پس اس جہان کا قیام آثارِ نبوت کی وجہ سے ہے اور جب نبوت کا کوئی اثر نہیں رہے گا تو یہ جہان بھی نہیں رہے گا۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ **العالمین** سے مراد صرف مومنین ہیں (جیسے محمود الحسن دیوبندی' اشرف علی تھانوی' ابو الاعلیٰ مودودی' عاشق الٰہی میرٹھی ......)

میرے نزدیک یہ لوگ اس حق پر مطلع نہیں ہو سکے جس کی اتباع واجب ہے اور حقائق پر مطلع ہو کر ان لوگوں کا رَد کرنا بہت آسان ہے اور میرا یہ نظریہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ **العٰلمین** کے ہر فرد کے لئے رحمت ہیں خواہ وہ فرشتوں کا عالم ہو یا انسانوں کا عالم ہو یا جنات کا عالم ہو' اور انسانوں میں بھی آپ مومنوں اور کافروں سب کے لئے رحمت ہیں' اسی طرح جنات میں بھی سب کے لئے رحمت ہیں' البتہ رحمت کا فیضان ہر فرد پر اُس کی صلاحیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ (روح المعانی)

رحمۃ للعٰلمین کی تفسیر علامہ سعیدی سے :

صاحبِ تفسیر تبیان القرآن علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں :

'ہمارے نزدیک اس آیتِ کریمہ کا مصداق رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراپا اور مجسم رحمت بنا کر بھیجا ہے' اور بانی جماعتِ اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے : اے محمد ! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دُنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ اس آیت کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے اور تواتر اور اجماع سے حضور ﷺ کو جو رحمۃ للعالمین کا مصداق قرار دیا گیا ہے اس کے خلاف ہے۔ اسی طرح مفسرین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہر ہر عالم کے لئے رحمت ہیں خواہ فرشتوں کا عالم ہو' جنات کا عالم ہو' انسانوں کا عالم ہو اور خواہ انسانوں میں سے کافر ہوں' مسلمان ہوں' اولیاء ہوں یا انبیاء علیہم السلام ہوں' آپ سب کے لئے رحمت ہیں' اور خواہ حیوانوں کا عالم ہو' یا نباتات کا عالم ہو یا جمادات کا عالم ہو' آپ ہر ہر عالم کے لئے رحمت ہیں۔ اس لئے محمود الحسن دیوبندی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ صرف لوگوں کے لئے رحمت ہیں اور نہ اشرف علی تھانوی کا یہ ترجمہ اور تفسیر صحیح ہے کہ آپ صرف مکلفین کے لئے رحمت ہیں۔ مکلّف ہو یا غیر مکلّف

انسان ہو، جنّ ہو یا فرشتہ، حیوان ہو یا شجر وحجر ہو آپ سب کے لئے رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ رب العٰلمین ہے اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ جس جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہے اُس اُس چیز کے لئے آپ رحمت ہیں، وجودِ عین وجود ہے اور ہر چیز کو وجود آپ کے واسطہ سے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو عطا کرنے والا ہے اور آپ ہر چیز کو تقسیم کرنے والے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم صرف اس لئے نہیں تھی کہ آپ کے فرزند ارجمند کا نام قاسم تھا، بلکہ ابوالقاسم کا معنیٰ ہے سب سے زیادہ تقسیم کرنے والے اور ابتداءِ آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک جس کو بھی جو نعمت ملتی ہے وہ آپ کی تقسیم سے ملتی ہے۔ تمام دینی اور دُنیوی اُمور میں آپ ابتداءِ آفرینش عالم سے تقسیم کرنے والے ہیں:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو — بزمِ توحید بھی دُنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے — نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل غیاب وجستجو عشق حضور واضطراب
شوکت سنجر وسلیم تیرے جلال کی نمود — فقرِ جنید وبایزید تیرا جمال بے نقاب
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے — غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِٔ سینا
نگاہِ عشق ومستی میں وہی اوّل وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

(۱۸) ﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّاۡتِ مِنۡکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفۡ لَہَا الۡعَذَابُ ضِعۡفَیۡنِ﴾ (الاحزاب/۳۰)

'اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی اُسے دوہرا، دوہرا عذاب دیا جائے گا' (غیر مقلد جوناگڑھی)

اس آیت بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ کے الفاظ کا ترجمہ دیوبندی اور غیر مقلد مترجمین نے جن الفاظ سے کیا ہے وہ درج ذیل ہیں :

۔ بے حیائی	محمود الحسن دیوبندی
۔ کھلی بے حیائی ہے	اصلاحی، جماعت اسلامی
۔ کھلی ہوئی بیہودگی	تھانوی، عبدالماجد
۔ ناشائستہ حرکت	غیر مقلد امرتسری
۔ کھلی ہوئی ناشائستہ حرکت	غیر مقلد نذیر احمد
۔ صریح فحش حرکت	مودودی، جماعت اسلامی

یہ تمام الفاظ جس امر شنیع کے غماز ہیں وہ آپ پر ظاہر ہے اُسے یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ آیت کے ترجمہ میں اگر ان میں سے کسی بھی ایک لفظ کو منتخب کر لیا جائے تو ہر اُردو داں بہ آسانی سمجھ لے گا کہ آیت کا ترجمہ کیا بتا رہا ہے...... اگر اس آیت میں خطاب عام عورتوں سے ہوتا تو شاید پھر کوئی مسئلہ نہ ہوتا ...... مگر بات یہ ہے کہ آیت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویوں کو خطاب کیا گیا ہے اور پھر بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے:

اے نبی کی بیبیو ! جو تم میں سے کھلی ہوئی بیہودگی
کرے گی اس کو دوہری سزا دی جائے گی'
(تھانوی)

بتائیے کیا اس ترجمہ کی رُو سے شانِ ازواج مطہرات متاثر ہوتی نظر نہیں آئی ؟ کیا اس ترجمہ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے کوئی ایسی بات صادر ہونے والی تھی، اس لئے انہیں تنبیہ کی گئی ہے؟

اے کاش ! دیوبندی اور غیر مقلد مترجمین نے ازواجِ مطہرات کے رُتبہ عالیہ کے پیشِ نظر ان الفاظ کو ذرا دقتِ نظر سے دیکھ لیا ہوتا تو شاید اتنے سخت الفاظ نہ لکھتے ۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہاں بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ سے مراد نبی کی نافرمانی کو بھی لیا جاسکتا تھا (جو کہ اُن کا شوہر بھی تھا) یا پھر اُن اُمور کو جو آپ کی تکلیف اور حزن کا موجب ہوں ......اس طرح سوئے خلق اور نشوز کو بھی مراد لیا جاسکتا تھا......البتہ زنا یا مبادیات زنا یہاں مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ ﷺ کی معصومیت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کی بیویوں سے ایسے امر کا ارتکاب بلکہ ارادہ ارتکاب نہ صرف ارادہ بلکہ شائبہ ارادہ بھی نہ ہو کہ جس سے آخرالامر آپ کی تربیت اور رفاقت پر حرف آئے ۔

اب علمائے اہلِ سُنّت و جماعت کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں :

(☆) اے نبی کی بیبیو ! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دونا عذاب ہوگا' (کنزالایمان)

(☆) اے آنحضرت کی بیبیو ! جو کر لائے تم میں سے کوئی کھلی نافرمانی تو دونا کیا جائے گا اس کا عذاب ڈبل' (معارف القرآن)

سچ کہیئے کہ اس ترجمہ میں کھلی نافرمانی کے الفاظ' دوسروں کے مقابلے میں نسبتاً بہتر معلوم ہوتے ہیں یا نہیں ؟

(۱۹) ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (احزاب/۴۰)

اس آیت میں خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا کیا معنیٰ ہے؟ اس سلسلہ میں بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی رقمطراز ہیں :

’عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں‘ (تحذیرالناس)

مسئلہ : حضور ﷺ کا نامِ مبارک لکھے تو دُرود شریف ضرور لکھے کہ بعض علماء کے نزدیک اس وقت دُرود شریف لکھنا واجب ہے۔ (بہارِ شریعت) دُرودِ شریف یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے صلعم، عم، صـ ، ؑ لکھنا ناجائز وسخت حرام ہے۔ انگریزی میں لفظ محمد کا اختصار .MD یا .Mohd کیا جاتا ہے اسطرح لکھنا جائز نہیں بلکہ Mohammed لکھا جائے) یونہی رضی اللہ عنہ کی جگہ رضـ ۔ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ رحـ لکھتے ہیں یہ بھی نہ چاہئے۔ جن لوگوں کے نام محمد ، احمد، علی، حسن، حسین ہوتے ہیں اُن ناموں پر صـ رضـ رحـ بناتے ہیں یہ بھی ممنون ہے کہ اس جگہ یہ شخص مُراد ہے اس پر دُرود کا اشارہ کیا معنٰی ؟ (بہارِ شریعت)

☆ حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ’پہلا شخص جس نے دُرود شریف کا اختصار ایجاد کیا اُس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا‘ صرف مال کی چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو اس بدنصیب نے مال نہیں بلکہ عظمتِ مصطفٰے ﷺ کی چوری کرنے کی کوشش کی تھی۔

تحذیرالناس کی مفصل عبارت اور اُس پر مدلل نقد و نظر ملاحظہ کرنے کے لئے حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کا رسالہ ’نظریہ ختم نبوت اور تحذیرالناس‘ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مقام تفصیلات کا متحمل نہیں۔

تحذیرالناس کے ذریعہ قاسم نانوتوی نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین کا یہ معنیٰ سمجھنا کہ حضور اقدس ﷺ سب سے پچھلے نبی ہیں یہ تو ناسمجھ

لوگوں کا خیال ہے۔سمجھ دار لوگوں کے نزدیک یہ معنٰی غلط ہیں کیونکہ زمانہ کے لحاظ سے سب سے پہلے یا سب سے پیچھے ہونا اپنے اندر بالذات کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ اب تک تمام اگلے پچھلے اولیاء' علماء اور عوام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور سید المرسلین ﷺ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ یہی معنٰی تمام ائمہ اسلام' صوفیاء عظام' متکلمین فخام' فقہائے اعلام اور مفسرین عالی مقام نے بتائے۔ یہی معنٰی صحابہ کرام نے تابعین کو سمجھائے بلکہ یہی معنٰی سیکڑوں حدیثوں سے ثابت ہے۔ الغرض خاتم النبیین کا یہی معنٰی مُراد لینا ضروریاتِ دین میں سے ہے لہذا جو شخص اس معنٰی کے علاوہ کوئی دوسرا معنٰی بتائے وہ شرعی اصطلاح میں کافر و مرتد ہے۔ قاسم نانوتوی نے اسی اجماعی اتفاقی معنٰی کا انکار کرتے ہوئے قرآن مجید' حدیث شریف اور لغت عربی کے خلاف خاتم النبیین میں خاتم کا ایک نیا معنٰی خاتم ذاتی گڑھا ہے۔اس اعتراف کے ساتھ کہ یہ معنٰی آفرین خود انہی کی اپنی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے اس نئے معنٰی کو ثابت کرنے کے لئے تحذیر الناس میں پورا زُور لگا دیا ہے۔

نبی آخر الزماں حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کوئی نبی تھا اور نہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا ہوگا۔ منکر ختم نبوت بانی دار العلوم دیو بند محمد قاسم نانوتوی نے عقیدۂ ختم نبوت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے اور ضرب لگانے کی مذموم کوشش کی ہے۔ قاسم نانوتوی نے حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد بھی دوسرے نبی کا امکان ظاہر کیا ہے عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے جھوٹی نبوت کا دروازہ کھولا اور نام نہاد اہلحدیث کے پَروَرْدہ اور ڈپٹی نذیر احمد کے تربیت یافتہ مرزا غلام احمد قادیانی کو داخل کر دیا۔

ان حالات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں کہ جب اسلام وایمان کا ادِعاء کرنے والوں کی بے حیائی و بے شرمی اس قدر بڑھ جائے کہ وہ علانیہ کلام الٰہی کے کلمات کے اجماعی' ایقانی' ایمانی معنٰی سے انکار کرنے لگیں اور کفر وارتداد کا دروازہ کھول دیں تو کیا ایسے مؤمنین صالحین کی ضرورت نہ محسوس کی جائے گی جو قرآنی نظریات' اسلامی عقائد اور ارشاداتِ ربّانی کے مفاہیم ومعانی کی حفاظت اپنے ترجمہ قرآن کے ذریعہ کرے؟ ملاحظہ فرمائیں :

(☆) محمد (ﷺ) تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے' (کنزالایمان)

(☆) 'نہیں ہیں محمد (ﷺ) کسی کے بھی باپ تم مَردوں سے لیکن اللہ کے رسول اور سارے نبیوں میں پچھلے زمانہ والے' (معارف القرآن)

(۲۰) ﴿فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِكَ﴾ (شوریٰ/۲۴)

'اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دِل پر مہر لگا دے' (غیر مقلد جوناگڑھی)

'اگر اللہ چاہے تو (اے نبی) تیرے دِل پر مہر لگا دے' (غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری)

'سو اگر خدا چاہے تو آپ کے دِل پر بند لگا دے' (اشرف علی تھانوی)

'سو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب پر مہر لگا دے' (عبدالماجد دریابادی)

'اگر خدا چاہے تو اے محمد تمہارے دِل پر مہر لگا دے' (فتح محمد جالندھری)

'پس اگر چاہتا اللہ مہر کر دیتا اُوپر دِل تیرے' (غیر مقلد جوناگڑھی)

غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے ترجموں سے یہ اندازہ ہوتا ہے ﴿خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ﴾ کہ بعد مہر لگانے کی کوئی جگہ تھی تو یہی تھی۔ صرف ڈرا دھمکا کر چھوڑ دیا۔

کس قدر بھیانک تصور ہے؟ وہ ذاتِ اطہر کہ جس کے سَر مبارک پر اسریٰ کا تاج رکھا گیا۔ آج اُس سے فرمایا کہ ہم چاہیں تو تمہارے دِل پر مہر لگا دیں۔ (معاذ اللہ)

یہ بدعقیدہ مترجمین جس فکر و ذہن سے ترجمہ کر رہے ہیں ذرا وہ آیات بھی ملاحظہ فرمائیں:

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ (البقرۃ/۷)

'مہر لگا دی اللہ نے اُن کے دِلوں پر' اور اُن کی سماعت پر' اور اُن کی آنکھوں پر گہرا پردہ ہے'

﴿وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ (التوبہ/۸۷)

'اور مہر لگا دی گئی اُن کے دلوں پر تو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔'

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ (محمد/۱۶)

'یہی وہ (بدبخت) ہیں مہر لگا دی ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنی خواہشوں کی۔'

﴿فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ (المنٰفقون/۳)

'پس مہر لگا دی گئی اُن کے دلوں پر تو (اب) وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔'

منافقین کے دِل میں بدعقیدگی اور حضور نبی کریم ﷺ کی دشمنی کا مرض تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے کرتوتوں کے باعث اُن کے دلوں پر مہر لگا دی کہ اُن میں وعظ و نصیحت اثر نہ کرے' کفر کو بڑھا دیا۔ سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اُن گستاخوں کے دِلوں پر مہر لگا دی۔ اب وہ ایمان لانا بھی چاہیں تو ایمان نہیں لا سکتے۔ اور اُن سے حق پذیری کی استعداد چھین لی اور اُن کے دل کی وہ آنکھ ہی اندھی کر دی جو نورِ حق کو دیکھ سکتی ہے۔

کاش! دیوبندی اور غیر مقلد مترجمین تفاسیر کی روشنی میں ترجمہ کرتے تو اُن کی نوکِ قلم سے رحمتِ عالم کا قلبِ مبارک محفوظ رہتا۔

اب ان عاشقوں کے ترجمے بھی ملاحظہ فرمائیں :

(☆) ’اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دِل پر اپنی رَحمت وحفاظت کی مہر لگا دے‘ (کنزالایمان)

(☆) ’اگر اللہ چاہے تو حفاظت کی مہر لگا دے تمہارے دِل پر‘ (معارف القرآن)

(۲۱) ﴿مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ﴾ (شوریٰ/۵۲)

’تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان‘ (شاہ عبدالقادر)

’تم نہ کتاب جانتے تھے اور نہ ایمان‘ (فتح محمد جالندھری)

’نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان‘ (شاہ رفیع الدین)

’آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے‘ (غیر مقلد جوناگڑھی)

’تو نہ جانتا تھا کتاب کیا ہوتی ہے نہ ایمان (کی تفصیل) جانتا تھا‘ (غیر مقلد امرتسری)

’تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے؟ اور نہ جانتے تھے کہ ایمان کسے کہتے ہیں‘ (غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)

’آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہائی کمال کیا چیز ہے‘ (اشرف علی تھانوی)

غیر مقلد اور دیوبندی مترجمین کا ناشائستہ لب ولہجہ دیکھئے‘ ظہورِ نبوت سے قبل حضور انور ﷺ کے مومن ہونے کی نفی کر رہے ہیں۔

حضور ﷺ ہی ساری مخلوق میں اول المسلمین ہیں‘ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ﴾ (الانعام/۱۶۴)

آپ فرمایئے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا' نہیں کوئی شریک اس کا' اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

انبیاء کرام ایک آن کے لئے بھی رب تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے۔عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا: ﴿اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ﴾ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ میں صاحب کتاب نبی ہوں۔ مجھے رب نے نماز زکوٰۃ اور ماں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں **ارسلت الی الخلق کآفۃً** (مسلم شریف) میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ کائناتِ ارضی وسماوی میں کوئی شیئے ایسی نہیں جو سید عالم ﷺ کی رسالت کی قائل نہ ہو۔ سرکار رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مَا مِنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یَعۡلَمُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَّا کَفَرَةَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ** دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ کا رسول نہ مانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں مگر یہ سرکش انسان' سرکش جن نہیں مانتا۔ یعنی کافر جنّ اور کافر انسانوں کے علاوہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ جانتا ہے کہ **اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ** میں اللہ کا رسول ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ کو لوح وقلم کا علم ہی نہیں بلکہ **ماکان وما یکون** کا علم ہے۔ غیر مقلد اور دیو بندی مترجمین کہہ رہے ہیں کہ معاذ اللہ آیت مذکورہ کے نزول سے پہلے مومن بھی نہ تھے کیونکہ مترجمین کے تراجم کے مطابق ایمان سے بھی نا بلد تھے تو غیر مسلم ہوئے۔ موحد بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ بھی آپ کی بعثت سے پہلے مومن ہوتا ہے۔(بعد میں رسالت پر ایمان لانا شرط ہے)۔تراجم مذکورہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی خبر حضور ﷺ کو بعد میں ہوئی۔

اب علمائے اہل سُنّت و جماعت کے ان ترجموں کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

(☆) 'اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل' (کنزالایمان)

(☆) 'تم قیاس نہیں کر سکتے تھے کہ کیا چیز ہے کتاب اللہ نہ ایمان کا' (معارف القرآن)

یہاں ورایت کی نفی ہے یعنی آپ ایمان اور کتاب کو اٹکل وقیاس سے نہ جانتے تھے' مطلقاً علم کی نفی نہیں کیونکہ حضور ﷺ وحی آنے سے پہلے عابد' زاہد' متقی پرہیزگار تھے بلکہ پہلی وحی اعتکاف وعبادت کی حالت میں آئی۔ نبی کسی وقت ایمان سے بے خبر نہیں ہوتے۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب پہلی وحی لائے تو حضور ﷺ نے یقینی طور پر یہ بھی جان لیا کہ یہ جبریل ہیں اور یہ بھی کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ قرآن ہے' یہ بھی کہ یہ رب کے بھیجے ہوئے ہیں اسی لئے نہ تو حضور ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو' نہ یہ کہ تم اپنی طرف سے یہ باتیں کر رہے ہو' یا قرآن سُنا رہے ہو۔ اگر آپ کو ان تمام باتوں کا علم نہ ہوتا تو یہ آیت حضور ﷺ کے لئے مشکوک رہتی' حالانکہ قرآن میں شک کفر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لاریب فیه﴾۔ ورقہ بن نوفل کے پاس جانا انہیں ایمان بخشنے کے لئے تھا نہ کہ اپنی تسلی کے لئے۔ (نورالعرفان)

(۲۲) ﴿اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ (الفتح/۱)

' بیشک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے' (غیر مقلد جوناگڑھی)

' ہم نے فیصلہ کر دیا ترے واسطے صریح فیصلہ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے' (شاہ عبدالقادر)

’ تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر۔ تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا نے جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ پیچھے ہوا‘ (شاہ رفیع الدین دہلوی)

’ بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کردے‘ (عبدالماجد دریابادی)

’ اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی اورحقیقت ہم نے تمہاری کھلم کھلا فتح کرادی تا کہ تم اس فتح کے شکریہ میں دین حق کی ترقی کے لئے اور زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلے میں تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردے‘ (غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)

’ بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے‘ (اشرف علی تھانوی)

’ ہم نے فیصلہ کردیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے‘ (محمود الحسن دیوبندی)

’اے نبی (علیہ السلام) ہم نے تجھے کھلی فتح دی ہوئی ہے (جو عنقریب ظاہر ہوگی) تا کہ خدا تجھ پر ظاہر کرے کہ اُس نے تیرے اگلے پچھلے سارے گناہ بخشے ہوئے ہیں‘ (غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری)

’اے نبی ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کردی: تا کہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی کوتاہی سے درگزر فرمائے‘ (ابوالاعلیٰ مودودی‘ جماعت اسلامی)

غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے ترجموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی معصوم ماضی میں بھی گناہ گار تھا‘ مستقبل میں بھی گناہ کرے گا...... مگر فتح مبین کے صدقہ میں اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے ...... اور آئندہ بھی گناہِ رسول معاف ہوتے رہیں گے۔

جب نبی معصوم گناہ گار ہو تو لفظ عصمت کا اطلاق کس پر ہوگا؟ عصمتِ انبیاء کا

تصور اگر جزو ایمان ہے تو کیا گناہ گار اور خطا کار نبی ہوسکتا ہے؟ اقوال صحابہ اور مفسرین کی توجیہات سے ہٹ کر ترجمہ کرنے پر کس نے اُن کو مجبور کیا؟

اب علمائے اہل سُنّت و جماعت کے یہ ترجمے بھی ملاحظہ فرمائیں :

(☆) 'بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے' (کنزالایمان)

(☆) 'بیشک ہم نے فتح دے دی تمہیں روشن فتح' تا کہ بخش دے تمہارے سبب سے اللہ' جو پہلے ہوئے تمہارے اور جو پچھلے ہیں' (معارف القرآن)

ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور محدث اعظم ہند علیہا الرحمہ کا جوش عقیدت جناب ختمی مرتبت کے لئے اپنے کمال پر ہے...... اُن کو بھی ترجمہ کے وقت یہ تشویش ہوئی ہوگی کہ عصمتِ رسول پر حرف نہ آئے......اور قرآن کا ترجمہ بھی صحیح ہو جائے...... وہ عقیدت بھری نگاہ جو آستانہ رسول ﷺ پر ہمہ وقت بچھی ہوئی ہے اُس نے دیکھا کہ ' لَكَ' میں 'ل' سبب کے معنی میں مستعمل ہوا ہے لہذا جب حضور کے سبب سے گناہ بخشے گئے تو وہ شخصیتیں اور ہوئیں جن کے گناہ بخشے گئے...... اہل بصیرت کے لئے اشارہ کافی ہے کہ معنویت سے بھرپور روشن فتح کے مطابق ترجمہ فرما دیا۔

(۲۳) ﴿اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ (الرحمٰن/۱)

'رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا اور اُسے بولنا سکھایا'

(غیر مقلد جونا گڑھی)

'رحمٰن نے سکھایا قرآن' بنایا آدمی' پھر سکھائی اُس کو بات' (شاہ عبدالقادر)

'رحمٰن نے سکھایا قرآن' پیدا کیا آدمی کو' سکھایا اُس کو بولنا' (شاہ رفیع الدین)

’خدائے رحمٰن ہی نے قرآن کی تعلیم دی‘ اُسی نے انسان کو پیدا کیا‘ اُس کو گویائی سکھائی‘

(عبدالماجد دریابادی)

’رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی‘ اُس نے انسان کو پیدا کیا‘ پھر اُس کو گویائی سکھائی‘

(اشرف علی تھانوی)

’جنوں اور انسانوں پر خدا رحمٰن کے جہاں اور بے شمار احسانات ہیں ازاں جملہ یہ کہ اس نے قرآن پڑھایا اُسی نے انسان کو پیدا کیا پھر اُس کو بولنا سکھایا‘ (غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)

دیوبندیوں اور غیر مقلدین کے تمام ترجموں میں ہے کہ رحمٰن نے سکھایا قرآن۔ سوال پیدا ہوتا ہے کس کو قرآن سکھایا؟ اس سے کون انکار کرسکتا ہے خود قرآن شاہد ہے

﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ﴾ (نسآء/۱۱۳) اور اللہ نے آپ ﷺ کو وہ سب علم عطا کردیا ہے جو آپ نہ جانتے تھے۔

آدمی کو پیدا کیا۔ وہ کون انسان ہے؟ مترجمین نے لفظ بہ لفظ ترجمہ کردیا۔ بعض تراجم میں اپنی طرف سے بھی الفاظ استعمال کئے گئے ...... پھر بھی لفظ انسان کی ترجمانی نہ ہوسکی۔ اب آپ اُس ذات گرامی کا تصور کریں جو اصل الاصول ہیں۔ جن کی حقیقت ام الحقائق ہے۔ جن پر تخلیق کی اساس رکھی گئی۔ جو مبدء خلق ہیں۔ رُوح کائنات‘ جان انسانیت ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا۔ **الانسان** سے جب حضور سرور کونین ﷺ کی شخصیت کا تعین ہوگیا تو اُن کی شان کے لائق تعلیم بھی۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف) ہونی چاہئے‘ چنانچہ عام مترجمین کی روش سے ہٹ کر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: **ماکان ومایکون** کا بیان انہیں سکھایا‘

اس جگہ گستاخِ رسول ذہن میں ضرور یہ سوال اُبھر سکتا ہے یہاں **ماکان ومایکون** کا بیان سکھانا' کہاں سے آ گیا'؟ یہاں تو مراد 'بولنا سکھانا' ہے......اس کا جواب یہ ہے کہ **ماکان ومایکون** کا علم لوح محفوظ میں اور لوح محفوظ' قرآن شریف کے ایک جز میں۔ اور قرآن کا بیان (جس میں **ماکان ومایکون** بھی شامل ہے) سکھایا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور محدث اعظم ہند علیہما الرحمہ کے تراجم ملاحظہ فرمائیں:

(☆) 'رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا' انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا' **ماکان ومایکون** (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا بیان انہیں سکھایا' (کنزالایمان)

(☆) مہربان اللہ نے۔سکھا دیا قرآن۔ پیدا فرمایا اُس انسان (محمد ﷺ) کو۔ اور بتا دیا اُسے (محمد ﷺ کو) کھول کر (تفصیلاً تمام علوم)' (معارف القرآن)

(۲۴) ﴿**یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ**﴾ (التحریم/۱)

'اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے اُسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں'

(غیر مقلد جوناگڑھی)

'اے نبی! تم اپنی بیویوں کی دلداری میں وہ چیز کیوں حرام ٹھہراتے ہو' جو اللہ نے تمہارے لئے جائز کی ہے' (اصلاحی' جماعت اسلامی)

'اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اُوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں (پھر وہ بھی) اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے' (اشرف علی تھانوی)

اس آیت کا سب سے محتاط ترجمہ حضور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔اُن کے ہاں خوبیِ الفاظ کا استعمال دیکھئے' فرماتے ہیں :

(☆) 'اے آنحضرت کیوں پرہیز کرو تم اس سے کہ حلال فرما دیا جسے اللہ نے تمہاری خاطر۔تم چاہتے ہو اپنی بیبیوں کی خوشی' (معارف القرآن)

فرق دیکھئے۔ سب کے ہاں حضور نبی کریم ﷺ' اللہ کے حلال کو حرام کر رہے ہیں مگر حضور محدث اعظم ہند کے ہاں' وہ اللہ کے حلال کو حرام نہیں کر رہے ہیں اور وہ کر بھی نہیں سکتے۔ یہ اُن کی شان نبوت سے بعید ہے کہ وہ اللہ کے حلال کو حرام یا اُس کے حرام کو حلال کرے۔ ہاں وہ کسی امر حلال سے پرہیز کر سکتے ہیں۔ اُردو میں لفظ حرام جس سنگینی مفہوم پر مشتمل ہے وہ محتاج بیان نہیں مگر افسوس کہ ان مترجمین کو اس لفظ کی سنگینی نہ سوجھی۔ بلاشبہ اس مقام پر حضور محدث اعظم ہند کا ترجمہ انفرادیت کا حامل ہے۔

(۲۵) ﴿لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ﴾ (القیٰمۃ/۱)

'میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی' (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

'میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی' (غیر مقلد جوناگڑھی)

مقامِ عبرت ہے کہ دیوبندی مکتبِ فکر کے تھانوی جی اور غیر مقلد جوناگڑھی دونوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں 'قسم کھاتا ہوں' کا نازیبا محاورہ استعمال کر دیا۔ دیوبندی اور غیر مقلد کی فکری ہم آہنگی اور ذہنی توافق دیکھئے ...... عقیدہ' فکر اور بولی سب ایک ہی ہے۔

صاحبِ تفسیر اشرفی حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

'دیکھو قرآنِ کریم عرب کی زبان پر نازل فرمایا اور عرب کا طریقہ ہے کہ جب کسی بات کی

تاکید وتوثیق پیش کرتے تو قسمیں کھاتے تھے تو رب تبارک وتعالیٰ نے بھی اُن کے طرزِ کلام کی رعایت فرماتے ہوئے قسم ارشاد فرمایا۔ عموماً لوگ یہ کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے قرآن میں فلاں کی قسم کھائی۔ کبھی یہ نہ کہو کہ قسم کھائی کیونکہ رب تبارک وتعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔ اگر کہنا ہو تو یہ کہو کہ قسم ارشاد فرمایا' یا قسم یاد فرمایا'۔

اب قرآن مجید کے ایمان افروز تراجم جو پاکیزہ محاورے پیش کررہے ہوں ملاحظہ فرمائیں:

(☆) 'روزِ قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں' (کنزالایمان)

(☆) 'نہیں کیا میں قسم یاد کرتا ہوں قیامت کے دن کی' (معارف القرآن)

(۲۶) ﴿لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ (البلد/۱)

'قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور تجھ کو قید نہ رہے گی' (شاہ عبدالقادر)

'قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی اور تو داخل ہونے والا ہے بیچ اس شہر کے' (شاہ رفیع الدین)

'میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی' (اشرف علی تھانوی)

'میں قسم کھاتا ہوں اس شہر مکہ کی' (محمودالحسن دیوبندی)

'میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں' (غیر مقلد جوناگڑھی)

'نہیں میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی' (ابوالاعلی مودودی)

اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے بے نیاز ہے۔ غیر مقلد اور دیوبندی مترجمین نے اپنے محاورہ کا اللہ کو کیوں پابند کیا۔ کیا اس لئے کہ اُس بے نیاز نے کچھ نہیں کھایا تو کم سے کم قسم ہی کھائے؟

اہل سُنّت و جماعت کے یہ مترجمین نے کس خوش اسلوبی سے ترجمہ فرمایا:

(☆) 'مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو' (کنزالایمان)

(☆) 'مجھے قسم ہے اس شہر کی کہ تم چلنے پھرنے والے ہو اس شہر میں' (معارف القرآن)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور محدث اعظم ہند نے عقیدۂ توحید اور شان الوہیت کا نہایت ہی خوبصورت اور احسن طریقہ سے اظہار کیا ہے ...... وفادار اُمتی کی حیثیت سے ترجمہ میں عظمتِ رسالت کو بھی بہت ہی خوبصورتی سے اُجاگر کیا ہے۔

(۲۷) ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ (الضحیٰ/ ۷)

'اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی' (شاہ عبدالقادر)

'اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی' (محمود الحسن دیوبندی)

'اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا' پس راہ دِکھائی' (شاہ رفیع الدین)

'اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا' (عبدالماجد دریابادی)

'اور تم کو دیکھا کہ راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہو تو تم کو دین اسلام کا سیدھا راستہ دِکھا دیا' (غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد دہلوی)

'اور تم کو بھٹکا ہوا پایا اور منزلِ مقصود تک پہنچایا' (مقبول شیعہ)

'اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت) سے بے خبر پایا سو آپ کو (شریعت کا) راستہ بتلا دیا' (اشرف علی تھانوی)

'اور تجھے راہ بھولا کر ہدایت نہیں دی؟ (غیر مقلد محمد جوناگڑھی اہل حدیث)

'اور تجھے (دینی مسائل کی تفصیل سے) بے خبر پایا تو رہنمائی کی' (غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری)

ان مترجمین کی نظر الفاظِ قرآنی کی رُوح تک نہیں پہنچ سکی اور اُن کے ترجمہ سے قرآن کریم کا مفہوم ہی بدل گیا ہے بلکہ معنوی تحریف ہوگئی ہے۔ حرمتِ قرآن' عصمت انبیاء اور وقار انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچی ہے۔

آیت مذکورہ میں لفظ 'ضَآلًا' استعمال ہوا ہے بد مذہب مترجمین نے یہ نہ دیکھا کہ ترجمہ میں کس کو بھٹکتا' بے خبر' راہ بھولا' شریعت سے بے خبر' کہا جارہا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی عصمت باقی رہتی ہے یا نہیں' اس کی پروا نہیں۔ کاش یہ مترجمین تفاسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد ترجمہ کرتے یا کم از کم اس آیت کے سیاق وسباق (اول وآخر) ہی بغور دیکھ لیتے۔ انداز خطاب باری تعالیٰ پر نظر ڈال لیتے۔ ایک طرف تو ﴿مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى﴾ اے محبوب ! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا' اور بیشک ہر آنے والی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے' اور (اے محبوب!) بیشک عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔

دوسری طرف اس کے بعد ہی رسولِ ذیشان کی گمراہی کا ذکر کیسے آگیا؟ آپ خود غور کریں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر کسی لحظہ گمراہ ہوتے تو راہ پر کون ہوتا؟ یا یوں کہئے جو خود بھٹکتا پھرا ہو' راہ سے بے خبر' راہ بھولا ہوا ہو وہ ہادی کیسے ہوسکتا ہے؟ اور خود قرآن مجید میں نفیِ ضلالت (حضور نبی مکرم ﷺ کے گمراہ ہونے کی نفی) کی صراحت موجود ہے۔ ﴿مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾ (النجم) تمہارے صاحب (آقا' نبی کریم ﷺ) نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ (تمہارا زندگی بھر کا ساتھی نہ راہِ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا)۔

صاحبکم سے مُراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات ہے۔ صاحب کا معنی سید

اور مالک بھی ہے کہتے ہیں **صاحب البیت** گھر کا مالک اور اس کا معنیٰ ساتھی اور رفیق بھی ہے لیکن صرف ایسے ساتھی کو صاحب کہا جاتا ہے جس کی رفاقت اور سنگت بکثرت ہو۔ حضور ﷺ کو سب کا ساتھی فرمایا' کیونکہ حضور جان کے' ایمان کے ساتھی ہیں جہاں سب ساتھ چھوڑ دیں گے قبر وحشر وغیرہ میں حضور وہاں ساتھ ہیں۔

حضور ﷺ نے جب توحید کی دعوت کا آغاز کیا اور اہلِ مکہ کو کفر وشرک سے باز آنے کی تبلیغ شروع کی تو اہلِ مکہ نے کہنا شروع کیا کہ آپ گمراہ ہو گئے ہیں' اپنی قوم کا راستہ چھوڑ دیا ہے اُن کا عقیدہ بگڑ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے قول' عمل اور کردار میں گمراہی کا نام ونشان تک نہیں۔ اُن کے عقیدہ میں کوئی غلطی اور کجی نہیں اور **صاحبکم** فرما کر اپنے حبیب کی کتابِ حیات کھول کر اُن کے سامنے رکھ دی یعنی یہ کوئی اجنبی نہیں جو دیارِ غیر سے آ کر یہاں فردکش ہو گئے ہیں اور نبوت کا دھندا شروع کر دیا ہے تم اُن کے ماضی سے' اُن کے خاندانی پس منظر سے' اُن کے اطوار واحوال سے اور سیرت وکردار سے اچھی طرح واقف ہو۔ اُن کا بچپن تمہارے سامنے گزرا' اُن کا عہد شباب اسی ماحول میں اور تمہارے اس شہر میں بسر ہوا۔ انہوں نے تمہارے ساتھ اور تمہارے سامنے کاروبار بھی کیا ہے سماجی' قومی اور ملکی مسائل میں اُن کی فراست کے تم چشم دید گواہ ہو۔ اُن کی کتاب زیست کا کون سا باب ہے جو تم سے پوشیدہ ہے' کون سا ورق ہے جو تم سے مخفی ہے جب اُن کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ' پھول کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی طرح بے داغ ہے تو تمہیں اُن پر ضلالت وغوایت کے الزام لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو گمراہ اور راہِ حق سے بے خبر کہنا کفار کی پُرانی عادت ہے۔ رب تعالیٰ نے حضور ﷺ سے دو چیزوں کی نفی فرمائی۔ حضور ﷺ کا قلب بُرے

خیالات اور حضور کا قالب ناپسندیدہ افعال سے ہمیشہ ہی محفوظ رہا۔ جب ایک مقام پر ربِ کریم گمراہ اور بے راہی کی نفی فرمارہا ہے تو دوسرے مقام پر خود کیسے گمراہ ارشاد فرمائے گا؟ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت سے نہیں ٹکرائے گی، قرآنی آیات میں تضاد (Contradiction) نہیں ہے۔

اب عشق رسول ﷺ سے سرشار، منشاء خداوندی کے مطابق ان عاشقوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

(☆) 'اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی' (کنزالایمان)

(☆) 'اور پایا تمہیں متوالا تو اپنی راہ دے دی' (معارف القرآن)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ 'کنز الایمان' اور حضور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ 'معارف القرآن' میں ادب رسالت کا پہلو تو جداگانہ اور امتیازی شان کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ان بزرگوں کی ساری زندگی عشق و ادب مصطفوی ﷺ کی تعلیم اور پاس ادب سے نابلد لوگوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں بسر ہوئی۔

آیت ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾ کا ترجمہ اہل علم کے لئے ایک آزمائش سے کم درجہ نہیں رکھتا تھا۔ اکثر مترجمین کے تراجم بلا شک وشبہ شانِ رسالت اور ادب بارگاہِ مصطفوی ﷺ کے منافی تھے۔ مترجمین کے ہاتھ سے بوجوہ ادب رسالت کا دامن چھوٹ گیا تھا اور وہ اس حقیقت سے صرف نظر کر بیٹھے کہ اللہ کا کلام جو اُترا ہے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا) کا مصداق بن کر ہے اور جو حضور ﷺ کی نسبت ﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (الشوریٰ/۴۲) (اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو) کا دعویٰ کرتا ہے تو ایسے معظم و اعلیٰ مرتبت رسول کی نسبت یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ راہِ حق سے بھٹکا ہوا، بے خبر یا گم کردہ راہ تھا کتنا بڑا ظلم ہے

یہ سوءِ ادبی ہے اور حدِ ادب سے باہر ہونا ہلاکت ہے۔ جس کا اپنا یہ عالم ہو کہ وہ راہِ صواب سے بھٹکا ہوا ہو کس طرح دوسروں کو ہدایت کی دولت سے بہرہ ور کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ **ضال** کا ایک معنی گمراہ بھی ہے لیکن اس کی نسبت ختمی مرتبت ﷺ کی طرف کرنے کا تصور بھی منافی ایمان ہے۔

امام صاوی، امام رازی، امام اصفہانی، علامہ خازن دیگر متعدد مفسرین اور علمائے لغت نے بھی **ضال** کا معنی کسی کے عشق ومحبت اور شوقِ ملاقات میں یوں خود رفتہ ہو جانا کہ اپنی بھی خبر نہ رہے، یہی بیان کیا ہے اور یہ معنی خود قرآن سے ثابت ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت وفرقت میں رو رو کر اپنی بینائی متاثر کر بیٹھے تھے ایک روز جب اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ مجھے اپنے بیٹے یوسف کی بو آرہی ہے تو وہ کہنے لگے: ﴿**قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ**﴾ (یوسف/ ۹۵) خدا کی قسم آپ اپنی پرانی خود رفتگی میں ہیں۔ اس قرآنی مثال کے ذریعے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ خود رفتگی اور استغراق محبت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

☆ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں : **اشــارة الی شغفه یوسف وشوق الیه** ضلال سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام سے محبت اور اُن کا شوق مُراد ہے۔ امام راغب اصفہانی اس پر قرآن پاک سے تائید پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زلیخا کو طعنہ دیتے ہوئے مصر کی عورتوں نے کہا تھا: ﴿**قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ**﴾ (یوسف/ ۳۰) اُس کی محبت نے اُسے دیوانہ کر دیا ہے (اس کا دل یوسف کی محبت سے لبریز ہے) ہم تو اُسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں (ہم اُسے اُس کی محبت اور شوق میں ہی ڈوبی ہوئی پاتی ہے)۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

☆ جب پانی دودھ میں ملا دیا جائے اور پانی پر دودھ کی رنگت وغیرہ غالب آجائے تو عرب کہتے ہیں **ضل الماء فی اللبن** کہ پانی دودھ میں غائب ہوگیا۔ اس استعمال کے مطابق آیت کا معنی ہوگا **کنت مغمورا بین الکفار بمکة فقواك الله تعالیٰ حتی اظهرت دینه**' آپ مکہ میں کفار کے درمیان گھرے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت عطا فرمائی اور آپ نے اس کے دین کو غالب کیا۔
(تفسیر ضیاء القرآن)

☆ ایسا درخت جو کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور مسافر اس کے ذریعے اپنی منزل کا سراغ لگائیں۔ اس کو بھی عربی میں **الضال** کہتے ہیں **العرب تسمی الشجرة الفریدة فی الفلاة ضالة** اس مفہوم کے اعتبار سے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جزیرۂ عرب ایک سنسان ریگستان تھا جس میں کوئی ایسا درخت نہ تھا جس پر ایمان اور عرفان کا پھل لگا ہوا ہو۔ صرف آپ کی ذات' جہالت کے اس صحرا میں ایک پھلدار درخت کی مانند تھی۔ پس ہم نے آپ کے ذریعہ سے مخلوق کو ہدایت بخشی۔ (کبیر)

فانت شجــرة فریدة فی مغارة الجهل فوجدتك ضالا فهدیت بك الخلق

☆ ابو حیان کا قول ہے' اور ہم نے تمہاری قوم کو گمراہ پایا تو انہیں تمہارے ذریعہ ہدایت بخشی'۔ کبھی قوم کے سردار کو خطاب کیا جاتا ہے لیکن اصلی مخاطب قوم ہوتی ہے یہاں بھی یہی معنی ہے **ای وجد قومك ضالا فهداهم بك** اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمراہ پایا اور آپ کے ذریعہ سے اُن کو ہدایت بخشی۔ اے حبیب ! اگر کوئی گمراہ آپ کو تھام لے' آپ کے دامن سے وابستہ ہو جائے' آپ کی رسالت کا اقرار کر لے تو وہ ہدایت پائے گا۔

☆ حضرت جنید قدس سرہ؛ سے منقول ہے کہ **ضالا** کا معنی **متحیرا** یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کے بیان میں حیران پایا تو اس کے بیان کی تعلیم فرما دی۔
(تفسیر ضیاء القرآن)

☆ امام رازی کہتے ہیں کہ **الضلال بمعنی المحبة کما فی قوله تعالیٰ انك فی ضلالك القدیم** یعنی یہاں ضلال سے مراد محبت ہے جس طرح سورہ یوسف کی اس آیت میں ہے۔ مذکورہ آیت کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا تو ایسی شریعت سے بہرہ ور فرمایا جس کے ذریعہ آپ اپنے محبوبِ حقیقی کا تقرب حاصل کرسکیں گے۔ علامہ پانی پتی نے اس قول کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:
قال بعض الصوفیة معناه وجدك محبا عاشقا مفرطا فی الحب والعشق فهداك ......الی وصل محبوبك حتی كنت قاب قوسین او ادنیٰ ...... یعنی بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت اور اپنے عشق میں از حد بڑھا ہوا پایا تو آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ **قاب قوسین او ادنیٰ** کے مقام پر فائز ہوئے۔
(تفسیر ضیاء القرآن؛ علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمۃ)

☆ علامہ آلوسی نے اس آیت کے ضمن میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک بار حضور عہد طفولیت میں اپنے دادا جان سے الگ ہوکر مکہ کی گھاٹیوں میں چلے گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے بہت تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے جس سے آپ کی بے چینی بہت بڑھ گئی اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرنی شروع کر دی۔ حضور ﷺ کسی گھاٹی میں گھوم رہے تھے اسی اثنا میں ابوجہل اپنی اونٹنی پر سوار اپنے ریوڑ کو ہانک کر لا رہا تھا۔ اس

نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو اپنی اونٹنی پر بٹھایا۔ اُتر کر حضور ﷺ کو جا لیا اور اپنے پیچھے بٹھایا اور خود آگے بیٹھا اور اونٹنی کو اُٹھنے کا اشارہ کیا لیکن اونٹنی اُٹھنے کا نام ہی نہ لیتی۔ جب بڑی کوشش کے باوجود اُس نے جنبش نہ کی تو ابوجہل حیران رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوت گویائی بخشی اور اُس نے کہا **یااحمق هو الامام وکیف یکون خلف المقتدی** اے بے وقوف ! یہ امام ہیں اور امام مقتدی کے پیچھے کھڑا نہیں ہوا کرتا۔ اُس نے ناچار آپ کو اُٹھا کر آگے بٹھایا تو اونٹنی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ذریعے اپنی والدہ تک پہنچایا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے فرعون، ابوجہل کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جدامجد تک پہنچایا۔

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب تم بچپن میں تھے اور حسین وجمیل تھے اور مکہ کے جوانوں میں معروف ومشہور تھے حلیمہ نے تمہیں دودھ پلایا تھا پھر وہ تمہارا دودھ چھڑا کر تمہیں تمہارے دادا عبدالمطلب کے پاس تمہیں واپس سپرد کرنے آئی تھی۔ (تفسیر الحسنات، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اشرفی رحمۃ الہ علیہ)

☆ سعید بن مسیّب سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے قافلہ میں ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی تھے ایک شب جب کہ حضور ﷺ ناقہ (اونٹنی) پر سوار راہ منزل پر چل رہے تھے کہ ابلیس نے ناقہ کی مہار تھام کر قافلہ سے الگ دوسری راہ پر ڈال دیا تو جبرئیل علیہ السلام نے فی الفور حاضر ہو کر ابلیس پر ایسی پھونک ماری کہ وہ حبشہ میں جا گرا اور آپ (ﷺ) کو پھر قافلہ کے ساتھ ملا دیا۔ اسی طرح کی ایک روایت صغرسنی (بچپن) میں آپ کے گم ہونے کی ہے اور یہ روایت مرفوع ہے اور اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے امام رازی کا یہی قول ہے۔
(تفسیر الحسنات)

بے شک ضلال میں بے خبری کا معنی پایا جاتا ہے اور بے خبر ہونا ضلال کا تقاضا بھی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز سے بے خبری؟ کسی نے اس بے خبری کو راہ شریعت سے بے خبری پر محمول کیا ہے' کسی نے راہ ہدایت سے بے خبری پر اور کسی نے راہ حق سے عدم آ گہی پر۔ لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسے وفور محبت میں خود سے بے خبری پر محمول کیا۔ یعنی حضور ﷺ وفورِ محبت الٰہی میں اس قدر مستغرق تھے کہ آپ کو اپنی ذات تک کی خبر نہ تھی۔

تاریخی تناظر میں بھی یہی حق وصواب ہے کہ حضور ﷺ بعثت سے چالیس چالیس روز تک غار حرا کی تنہائیوں میں یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے چنانچہ ختمی مرتبت ﷺ کی عشق الٰہی میں استغراق ومحویت کی اسی کیفیت کو ترجمے کے قالب میں ڈھالتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ فرمایا:

'اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'

یعنی اے محبوب ﷺ جب تیری محبت ومحویت اس کمال تک پہنچ گئی کہ تجھے نہ اپنی خبر رہی نہ دُنیا ومافیہا کی یعنی جب تیرا استغراق وانہماک اپنے نقطہ عروج کو چھونے لگا تو **فھدیٰ** ہم نے تمام حجابات مرتفع کر دیئے' تمام پردے اُٹھا دیئے' تمام دُوریاں مٹا دیں۔ تمام فاصلے سمیٹ دیئے اور اپنی بارگاہ صمدیت میں مقام محبوبیت پر فائز کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے محبّ ومحبوب کے مابین چاہت ومحبت کے کیفیات اور کمال درجہ احوال ودلربائی کا لحاظ کرتے ہوئے اس انداز سے ترجمہ کیا کہ لغت وادب کے تقاضے بھی پورے ہوگئے اور باگاہِ رسالتماب ﷺ کے ادب کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پایا۔

(۲۸) ﴿اِنَّ رَبَّهُمۡ بِهِمۡ يَوۡمَئِذٍ لَّخَبِيۡرٌ﴾ (العادیات/۱۱)

'بیشک اُن کا رب اُس دن اُن کے حال سے پورا باخبر ہوگا' (غیر مقلد جوناگڑھی)

'بیشک اُن کا پروردگار اُن کے حال سے اُس روز پورا آگاہ ہوگا' (عبدالماجد دریابادی)

اس جیسے ترجمے امین احسن اصلاحی' ابوالاعلیٰ مودودی' غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری' غیر مقلد نذیر احمد' فتح محمد جالندھری کے ہیں۔ ان تمام افراد کے تراجم مستقبل کے تحت ہیں۔ یہ ترجمے دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اِس وقت اپنے بندوں کے حال سے باخبر نہیں ہے اُسے یہ آگاہی' قیامت کے روز حاصل ہوگی۔

اللہ کے وقوف کے حوالہ سے کسی بھی آیت کا ترجمہ زمانہ مستقبل میں کرنا دراصل اس شبہ کا آئینہ دار ہوسکتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کو پہلے کسی بات کا پتہ نہیں ہوتا بلکہ بعد میں ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ اختیار کرے تو اُسے اعتقادی گمراہی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کی ہر بات کی ہر وقت خبر ہے۔

اب اہل سُنّت و جماعت کے ان تراجم کو ملاحظہ فرمائیں:

(☆) 'بے شک اُن کے رب کو اُس دن اُن کی سب خبر ہے' (کنزالایمان)

(☆) 'تو بیشک اُن کا رب انہیں اُس دن یقیناً بتا دینے والا ہے' (معارف القرآن)

الخبیر اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اس کے معنی خبر کو جاننے والا یا رکھنے والا یا خبر دینے والا کے ہیں۔ (تاج العروس)

اگر قرآن کریم کی یہ آیت ہوتی ﴿**والله بما تعملون خبير**﴾ (البقرۃ/۲۷۱) تو یہ ترجمہ کافی تھا 'اور اللہ تمہارے کئے سے باخبر ہے'۔ مگر زیر بحث آیت میں **خبیر** کا معنی خبر دینے والا یا بتا دینے والا کرنا اس لئے ضروری ہے کہ یہاں

﴿يَوْمَئِذٍ﴾ کی قید لگی ہوئی ہے۔ اس قید کی وجہ سے زمانہ حال میں کئے گئے تراجم کا حسن بھی غارت ہوگیا ہے۔ لفظ خبیر کے دو الگ الگ ترجمے' حضور محدث اعظم ہند کی قرآن فہمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ یقیناً اس مقام پر یہ ترجمہ ہی صد فی صد دُرست ہے۔

(۲۹) ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ (الکٰفرون/۱)

'آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو' (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

'آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو' (غیر مقلد جوناگڑھی)

یہ ترجمہ ایسا ہے کہ نہ تو اللہ رب العزت کی حضور نبی کریم ﷺ پر برتری ظاہر ہوتی ہے اور نہ حضور ﷺ کے مخاطبین پر حضور ﷺ کی عظمت واضح ہوتی ہے غالبًا تھانوی جی اور جوناگڑھی دونوں نے غور نہیں کیا کہ کلام الٰہی کا ترجمہ کرنا اور ہے اور عربی کلمات کو اُردو کا رُوپ دے دینا اور ہے۔ المختصر صرف تبدیلی زبان اور ہے اور ترجمہ قرآن اور ہے۔

اب ان ترجموں کو آنکھوں سے لگائیں' دِل میں بسائیں جس میں صرف زبان کو تبدیل نہیں کیا گیا ہے بلکہ صحیح معنوں میں منشاء خداوندی کے مطابق قرآن کی تفسیر' تفہیم اور ترجمانی کی گئی ہے :

(☆) 'تم فرماؤ اے کافرو' (کنزالایمان)

(☆) 'کہہ دو کہ اے کافرو' (معارف القرآن)

کتب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	امام المحدثین شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی
جامع الاحادیث	امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی
مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی
نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح	محدث دکن حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری
بشیر القاری شرح صحیح البخاری	امام النحو صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی اشرفی
نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی
فیوض الباری شرح صحیح البخاری	ابوالبرکات علامہ سید محمود احمد رضوی اشرفی
تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری	حضرت علامہ غلام رسول رضوی
شرح صحیح مسلم	حضرت علامہ غلام رسول سعیدی
صحیح البخاری مترجم	مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری
ابوداؤد شریف مترجم	مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری
سنن ابن ماجہ شریف مترجم	مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری
مشکوٰۃ المصابیح مترجم	مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری
موطا امام مالک مترجم	مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری
سُنن نسائی شریف مترجم	مولانا دوست محمد شاکر
جامع ترمذی شریف مترجم	مولانا صدیق ہزاروی
طحاوی شریف مترجم	مولانا صدیق ہزاروی
مسند امام اعظم (ترجمہ وتشریح)	مولانا دوست محمد شاکر
امجد الاحادیث	صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی
الاربعین الاشرفی	تاجدار اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
انوار الحدیث	حضرت مفتی جلال الدین امجدی
مشارق الانوار	علامہ رضی اللہ حسن بغدادی صغانی
شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا غلام حسن قادری (لاہور)
المنہاج السّوی	پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد طاہر القادری

احادیث مبارکہ کے غلط وگستاخانہ تراجم کا جائزہ :

قرآن مجید کے غلط اور گستاخانہ تراجم کا جائزہ لینے کے بعد دَریدہ دہن بدمذہب وہابیوں کی ذہنی وفکری ناپاکی کا بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ خواہشاتِ نفسانی کے مطابق من مانی ترجمے اور معانی ومفاہیم کی غلط تفسیر وتشریح کرتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کے یہاں ایک عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے احادیث کی صحت وضعف کو اپنے قبضہ میں کررکھا ہے جس حدیث کو چاہا صحیح مان لیا اور جس حدیث کو چاہا ضعیف بنادیا۔ ایک حدیث کو ایک جگہ صحیح کہہ دیا اور اسی کو دوسری جگہ ضعیف قرار دیا۔ جس چیز کو چاہا قاعدۂ کلیہ تسلیم کرلیا اور جس کو چاہا اس قاعدہ سے خارج کردیا' یہی انکارِ حدیث ہے۔ یہ لوگ (غیر مقلدین) اہلحدیث نہیں بلکہ 'منکرینِ حدیث' ہیں۔ قرآن مجید کی کسی بھی آیت کا انکار قرآن مجید کا انکار کہلائے گا' اسی طرح اپنے مزاج وعقیدہ کے خلاف کوئی حدیث شریف دکھائی دے تو ضعیف یا موضوع یا باطل قرار دینا 'احادیث' کا انکار کہلائے گا۔ نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) ایک دو حدیث کے منکر نہیں ہیں بلکہ ہزارہا احادیث کو ضعیف' موضوع' من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں لہذا یہی اولین درجہ کے 'منکرین حدیث' ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے مخالف کی ہر حدیث کو ضعیف کہہ دیتے ہیں اور کسی نہ کسی معقول نامعقول حوالہ کی آڑ لیتے ہیں حالانکہ محدثین کے نزدیک جرح مبہم معتبر نہیں۔ اگر جرح وتعدیل میں مقابلہ ہو تو تعدیل مقدم ہے۔ کسی اسناد کے ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں۔ بعد کا ضعف پہلے والوں کو مضر نہیں۔ انھیں صرف ضعیف کا سبق یاد ہے اُن کے اس ضعیف ضعیف کے رٹ لگانے نے آج

مسلمانوں میں منکرین حدیث [نام نہاد اہل قرآن (چکڑالوی)] پیدا کردیئے جو کہنے لگے کہ کسی حدیث کا اعتبار نہیں، سب ضعیف ہی ہیں، صرف قرآن کو مانو۔

مقامِ تعجب ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو غیر مقلدین شرک کہتے ہیں مگر ابن تیمیہ، ابن قیم، قاضی شوکانی، ابن جوزی، ابن عبدالوہاب نجدی، بن باز، ناصر البانی ...... ناقدین حدیث کے ایسے اندھے مقلد ہیں کہ جس حدیث کو وہ ضعیف کہہ دیں اُسے بغیر سوچے سمجھے آنکھیں بند کرکے مان لیتے ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث کی جرأت اتنی بڑھ گئی کہ وہ احادیث کی مشہور چھ کتابیں یعنی صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابوداؤد) کی بھی چھانٹ کررہے ہیں احادیث کی ان کتابوں سے من مانی انداز میں احادیث کو حذف کرتے جارہے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل ومعجزات اور اہلبیت اطہار، صحابہ کرام اور اولیائے اُمت کے فضائل وکرامات کی احادیث کو کتب صحاح ستہ سے عمداً نکال دیا جارہا ہے نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کے اشاعتی اداروں سے شائع ہونیوالی کتابیں اب تحریف شدہ ہیں ......اصلی حالت میں محفوظ نہیں ہیں ...... نامکمل اور محذوف ہیں۔

نام نہاد اہلحدیث نے کتب احادیث سے چھانٹ کرنے کی ایک بدعت ایجاد کی ہے۔ فضائل ومعجزات النبی ﷺ اور کراماتِ اولیائے اُمت کے ابواب (chapters) کو نکالتے ہوئے مختصر بخاری شریف، مختصر مسلم شریف، مختصر ترمذی شریف .... کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ محدثین کرام نے ایک ایک حدیث کو جمع کرنے کے لئے سفر کی صعوبتیں ومشقتیں برداشت کی ہیں لیکن نام نہاد اہلحدیث، مجموعہ احادیث سے احادیث کو غائب کرکے مختصر کرتے جارہے ہیں۔

اہلحدیث (غیر مقلدین) کا یہ بھی وطیرہ ہے کہ اپنی غلط رائے کو اپنانے کے لئے تو کسی ضعیف حدیث کو بھی کھینچ تان کر اور محدثین کے ایک طرفہ اقوال کو نقل کر کے اُسے صحیح قرار دینے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے۔ آج کل کے اہلحدیث کا مبلغ علم مشہور غیر مقلد ناصر الدین البانی کی تحقیقات ہیں۔ ناصر البانی نے کتب صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) کی ہزاروں صحیح احادیث کو محض اپنی ذاتی فکر و رائے سے ضعیف، موضوع، من گھڑت اور باطل قرار دیا ہے، اُس نے ضعیف احادیث کے عنوان سے یہ کتابیں لکھی ہیں:

(۱) سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ للالبانی

(۲) ضعیف الجامع الصغیر للالبانی

(۳) ضعیف الترغیب والترہیب للالبانی

(۴) ضعیف ابوداؤد للالبانی

(۵) ضعیف ترمذی للالبانی

(۶) ضعیف نسائی للالبانی

(۷) ضعیف ابن ماجہ للالبانی

نام نہاد اہلحدیث نے احادیث مبارکہ کے ترجموں میں بھی دانستہ طور پر بہت بھیانک ٹھوکریں کھائی ہیں۔ عظمتِ الوہیت، مقام مصطفیٰ ﷺ اور منصبِ صحابیت کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے گستاخانہ لب ولہجہ اختیار کیا ہے۔ تابعین عظام پر بھی الزام تراشی سے دریغ نہیں کیا گیا۔ ادب سے نا آشنا بدمذہب مترجمین نے اپنے ترجموں میں حضور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے لئے عامیانہ الفاظ اور گستاخانہ لب ولہجہ کا استعمال کیا ہے جس سے اُن کے ترجمے بھرے پڑے ہیں، یہاں نمونے کے

طور پر چند عبارتیں پیش کر دیتے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں : مؤطا امام مالک' ترجمہ مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری' مطبوعہ اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس دہلی) :

مقامِ مصطفیٰ ﷺ :

' آنحضرت نے ابوبکر سے عائشہ کی درخواست کی'
(محمد عادل' محمد فاضل ۔صحیح بخاری جلد سوم شائع کردہ قمر سعید پبلشرز لاہور صفحہ ۲۷۲)

ترجمہ میں جس طرح تینوں حضرات (سید عالم حضور نبی کریم ﷺ' امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کے نام لیے ہیں یہ کچھ کم تعجب خیز نہیں جب کہ ایک مسلمان کہلانے والا ایسی ہستیوں کے نام اس طرح لے۔ علاوہ بریں درخواست کرنا اُسے کہتے ہیں جب کہ مطالبہ کرنے والا اُس ہستی سے کچھ مانگے جو اس کی نسبت بڑی یا عظیم ہو۔ کیا پروردگار عالم کے سوا اس کائنات میں کوئی ایک ہستی بھی ہے جس سے حضور نبی کریم ﷺ درخواست کرتے ؟

' نبی ﷺ نے دوزخ کا ذکر کیا تو اس سے پناہ مانگی اور اپنا منہ بنالیا پھر دوزخ کا ذکر کیا تو اس سے پناہ مانگی اور اپنا منہ بنالیا پھر دوزخ کا تذکرہ کیا اور اپنا منہ بنالیا'
(محمد عادل' محمد فاضل ۔صحیح بخاری جلد سوم شائع کردہ قمر سعید پبلشرز لاہور صفحہ ۳۶۷)

فخر دو عالم ﷺ کے متعلق لکھنا کہ ' اپنا منہ بنالیا' یہ قرین ادب نہیں؟ غور نہیں کیا کہ یہ الفاظ کس کے محبوب کی شان میں لکھے جارہے ہیں حالانکہ بزرگوں نے کائنات ارضی وسماوی کی اس سب سے عظیم الشان بارگاہ کی رفعت یوں بیان کی ہے:

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جُنید و بایزید ایں جا

’حضرت عمر نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو سُنا کہ آپ سے آیت کے بارے میں سوال کیا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ نے آدم کو پیدا کیا‘ پھر اُس کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا‘

(سعید احمد‘ اشعۃ اللمعات جلد اول مطبوعہ جنرل پرنٹرز لاہور صفحہ ۳۵۲)

اگر رسول اللہ ﷺ اُردو میں کلام فرماتے تو اخلاق عالیہ کی تکمیل فرمانے والے اس ہادی اعظم کی زبانِ مبارک پر حضرت ابوالبشر کے متعلق ’اُس کی پشت پر‘ کے الفاظ آجاتے؟ غور فرمایئے !

منصبِ صحابیت :

نبوت کے بعد صحابیت سب سے بلند ترین مرتبہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ساری اُمت محمد یہ کے سردار اور سب بزرگوں کے بزرگ ہیں۔

بد مذہب غیر مقلدین جب اپنے فرقہ کے مولویوں کا نام لکھنے پہ آتے ہیں تو اتنے القاب کے ساتھ کہ اکیلا نام تین سطروں میں مشکل سے سماتا ہے۔ اس کے برعکس یہ ستم ظریفی ملاحظہ فرمائی جائے کہ صحابہ کرام کا نام لکھتے ہوئے ان مترجمین کے قلم کی سیاہی کس طرح خشک ہوتی رہی اور عقیدت کا رشتہ کتنا ڈھیلا ہوتا رہا‘ خطبات جمعہ میں خلفائے راشدین کا تذکرہ التزاماً نہیں ہوتا‘ اگر اتفاقاً کبھی تذکرہ ہو جائے تو عامیانہ انداز میں القابات کے بغیر ’ابوبکر و عمر‘ عثمان و علی‘ کہہ دیتے ہیں :

’عبداللہ بن عمر نے کہا کہ روزہ کسی شخص کا درست نہیں ہوتا جب تک نیّت نہ کرے قبل صبح صادق کے‘

(غیر مقلد وحید الزماں‘ موطا امام مالک جلد اول مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۲۸۲)

'حمزہ بن عمرو اسلمی نے کہا رسول اللہ ﷺ سے۔ میں روزہ رکھا کرتا ہوں' تو کیا روزہ رکھوں سفر میں'

(غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک جلد اول مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۲۹۰)

'ابو ہریرہ نے کہا جب رمضان آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھولے جاتے ہیں'

(غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک جلد اول مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۳۰۹)

'ابو سعید خدری سے روایت ہے'

(غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک جلد اول مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۳۲۳)

' سفیان بن عبد اللہ کو عمر بن خطاب نے متصدق کر کے بھیجا'

(غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک جلد اول مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۳۴۷)

'عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب جماعت جنوں کی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی'

(غیر مقلد وحید الزماں' سنن ابوداؤد جلد اول مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۵۲)

' انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باغ میں گئے'

(غیر مقلد وحید الزماں' سنن ابوداؤد جلد اول مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۵۵)

' زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ سُنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے'

(غیر مقلد وحید الزماں' سنن ابوداؤد جلد اول مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۵۵)

' عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے......'

(غیر مقلد وحید الزماں' سنن ابوداؤد جلد اول مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۵۷)

’ حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اُٹھے‘
(غیر مقلد وحید الزماں، سنن ابوداؤد جلد اول مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۵۸)

’ ثوبان سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ......‘
(غیر مقلد وحید الزماں، سنن ابوداؤد جلد اول مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۶۹)

’ انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے وضو کرتے تھے‘
(غیر مقلد وحید الزماں، سنن ابوداؤد جلد اول مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۷۰)

’ علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......‘
(غیر مقلد وحید الزماں، سنن ابوداؤد جلد اول مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۱۱۶)

’ عائشہ سے روایت ہے کہ ام سلیم جو ماں ہیں انس بن مالک کی‘ ....
(غیر مقلد وحید الزماں، سنن ابوداؤد جلد اول مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۱۲۰)

’ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نمازوں کا وقت پوچھا گیا‘
(غیر مقلد وحید الزماں، صحیح مسلم جلد دوم، مطبوعہ سپر آرٹ پریس کراچی صفحہ ۱۵۱)

سینکڑوں میں سے نمونے کے طور پر صرف چند عبارتیں ایسی پیش کی ہیں کہ مترجمین نے صحابہ کرام کے اسمائے گرامی عامیانہ طریقے پر لکھے اور اُن کے ساتھ کسی تعظیمی لفظ کے اضافے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ہم نے آج تک نہیں دیکھا کہ ان لوگوں نے اپنی تصانیف میں کہیں یوں لکھا ہو: نذیر حسین کہتے ہیں، وحید الزماں کہتے ہیں، صدیق حسن کہتے ہیں، ابن تیمیہ کہتے ہیں، ابن قیم کہتے ہیں، ثناء اللہ کہتے ہیں، صفی الرحمٰن مبارکپوری کہتے ہیں، ناصر الدین البانی کہتے ہیں .... بلکہ جب ان لوگوں کا نام لکھنے پر آتے ہیں تو القاب وآداب کی اتنی فوج ساتھ ہوتی ہے کہ تین تین

سطروں میں اکیلا نام ہی نہیں سماتا۔ معلوم نہیں صحابہ کرام کے اسمائے گرامی لکھتے وقت قلموں کی سیاہی کیوں خشک ہو جاتی ہے کہ بسا اوقات کوئی تعظیمی لفظ ساتھ نہیں لکھا جاتا' حالانکہ یہ حضرات تو بالاتفاق تمام بزرگوں کے بزرگ' قصرِ ملتِ اسلامیہ کی بنیاد اور ساری اُمتِ محمدیہ کے سرتاج ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تابعین پر الزام :

بد مذہب مترجمین نے جہاں بغیر کسی تعظیمی لفظ کے صحابہ کرام کے اسمائے گرامی لکھے وہاں نادانستہ طور پر یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کی ہے کہ گویا تابعین حضرات بھی ان حضرات کے نام اسی طرح لیا کرتے تھے' ایسی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں:

' نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر نے کہا'

(غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک' جلد اول' مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۲۶۵)

' خالد بن اسلم سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے ایک روز افطار کیا رمضان میں'

(غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک' جلد اول' مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۳۰۰)

' شام کے لوگوں نے ابو عبیدہ بن الجراح سے کہا'

(غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک' جلد اول' مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۳۶۰)

یقین نہیں آتا کہ تابعین عظام اگر اُردو میں کلام فرماتے تو حضرات صحابہ کرام کے اسمائے گرامی اس عامیانہ طریقے سے لیتے جیسے یہ مترجمین نے بتائے ہیں۔ حضرات تابعین تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی عقیدت کا مرکز قرار دیا کرتے تھے

اُن کی خاکِ پا کو اپنے لیے سرمہ بصیرت سمجھتے اور دِیدہ و دِل کا اُن کے راستوں میں فرش بچھا دیا کرتے تھے۔ کیوں نہ ہو وہ حضرات اس احترام کے پوری طرح مستحق ہیں جب کہ اُن کے نقوش قدم میں اُمتِ محمدیہ کا ضابطہ حیات اور اُن کی پیروی میں دارین کی سربلندی اور نجات ہے۔

نرالی تہذیب : اس افسوسناک عنوان کے تحت ہم چند ایسی عبارتیں پیش کرنے لگے ہیں جن کے اندر حضرات صحابہ کرام کی شان میں ایسے الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں جن پر شرافت اور تہذیب اپنا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ علماء تو درکنار ایک عام مسلمان کے لئے بھی ایسے بزرگوں کی شان میں اس قسم کے الفاظ زبان یا نوکِ قلم پر لانا زیب نہیں دیتا' چہ جائیکہ صحابہ کرام کے لئے غیر مقلدین ایسے الفاظ استعمال کریں اور وہ بھی کتب احادیث کے اندر :

> ' عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب نے ایک گھوڑا دیا خدا کی راہ میں'
>
> (غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک' جلد اول' مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۳۶۵)

کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کا نام اس طرح لے سکتے تھے؟

"ان آیات سے اللہ جلّ جلالہٗ نے عتاب فرمایا اپنے رسول پر اس واسطے کہ رسول نے اندھے کی طرف خیال نہ کیا جو صدقِ دل سے آیا تھا اور ہدایت کا راستہ ڈھونڈتا تھا اور متوجہ ہوئے ایک دُنیا دار کی طرف جو دِل سے طالب اور شائق ہدایت کا نہ تھا' اگرچہ غرض رسول کی اس سے یہ تھی کہ اندھے کی ہدایت بعد اس کے بھی ممکن ہے اور دُنیا دار کو اگر ہدایت ہو جائے تو اس کے سبب سے دین کو بڑی ترقی ہوگی"

(غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک' جلد اول' مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۲۳۹)

ایک جلیل القدر صحابی کے لئے اندھے کا لفظ دوبارہ استعمال کرنا اور القاب وآداب تو دور رہے اُن کے نام تک کو نوکِ قلم پر نہ آنے دیا۔ معلوم نہیں یہ ذوق سلیم کا کونسا درجہ ہے؟ مسلمانوں کو شائد طریقہ بتایا ہے کہ حضرات صحابہ کرام کا ذکر اس طرح کیا کریں۔ افسوس!

"ہم آپ کی عیادت کے واسطے آئے دیکھا تو آپ حضرت عائشہ کے بنگلے میں تسبیح پڑھ رہے ہیں"

(غیر مقلد وحید الزماں' سنن ابوداؤد' جلد اول' مطبوعہ مطبع سعیدی کراچی صفحہ ۲۵۴)

ممکن ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بنگلہ غیر مقلد مترجم نے دیکھا ہو۔

"عمرو بن سلمہ سے اسی حدیث میں روایت ہے کہ میں اُن کی امامت کیا کرتا تھا ایک چادر سے جس میں جوڑ لگا تھا اور پھٹی ہوئی تھی جب میں سجدہ کرتا تو میری گانڈ کھل جاتی"

(غیر مقلد وحید الزماں' موطا امام مالک' جلد دوم' مطبوعہ جاوید پریس کراچی صفحہ ۳۱)

کاش ! یہ لفظ لکھنے سے پہلے ادب سے نا آشنا غیر مقلد وحید الزماں کا قلم ٹوٹ گیا ہوتا۔ کیا اس لفظ کا مفہوم تہذیب اور شائستگی کے پردے میں تحریر نہیں کیا جا سکتا تھا؟ اگر صحابی کی عظمت دِل میں نہیں تھی تو کم از کم حدیث کی کتاب کا تقدس ہی مدِّ نظر رکھ لیا ہوتا۔

نرالی دیانت : کتب احادیث کے متعدد دستیاب ترجمے دیکھنے سے ایسے سینکڑوں مقامات سامنے آئے کہ ایک دو لفظ سے سطروں تک کے ترجمے غائب ہیں۔ یہ تو خدائے علیم وخبیر ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ ترجمہ کرنے والوں کی فروگزاشت ہے یا کتابت کرنے والوں کی سہل پسندی۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں: مؤطا امام مالک، ترجمہ مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری)

محبتِ رسول روحِ ایمان : شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

وہ میری جان بھی جان کی جان بھی، میرا ایمان بھی روحِ ایمان بھی
مہبطِ وحیِ آیات بھی اور قرآن بھی، روحِ قرآن بھی

مجھ سے مت پوچھ معراج کا واقعہ ہے مشیت کے رازوں کا اک سلسلہ
دل کو اُن کی رسائی پہ ایمان بھی، عقل ایسی رسائی پہ حیران بھی

کیا بتاؤں قیامت کا میں ماجرا، رحمتوں غفلتوں کا ہے اک معرکہ
دل کو اُنکی شفاعت پہ ایمان بھی، عقل اپنے کیئے پر پشیمان بھی

ناز سے ایک دن آپ نے یہ کہا، یہ بتا طائر سدرۃ المنتہٰی
ہے تیرے سامنے عالمِ کُن فکاں، تو نے پائی کسی میں مری شان بھی

بولے یہ حضرت جبرئیل امیں، اے نگاہِ مشیت کے زہرہ جبیں
ہو ترا مثل کوئی کبھی اور کہیں، رب نے رکھا نہیں اسکا امکان بھی

کیا بتاؤں قیامت کا میں ماجرا، رحمتوں غفلتوں کا ہے اک معرکہ
دل کو انکی شفاعت پہ ایمان بھی، عقل اپنے کیئے پر پشیمان بھی

صلی اللہ علی النبی الامی واٰلہٖ صلاۃ وسلاما علیک یارسول اللہ

مذہب اہلحدیث میں قادیانی عورت سے نکاح جائز ہے :

اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَاحِدَۃٌ اسلام کے مقابلے میں تمام کفار آپس میں ایک ہی ملت ہیں‘ سب باہم جسدِ واحد ہے‘ ایک جسم ہے‘ ایک دماغ ہے‘ ایک فکر ہے‘ ایک مزاج ہے اور اسلام دشمنی میں اور اسلام کے خلاف سازشوں اور منصوبوں میں سب متحد و متفق ہیں۔ روافض‘ شیعہ‘ خوارج‘ قادیانی‘ غیر مقلدین‘ وہابی‘ معتزلہ............سب باطل فرقے اختلافات کے باوجود اسلام (اہلِ سُنّت و جماعت) کے مقابلے میں آپس میں متحد و متفق ہیں۔سب کے آپس میں تعلقات ہیں‘ رشتہ داریاں ہیں‘ باہمی مُروتیں ہیں۔

قادیانی جماعت ختم نبوت کی منکر ہے۔مرزا غلام احمد کو یہ لوگ نبی مانتے ہیں۔اُن کے بقیہ عقائد بھی کفریہ ہیں۔ یہ جماعت باتفاق اہلِ سُنّت و جماعت‘ کافر اور خارج از اسلام جماعت ہے۔ کافروں کی عورت سے نکاح جائز نہیں۔ قرآن میں اس کی تصریح موجود ہے مگر نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کے پیشوا ثناء اللہ امرتسری کا عقیدہ تھا کہ قادیانی عورت (مرزائن) سے نکاح درست و جائز ہے۔ لکھتے ہیں :

> ’اگر عورت مرزائن ہے تو علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو‘ میری ناقص علم میں نکاح جائز ہے‘ (اخبار اہلحدیث امرتسر ۲/نومبر۱۹۳۴ء)

سوال یہ ہے کہ قادیانی لوگ مسلمان ہیں کہ کافر۔ اگر مسلمان نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں بلکہ وہ کافر ہیں‘ اور اُن کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں‘ تو پھر کافرہ عورت سے کسی مسلمان مرد کا نکاح کیسے درست ہے؟ یہ تو صریحاً قرآن کا معارضہ ہے اور حکم خداوندی کا انکار ہے‘ قرآن کا ارشاد ہے :

﴿وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ﴾ (الممتحنہ/۱۰)

اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں کے۔

اس آیت میں صاف تصریح ہے کہ کافروں سے نکاح جائز نہیں۔ نیز ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ ۚ وَلَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ﴾ (البقرۃ/۲۲۱)

اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں کے ساتھ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور مسلمان لونڈی بہتر ہے مشرک آزاد عورت سے اگرچہ وہ بہت پسند آئے۔ اور نکاح نہ کر دیا کرو اپنی عورتوں کا مشرکوں سے یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور بے شک مومن غلام بہتر ہے مشرک آزاد سے، اگرچہ وہ پسند آئے تمہیں۔۔ وہ لوگ دوزخ کی طرف بُلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے جنّت اور مغفرت کی طرف بُلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

اسلام کے ابتدائی دور میں مُسلمان، کُفّار سے رِشتہ لیا بھی کرتے تھے اور دِیا بھی کرتے تھے، لیکن اب انہیں اس بات سے رُوک دیا گیا اور انہیں بتا دیا گیا کہ مانا کوئی مُشرک عورت اپنے مال ودَولت، حُسن وجمال اور اپنے فضل وکمال میں بڑھی ہوئی ہے لیکن اُسکے شِرک کے عیب نے اُس کے تمام حُسن وکمال کو بدنما کر رکھ دیا۔ اور مومنہ پر کہ نُور کا ہالہ ہے اُس نے اُس کی دوسری جملہ خامیوں کی کسر نکال دی ہے اور یہی فرق مومن مَرد اور مشرک مرد کا ہے۔

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ جب میاں اور بیوی کے عقائد بالکل متضاد ہوں گے، ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کا بندہ اور دوسرا ہزاروں بُتوں کا پرستار ہوگا تو اُن کی کب نبھ

سکے گی۔ لامحالہ آج نہیں تو کل یہ کشتی کسی چٹان سے ٹکرائے گی اور پاش پاش ہوجائیگی۔نیز وہ دوقومیں ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں' اُن کے افراد کو ایک دوسرے پراعتماد کب ہوگا؟ اور وہ شادی جہاں باہمی اعتماد نہ ہو' جذبات اوراُمنگیں ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہوں' وہ زیادہ دیرپا نہیں ہوسکتی' اسی لئے تم جذبات کی رَو میں نہ بہہ جاؤ اوراپنے مستقبل کو برباد نہ کرو۔

اگرمشرک عورت سے شادی رچائی تو وہ اپنی پوری کوشش کرے گی کہ وہ تمہیں اسلام سے رُوگرداں کردے اورعورت کے دام فریب میں تو بڑے بڑے سورماؤں کو پھرتے دیکھا ہے۔اورتم نے اپنی بیٹی کسی مُشرک سے بیاہ دی تو ممکن ہے اُس کی ہیبت کا کوئی جھونکا تمہاری بیٹی کے ایمان کی شمع بجھادے۔ خود سوچو' یہ کتنا ناقابل برداشت خسارہ ہے۔(گمراہ اور بدعقیدہ مرد وعورت کا بھی یہی حکم ہے)۔ (تفسیرضیاءالقرآن)

صاحبِ تفسیراشرفی حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

'اس حقیقت کا سمجھ لینا تو ایک عام آدمی کے لئے بھی دشوار نہیں کہ نکاح کی وجہ سے شوہراور بیوی دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ جسمانی اور ذہنی قرب ہوتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے عقائد' نظریات' افکار اور خیالات سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ خدشہ ہے کہ مشرک وبدعقیدہ شوہر کے عقائد سے مسلمان بیوی متاثر ہو یا مشرکہ وبدعقیدہ عورت کے نظریات سے مسلمان شوہر متاثر ہو' اس لئے اسلام نے یہ راستہ ہی بند کردیا۔ اگرچہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسلمان شوہر یا بیوی سے مشرک وبدعقیدہ شوہر یا بیوی متاثر ہوجائے' لیکن جب کوئی چیز نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہوتو نقصان سے بچنے کو نفع کے حصول پر مقدم کیا جاتا ہے اس لئے اسلام نے مسلمانوں اور سارے کافروں کے درمیان مناکحت کا معاملہ بالکل ہی منقطع کردیا۔

ایمان کی سلامتی اور کفر کے خطرات سے بچنے کا یہی صاف اور سیدھا راستہ اور مناسب طریقہ ہے‘ (تفسیر اشرفی/۲۶۴)

معلوم نہیں ثناء اللہ امرتسری کو ان آیات قرآنیہ اور ارشادات ربّانی کی موجودگی میں یہ کہنے کی کیسے جرأت ہوئی کہ مرزائن یعنی قادیانی عورت سے نکاح جائز ہے **اِلّا** یہ کہ غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک قادیانی مسلمان ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو غیر مقلدین اسی کا اعتراف کرلیں : اپنا چہرہ اگر تم کبھی دیکھتے پھر کسی میں نہ کوئی کمی دیکھتے

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر اُمت کا اجماع رہا ہے۔ اگرچہ بدقسمتی سے اُمتِ اسلامیہ کئی فرقوں میں بَٹ گئی ہے۔ باہمی تعصب نے بارہا ملت کے امن وسکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ وفساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس پر متفق رہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ گذشتہ چودہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا اس کو مُرتد قرار دے دیا گیا اور اُس کے خلاف علم جہاد بلند کرکے اُس کی جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔ مسیلمہ جب نبوت کا دعویٰ کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نتائج کی پرواکئے بغیر اُس کے خلاف لشکرکشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ بیشک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بھی شہید ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حُفاظ قرآن اور جلیل المرتبت صحابہ تھے لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھا۔ آپ نُورِ صدیقیت سے دیکھ رہے تھے کہ اگر ذرا سا تساہل برتا تو یہ اُمت سینکڑوں گروہوں میں نہیں‘ سینکڑوں اُمتوں میں بٹ جائے گی۔ ہر اُمت کا

اپنا نبی ہوگا اور وہ اسی کی شریعت اور سُنّت کو اپنائے گی۔ اس طرح اس رحمت للعالمین کے زیرِ سایہ اسلام کے پلیٹ فارم پر انسانیت کے اتحاد کی ساری اُمیدیں ختم ہو جائیں گی اور **اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا** کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آئے گا۔ یہ بات بھی مدِّ نظر رکھنی چاہیے کہ مسیلمہ، حضور ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ وہ حضور ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا چنانچہ حضور خاتم الانبیاء والرسل کی ظاہری زندگی کے آخری ایّام میں اُس نے جو عریضہ ارسالِ خدمت کیا تھا، اس کے الفاظ یہ ہیں: **من مسیلمة رسول الله الیٰ محمد رسول الله** کہ یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہے محمد رسول اللہ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔ علامہ طبری نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اُس کے ہاں جو اذان مرّوج تھی اس میں **اشهد ان محمدا رسول الله** بھی کہا جاتا تھا۔ بایں ہمہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اُس کو واصل الجہنم کر کے آرام کا سانس لیا۔

اسلام کی چودہ صد سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سر پھرے، طالع آزما یا فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اُس کو قتل کر دیا گیا۔

مذہب اہلحدیث میں قادیانی کے پیچھے نماز جائز ہے !

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک قادیانی عورت سے مسلمان کا نکاح جائز ہے اب موصوف یہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ قادیانی کے پیچھے نماز جائز ہے:

> 'میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی'
> (اخبار اہلحدیث ۱۲/ اپریل ۱۹۱۵ء)

یعنی جو بھی کلمہ پڑھے خواہ اُس کا عقیدہ کچھ بھی ہو' خواہ وہ ختم نبوت کا منکر ہو' خواہ وہ قرآن کا انکار کرنے والا ہو' خواہ وہ انبیاء ورُسل کی شان میں انتہائی گستاخ اور بدزبان ہو...... غیر مقلدوں کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہی رہے گا اور اُس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنی جائز ہوگی۔ وجہ صرف یہ ہے کہ غیر مقلدین ساری بدعقیدگیوں کا مجموعہ ہوتے ہیں۔

اس کو کہتے ہیں فقہی بصیرت' علم ودانش کا کمال اور قرآن وحدیث پر مجتہدانہ نگاہ۔

مرزائیوں (قادیانیوں) کے بارے میں ثناءاللہ امرتسری کا موقف کیا تھا؟ غیر مقلد عبدالعزیز سکریڑی جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث ہند کی زبانی سُنیے ...... ثناءاللہ امرتسری کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> 'آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی' آپ مرزائی کیوں نہیں؟
> آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے' اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟
> آپ نے مرزائیوں کی عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا' اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں ہوئے؟
> (عبدالعزیز ۔ فیصلہ مکہ ص ۳٦)

اس کے باوجود اگر ثناءاللہ امرتسری کو شیخ الاسلام قرار دینے پر اصرار ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسا اسلام ہے؟ اللہ اور رسول کا اسلام تو ہو نہیں سکتا !

اہلحدیث کی نظر میں قادیانی مسلمان ہیں:

غیر مقلد ثناءاللہ امرتسری پہلے تو اِدھر اُدھر سے قادیانی کو مسلمان ثابت کرتے رہے' کھلے نہیں تھے' مگر دل کا چور کب تک دل میں رہتا۔ آخر اُسے زبان پر آنا ہی تھا اور وہ

آ ہی گیا' چنانچہ غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری صاف صاف لفظوں میں قادیانیوں کے مسلمان ہونے کی بات کہنے لگے:

> 'اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو' آخر کار نقطہ محمدیت پر جو درجہ والذین معہ کا ہے سب شریک ہیں .... مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے میں اُن کو بھی اس میں (یعنی اسلامی فرقوں میں) شامل سمجھتا ہوں' (اخبار اہلحدیث ۱۶/اپریل ۱۹۱۵ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح غیر مقلد میاں نذیر حسین دہلوی نے پڑھایا:

مؤلف تاریخ احمدیت رقمطراز ہے:

> ' (شادی کی) تاریخ طے پا گئی تو آسمانی دولہا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) دو خدام کی مختصر سی بارات لے کر دِلّی پہنچے۔ خواجہ میر درد کی مسجد میں عصر و مغرب کے درمیان مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے گیارہ سو روپے مہر پر نکاح پڑھایا جو ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے اور ڈولی پر بیٹھ کر آئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقع پر مولوی صاحب کو ایک مصلی اور پانچ روپے بطور ہدیہ دیئے' (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۵۶)

غلام احمد قادیانی غیر مقلد تھا' اگرچہ اس کے عقائد نکاح کے وقت ہی خراب ہو چکے تھے اور نبوت کی دہلیز پر وہ قدم رکھ چکا تھا مگر چونکہ تھا غیر مقلد۔ اس لئے برٹش گورنمنٹ کے

انعام یافتہ وَفادار میاں نذیر حسین نے اس کی غیر مقلدیت کی رعایت میں باوجود فساد عقائد کے اس کا نکاح پڑھایا اور چونکہ ہم مذہب تھا اس وجہ سے اس کا نکاح پڑھایا' ہدیہ بھی قبول کیا۔ اس زمانہ میں پانچ روپیہ نکاح پڑھائی کوئی معمولی ہدیہ نہیں تھا کہ میاں نذیر حسین آسانی سے انکار کردیتے :

عیب اوروں کے جو چنتے ہیں وہ خود کو دیکھیں
سَر نہ اُٹھ پائے گا جب خود پہ نظر جائے گی

مذہب اہلحدیث میں قادیانی وشیعہ بھی متقی ہیں !

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک قادیانی وشیعہ بھی متقی ہیں' لکھتے ہیں :

'حافظ عبداللہ اور اُن کے نامہ نگار کے نزدیک متقی کا دائرہ اتنا تنگ ہے کہ کوئی دائرہ اتنا تنگ نہ ہوگا۔ غیر مسلم تو متقی کی تعریف سے بالبداہۃ خارج ہیں' مسلم فرقوں میں سے رافضی' خارجی' معتزلہ' جہمی' قادیانی' عرشی' فرشی وغیرہ سب لوگ غیر متقی ہیں' (رسالہ مظالم روپڑی/ ۳۷)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی اُن میں ایک فرقے کے سوا باقی تمام (۷۲) فرقے والے جہنمی ہوں گے۔ غیر مقلد کی خط کشیدہ عبارت میں غور کریں کہ وہ رافضیوں' خارجیوں اور قادیانیوں کو نہ صرف مسلمان اور مومن قرار دے رہے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اُن کو اہل تقویٰ میں سے شمار کرتے ہیں اور اُن کو متقی ہونے کا سرٹیفکیٹ عنایت فرما رہے ہیں۔

اللہ اللہ ! غیر مقلدوں کا دین وایمان اب یہ بھی گوارا کر رہا ہے کہ جو فرقہ اور جو جماعت انبیاء کو گالی دے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تہمت تراشے اور نبی ہونے کا دعویٰ کرے، صحابہ کرام پر سب وشتم کرے، قرآن کا انکار کرے اور اس کے محرف ہونے کا قائل ہو، یہ فرقہ اور جماعت نہ صرف مسلمان ہو بلکہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے شامل ہو کر اہل تقویٰ قرار پائے اور اس کا شمار متقیوں میں سے ہو، گویا غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری بلسان حال عرض فرما ہیں :

سکوت چھایا ہے انسانیت کی قدروں پر
یہی ہے موقعِ اظہار آؤ سچ بولیں

صوفیائے کرام اور تصوف

تصوف اور اہلحدیث :

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کی زبان وقلم کی زَد سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ صحابہ کرام کو معیارِ حق نہیں مانتے' اُن کے اقوال وافعال (سُنّت صحابہ) کو حجت تسلیم نہیں کرتے بلکہ ناقابل اعتماد اور بدعت (ضلالت وگمراہی) قرار دیتے ہیں ...... بہرحال خلفاءِ راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بدعتی کہہ دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

صوفیائے کرام کی بارگاہ میں بھی نام نہاد اہلحدیث بہت بے ادب وگستاخ ہیں مشہور تابعی سیدنا حضرت اویس قرنی' حضرت ذوالنون مصری' سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی' حضرت ابراہیم بن ادہم' حضرت شیخ سری سقطی' حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری' حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم' حضرت خواجہ عثمان ہارونی' حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی' حضرت ابوالحسن خرقانی' حضرت ابونصر سرّاج طوسی' حضرت ابو طالب مکی' حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی' حضرت ابوالقاسم قشیری' حجۃ الاسلام حضرت ابو حامد امام غزالی' حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی' مولانا جلال الدین رومی' مولانا عبدالرحمٰن جامی' مولانا روم' حضرت سعدی شیرازی' حضرت بایزید بسطامی' صاحب طبقات الکبریٰ حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی' حضرت معین الدین حسن سنجری چشتی' حضرت قطب الدین بختیار کاکی' حضرت فرید الدین گنج شکر' حضرت نظام الدین محبوب الٰہی' حضرت شہاب الدین سہروردی' حضرت بہاء الدین نقشبند' حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی' حضرت علاء الدین صابر کلیری' حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری'

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت سید محمد الحسینی گیسو دراز، حضرت عبدالکریم جیلی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی .... رضی اللہ عنہم تمام اولیاء اللہ وصوفیائے کرام کو رافضی، زندیق، ملحد، یہودی، فاسق و فاجر، بدعتی اور مشرک کہہ دیتے ہیں (معاذ اللہ)۔

تصوف کو اوہام باطلہ کا فلسفہ، خلاف شریعت خرافات اور واہیات پر مبنی نظریہ، شرک و بدعت کی گندگیوں سے آلودہ طریقہ، ویدانیت، رہبانیت، یونانی فلسفہ، جوگی ازم، بدھ مذہب تعلیمات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔

بد باطن غیر مقلدین کے نزدیک خلفائے راشدین، صحابہ کرام، صوفیائے عظام اور اولیاء اللہ سب بدعتی (گمراہ) ہیں اور کوئی بھی معیارِ حق نہیں ہے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں صرف یہ بدعقیدہ گستاخ، آزاد مزاج اور بے لگام وہابی اور اُن کے ماننے والے ہی پکّے مسلمان، موحد اور معیار حق ہیں وہ یہ ہیں:

ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن جوزی، قاضی شوکانی، ابن عبدالوہاب نجدی، عبدالعزیز بن باز غیر مقلد عبدالحق بنارسی، غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، غیر مقلد عبداللہ روپڑی، محمد بن صالح العثیمین، محمد بن صالح المنجد، غیر مقلد نواب وحید الزماں، غیر مقلد نورالحسن، غیر مقلد نذیر حسین، غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری، رئیس احمد ندوی سلفی، غیر مقلد شمس الحق عظیم آبادی، غیر مقلد عبدالملک الکلیب، غیر مقلد عبید اللہ مبارکپوری، غیر مقلد ابوعبدالرحمٰن شبیر، غیر مقلد صفی الرحمٰن مبارکپوری، غیر مقلد جوناگڈھی، حکیم فیض عالم، غیر مقلد ناصر الدین البانی، یوسف القرضاوی، غیر مقلد عبداللہ غازی پوری، غیر مقلد عبدالجلیل سامرودی، غیر مقلد محمد صادق سیالکوٹی ....

نام نہاد اہلحدیث محمد بن جمیل زینو اپنی کتاب 'الصوفیة فی میزان الکتاب والسنة'
(مطبوعہ شعبۃ توعیۃ الجالیات) میں صوفیائے کرام پر الزام عائد کرتے ہیں :

'صوفیہ کے مختلف سلسلے ہیں مثلاً تیجانیہ' قادریہ' نقشبندیہ' شاذلیہ اور رفاعیہ وغیرہ اور ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ وہی حق پر ہے اور دوسرے باطل پر ہیں۔ (الصوفیة فی میزان الکتاب والسنة)

یہ بہتان عظیم ہے ﴿لعنة الله علی الکٰذبین﴾ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔
صوفیائے کرام کی تعلیمات اس کے برعکس ہیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سارے رُوحانی سلاسل اور شیوخ ...... جسدِ واحد کی طرح ایک اور متحد ہیں۔ سب کی منزل ایک ہی ہے۔ سب کی تعلیمات کا حاصل تزکیہ نفس ہے۔ تصوف تزکیہ باطن' تصفیہ نفس اور تعمیر اخلاق حسنہ' بے غرضی' بے نفسی کا نام ہے۔
اہلِ سُنّت وَجماعت کے چاروں مذہب (حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی) برحق ہیں۔ حنفی' شافعی' مالکی اور حنبلی یہ چار علحدہ علحدہ راستے نہیں بلکہ اسٹیشن کی چار سڑکیں یا ایک دریا کی چار نہریں ہیں۔ عقائد کے بدلنے سے راستے بدلتے ہیں۔ چاروں مذہب کے عقائد یکساں ہیں۔ صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے جیسا کہ خود صحابہ کرام میں اختلاف رہا۔

کشف اور عطائی علم غیب کو قرآنی تعلیمات کے خلاف لکھا گیا :

'صوفیہ کشف اور غیب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہ قرآن ان کی تکذیب کرتا ہے'۔ (الصوفیة فی میزان الکتاب والسنة)

غیر مقلد عمر فاروق سلفی لکھتا ہے :

’’آج کے کلمہ گومشرک سے بہتر عقیدہ تو جانوروں کا ہے کہ کوئی نبی علمِ غیب نہیں رکھتا: ﴿حَتّٰٓی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰٓاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ﴾ (النمل/۱۸) جس وقت وہ (سلیمان علیہ السلام) چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو ! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ‘ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان (علیہ السلام) اور اُن کا لشکر تمہیں روند ڈالے‘‘۔ (شرک کیا ہے؟/۱۶)

(۱) مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا‘ (۲) جانوروں کو کلمہ گو مسلمانوں سے بہتر بتا دیا‘ (۳) سیدنا سلیمان علیہ السلام کو بے خبر لکھ ڈالا۔

(پچھلے صفحات میں ذاتی اور عطائی علم غیب پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے)

غیر مقلد وہابی جو چیونٹی کا دماغ رکھتا ہے اُسے کون سمجھائے کہ آخر چیونٹی کو خبر کیسے ہو گئی؟ انبیائے کرام کے علمِ غیب کا انکار کرتے ہوئے چیونٹی کے علمِ غیب کو مان رہا ہے۔

مومن کی فراست : حضور ﷺ فرماتے ہیں **اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر من نور الله** مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

یمن کے ایک نصرانی نے جب یہ حدیث سُنی تو اُس نے چاہا کہ امتحان کرے۔ اُدھر کے نصاریٰ زنار باندھتے ہیں۔ اُس نے زنار نیچے چھپایا اور اُوپر مسلمانی لباس پہنا۔ عمامہ باندھا اور مسلمان بن کر مشائخ کرام کی مجلسوں پر دورہ شروع کیا۔ ہر ایک کے پاس جاتا اور اس حدیث کے معنیٰ پوچھتا‘ وہ کچھ فرما دیتے‘ یہ دوسرے کے

پاس حاضر ہوتا' یوں ہی بغداد شریف اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا۔ عرض کی یا سیدی اس حدیث کے معنیٰ کیا ہیں **'اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر من نور الله** مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے' فرمایا اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ زنار توڑ اور نصرانیت چھوڑ' اسلام لا۔ وہ یہ سُنتے ہی بیتاب ہوا اور کلمہ شہادت پڑھا اور کہا: یا سیدی میں اتنے مشائخ کرام کے پاس گیا اور کسی نے مجھے نہ پہچانا۔ فرمایا' سب نے پہچانا مگر تجھ سے تعرض نہ کیا' تیرا اسلام میرے ہاتھ پر لکھا ہوا ہے۔ (ملفوظات امام احمد رضا بریلوی)

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلد وہابیوں) کے دِلوں میں مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں پر مہر لگا دی ہے اسی لئے وہ آیاتِ قرآنی کا انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات سے اُن کے عقائد کی تکذیب اور اہلِ سُنّت وَ جماعت کے عقائد کی تائید ہوتی ہے' ارشاد ربّانی ہے :

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾

(آل عمران/ ۱۷۹) اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم عطا کرے۔ ہاں اُس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے مجتبیٰ رسول (منتخب رسول) کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ حضور ﷺ کو رسول مجتبیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ رسولوں میں آپ اللہ تعالیٰ کے منتخب رسول ہیں جب خدا نے انھیں غیب پر مطلع فرما دیا تو اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ خدا کی عطا سے انھیں غیب کا علم حاصل ہو گیا ہے۔

حقیقتِ نورِ محمدی ﷺ کا انکار :

نام نہاد اہلحدیث کی فطرت میں انکار ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی عظمتوں کا انکار، فضائل کا انکار، معجزات کا انکار، علمِ غیب عطائی کا انکار، شفاعت کا انکار، وسیلہ کا انکار، روضۃ النبی ﷺ کی زیارت کا انکار، حاضر و ناظر ہونے کا انکار، حیاۃ النبی ﷺ کا انکار، تبرکاتِ نبوی ﷺ کا انکار، احادیث مبارکہ کی صحت و صداقت کا انکار، رحمتِ عالم ہونے کا انکار، ساری مخلوق میں سب سے اول ہونے کا انکار، باعثِ تخلیق کائنات ہونے کا انکار، امام الانبیاء ہونے کا انکار، حقیقتِ نورِ محمدی ﷺ کا انکار ....

صحابہ کرام کی عظمتوں کا انکار، صحابہ کرام کے طریقوں (سُنّت صحابہ) کا انکار، صحابہ کرام کے فیصلوں کا انکار، صحابہ کرام کے معیارِ حق ہونے کا انکار، اقوال صحابہ کو حجت ماننے سے انکار، خلفائے راشدین کی خلافت کا انکار، اہلبیتِ اطہار کی طہارت کا انکار، بیس رکعت تراویح کا انکار، طلاق ثلاثہ کا انکار............

ائمہ اربعہ کی تقلید کا انکار ......اولیائے اُمت کی کرامات کا انکار......صوفیائے کرام کی پاکیزگی و تقویٰ کا انکار......اجماع اُمت کو حق ماننے سے انکار......

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) نے خود کو ساری اُمت سے الگ کرتے ہوئے 'انکار' کا حق اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ ساری اُمت کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے حق کو استعمال کرتے ہوئے اعلان کر دیں کہ ہم ایسے منکرین 'نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین' کو مسلمان ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

ان اُمتی لاتجتمع علی الضلالۃ (ابن ماجہ، ترمذی)

لم یکن اللہ لیجمع أُمتی علی الضلالۃ اللہ تعالیٰ میری اُمت کو ضلالت پر اکٹھا نہ کرے گا۔

من خرج من الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام عن عنقہ
(عبدالرزاق، حاکم) جو شخص ایک بالشت کے بقدر جماعت سے ہٹا اس نے اسلام کا پھندہ اپنی گردن سے نکال دیا۔

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ اُمت اجتماعی طور پر خطاء سے محفوظ ہے یعنی پوری اُمت خطاء اور ضلالت پر اتفاق کر لے ایسا نہیں ہوسکتا ہے۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلد ناصر البانی لکھتا ہے:

'یہ عقیدہ رکھنا کہ سب سے پہلے نبی ﷺ کا نور پیدا ہوا:
اس عقیدے کی بنیاد یہ باطل وموضوع روایت ہے:
﴿**اول ما خلق اللہ نور نبیك یا جابر**﴾
'اے جابر ! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ تیرے نبی کا نور تھا'
شیخ البانی نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے۔
(السلسلۃ الصحیحۃ، ناصر البانی۔ ۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث، شیخ احسان بن محمد العتیبی)

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلد وہابیوں) نے حقیقتِ نور محمدی ﷺ کو صوفیائے کرام کے اقوال بتایا ہے:

'صوفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور اُن کے نور سے تمام چیزوں کو پیدا کیا' **(الصوفیۃ فی میزان الکتاب والسنۃ)**

یہ صوفیائے کرام کا قول نہیں ہے بلکہ صاحبِ شریعت محمد رسول اللہ ﷺ کا مبارک ارشاد ہے:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واطیب التحیات سے پوچھا یارسول اللہ **بابی انت وامی اخبرنی عن اوّل شیئی خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیّك۔**

(رواہ عبدالرزاق بسندہ) یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے یہ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کونسی چیز پیدا کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے جابرؓ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا ہے۔

نام نہاد اہلحدیث 'حقیقتِ نور محمدی ﷺ' کی احادیث کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> 'یہ ساری روایات بلاسند ہیں' موضوع (من گھڑت) ہیں۔
> **(تجدید ایمان/٥٦)**

'حدیثِ لولاک' کا انکار :

صوفیائے کرام کے بغض ونفرت کے جذبہ نے نام نہاد اہلحدیث کو کہاں تک پہونچا دیا ہے۔ اب وہ حدیثِ قدسی 'حدیث لولاک' کا بھی انکار کرنے لگے ہیں :

’یہ عقیدہ رکھنا کہ ساری دُنیا کی تخلیق نبی ﷺ کے لئے ہوئی :
اس عقیدہ کی بنیاد یہ من گھڑت روایت ہے:
﴿لو لاك لما خلقت الافلاك﴾ (اے پیغمبر) اگر تو نہ ہوتا تو میں کائنات پیدا نہ کرتا‘
(موضوع: سلسلۃ الضعیفہ‘ ناصر البانی ۔ ۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث‘ شیخ احسان بن محمد العتیبی)

نام نہاد اہلحدیث نہ صرف حدیث قدسی کا انکار کررہے ہیں بلکہ اُن کا لب ولہجہ اور گستاخانہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: (اے پیغمبر) اگر تو نہ ہوتا تو میں کائنات پیدا نہ کرتا‘

’ صوفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا محمد ﷺ کی وجہ سے پیدا فرمائی ‘
(الصوفية فى ميزان الكتاب والسنة)

’ اللہ نے تمام چیزوں کو محمد ﷺ کی وجہ سے پیدا کیا تو یہ جھوٹ اور گمراہی ہے‘
(الصوفية فى ميزان الكتاب والسنة)

’ لولاك لما خلقت الافلاك ‘ والی حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کو وجہ تخلیق کائنات بتایا گیا ہے موضوع (من گھڑت) ہے‘

’ اول ما خلق الله نوری وانا من نور الله ‘ بھی موضوع حدیث ہے‘

’كنت كنزاً مخفيا‘ (میں مخفی خزانہ تھا‘ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں‘ پس میں نے مخلوق (حضور ﷺ) کو پیدا فرمایا)

’یہ حدیث بھی موضوع ہے‘ (أسباب انتشار البدع والضلالات فى الاسلام)

'کنت کنزاً مخفیا' صوفیاء کی بیان کردہ یہ روایت بالکل جھوٹی' باطل اور بناوٹی ہے' (تجدیدِ ایمان/۲/۷ مؤلفہ ڈاکٹر شفیق الرحمٰن' دارالبلاغ للنشر)

قلب المؤمن بیت الرب (مومن کا دل رب کا گھر ہے)

یہ روایت بھی بے اصل (من گھڑت) یعنی جھوٹی اور باطل ہے۔

(تجدیدایمان/۲/۷)

من عرف نفسه فقد عرف ربه (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا' اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

'یہ بھی من گھڑت روایت ہے اس کی سند کا ہی پتہ نہیں' (تجدیدایمان/۲/۷)

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

ترا عز لولاک تمکین بس ست ثنائے تو طٰہٰ ویٰسین بس ست (بوستان)

محی الحنفیت امام اعظم ثانی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی فرماتے ہیں :

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے (حدائق بخشش)

حدیث **لولاک** متعدد الفاظ سے مروی ہے مثلاً :

لولاك لما خلقت الجنة

لولاك لما خلقت النار

لولاك لما خلقت الدنيا

ویلمی نے 'فردوس' میں۔ امام قسطلانی نے 'المواہب اللدنیہ' میں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے 'مدارج النبوۃ' میں۔ کثیر محدثین واجلّہ علماء اسلام نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کو متعدد الفاظ سے ذکر کیا ہے' اس پر اعتماد کیا ہے اور اس سے مسائل کو مستنبط کیا ہے۔ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ محدثین اور علماء اسلام کے

نزدیک حدیث **لولاک** صحیح اور ثابت ہے اور یہ متعدد الفاظ سے مروی ہے۔

﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ/ ۱۲۸) بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے' گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا' بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا' مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کے تحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہ طور پر نوازا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا 'الٰہی تو نے مجھے ایسی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے کہ مجھ سے پہلے کسی کو ایسا مقام عطا نہیں ہوا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا' اے موسیٰ! ہم نے تیرے دل کو متواضع پایا تو اس مقام سے نواز دیا۔ **فخذ ما اٰتینك وكن من الشاكرين ومت علیٰ توحيد وحب محمدٍ** ﷺ 'جو تم کو دیا گیا اس پر شکر کرو اور زندگی کے آخری لمحات تک توحید اور محمد ﷺ کی محبت پر رہو'۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا' یا اللہ! محمد ﷺ کی محبت تیری توحید کے ساتھ ضروری ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **لولا محمد واُمته لما خلقت الجنة ولا النار ولا الشمس ولا القمر ولا الليل ولا النهار ولا ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا ولا اياك** اگر محمد اور اُس کی اُمت نہ ہوتی تو میں جنّت' دوزخ' سورج' چاند' رات' دن' فرشتے' انبیاء کسی کو پیدا نہ کرتا اور اے موسیٰ تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

حدیث قدسی ہے **لولاك لما اظهرت الربوبية** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا۔

حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

'رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے زمین کا فرش بچھا دیا' رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے آسمان کا شامیانہ لگا دیا۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے چاند وسورج کے چراغ جلا دیئے۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے ستاروں کی قندیلیں روشن کردیں۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے آبشار کے نغمے جاری کردیئے۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے دریا کو رواں دواں کردیا۔ رسول کی میلاد مقصود تھی اس لئے کائنات کو اپنی نعمتوں سے آراستہ کردیا۔ یہ زمین بھی میلاد والی زمین ہے' یہ آسمان بھی میلاد والا آسمان ہے' یہ چاند سورج بھی میلاد والے ہیں۔ اب اگر کسی کو میرے رسول کی میلاد سے اختلاف ہو تو اس میلاد والی زمین کو چھوڑ دے۔ اس میلاد والے آسمان سے کہیں دُور نکل جا اور کوئی دوسرا سورج تلاش کرو جو رسول کی میلاد والا نہ ہو۔ یہ ساری کائنات اور افلاک کی تخلیق اسی وجہ سے ہوئی کہ رسول کی میلاد مقصود تھی۔

میرے رسول کی میلاد کے صدقے میں کسی کو نبوت ملی' کسی کو ولایت ملی' کسی کو قرآن ملا' کسی کو انجیل ملا' کسی کو زبور عطا ہوئی' کسی کو توریت ملی ۔۔۔ اور ہم سب کو رسول کی غلامی مل گئی۔ رسول کا کلمہ پڑھنے کی سعادت مل گئی۔ ایمان والوں کو ایمان ملا اور کفر والوں کو رسول کی دھرتی پر رہنے کی مہلت مل گئی ۔۔۔ یہی ذکر میلاد مصطفیٰ ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول کی میلاد کا ذکر کرنا سُنّتِ کبریا ہے اور ذکر کا سُننا سُنتِ انبیاء ہے۔

باعثِ تخلیق آدم و بنی آدم حضور رحمۃ للعالمین ﷺ دُعائے خلیل اور بشارت عیسیٰ ہیں گویا وہ حضرات داعی ہیں اور آپ مدعیٰ' وہ حضرات اَسناد ہیں اور حضور ﷺ متن۔ وہ حضرات مبشِّر ہیں اور حضور ﷺ اصل بشارت ...... وہ حضرات چمن ہیں اور حضور ﷺ پُھول' وہ حضرات طُفیلی ہیں اور حضور ﷺ مقصود۔ وہ سب بَراتی ہیں اور حضور ﷺ

دولہا...... ظاہر ہے کہ پُھول درخت سے افضل، دولہا بَراتیوں سے اعلیٰ اور متن اَسناد سے بڑھ کر کہ اسناد مبدا ہے اور متن اُس کی انتہاء۔

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دُعائیں کیں　ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر دیدہ یعقوب میں آیا　جسے یوسف نے اپنے حُسن کے نیرنگ میں پایا
وہ جس کی یاد میں داؤد نے نغمہ سُرائی کی　وہ جس کے نام پر شاہِ سلیماں نے گدائی کی
دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے　لبِ عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان رحمت کے
گن گائیں جن کے انبیاء مانگیں رُسل جن کی دُعا
وہ دو جہاں کے مدعا صلِّ علیٰ یہ ہی تو ہیں

حدیث قدسی ہے **كُنْتُ كَنزًا مَخْفِيًا فَاحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ نُوْرُ مُحَمَّدٍ** میں خزانہ مخفی تھا تو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے نور محمد کو پیدا کیا۔ کہ اُن کو جب تک نہ پہچانو گے مجھ کو نہ پہچانو گے۔اُن کو جب تک نہ مانو گے مجھے بھی نہیں مان سکتے۔ ان کی اطاعت میری اطاعت۔ پتہ چلا کہ :

مل سکتا نہیں خُدا اُن کا وسیلہ چُھوڑ کر　غیر ممکن ہے کہ چڑھئے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

سمجھنا چاہئے کہ توسل خواہ اپنے یا غیر کے اعمال صالحہ سے ہو، خواہ مقبولین حضرات کی ذوات مبارکہ سے ہو اور چاہے وہ احیاء ہوں یا اموات بلاشبہ درست ہے کیونکہ ان سب صورتوں میں مرجع ومقصود اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے ساتھ توسل کے علاوہ کچھ نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اولیت 'باعثِ تخلیق کائنات' ماننے سے انکار :

نام نہاد اہلحدیث ڈاکٹر شفیق الرحمٰن اپنی کتاب 'تجدید ایمان' مطبوعہ دار البلاغ للنشر (سعودی عرب)' سوال و جواب کے انداز کو اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> سوال : کیا رسول اللہ ﷺ کی تخلیق سب سے پہلے ہوئی اور آپ کائنات میں ہونے والے تمام واقعات دیکھ رہے تھے اور **ماکان وما یکون** جو ہو گیا اور جو ہونا تھا' کا علم رکھتے تھے؟ <u>اس سوال کا جواب خود تحریر کرتے ہیں:</u>
>
> جواب : رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر میں 571ء میں آمنہ کے گھر مکہ میں پیدا ہوئے۔ ایسا کوئی فرمان رسول نہیں ہے کہ 'اللہ نے سب سے پہلے مجھے پیدا کیا' اور اس مفہوم کی تمام روایات بلا سند اور من گھڑت ہیں۔ ان روایات کو فرمانِ رسول کہنا سخت گناہ ہے۔
>
> (تجدید ایمان/ ۸۸)

بد باطن نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا 571ء سے پہلے کوئی وجود نہیں تھا اور 63 سالہ زندگی کے بعد وجود ختم ہو گیا۔ تخلیق کے اعتبار سے اول ہونے اور حیات النبی ﷺ کی ساری احادیث و روایات بلا سند' من گھڑت خود ساختہ اور بے اصل ہیں۔ (معاذ اللہ)

حدیث پاک ہے **کنت اول الناس فی الخلق واٰخرھم فی البعث** میں تخلیق کے اعتبار سے تمام انسانوں سے اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر۔

(السراج المنیر شرح جامع صغیر)

حضور علیہ وسلم ہر ایک رحمت کا سبب ہیں ۔ زمین و آسمان کی تخلیق ساری کائنات کو خلعت وجود بخشا' دُنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کو پیدا کرنا' انبیاء و مرسلین کو مراتب جلیلہ و معجزات کثیرہ عطا فرمانا' تمام کتب سماویہ کا نازل کرنا' اولیاء کاملین اور شہداء و صالحین کو عظیم المرتبت منازل پر فائز کرنا' یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں' مگر ان سب رحمتوں کا سبب حضور علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ساری رحمتیں حضور علیہ وسلم ہی کی وجہ سے ہیں کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو تمام رحمتوں کا سبب بتایا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو نہ زمین ہوتی' نہ آسمان ہوتا' نہ سارا جہان ہوتا۔ جس کو جو نعمت ملی اور جہاں جہاں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا' یقین رکھیے اور ایمان لایئے کہ یہ سب کچھ حضور علیہ وسلم کے طفیل میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اُے محبوب! ہم نے آپ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ آپ کی وجہ سے ہم سارے جہان پر اپنی رحمت فرمائیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر رحمت خداوندی کا دروازہ رسول ہی کا درِ پاک ہے۔

حضور علیہ وسلم ہی اول المسلمین ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب علیہ وسلم کی زبانی اعلان فرما رہا ہے کہ اے محبوب اپنے اعمال کے متعلق یہ اعلان فرمادو کہ میں ایسی صاف ستھری زندگی والا بنایا گیا ہوں کہ میری ہر قسم کی نماز ہر طرح کی قربانی حتیٰ کہ میری زندگی میری موت دُنیا کے لئے یا اپنے نفس کے لئے نہیں ہے یا صرف جنّت حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ رب العالمین کے لئے ہے کہ میری ہر ادا اس کیلئے ہے کہ رب تعالیٰ راضی ہو جائے۔ میری اس زندگی و موت نماز و عبادت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے میرا سب کچھ ہے۔ مجھے فطری طور پر اول سے ہی اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری مخلوق الٰہی میں پہلا رب کا مطیع و فرمانبردار ہوں سارے مطیع و فرمانبرداروں نے مجھ سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سیکھی ہے۔ حضور علیہ وسلم ہی ساری مخلوق میں اول المسلمین ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ (الانعام/۱۶۴)
آپ فرمایئے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا، نہیں کوئی شریک اس کا، اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ ہے کہ سب مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کا عرفانِ اتم ہمارے آقا ومولا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو ہوا کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضور ﷺ کے نور کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے حضور ﷺ نے ہی اپنے رب کی توحید کی شہادت دی۔

قال قتادہ: ان النبی ﷺ قال کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث (قرطبی) قتادہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری تخلیق تمام انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد **انہ اول الخلق اجمع** (قرطبی) یعنی حضور ﷺ کی پیدائش سب مخلوق سے پہلے ہوئی۔

عموماً مفسرین ﴿وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس اُمت محمدیہ کے اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث **کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد** (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی رُوح وجسد کی درمیانی منزلیں طے کررہے تھے) کے موافق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

نماز اسریٰ میں تھا یہ ہی سِر عیاں ہو معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سیناء
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

نام نہاد اہلحدیث ڈاکٹر شفیق الرحمٰن اپنی کتاب 'تجدید ایمان' مطبوعہ دار البلاغ للنشر (سعودی عرب)' سوال و جواب کے انداز کو اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

سوال : اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے اعلان کروایا' وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ 'اور میں اول مسلم ہوں'۔ اگر آپ سب سے پہلے پیدا نہیں ہوئے تو اول مسلم کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب خود تحریر کرتے ہیں:

جواب : اول مسلم سے یہ مراد لینا کہ اُن سے پہلے مسلم موجود نہ تھے' قرآنی منشا کے مطابق نہیں ہے۔ (تجدید ایمان/۹۰)

حضور ﷺ وجود کی جڑ بن کر سب سے پہلے تشریف لائے۔ تمام موجودات آپ کی شاخیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نور محمدی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے موجود فرمایا' پھر جس طرح جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں اسی طرح نور محمدی سے سارے جہاں کو پیدا فرمایا۔ اگر کسی درخت کی جڑ کٹ جائے تو شاخیں فوراً مُرجھا کر فنا ہو جاتی ہیں۔ اگر حضور ﷺ کو مُردہ' اور مٹی میں مل جانے والا مان لیا جائے تو گویا سارے عالم کی جڑ کٹ گئی۔ پھر سارا عالم کس طرح باقی رہ سکتا ہے؟ لہذا عالم جب شاخ ہے تو اس کی بقا کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی جڑ یعنی حضور ﷺ بھی زندہ و موجود اور باقی رہیں۔

امام اہل سُنّت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا' وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اہلِ سُنّت کا عقیدہ ہے اور تمام اہل حق کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام لوازمِ حیات کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات جسمانی حیات ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور قسم قسم کی نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دیکھتے ہیں، سُنتے ہیں، کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں۔ اپنی اُمتوں کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور طرح طرح کے تصرفات فرماتے ہیں اور فیوض و برکات پہنچاتے ہیں اور دُنیا میں بہت سے خوش نصیبوں کو اپنی زیارت و دیدار سے مشرف بھی فرماتے ہیں۔

محی الحنفیت امام اعظم ثانی، امام اہل سُنّت اعلیٰ حضرت قدس سرہ، فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے ۔۔۔ لیکن اتنی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات ۔۔۔ مثل سابق وہی جسمانی ہے
رُوح تو سب کی ہے زندہ اُن کا ۔۔۔ جسم پُر نور بھی رُوحانی ہے

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مبارک اجسام قبروں میں سلامت رہتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن بکثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا درود شریف آپ کے سامنے کس طرح پیش کیا جائے گا؟ قبر میں تو آپ کا جسم شریف بکھر چکا ہوگا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ** (مشکوٰۃ)

اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ **فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ** (مشکوٰۃ) یعنی تم یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے،

کیونکہ اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کو روزی بھی ملتی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ **اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِہِمْ یُصَلُّوْنَ** (انباء الاذکیاء) یعنی انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں نمازیں پڑھتے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ   مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

معجزہ ردّالشّمس (سورج کو واپس پلٹانے) کا انکار :

حضور نبی کریم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ڈوبا ہوا سورج واپس پلٹانا (ردّالشّمس) بھی ہے امام طحاوی اور صاحبِ شفاء شریف ابوالفضل قاضی عیاض نے اس معجزہ کو بیان کیا ہے۔ جنگ خیبر سے واپسی پر ردالشّمس کا عظیم معجزہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے رونما ہوا۔ حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خیبر کے قریب منزل صہبا پر حضور نبی کریم ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جماعت میں شامل نہ ہونیکی وجہ سے ابھی نماز ادا نہیں کی تھی کہ حضور ﷺ اُن کی گود میں سر مبارک رکھے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ نماز عصر کا وقت گزر رہا ہے جو سب نمازوں سے افضل ہے اور جس کی تاکید قرآن مجید میں بتکرار عطف فرمائی ﴿**حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی**﴾ (بقرہ/ ۲۳۸) نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی۔

فائدہ: خندق کے دن خود رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر کے فوت ہو جانے پر کفار کے واسطے یہ دُعا فرمائی: **حبسونا عن صلوۃ الوسطے صلوۃ العصر ملاء اللہ بیوتھم وقبورھم نارا** ان کفار نے ہم کو نماز وسطی یعنی نماز عصر سے روکا' اللہ تعالٰی اُن کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔

باوجود اتنی تاکید کے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے عمداً نماز عصر کو اس خیال سے ترک کیا کہ اگر میں اپنا زانو ہلاؤں گا تو حضور نبی کریم ﷺ کی نیند میں خلل آ جائے گا لہذا آپ نے محض حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے باعث زانو کو نہ ہلایا حتی کہ سورج غروب ہوگیا اور نماز عصر کا وقت جاتا رہا۔ حضور ﷺ بیدار ہوئے تو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے نماز فوت ہو جانے کا حال عرض کیا تو آپ نے دُعا فرمائی: اے اللہ ! علی، تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا لہذا تو سورج کو لوٹا دے تاکہ وہ اپنی نماز عصر ادا کر لے۔ میں نے دیکھا کہ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور زمین پر ہر طرف دھوپ پھیل گئی۔ سیدنا علی مرتضٰی نے نہایت تسکین کے ساتھ نماز عصر ادا کی پھر سورج حسب معمول غروب ہوگیا۔ (مدارج النبوۃ)

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز — اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں — اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حدیث صحیح وحسن قرار دیا۔ امام ابوجعفر طحاوی، امام حاکم، قاضی عیاض مالکی، خطیب بغدادی، امام جلال الدین سیوطی، علامہ ابن یوسف دمشقی، امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام طبرانی، امام قسطلانی، امام ابن عبدالباقی .... رحمۃ اللہ علیہم جیسے محدثین وشارحین نے اس حدیث کو نقل کیا اور ان کی اسناد کو ثقہ قرار دیا ہے۔

منکرِ معجزات، نام نہاد اہلحدیث ڈاکٹر ابوعدنان سہیل لکھتا ہے:

> '' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہونے پر آفتاب کا واپس لوٹ آنا بھی قطعی جھوٹ اور اہل تشیع کا گھڑا ہوا افسانہ ہے''
>
> (أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

سارا جہاں حضور ﷺ کا اُمتی ہے اور سب جن وانس فرشتے، شجر وحجر پر حضور ﷺ کی اطاعت واجب و لازم ہے اسی لئے اونٹوں، بکریوں، شجر، حجر، چاند، سورج ...... نے بھی حضور ﷺ کی اطاعت کی، حضور ﷺ کے فرمان پر سورج لوٹا، اشارہ پر چاند پھٹا، حکم پر جانوروں کنکروں پتھروں لکڑیوں نے کلمہ پڑھا۔

ایک پیالہ پانی میں یہ اُنگلیاں رکھ دی گئیں تو ہر انگلی سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔ انگلی شریف کے اشارہ سے چودہویں رات کا چاند چر گیا انگلی شریف کے اشارہ سے ہی ڈوبا ہوا سورج واپس ہوا۔

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب وتواں تمہارے لئے

سورج ٹھہر گیا : معراج شریف سے واپسی پر قریش مکہ سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہارا ایک قافلہ میں نے راستے میں دیکھا ہے جو بدھ کے روز سورج غروب ہونے سے پہلے یہاں پہنچ جائے گا۔ قریش بدھ کے روز امتحاناً اس قافلہ کے منتظر تھے۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور قافلہ کو پہنچنے میں کچھ دیر ہوگئی **فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرتْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَار** رسول اللہ ﷺ نے سورج کو حکم دیا کہ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جا، تو سورج تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گیا۔ قافلہ آیا تو غروب ہوا (طبرانی، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین)

حضور نبی کریم ﷺ کو رحمتِ عالم ماننے سے انکار :

خبیث نام نہاد اہلحدیث ڈاکٹر شفیق الرحمٰن ایک سوال قائم کر کے جواب میں لکھتا ہے :

سوال : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ اور (اے محمد!) ہم نے تم کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جہان میں تو آدم علیہ السلام سے لے کر ہر نبی کی اُمت شامل ہے۔ اگر آپ ﷺ سب رسولوں کے آخر میں آئے تو پہلے لوگوں کے لئے رحمت کیسے ہوں گے؟

جواب : دراصل عالمین کے لفظ سے دھوکہ ہوا ہے۔ یقیناً اللہ رب العالمین ہے جب اللہ کے ساتھ اس کی اضافت ہو تو تمام مخلوق مراد ہوگی اور جب مخلوق میں سے کسی کے ساتھ اضافت ہو تو وہاں اس کے محدود معنی ہوں گے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِىۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰى عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا﴾ وہ بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ 'عالمین' کو ڈرائے۔

اس آیت پر غور فرمائیں' یہاں 'عالمین' میں نہ فرشتے شامل ہیں اور نہ ہی پہلی اُمتیں۔ یہاں عالمین سے مراد رسول اللہ ﷺ کے بعد آنے والے لوگ ہیں۔

واضح رہے کہ رحمۃ للعالمین کو بنیاد بنا کر رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سب سے پہلے ثابت نہیں کی جا سکتی' (تجدید ایمان/۹۳)

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اپنے خطبہ میں ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ کی محققانہ تشریح فرماتے ہیں:

عالمین کی تشریح : خالق کائنات بھیجنے والا ہے، جس کو بھیجا جا رہا ہے وہ ہیں رسول عربی ﷺ اور جس کی طرف بھیجا جا رہا ہے وہ ہے عالمین۔

یہ اُن کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا — وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے

بلکہ یوں کہیے: یہ فیض رحمۃ للعالمین، رحمت ہی رحمت ہے — وہ ہر عالم کی رحمت ہیں وہ ہر عالم میں رہتے ہیں

تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو — کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو

مصیبت کاٹنے والے تمہیں ہو — شریک عیش وعشرت سب ہیں لیکن

یہ عالمین کا دامن بہت وسیع ہے۔ عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم جمادات، عالم ناسوت، عالم طاغوت، عالم ملکوت۔ یہاں کا عالم، وہاں کا عالم، زمین کا عالم، آسمان کا عالم، اس دُنیا کا عالم، آخرت کا عالم، مشرق کا عالم، مغرب کا عالم، شمال کا عالم، جنوب کا عالم، جوانی کا عالم، بچپنے کا عالم، جتنے عالم ہو سکتے ہیں اُن سب کو شامل کرلو تو عالمین بنتا ہے۔ عالمین کی وسعت کو سمجھنا ہو تو ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ﴾ سے سمجھو۔ تمام تعریف مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو سارے عالم کا رب ہے۔

رب تعالیٰ نے بھیجا، رسول کو بھیجا، عالمین کے لئے بھیجا ۔۔ جس کی ملکیت ہوتی ہے وہی بھیجتا ہے اور جس کو بھیجتا ہے اُس کو اپنا بنا کر بھیجتا ہے۔ اسی لئے بھیجنے سے پہلے بڑا اہتمام برتا گیا۔ رسول کریم نے بہت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور، **كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد** میں نبی تھا اور حضرت آدم روح وجسد کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ **كنت نبيا وآدم بين الماء والطين** میں نبی تھا اور حضرت آدم آب وگل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ میرا رسول تو اُسی وقت پیدا ہوگیا جب نہ زمین تھی نہ آسمان' نہ شمال نہ جنوب' نہ مشرق نہ مغرب' نہ فرش نہ فرشی' نہ آگ نہ آتشی' نہ باد ہے نہ بادی' نہ آب ہے نہ آبی ۔۔۔ ابھی زمین کا فرش نہیں بچھایا گیا' ابھی آسمان کا شامیانہ نہیں لگایا گیا' ابھی چاند وسورج کے چراغ نہیں جلائے گئے' ابھی ستاروں کی قندیلیں نہیں روشن کی گئیں ۔۔۔ ابھی آبشار کے نغمے نہیں جاری کئے گئے۔ ابھی دریا کی روانی بھی نہیں ہے ابھی پہاڑوں کی بلندیاں بھی نہیں ہیں۔ کچھ نہیں ہے مگر نور محمدی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وکونه ﷺ رحمة للجميع باعتبار انه عليه الصلوٰة والسلام واسطة الفيض الالٰهی علی الممکنات علی حسب القوابل ولذا کان نوره صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم اول المخلوقات وفی الخبر اول ما خلق الله تعالیٰ نور نبيك يا جابر ٗوجاءٗ الله تعالیٰ المعطی وانا القاسمٗ وللصوفية قدمت اسرارهم فی هذا الفصل کلام فوق ذالك (روح المعانی)

یعنی حضور ﷺ کا تمام کائنات کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالمِ امکان کی ہر چیز کو حسبِ استعداد جو فیض الٰہی ملتا ہے وہ حضور ﷺ کے واسطہ سے ہی ملتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ کا نور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا' اور دوسری حدیث میں اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (اس کی رحمت کے خزانوں کو) بانٹنے والا ہوں۔

شاعرِ مشرق نے حامل لواء الحمد اور صاحبِ مقام محمود کی مدح سرائی میں جب یوں گل فشانی کی ہوگی تو کیا عجیب سماں ہوگا۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے　　غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سیناء
نگاہِ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر　　وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

معلوم ہوا کہ بھیجنے والے نے بھیجنے سے پہلے اپنے قریب کیا اور بہت قریب کیا اور ایسے وقت میں قریب کیا کہ کائنات کی کسی چیز کا وجود ہی نہیں تھا۔ اس قربت کے انوار وبرکات اور حسنات وتجلیات کے ظہور کا عالم کیا تھا۔ اتنا قریب، کس کے قریب؟ قادر مطلق کے قریب، کس کے قریب؟ عالم الغیب والشہادۃ کے قریب۔ کس کے قریب؟ خالق کائنات کے قریب۔ کس کے قریب؟ مختار کائنات کے قریب، نور مطلق کے قریب۔ اس قربت سے رسول صفات الٰہیہ اور کمالات الٰہیہ کے مظہر کامل بن کر آئے۔

فضائلِ قرآن کی احادیث کو جعلی احادیث قرار دینا :

'نبی کریم ﷺ سے قرآن کی ہر ایک سورت کی تلاوت کے فضائل کے بارے میں احادیث منقول نہیں، بلکہ فضائل احادیث میں بیشتر کا تعلق موضوعات سے ہے اور یہ جعلی حدیثیں انہیں دشمنانِ اسلام یہود کی تراشیدہ ہیں جو پہلے تشیع اور پھر صوفیاء کے رُوپ میں ملت اسلامیہ کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں مصروف ہیں'

'جہاں تک قرآن کی ہر ایک سورت کی فضیلت کے بیان میں آنے والی لمبی لمبی حدیثوں کا تعلق ہے تو وہ احادیث موضوع ہیں'۔

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

’ قبر پر سورۂ یٰسین کی قراءت کرنا : اس عمل کی بنیاد جن من گھڑت اور ضعیف روایات پر ہے ان میں سے ایک یہ ہے :

’من دخل المقابر فقرأ سورة یٰسن خفف الله عنهم وکان لهم بعدد من فیها حسنات ‘ جو قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورۂ یٰسین کی قراءت کی تو اللہ تعالیٰ ان (قبر والوں سے آزمائش میں) تخفیف فرمائیں گے اور اسے (یٰسین پڑھنے والے کو) اس قبرستان میں مدفون افراد کی تعداد کے برابر نیکیاں ملیں گی‘

شیخ البانی نے اپنی کتاب ’احکام الجنائز و بدعہا‘ میں اس روایت کے متعلق نقل فرمایا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔ (موضوع: السلسلۃ الضعیفہ)

(۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث‘ شیخ احسان بن محمد العتیبی)

نام نہاد اہلحدیث اس حدیث کو ضعیف‘ موضوع اور من گھڑت کہتے ہیں

’ قرآن کا دل سورۂ یٰسین :

ان لکل شیء قلبا وان قلب القرآن یٰسن ۰ من قرأها فکانما قرأ القرآن عشر مرات ‘ بلاشبہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے جس نے اسے (ایک بار) پڑھا گویا اس نے دس مرتبہ قرآن پڑھا‘

(موضوع: العلل لابن ابی حاتم ۔ السلسلۃ الضعیفہ للالبانی)

(۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث‘ شیخ احسان بن محمد العتیبی)

'سورۂ واقعہ کی تلاوت سے فقر و فاقے کا خاتمہ: (یہ بھی ضعیف حدیث ہے)

من قرأ سورة الواقعة من كل ليلة لم تصبه فاقة ابدا

جس نے ہر رات سورۂ واقعہ کی تلاوت کی اُسے کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا۔

(۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث' شیخ احسان بن محمد العتیبی)

نام نہاد اہلحدیث کی بدنصیبی دیکھئے کہ مشہور و معروف احادیث کو بھی ضعیف قرار دیتے ہیں:

'قرآن' والدین اور علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے :

النظر فى المصحف عبادة ونظر الولد الى الوالدين عبادة والنظر الى على بن ابى طالب عبادة

قرآن کو دیکھنا عبادت ہے' اولاد کا والدین کو دیکھنا عبادت ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے'

(موضوع: السلسلة الضعيفه للالبانی)

(۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث' شیخ احسان بن محمد العتیبی)

نام نہاد اہلحدیث کو کون سمجھائے؟ بخاری و مسلم اور دیگر معتبر کتب احادیث میں فضائل قرآن کی ہر ہر سورت کے فضائل موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: علی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (حاکم' طبرانی' الصواعق المحرقہ)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا: علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (ابن عساکر' تاریخ الخلفاء)

انا مدينة العلم وعلی بابها میں علم کا شہر ہوں علی اس کے دروازہ ہیں **یاعلی حبك ایمان وبغضك نفاق** اے علی تمہاری محبت ایمان ہے اور تمہارا بغض نفاق ہے یہ ساری باتیں' سارے مقامات اور یہ منزل اس لئے دکھائی جارہی ہے کہ اُن کو ماننے اور چاہنے میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ اُن سے جب ہم محبت کریں گے تو ہدایت پر رہیں گے۔ سرکارِ رسالت ﷺ نے کیا پیاری بات کہی ہے **حب علی یاکل الذنوب کما تاکل النار الحطب** یعنی علی کی محبت گناہوں کو ایسا کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جنگ سے واپسی پر چار افراد نے بارگاہ رسالت میں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ حضور اکرم ﷺ کے چہرۂ انور پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا: تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔ (ترمذی)

بے شک یہ ساری بشارتیں صرف ایمان والوں کے لئے ہیں۔ قرآن مجید کا دیکھنا عبادت' کعبۃ اللہ کا دیکھنا عبادت' سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کو دیکھنا عبادت' اولاد کا والدین کو دیکھنا عبادت' اولیاء اللہ اور علماء کو دیکھنا اور اُن کی صحبت اختیار کرنا عبادت۔

حضور نبی کریم ﷺ کو ایمان کی حالت میں ایک نگاہ دیکھنا صحابی بنا دیتا ہے اور یہ ایسا شرف ہے کہ پوری اُمت کے اعمالِ حسنہ بھی مل کر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

قرآن مجید اور کعبۃ اللہ کا دیکھنے والا صحابی نہیں مگر نبی کریم ﷺ کو اخلاص سے دیکھنے والا صحابی ہے۔ معلوم ہوا کہ اعمال سے زیادہ صحبت اثر کرتی ہے کیونکہ یہی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو ابوجہل اور ابولہب نے بھی دیکھا' مگر اُن کا دیکھنا بے فیض اس لئے رہا کیونکہ وہ دیکھنا عداوت کا دیکھنا تھا۔

اہلحدیث کا عقیدہ ہے کہ انسان، اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہرگز نہیں ہوسکتا :

' صوفیہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے واسطہ کے بغیر انہیں ڈائرکٹ اللہ سے علم حاصل ہوتا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں: (میرے دل نے مجھ سے اللہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا)۔

ابن عربی جو دمشق میں مدفون ہے اپنی کتاب (الفصوص) میں لکھتا ہے' ہم میں کچھ لوگ رسول کے جانشین ہیں جو رسول ﷺ سے احکام اخذ کرتے ہیں یا اُن کے بتائے ہوئے اصول سے استنباط کرتے ہیں اور کچھ ڈائرکٹ اللہ سے احکام اخذ کرتے ہیں تو وہ اللہ کے خلیفہ ہیں'

میں کہتا ہوں کہ یہ بات غلط اور قرآن کے مخالف ہے جو یہ واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ لوگوں کو اللہ کے احکام پہنچا دیں۔ ارشاد باری ہے ﴿**یاایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك**﴾ (المائدہ/٦٧) اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے)۔

کسی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ ڈائرکٹ اللہ سے حاصل کرے۔ یہ دعویٰ کرنا محض جھوٹ اور سراسر غلط ہے' پھر انسان اللہ کا خلیفہ نہیں ہوسکتا' کیونکہ اللہ ہم سے غائب نہیں ہوتا کہ انسان اس کا خلیفہ بنے اور جانشینی کرے '

(الصوفية فی میزان الکتاب والسنة/٢٠)

عبارات کو غور سے پڑھتے جائیں ...... اہلحدیث کا دماغ کبھی ٹھکانے پر اور کبھی

بہت دُور ویران وادیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کے یہاں بہت سے عقائد اور مسائل میں اختلاف اور تناقص پیدا ہوتا ہے۔ اُن کے پیشواؤں میں کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔ انہوں نے تقلید شخصی کا دامن چھوڑ کر اپنی خواہشاتِ نفسانی کے مطابق مسائل وعقائد گڑھنا شروع کیے۔ وہ بولتے ضرور ہیں مگر سمجھتے نہیں، اسی لئے اُن میں تضاد بیانی ہوتی ہے۔

اپنی ہی عبارات پر اہلحدیث یہ غور نہیں کر رہا ہے کہ وہ صوفیائے کرام کے عقائد پر ضرب لگا رہا ہے یا اہلِ سُنّت وَ جماعت کے عقیدۂ توسل کی ترجمانی کر رہا ہے !

نام نہاد اہلحدیث جو ہمیشہ وسیلہ کو شرک قرار دیتے ہیں، وسیلہ اختیار کرنے والے کو مشرک و بدعتی کہہ دیتے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈائرکٹ مانگنے کی بات کرتے ہیں اور یہ گنگناتے رہتے ہیں :

کیوں غیر کے آگے پھیلاتے ہو ہاتھ
بندے ہو رب کہ تو رب سے مانگیں

جن کا یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہ رگ (رگِ جان) سے قریب ہے اور مجیب الدعوات ہے لہذا اسی سے ڈائرکٹ ہر چیز طلب کرنا چاہیئے۔

انبیاء واولیاء کا وسیلہ شرک ہو جاتا ہے۔ 'ہم خدا کے بندے ہو کر غیر کے پاس کیوں جائیں، ہم اُس کے بندے ہیں، چاہیئے کہ اسی سے حاجتیں مانگیں' (تقویۃ الایمان)

تعجب ہے ! اب یہی نام نہاد اہلحدیث کہہ رہے ہیں کہ 'رسول اکرم ﷺ کے واسطہ کے بغیر ڈائرکٹ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل نہیں ہوسکتا ہے اور کسی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ ڈائرکٹ اللہ سے حاصل کرے۔ (اللہ تعالیٰ سے ڈائرکٹ علم حاصل کرنے کا) یہ دعویٰ کرنا محض جھوٹ اور سراسر غلط ہے'

بہرحال ۔۔ آخرکار !! نام نہاد اہلحدیث یہ مان ہی رہے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے واسطہ کے بغیر ڈائرکٹ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل نہیں ہوسکتا ہے اور کسی کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ ڈائرکٹ اللہ سے حاصل کرے اور یہ دعویٰ کرنا محض جھوٹ اور سراسر غلط ہے۔

الحمدللہ اہلِ سُنّت وَ جماعت کا یہی عقیدہ ہے :

مل سکتا نہیں خُدا اُن کا وسیلہ چُھوڑ کر　　غیر ممکن ہے کہ چڑھئے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیماریوں کی شکایات' اور اکثر براہ براست خود رب تعالیٰ سے دُعا نہ مانگتے تھے بلکہ عرض کرتے تھے کہ حضور ہمارے لئے دُعا مانگیں تا کہ الفاظ کے ساتھ زبان کی برکت وتاثیر بھی حاصل ہو۔ یہ ہے توسل کا عقیدہ۔ رب تعالیٰ کی کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں ملتی۔

اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو حضور نبی کریم ﷺ کے سبب وطفیل پیدا فرمایا ہے جس ذات سے ساری کائنات کا وجود ہے وہی ذات مقدسہ سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجی گئی ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہوگا کہ اس ذات مبارکہ کی سفارش کے بغیر ہی دُعا کو قبولیت حاصل ہو جائے؟

ہم کو رب تعالیٰ نے کوئی حکم حضور ﷺ کے وسیلے کے بغیر نہ دیا۔ جو کچھ فرمایا حضور ﷺ کی معرفت فرمایا ہے۔ رب تعالیٰ نے سیدنا محمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا وسیلہ معرفت بنا دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ' اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان وسیلہ اور واسطہ ہیں۔

خیال رہے کہ بعض وسیلے منزل مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیئے جاتے ہیں جیسے ریل' ہوائی جہاز' سواریاں وغیرہ۔ بعض وسیلے کبھی چھوٹ نہیں سکتے جیسے روشنی کے لئے چراغ۔ حضور ﷺ دوسری قسم کے وسیلہ ہیں کہ کوئی شخص خدا تک پہنچ کر حضور ﷺ کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اس لئے رب تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے حبیب کا ذکر فرمایا۔

(☆) صوفیائے کرام کا یہ فرمانا کہ انھیں راست طور پر اللہ تعالیٰ سے علم حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُن کے دِلوں میں دین کی باتیں آتی ہیں' اُن کی زبان سے علم وحکمت کی باتیں جاری ہوتی ہیں' فطری طور پر وہ نیکی کرتے ہیں اور گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ کشف والہام کی باتیں ہیں' اولیاء اللہ کو کشف والہام ہوتے ہیں یہ قرآن مجید واحادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ اولیاء اللہ کی کرامات یہ بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ شرح صدر بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ یہ کشف والہام اور کرامات بھی نبی کے فیض سے ہوتے ہیں۔ اولیاء کی کرامات بھی نبی کا معجزہ ہوتے ہیں۔ ولی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ نبی سے بے نیاز ہو جائے۔

اسی طرح ایک مُرید بھی اپنے شیخ کامل سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ...... شیخِ کامل کی توجہ اور فیض ہی سے وہ رُوحانی منزلیں طے کرتا ہے۔

(☆) صاحب تفسیر کبیر حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سوچتے رہے کہ ساری چیزوں کا مقصد یہ ہے کہ ایمان کی حالت پر موت آئے اور جب آخری وقت آئے گا تو شیطان مختلف دلائل دے کر ایمان سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ اُس وقت جواب کیسے دوں گا؟ توحید پر دلائل جمع فرماتے رہے اور سیکڑوں دلیلیں رکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود واحد ہے۔ جب اُن کا آخری وقت قریب آیا شیطان اپنے فریبی دلائل کے ساتھ پوری قوت سے آیا اور توحید سے ہٹانے لگا تو آپ نے کہا تو کیا ہٹائے گا میرے پاس دلیلیں ہیں۔ وہ بات کاٹتا رہا اور آپ دلائل دیتے رہے۔ آخرکار اس نے ایسی بات کہی جس سے اُن کی ساری دلیلیں تو ختم ہوگئیں اب شیطان امام فخر الدین رازی سے ایمان چھیننے کے در پئے تھا وہ ڈر گئے کہ کہیں خاتمہ خراب نہ

ہو جائے۔ اس کی خبر کشف سے حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی' آپ اُس وقت وضو فرما رہے تھے۔ لوٹا اُٹھا کر دیوار پر مارا اور فرمائے کہہ دو کہ ہم خدا کو بلا دلیل ہی مانتے ہیں پھر دلیلِ توحید دی ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اللہ ایک ہے۔ امام فخر الدین رازی کی زبان سے بھی اس وقت یہی جملہ نکلا اس طرح خاتمہ ایمان اور توحید پر ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اچھے لوگوں کو بھی شیطان آخری مرحلہ میں بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے کوشش کریں کہ اللہ والوں سے ملتے رہیں اور دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان کی حالت پر فرمائے۔ (آمین)

(☆) خواب کی کیفیت کا مشاہدہ:

قلائد الجواہر کے مصنف حضرت علامہ شیخ محمد بن یحییٰ حنبلی کا ارشاد ہے کہ تمام فقہاء اور فقراء کا اجماع ہے کہ بغداد شریف میں چار ایسے اولیاء گزرے ہیں جو اپنی زندگی میں قسم قسم کے محیر العقول تصرفات فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ فرما دیا کرتے تھے:
(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی (۲) شیخ احمد رفاعی (۳) شیخ علی بن ابی نصر ہیتی (۴) بقا بن بطو۔

حضرت شیخ علی بن ابی نصر ہیتی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ خاص حضور سیدنا غوث اعظم) ایک دن حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وعظ میں حاضر تھے۔ ناگہاں اُن پر نیند کا غلبہ ہو گیا تو ایک دَم حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنے منبر سے اُتر کر مودبانہ اُن کے پاس کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہوئے تو عرض کیا کہ اے غوث اعظم! مجھے ابھی خواب میں حضور اقدس ﷺ کا دیدار حاصل ہوا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اسی لئے تو میں ادب کے ساتھ منبر سے اُتر کر تمہارے پاس کھڑا ہو گیا تھا۔ تمہیں خواب میں دیدار نصیب ہوا اور میں بیداری میں دیدار پُر انوار سے سرفراز ہوا۔

(بہجۃ الاسرار)

(☆) حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں 'یہ بات مشہور ہے کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں مریدوں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا اے شیخ ! ہمیں کوئی ایسی نصیحت فرمایئے جس سے ہمارے دِلوں کو راحت اور سکون نصیب ہو۔ آپ نے اُن کی درخواست قبول نہ فرمائی اور فرمایا کہ جب تک میرے شیخ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں' میں کوئی نصیحت نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ آپ ایک رات سو رہے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے جنید ! لوگوں کو نصیحت کی باتیں کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کلام کو ایک عالَم کی نجات کا سبب بنا دیا ہے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو دِل میں خیال پیدا ہوا کہ میرا درجہ شاید میرے شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ سے بڑھ گیا' اسی لئے تو حضور ﷺ نے مجھے وعظ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی بھیجا کہ جب جنید (رحمۃ اللہ علیہ) نماز ادا کرلے تو اُسے کہو کہ مریدوں کے کہنے سے تم نے انہیں کوئی نصیحت نہ کی اور مشائخ بغداد کی سفارش بھی تو نے رد کردی اور میں نے پیغام بھیجا تب بھی تم نے وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری نہ کیا۔ اب حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُن کے حکم کی تعمیل ضرور کرنا چاہئے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے شیخ کے اس ارشاد کے بعد میرے دل میں جو اپنے درجے کی بلندی کا خیال پیدا ہوا تھا وہ نکل گیا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ میرے تمام احوال ظاہر و باطن سے آگاہ ہیں اور انہی کے صدقے مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے اور آپ کا درجہ میرے درجہ سے بہت بلند ہے کیونکہ آپ میرے اسرار پر آگاہ ہیں اور میں آپ کے احوال سے بالکل بے خبر ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کی

خدمت میں حاضر ہوکر اپنے خیال سے استغفار کیا اور پھر آپ سے پوچھا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خواب میں اپنی ملاقات کا شرف بخشا اور مجھے فرمایا کہ میرے محبوب ﷺ نے جنید کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نصیحت کریں تاکہ بغداد والوں کی مُراد پوری ہو۔ اس حکایت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مرشد جس حالت میں بھی ہو اپنے مریدوں کے حالات سے آگاہ ہوتا ہے' (کشف المحجوب)

اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو حضور نبی کریم ﷺ کے سبب و طفیل پیدا فرمایا ہے۔ ہم کو رب تعالیٰ نے کوئی حکم بغیر حضور ﷺ کے وسیلہ نہ دیا۔ جو کچھ فرمایا حضور ﷺ کی معرفت فرمایا ہے۔ کوئی شخص خدا تک پہنچ کر حضور ﷺ کو چھوڑ نہیں سکتا۔

حضور ﷺ کی ذات جامع کمالات حسنات و مجموعہ خصائل ہے۔ جس کو جو بھی کمال ملا وہ حضور ﷺ کی ہی نسبت اور وسیلہ سے ملا ہے۔ حُسنِ یوسف' دمِ عیسیٰ' ید بیضا یہ سب کے سب معجزات و کمالات حضور نبی کریم ﷺ کی برکت سے تھے۔

خُدا نے دیئے معجزے ہر نبی کو' ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا
ہزاروں گل کھلے تھے چمن میں' بہار آئی جب مصطفیٰ بن کے آیا

تمام انبیائے کرام کے معجزات' شرح صدر اور اولیاء اللہ کی کرامات' کشوف والہامات وہ سارے کے سارے حضور ﷺ کے کمالات کا حصہ ہیں۔ حضور ﷺ فضل وکمال کے آفتاب اور انبیاء علیہم السلام ستارے ہیں۔ جس طرح تاروں کا نور ذاتی نہیں ہوتا بلکہ اُن کی روشنی آفتاب سے مستنیر ہوتی ہے ایسے ہی انبیاء کرام' حضور ﷺ کی بعثت سے قبل اپنے انوار و تجلیات سے دُنیا کو روشن کر رہے تھے تو وہ حضور ﷺ ہی کے نور سے مستفیض ہو رہے تھے۔

(☆) نام نہاد اہلحدیت اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ 'ہم میں کچھ لوگ رسول کے جانشین ہیں جو رسول ﷺ سے احکام اخذ کرتے ہیں یا اُن کے بتائے ہوئے اصول سے استنباط کرتے ہیں اور کچھ ڈائرکٹ اللہ سے احکام اخذ کرتے ہیں تو وہ اللہ کے خلیفہ ہیں'

اس میں قابلِ اعتراض بات کیا ہے؟ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **العلماء ورثة الانبياء** علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ علماء کی برتری وعظمت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ یہ نبی ﷺ کے وارث ہیں۔

(☆) نام نہاد اہلحدیت یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ 'انسان اللہ کا خلیفہ نہیں ہوسکتا' کیونکہ اللہ ہم سے غائب نہیں ہوتا کہ انسان اُس کا خلیفہ بنے اور جانشینی کرے'

حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی فرماتے ہیں:

انسان کیا ہے اور خدا نے انسان کو کیا بنا کر بھیجا ہے؟ قرآن کا ارشاد ہے کہ ﴿ **انی جاعل فی الارض خلیفة** ﴾ میں زمین پر اپنا خلیفہ و نائب بنانے والا ہوں۔

' قرآن نے انسان اور انسانیت کے صحیح مقام کو سمجھایا ہے۔ انسان خدا کا نائب ہے۔ انسان خدا کا خلیفہ ہے۔ انسان صاحب عرش الٰہی ہے۔ **قلب المومن عرش الله** مومن کا دل عرش الٰہی ہے۔ آپ نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سُنا ہوگا کہ ایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ وہ سر پر عرش الٰہی لے کر چل رہے ہیں۔ وہ سوچے کہ چلو اس خواب کی تعبیر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیں۔ وہ بسطام کو گئے تو بہت بڑا اژدھام دیکھا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت بایزید کا وصال ہوگیا ہے اس لئے یہ مجمع ہے۔ یہ سُن کر بہت مایوس ہوئے کہ اب میرے خواب کی تعبیر کون بتلائے گا۔ وہ جنازہ میں شرکت کے لئے قریب جانے کی

بہت کوشش کی اور کسی طرح وہ جنازہ کے نیچے ہوگئے اور وہ نیچے نیچے چل رہے ہیں۔ جب ذرا سکون ہوا تو خواب کا خیال آیا کہ میں خواب دیکھا تھا کہ عرشِ الٰہی کو سر پر لے کر چل رہا ہوں۔ حضور اس کی تعبیر کیا ہے؟ اس پر ندا آئی کہ نادان یہی اسکی تعبیر ہے کہ بایزید کا سر تیرے سر پر ہے۔ **قلب المومن عرش الله** دل' اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی گاہ ہے۔ انسان کا بہت اونچا مقام ہے۔ زمین کی خلافت انسان کو دی گئی ہے۔

نام نہاد اہلحدیث تصوف کے مفہوم کو بگاڑ کر اس طرح پیش کرتے ہیں :

'مسلمانوں کو کھولا کرنے کا سب سے خطرناک اور مؤثر عمل تصوف ہے۔ دراصل یہ ایک قسم کی یاسیت اور ذہنی فرار کا عمل ہے جو خلافتِ راشدہ کے بعد پیدا ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی اولادیں تک دولت وعشرت کی فراوانی کی وجہ سے دین سے غافل اور دُنیا کی ہوس میں مبتلا ہو کر اپنی اسلامی روایات کو بھولی جا رہی تھی تو اکابرین اُمت نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (دین کی اصلاح وتبلیغ) کی اجتماعی روش سے دُور ہو کر تزکیہ نفس کے انفرادی عمل کو اپنایا اور گوشہ نشین ہو جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ دُنیا چھوڑ دینے کے بعد زندگی گذارنے کے لئے 'توکل' (رضا کارانہ بیروزگاری) پر انحصار کرنا ناگزیر تھا' اس لئے 'توکل' کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا اور اس طرح 'ترک دُنیا' اور 'توکل' کے عمل نے اُن کی گوشہ نشینی کو رفتہ رفتہ 'رہبانیت' کی شکل دے دی۔ تصوف دراصل ویدانیت' یونانی فلسفہ اور جوگی ازم کا مجموعہ ہے' کچھ لوگ اسے بدھ مذہب سے اخذ کردہ بتاتے ہیں۔ تصوف کا سارا فلسفہ اسلام کے خلاف ایک ایسی 'بدعت' ہے جس کی شریعت اسلامیہ میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ تصوف کے ذریعہ لوگوں کو علم سے روکا اور علم کا چراغ بجھا دیا گیا۔

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

تالیف: الدکتور ابوعانان سہیل' مطبوعۃ دارالداعی للنشر والتوزیع بالریاض

صوفیائے کرام پر جھوٹی روایات اور خلافِ شریعت احکام پر عمل کرنے کا الزام :

کچھ مکار صوفیاء نے ذاتی مفاد کی خاطر جھوٹی روایتیں وضع کرنی شروع کر دیں جن کی کوئی سند نہیں تھی۔ تصوف کی بنیاد شریعت کے احکام کے بجائے شیوخ کے اقوال و اعمال پر رکھ دی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے بجائے صوفیاء کے طور وطریق حجت بنا لئے گئے تو تصوف شرک و بدعت کی گندگیوں سے آلودہ ہو گیا اور صوفیوں کے خانہ ساز اعمال اور خلاف شریعت اقوال نے دین اسلام کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ (معاذ اللہ)
(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

صوفیائے کرام کے بارے میں نام نہاد اہلحدیث کے نظریات وخیالات ملاحظہ فرمائیں :

'بایزید بسطامی' ذوالنون مصری' جنید بغدادی' سری سقطی' محی الدین ابن عربی نے توحید کا وہ نظریہ پیش کیا جس نے بعد کو 'وحدت الوجود' کی شکل اختیار کر لی۔ ان پر زندیقیت کا الزام ہے'۔
(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

نام نہاد اہلحدیث 'شرک و بدعت' کی عینک سے اُمت کے سارے صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ بلکہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام کو بھی دیکھتے ہیں اسی لئے سب انہیں مشرک و بدعتی نظر آتے ہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور صوفیائے کرام کی بارگاہ میں ادب کا انداز ملاحظہ فرمایئے :

’وحدۃ الوجود کا باطل فلسفہ چھٹی صدی ہجری میں محی الدین ابن عربی نے مدون کیا تھا اور اُس کے بعد سے متواتر یہ بے سروپا نظریہ تصوف کی آغوش میں پلتا اور جوان ہوتا رہا۔ جبّہ ودستار والے ’پیران طریقت‘ اس کی پذیرائی کرتے رہے اور فلسفیانہ موشگافیاں اور نئی نئی توجیہات کر کے اسے ’عقیدت اولیاء‘ کے نام سے عوام میں مقبول بنانے کی جدوجہد کرتے رہے۔ تصوف کی خانقاہیں ان خیالات کا مرکز تھیں۔ وہاں سے اس گمراہ کن نظریہ کا نچوڑ ’شرک وبدعت‘ کی شکل میں عوام کے اندر وسیع پیمانے پر پھیلتا رہا اور رفتہ رفتہ تقریبا سارا مسلم معاشرہ ان کی کوششوں سے بدعت وضلالت میں گرفتار ہو گیا !

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

’نظریہ وحدت الوجود کی داغ بیل ڈالنے والے اصلیت میں جنید بغدادی ہیں اور اس کی تشکیل وتنظیم بعد میں محی الدین ابن عربی کے ہاتھوں سے ہوئی ! انہوں نے ’فتوحات مکیہ‘ اور ’فصوص الحکم‘ لکھ ڈالی‘۔

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

’نظریہ وحدت الوجود سراسر اسلام کے منافی اور کھلا ہوا شرک ہے اس لئے جس تصوف کی بنیاد وحدت الوجود کے باطل نظریہ پر ہو یا جس میں اس کو ایک اعلیٰ مقام دیا گیا ہو وہ قطعی اسلامی نہیں ہوسکتا !

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

صوفیائے کرام کے بارے میں پُر فریب پروپیگنڈہ کہ وہ خالق ومخلوق کو ایک کہتے ہیں:

> ' بعض صوفیہ وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھتے ہیں اُن کے نزدیک خالق ومخلوق کا کوئی تصور نہیں۔ سب مخلوق ہیں اور سب ہی الہ ہیں' اور اُن کا لیڈر ابن عربی ہے جو دمشق میں مدفون ہے۔
>
> (الصوفية فی میزان الكتاب والسنة)

حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ حضور ﷺ کے کمالات وامتیازات عظمت ورفعت اعلیٰ وارفع مقام اور خصائص کے باوجود آپ کو معبود والہ نہیں سمجھتی اور نہ ہی حضور ﷺ کی عبادت کرتی ہے بلکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے ہوئے توحید کے پرچم لہراتی ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ سے شرک کے شبہات ختم ہوتے ہیں اور توحید الٰہی کا اعلان ہوتا ہے۔

یقیناً جشن میلاد النبی ﷺ عین توحید ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ سے حضور ﷺ کی عبدیت کا اظہار ہوتا ہے ...... معبود یا الہ کی میلاد نہیں ہوتی ہے۔

جس کی میلاد ہوتی ہے وہ عبد کہلاتا ہے ...... حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندہ خاص ہیں۔ جشن میلاد النبی ﷺ میں اس بات کا بیان ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی میلاد مبارک ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ مکہ معظّمہ میں ہوئی' والدہ سیدہ آمینہ' والد حضرت عبداللہ اور دادا حضرت عبدالمطلب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات زمان ومکان سے پاک ہے۔ وہ یکتا ہے' کسی کا محتاج نہیں' سب سے بے نیاز ہے' نہ اس نے کسی کو جنا ہے' اور نہ ہی وہ جنا گیا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا اُمتی ہر نماز میں کئی بار اعلان کرتا ہے کہ ﴿**اشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له' واشهد ان محمدا عبده' ورسوله**﴾ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی کی ذات پر نام نہاد اہلحدیث کا الزام دیکھئے :

'صوفیاء کے ایک اور بزرگ جو' کبار اولیاء' میں شمار ہوتے ہیں۔تصوف کا ایک سلسلہ 'طیفوریہ' انہیں سے منسوب ہے بایزید بسطامی ہیں۔اہل تصوف انہیں 'سلطان العارفین' کے لقب سے یاد کرتے ہیں' موصوف نے وحدۃ الوجود کے دعوے کے ساتھ ساتھ تکالیف شرعیہ مثلاً نماز' روزہ' حج' زکاۃ وغیرہ کی معافی کا اعلان کیا تھا'۔ **(العیاذ بالله ۔ لعنة الله علی الکذبین)**

'بایزید بسطامی کے خیالات ونظریات کی بناء پر یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ 'فرقہ باطنیہ' میں سے تھے اور تقیہ کر کے انہوں نے اہلِ تصوف کے درمیان ایک 'اعلیٰ مقام' حاصل کرلیا تھا !

'وحدۃ الوجود کے قائل صوفیاء کا ذہنی فساد اور 'مالیخولیا' اس قدر بڑھ گیا تھا کہ یہ لوگ کھلے عام کفروزندقہ' عریانی' بے حیائی اور فحش گوئی پر اُتر آئے تھے'

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی'' سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہم اللہ جیسے نفوس قدسیہ جن کے وجود مسعود سے اسلام کو تازگی وتقویت ملی اور جن کی تعلیمات سے سارے عالم میں اسلام کی روشنی پھیلی ......

ان اکابر اولیاء وصوفیاء کو نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین نے ملحد اور زندیق کہہ ڈالا۔ بد بخت وگستاخ اہلحدیث اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

> 'ابو حامد غزالی نے تصوف کو ایک مستقل فن بنانے کی کوشش کی تو اُن کے ہم عصر شیخ عبدالقادر جیلانی نے عملی اعتبار سے اس تحریک میں ایک نئی جان ڈال دی۔ محی الدین ابن عربی نے تصوف کو وحدت الوجود کے فلسفہ سے روشناس کرایا۔ ابن عربی کا یہ نظریہ بعد کی تصوف کی رُوح بن گیا۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ ابن عربی کے اس باطل نظریہ کی وجہ سے اسلام میں تصوف کے راستے سے الحادوزندقہ کے دروازے کھل گئے'۔
>
> (أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں محمد بن جمیل زینو اپنی کتاب 'الصوفیة فی میزان الکتاب والسنة' (حقیقتِ صوفیہ) میں لکھتا ہے:

> 'غزالی اپنی کتاب 'المنقذ من الضلال' میں طریقہ تصوف کے بیان میں لکھتے ہیں کہ وہ صلیبی جنگوں کے دوران خلوت میں کبھی دمشق کے غاروں میں اور کبھی بیت المقدس کے مقام صخرہ میں دو سال سے زیادہ مدت تک وہاں وہ بند تھے'۔
>
> 'غزالی کی کتاب 'احیاء العلوم' میں جہاد کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں' بلکہ اس میں بہت سی کرامتوں کا تذکرہ ہے جو دراصل خرافات اور کفر کی چیزیں ہیں۔
>
> (الصوفیة فی میزان الکتاب والسنة/۳۳)

العیاذ باللہ! اولیاء اللہ کی کرامات کو خرافات اور کفر کی چیزیں کہنا ہی قرآن وحدیث کا انکار کرنا ہے جو یقیناً کفر ہے۔

صاحبِ طبقات الکبریٰ حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بے ادب وگستاخوں کا لب ولہجہ ملاحظہ فرمائیے :

'شعرانی کہتا ہے: ہم سے اپنے بھائیوں کو یہ حکم دینے کا عہد و پیمان لیا گیا کہ زمانہ اور زمانہ والوں کے ساتھ چلیں اور اللہ تعالیٰ جسے ان پر فوقیت دے دے اسے کبھی حقیر نہ سمجھیں' اگرچہ دُنیاوی معاملات اور ریاست ہی کے سلسلے میں ہو' (الصوفية فی میزان الکتاب والسنة ۳۲/)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ادب کا انداز دیکھئے:

'ابن عربی کہتا ہے: اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر ظالم کو مسلط کر دے تو اس کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ یہ اُن پر اللہ کی طرف سے سزا وعقاب ہے'

(الصوفية فی میزان الکتاب والسنة ۳۲/)

اکابر صوفیائے کرام کے بارے میں ابن جوزی کے خیالات دیکھئے :

ابو نصر سراج کی' کتاب اللمع' ابو طالب مکی کی 'قوت القلوب' ابو عبدالرحمٰن السلمی کی کتاب 'السنن الصوفیہ' علی ہجویری کی کتاب 'کشف المحجوب' ابوالقاسم قشیری کا 'رسالہ قشیریہ' .... وغیرہ جو کچھ تصوف پر لکھا تھا ابوحامد غزالی نے اپنی کتاب 'احیاء العلوم' میں پورے طور پر جذب کرلیا۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ 'احیاء العلوم' کو ابوحامد غزالی نے باطل حدیثوں سے بھر دیا جس کا بطلان وہ خودنہیں جانتے' وہ کشف وکرامات کے بے سند واقعات پر فریفتہ ہوکر قانون فقہ کو بھلا بیٹھے۔

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

العیاذ باللہ ! صوفیائے کرام کی تصوف پر لکھی ہوئی ساری کتابیں، من گھڑت روایات اور باطل حدیثوں پر مبنی ہیں۔

> صوفیاء کی بنیادی کمزوری یہ تھی کہ یہ لوگ نہ تو محدث تھے اور نہ مؤرخ۔ ان لوگوں کے نزدیک تحقیق وتنقید سوئے ادب میں داخل ہوگئی تھی۔ علوم عقلیہ کے سیلاب اور یونانی فلسفہ وافکار کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے 'عشق الٰہی' کا جونسخہ تجویز کیا تھا، اس پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاسبان عقل کے رخصت ہوتے ہی علم کا چراغ گل ہوگیا۔
>
> (أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

صوفیائے کرام جنہوں نے اشاعتِ اسلام کا عظیم کارنامہ انجام دیا...... وارثینِ انبیاء جنہوں نے کتابوں کی شکل میں علم کے ذخیرے ہمیں عطا کئے ہیں جن سے بے نیازی ممکن نہیں ہے......اُن پر علمی ذخیرے دفن کرنے کا ناپاک الزام عائد کیا جارہا ہے:

> ' صوفیاء کو پہلا فریب شیطان نے یہ دیا کہ انہیں علم سے متنفر کیا' تا کہ علم جو ایک نور ہے اس کا چراغ بجھ جائے تو اندھیرے میں جس طرح چاہے انہیں ٹیڑھا ترچھا لے جائے۔ اس کے بعد صوفیاء کے ایک گروہ کو جو کافی مدت سے کتابتِ علم میں مشغول تھے، شیطان نے دوسری پٹی یہ پڑھائی کہ جب عمل ہی مقصود اصلی ہے تو اس علم کے ذخیرے کو اپنے پاس رکھنا بے سود ہے اس کو دفن کردو یا دریا میں بہا ڈالو۔
>
> (أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بے ادبی کا مظاہرہ دیکھئے :

'احمد رضا خاں بریلوی جو 'بریلوی مکتب فکر' کے بانی اور برصغیر میں لاکھوں بدعت پسند مسلمانوں کے پیشوا اور 'امام' ومقتدیٰ کہے جاتے ہیں' اُن کی تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی درپردہ شیعیت اور باطنیت کے نقیب تھے اور زندگی بھر وہ اہل تشیع کے خیالات وعقائد کی ترجمانی اور اپنے معتقدین میں ان کی ترویج واشاعت کا اہتمام کرتے رہے'۔
(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

نام نہاد اہلحدیث 'پنجتن پاک' کی اصطلاح کو شیعوں کی اصطلاح قرار دیتے ہیں اسی لئے انہیں نہ صرف اس اصطلاح سے نفرت ہے بلکہ 'سیدنا علی مرتضیٰ' سیدہ فاطمہ زہرا' سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی سخت بغض وعداوت ہے۔

تمام اولیائے کاملین' صوفیائے عظام اور علمائے کرام کو اس بنیاد پر بھی شیعہ قرار دیتے ہیں امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے بارے میں کہتے ہیں :

'جناب احمد رضا خاں بریلوی کی 'فتاویٰ رضویہ' کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے شیعوں کی اصطلاح 'پنجتن پاک' کو عام کیا اور اپنے معتقدین میں اس شعر کو رواج دیا:
لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمه
المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمه
یعنی پانچ ہستیاں ایسی ہیں جو اپنی برکت سے قوی امراض کو دور کرتی ہیں اور وہ ہیں: محمد ﷺ' علی' حسن' حسین رضی اللہ عنہم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا'
(فتاویٰ رضویہ۔ احمد رضا خاں بریلوی)
(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصوا پر خطبہ دیتے ہوئے میں نے سُنا آپ نے فرمایا:

یاایها الناس انی ترکت فیکم من ان اختم به لن تضلوا کتاب الله وعترتی اهل بیتی (ترمذی شریف) اے لوگو میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اُسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن عظیم) اور میرے گھر والے' عترت واہل بیت'

یہ ارشاد حضور نبی کریم ﷺ کی وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے جملہ قرابت داروں خاندانِ بنو ہاشم خصوصاً اہل بیتِ کرام کی محبت' اُن کا ادب واحترام عینِ ایمان بلکہ جانِ ایمان ہے۔ جس کے دِل میں اہلِ بیت کے لئے محبت نہیں وہ یوں سمجھے کہ اُس کی شمع ایمان بجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ جتنی کسی کی قرابت حضور ﷺ سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اُس کی محبت واحترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ بے شک اہلبیتِ پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضور ﷺ کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجرِ ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس عمل کی مہک ہے' یہ اس خورشید کی چمک ہے جہاں ایمان ہوگا وہاں حُبِ آلِ مصطفیٰ ضرور ہوگی۔ جس نے اہلبیت سے محبت نہ کی اُس نے نبی کا حق ہی ادا نہ کیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے : **اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثَ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیُّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِهٖ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ** اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ' اپنے آقا ﷺ سے محبت' اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا (الجامع الصغیر)

نبی کریم ﷺ کے اہلبیت کے فضائل آسمان کے تاروں اور زمین کے ذرّوں کی طرح بیشمار ہیں اور کیوں نہ ہوں جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دسترخوان سے

حضور ﷺ ہاتھ پونچھ لیں تو وہ دسترخوان آگ میں نہ جلے تو وہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا وحسنین کریمین طاہرین جن کا خمیر خون خیر الرُسل سے ہے اُن کا کیا پوچھنا؟
(دیکھیں ہماری کتابیں 'امہات المومنین' اور 'حضور ﷺ کی صاحبزادیاں')

اہلِ سُنّت وَجماعت کے یہاں 'پنجتن پاک' کی اصطلاح دو طرح سے ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ جب اپنے قرابتداروں کے ساتھ ہوتے ہیں تو 'پنجتن پاک' یہ گھر والے ہوتے ہیں: محمد ﷺ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ اور جب حضور نبی کریم ﷺ اپنے خلفاء کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں تو 'پنجتن پاک' یہ کہلاتے ہیں: محمد ﷺ، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ الحمد للہ! اہلِ سُنّت وَجماعت کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اہلبیت اطہار اور خلفائے راشدین دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

روافض (شیعہ) قطعاً محبان اہلبیت نہیں ہیں بلکہ وہ گستاخانِ اہلبیت ہیں۔ بدمذہب روافض کا باطل عقیدہ (تحریف قرآن) یہ ہے کہ سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں ہیں بلکہ منہ بولی اور صرف منسوب صاحبزادیاں ہیں۔ روافض صرف سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کو حضور نبی کریم ﷺ کی اکلوتی صاحبزادی مانتے ہیں۔

اسلام کو جس قدر فرقہ شیعہ سے نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے کسی بدترین سے بدترین دشمن سے نہیں پہنچا۔ آج تک اُمت اس نقصان کا خمیازہ بھگت رہی ہے۔ عہد رسول اللہ ﷺ میں یہی جماعت آپ کی مخالفت میں پیش پیش رہی۔ اسی جماعت نے اصحاب رسول میں پھوٹ ڈالنے کی ناپاک کوشش کی۔ اسی جماعت کے ایک فرد نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ یہی وہ جماعت ہے جس نے کعبۃ اللہ کے

حج کے بہانے مدینۃ الرسول کو عثمانی خون سے دلہن بنا دیا۔ اسی فرقہ نے سیدنا امام حضور حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی حمایت کا دعویٰ کیا اور بے وفائی کی نبیاد ڈالی' حضرت کو مدینۃ الرسول چھوڑنے پر مجبور کیا اور کوفہ میں لے جا کر شہید کر ڈالا۔ اسی جماعت نے سیدنا امام حسن کی بے حرمتی کی اور زہر دے کر ابدی نیند سلا دیا۔ اسی فرقہ نے سیدنا امام حسین اور اہلبیت اطہار کو اپنی نصرت کے بہانے مدینے سے بلا کر کربلا کی سیج سجائی۔ اسی شیعہ فرقہ کی غداری کے سبب حیدرآباد دکن کی نظام شاہی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ اسی شیعہ فرقہ نے امریکی ایجنٹ بن کر عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کا قتلِ عام کروایا۔

سلطانِ ہند پر شرک کا فتویٰ : سلطان ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جن کے وجودِ مسعود سے کفر کے چراغ بجھ گئے اور اسلام کی روشنی پھیل گئی ...... نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین شرک کا فتویٰ جاری کر رہے ہیں :

حضرت معین الدین چشتی اجمیری جو ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی اور اہل تصوف کے سرخیل ہیں ان سے فارسی کی یہ مشہور رباعی منسوب ہے:

شاہ است حسین' بادشاہ است حسین — دین است حسین' دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید — حقّا کہ بنائے لا الہٰ ہست حسین

ان اشعار میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد کہا گیا ہے حالانکہ کلمہ طیبہ کی بنیاد صرف توحید باری تعالیٰ ہے جو رب العالمین کی مخصوص صفت ہے' اس طرح ان اشعار میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گویا اللہ کی صفت بتایا گیا ہے جو یقیناً شرک ہے !

(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

برصغیر ہند و پاک میں اصلاح المسلمین، تجدید احیائے دین اور اسلام کی توسیع واشاعتِ کا عظیم کارنامہ اولیاء تصوف کی مساعی جمیلہ کا مرہونِ منّت ہے۔ سلطان ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جن کی ذات بابرکت نے برصغیر ہند و پاک میں کفر وشرک کی آگ بجھائی ......توحید کی شمع روشن کی اور اسلام کے جھنڈے بلند کیے ...... لاکھوں افراد جن کی تبلیغی سرگرمیوں اور رُوحانی تعلیمات کے نتیجہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، ایسی ذات مقدسہ پر نام نہاد اہلحدیث شرک کا الزام لگاتے ہیں۔

اولیاء تصوف اور اشاعتِ اسلام سے متعلق لکھتے ہیں:

'حقیقت یہ ہے کہ اسلام، برصغیر ہند و پاک ہی نہیں دُنیا کے کسی حصے میں بھی اولیاء تصوف کی کوششوں سے نہیں پھیلا بلکہ اصلیت میں اُن کے منفی طرز عمل اور جوگیانہ افکار ونظریات نے غیر مسلمین کے اندر اسلام کی اشاعت میں رُکاوٹ ڈالی ہے' (أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

'اسلام' اولیاء تصوف کی کوششوں سے دُنیا میں نہیں پھیلا بلکہ انہوں نے اس کی اشاعت کی راہ میں روڑے ہی اٹکائے ہیں اور اُن کے غیر اسلامی طرزِ عمل کے نتیجہ میں غیر مسلمین کے ذہنوں میں اسلام کے بارے میں بے شمار غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں' (أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

دُنیا میں اسلام کی توسیع واشاعتِ کا عظیم کارنامہ اولیاء تصوف کی مساعی جمیلہ کا مرہونِ منّت ہے۔ اگر نام نہاد اہلحدیث اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں تو پھر دُنیا کو

بتا دیں کہ آخر اسلام کن تحریکوں کی کوششوں سے پھیلا ہے؟ کیا اسلام دورِ جدید کی بدعقیدہ اور فتنہ پرور تحریکوں کے ذریعہ پھیلا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان دہشت گرد تحریکوں کی وجہ سے اسلام کو نقصان ہی پہنچ رہا ہے اور دُنیا میں اسلام کے خلاف سازشیں ہورہی ہیں۔ مسلم معاشرے کے یہ شر پسند عناصر دانستہ یا نادانستہ طور پر دشمنانِ اسلام 'یہود' ہی کا طرزِ عمل اپنائے ہوئے ہیں۔ اپنے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں سے نفرت اور شدید عداوت کا یہ موقف انہیں اہلِ اسلام کے بجائے 'یہود' کی صفوں میں کھڑا کر دیتا ہے۔

امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی اصلاحی خدمات :

یقیناً اسلام' اولیاء تصوف کی کوششوں سے دُنیا میں پھیلا اور انہوں نے مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کے ذریعہ اسلام کی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں اور ان میں سے اکثر نے اپنی اصلاحی کوششوں کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کی ہیں۔ اصلاح المسلمین کے سلسلے میں اُن کی مساعی جمیلہ تا قیامت یاد رکھی جائیں گی۔

تمام اولیاء اللہ اپنے اپنے زمانے میں اُس وقت کے حالات اور تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اصلاحی خدمات انجام دیتے رہے' اسلام کا دفاع کرتے ہوئے باطل طاقتوں سے مقابلہ کرتے رہے۔ اسلامی تعلیمات کی اشاعت کا عظیم کارنامہ انجام دیتے ہوئے کفر کے چراغ بجھاتے رہے۔ جب مغربی مؤرخین اور مستشرقین' اسلام اور تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کی منظّم کوششوں میں مصروف تھے اُس وقت اولیاء اللہ اپنی رُوحانیت سے اُن کے مذموم عزائم کو شکست دیتے رہے۔

یہاں تمام اولیاء اللہ کی اصلاحی وتبلیغی خدمات کو پیش نہیں کرسکتے' اس لئے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی اصلاحی خدمات پر اکتفا کرتے ہیں۔

مغل حکمران جلال الدین محمد اکبر نے اپنی حکومت کے استحکام اور سیاسی مفاد کے حصول کے لئے ایک نئے دین اور نئی شریعت کی بنیاد ڈالی تھی جس کا نام اُس نے 'دین الٰہی اکبرشاہی' رکھا تھا۔ اس دین کا کلمہ **لااله الا الله' اكبر خليفة الله** تجویز کیا گیا تھا۔ اس دین میں داخل ہونے والوں کو' دین اسلام مجازی وتقلیدی کہ از پدراں دیدہ وشنیدہ ام' سے توبہ کرنا ضروری تھی اور اس خود ساختہ دین کے پیروؤں کو'چیلہ' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ بادشاہ پرستی اس دین کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن تھی۔ ہر روز صبح کے وقت بادشاہ کا درشن کیا جاتا تھا اور محل شاہی کے جھروکے میں کھڑا ہوکر بادشاہ اپنی رعایا کو روزانہ اپنا دیدار کراتا تھا۔ جب کسی کو بادشاہ کے سامنے حاضری کا شرف حاصل ہوتا تو اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس کے سامنے سجدہ بجا لائے۔ سلام کا طریقہ بدل دیا گیا تھا۔ سلام کرنے والا السلام علیکم کے بجائے'اللہ اکبر کہتا' اور جواب دینے والا'جل جلالہ' کے الفاظ سے جواب دیا کرتا تھا۔ واضح رہے کہ بادشاہ کا نام جلال الدین اور لقب اکبر تھا۔اس طرح گویا سلام کے ذریعہ بادشاہ کے نام کا کلمہ جپا جاتا تھا۔اس دین کے'چیلوں' کو بادشاہ کی تصویر بھی دی جاتی تھی جسے وہ نہایت احترام کے ساتھ اپنی پگڑی میں لگاتے تھے۔

اس نئے دین کی بنا تو یہ کہہ کر رکھی گئی تھی کہ اس میں بلاکسی تعصب کے ہر مذہب کی اچھی باتیں لی جائیں گی مگر دراصل اس میں اسلام کے سوا ہر مذہب کی پذیرائی تھی اور نفرت وعداوت کے لئے صرف اسلام اور اس کے احکام وقوانین ہی کو مختص کیا گیا تھا پارسیوں سے آتش پرستی لی گئی' اکبری محل میں دائمی آگ کا الاؤ روشن کیا گیا اور چراغ

روشن کرنے کے وقت قیامِ تعبدی کیا جانے لگا۔ عیسائیوں سے ’ناقوس نوازی‘ اور تماشائے صورت ثالث ثلثہ اور اسی قسم کی چند چیزیں لی گئیں۔ سب سے زیادہ نظر عنایت ہندویت پر تھی کیونکہ یہ ملک کی اکثر آبادی کا مذہب تھا اور بادشاہی کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے اس کی استمالت ضروری تھی چنانچہ گائے کا گوشت حرام کیا گیا۔ ہندو تہوار، دیوالی، دسہرہ، راکھی، پونم اور شیوراتری وغیرہ پوری ہندوانہ رسوم کے ساتھ منائے جانے لگے۔ شاہی محل میں ’ہون‘ کی رسم ادا کی جانے لگی۔ دن میں چار وقت آفتاب کی عبادت کی جاتی اور آفتاب کے ایک ہزار ناموں کا جاپ کیا جاتا۔ آفتاب کا نام زبان پر آتا۔ جلّت قدرتہٗ کے الفاظ کہے جاتے۔ پیشانی پر قشقہ لگایا جاتا۔ دوش و کمر پر ’جنیو‘ ڈالا جاتا اور گائے کی تعظیم کی جاتی۔ معاد کے متعلق عقیدہ تناسخ تسلیم کر لیا گیا اور برہمنوں سے اُن کے دوسرے بہت سے اعتقادات سیکھے گئے۔

یہ سارا معاملہ تو تھا دوسرے مذاہب کے ساتھ۔ رہا اسلام تو اس کے معاملہ میں بادشاہ اور درباریوں کی ایک ایک حرکت سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُن سے ضد اور چڑ ہوگئی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے خلاف دوسرے مذاہب والوں کی طرف سے جو بات دربار کا رنگ دیکھ کر فلسفیانہ اور شوقیانہ انداز میں پیش کر دی جاتی اُسے وحی آسمانی سمجھ لیا جاتا اور اس کے مقابلہ میں اسلامی تعلیم ردّ کر دی جاتی۔ علماء اسلام اگر اسلام کی طرف سے کوئی بات کہتے یا کسی گمراہی کی مخالفت کرتے تو انہیں ’فقیہ‘ کے نام سے موسوم کیا جاتا، جس کے معنٰی اُن کی اصطلاح خاص میں احمق اور ناقابل التفات آدمی کے ہوگئے تھے۔ چالیس آدمیوں کی ایک کمیٹی مذاہب کی تحقیق کے لئے مقرر کی گئی تھی جس میں تمام مذاہب کا مطالعہ بڑی رواداری بلکہ عقیدت مندی کے ساتھ کیا جاتا تھا مگر اسلام کا نام آتے ہی اُس کا مذاق اُڑایا جانے لگتا تھا اور اگر اسلام کا کوئی حامی

جواب دینا چاہتا تو اُس کی زبان بندی کردی جاتی تھی۔ یہ برتاؤ اسی حدتک نہ رہا بلکہ عملاً اسلام کے احکام کی دل کھول کر ترمیم و تنسیخ کی گئی۔سود، جوئے اور شراب کو حلال کیا گیا۔شاہی مجلس میں نوروز کے موقع پر شراب کا استعمال ضروری تھا۔ ڈاڑھی منڈانے کا فیشن عام کیا گیا اور اُس کے جواز پر دلائل قائم کئے گئے۔ چچازاد اور ماموں زاد بہن سے نکاح کو ممنوع قرار دیا گیا۔ لڑکے کے لئے ۱۶ سال اور لڑکیوں کے لئے ۱۴ سال کی عمر نکاح مقرر کی گئی۔ ایک بیوی سے زیادہ بیویاں رکھنے کی ممانعت کی گئی۔ ریشم اور سونے کے استعمال کو حلال کیا گیا۔شیر اور بھیڑیئے کو حلال کیا گیا۔ سور کو اسلام کی ضد میں نہ صرف پاک بلکہ ایک مقدس جانور قرار دیا گیا حتیٰ کہ صبح آنکھ کھولتے ہی اُس کو دیکھنا مبارک خیال کیا جاتا تھا۔ مُردوں کو دفن کرنے کے بجائے جلانا یا پانی میں بہانا احسن خیال کیا جاتا تھا اور اگر کوئی دفن ہی کرنا چاہے تو سفارش کی گئی کہ پاؤں قبلہ کی طرف رکھے جائیں۔ اکبر خود اسلام کی ضد میں قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سونے کا التزام کرتا تھا۔ حکومت کی تعلیمی پالیسی بھی سراسر اسلام کی مخالفت تھی۔ عربی زبان کی تعلیم اور فقہ وحدیث کے درس کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا اور جو لوگ ان علوم کو حاصل کرتے وہ حقیر خیال کئے جاتے۔ علوم دینی کے بجائے حکمت وفلسفہ، ریاضی وتاریخ اور اس نوع کے علوم کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ زبان میں ہندویت پیدا کرنے کی طرف خاص میلان تھا اور عربی حروف کو زبان سے خارج کرنے کی تجویزیں تھیں۔ان حالات کی وجہ سے دینی مدرسے ویران ہونے لگے اور اکثر اہل علم ملک چھوڑ کر نکلنے لگے۔

ایسے خطرناک حالات تھے جب صوفی باصفا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود تن تنہا

ان فتنوں کی اصلاح اور اسلام کی حمایت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور پوری قوت ایمانی کے ساتھ انہوں نے شاہی جبر واستبداد کے مقابلہ میں احیائے دین کی جدوجہد شروع کردی۔ آپ نے اُن تمام فکری واعتقادی گمراہیوں اور مشرکانہ اعمال کی پُرزور مخالفت کی جنہیں حکومت کی حمایت حاصل تھی۔ شریعت اسلام کی حمایت اور اُس کی آواز بلند کرنے کے جرم میں آپ پر حکومتِ وقت نے ظلم وجبر اور سختی کی انتہا کردی تھی اور بالآخر انہیں گوالیار کے قید خانہ بھیج دیا گیا مگر یہ اولوالعزم انسان اپنے موقف پر سختی سے اڑا رہا' یہاں تک کہ وہ اس فتنۂ عظیم کا منہ پھیر دینے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

اکبر کی موت کے بعد جب اُس کا بیٹا جہانگیر تختِ حکومت پر بیٹھا تو اُس نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو سجدہ تحیہ نہ کرنے کے جرم میں اگرچہ جیل خانہ بھیج دیا تھا مگر حضرت شیخ کے ناقابل تسخیر عزم وَارادہ اور اُن کی حق گوئی اور اخلاقی برتری نے اُس کے ذہن پر مثبت اثرات چھوڑے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جلد ہی حضرت شیخ کا معتقد ہوگیا اور پھر اُس نے اپنے بیٹے خرم کو جو بعد میں شاہجہاں کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا تھا' حضرت شیخ کے حلقہ بیعت میں داخل کردیا۔ اس طرح اسلام کے بارے میں حکومت کی معاندانہ روش' احترام میں تبدیل ہوگئی اور 'دین الٰہی اکبر شاہی' اپنی تمام بدعتوں اور ضلالتوں کے ساتھ ختم ہوگیا۔ ترمیم وتنسیخ شدہ اسلامی احکام دوبارہ بحال کیئے گئے۔

حکومت اگرچہ شخصی اور بادشاہی رہی مگر کم ازکم اتنا ضرور ہوا کہ حکومت کا رویہ دینی علوم اور احکام شرعی کے سلسلے میں کافرانہ نہ رہا بلکہ عقیدات مندانہ ہوگیا۔ جس کی وجہ سے عوام الناس بھی عرصہ دراز کے بعد اسلامی احکام وشریعت کی طرف متوجہ ہوئے اور معاشرے میں اسلامی اقدار کو دوبارہ عروج حاصل ہوا۔ بلاشبہ امام ربّانی مجدد الف ثانی کی اصلاحی کوششوں کے طفیل ہندوستان میں اسلام کی گرتی ہوئی عمارت

کو ایک بار پھر استحکام نصیب ہوا۔ یہ امام ربّانی حضرت شیخ احمد سرہندی کی اصلاحی کوششوں کا ہی ثمرہ تھا کہ اُن کی وفات کے تین چار سال بعد جب حضرت اورنگ زیب عالمگیر پیدا ہوئے تو اس وقت تک شاہی محلات اور ملک میں اسلامی مزاج پیدا ہو چکا تھا جس کے نتیجہ میں شہزادے کو ایسی علمی، اخلاقی اور رُوحانی تربیت نصیب ہوگئی کہ اُس نے اپنے دورِ حکومت میں دِین کی بیش بہا خدمات انجام دیں اور اپنے پردادا اکبر کے برعکس وہ صوفیائے کرام کی رُوحانی تعلیمات کا ناشر اور دِین کا محافظ ثابت ہوا۔

اصلاح المسلمین اور تجدید و احیائے دین کے ضمن میں امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے اپنے دور کی تمام جاہلی رسوم کی شد و مد سے مخالفت کی جو اُس وقت عوام میں پھیلی ہوئی تھیں اور سلسلہ بیعت و ارشاد کے ذریعہ اتباع شریعت کا داعیہ پیدا کرنے کے لئے اپنے مریدوں کو نہ صرف ہندوستان کے مختلف گوشوں میں بلکہ وسط ایشیا تک بھیجا۔ اس طرح عوام کے اخلاق و عادات اور غلط رسوم و عقائد کی اصلاح کی کوششیں کیں اور اُن کی انہیں کوششوں کی وجہ سے انہیں 'مجدد الف ثانی' کے قابلِ احترام لقب کے ساتھ یاد کیا ہے برصغیر ہندو پاک میں اسلام کی توسیع اشاعت کا عظیم کارنامہ نام نہاد اہلحدیث تحریک یا کسی بدعقیدہ جماعت کے ذریعہ نہیں عمل میں رہا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آج برصغیر ہندو پاک میں جہاں بھی حق و صداقت کی آواز سنائی دیتی ہے وہ اولیاء اللہ کی صدائے بازگشت ہے اُمت مسلمہ کی اصلاح و تربیت کے ضمن اُن کی مخلصانہ اور بے مثال کوششوں اور اُن کے احسانات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ بلا شبہ اولیاء اللہ برصغیر کے مسلمانوں کے بہت بڑے محسن ہیں۔

افسوس ! نام نہاد اہلحدیث اُمت کے محسنین پر شرک کا الزام لگاتے ہیں !

مسلمان کی علامت : سرکار رسالت حضور نبی کریم ﷺ مومن کی نشانی بیان فرماتے ہیں: **المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ** مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان سے مسلمان محفوظ رہے۔ نہ تم اپنے ہاتھ سے کسی کو اذیت پہونچاؤ اور نہ اپنی زبان سے کسی کو اذیت پہونچاؤ۔ تمہارے ہاتھوں سے بھی مسلمان محفوظ رہیں اور تمہارے زبانوں سے بھی مسلمان محفوظ رہیں......سلامتی تمہارے مزاج کے اندر ہے۔

نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) کی زبان کی زد سے ائمہ کرام وصوفیائے عظام تو درکنار، آسمانِ رشد و ہدایت کے درخشاں ستارے (حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی محفوظ نہیں ہیں۔ بے تکلف کہہ دیتے ہیں کہ اُن سے مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی، جو بات صحابہ کرام نہیں جانتے تھے، جو حدیثیں ائمہ فقہ کو نہیں معلوم تھیں، جن اُمور سے کروڑہا کروڑ مسلمان سینکڑوں سال سے ناواقف تھے انھیں ہم نے جان لیا ہے۔ یہ لوگ صحابہ کرام، ائمہ عظام اور اسلاف صالحین کے اقوال وافعال (سُنّت صحابہ) کو حجت تسلیم نہیں کرتے، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیار حق بھی نہیں مانتے۔ صحابہ کرام کے اجتہادات، فتاویٰ اور تفاسیر کو ناقابل اعتماد اور بدعت قرار دیتے ہیں، نیز یہ بد باطن بکواس کرتے ہیں کہ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کتاب وسُنّت کے خلاف فتویٰ دیا کرتے تھے۔ کتاب وسُنّت کے خلاف عمل کیا کرتے تھے۔ حرام ومعصیت کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان تھے۔ حکم شریعت کو بدل دیا کرتے تھے۔ غصہ میں غلط اور خلافِ نصوص وکتاب وسُنّت فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (العیاذ باللہ)

تصوف اور اہلِ سُنّت وَ جماعت:

تصوف تزکیہ باطن، تصفیہ نفس اور تعمیر اخلاق حسنہ، بے غرضی، بے نفسی کا نام ہے اور یہ باتیں کتاب اللہ، سُنّت رسول اللہ کی اتباع اور اعمالِ حسنہ کی مداومت سے حاصل ہوتی ہیں اس لئے تزکیہ واحسان کے لفظ سے بھی تصوف کی تعبیر کی جاتی ہے۔ تزکیہ واحسان جسے بعد میں تصوف کی اصطلاح دی گئی اس کے ماخذ ومصادر دَرحقیقت قرآن وسُنّت ہی ہیں چنانچہ قرآن کریم نے تزکیہ کو دِین کا ایک شعبہ اور نبوت کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور ان چار ارکان میں تزکیہ کو شامل کیا ہے جن کی تکمیل حضور ﷺ کے منصب نبوت اور مقاصد بعثت میں شامل ہے۔

جب تک نفس انسانی کا تزکیہ نہ ہو انحراف شعور اور اختلال سیرت کے رفع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ غیر مزکی نفس انسان کو ہمیشہ بداعمالیوں پر اُکساتا ہے۔ ہدایت ربّانی خود اس امر کا فیصلہ کرتی ہے ﴿اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ﴾ (یوسف/۵۳) بیشک نفس بُرائی کا حکم دینے والا ہے۔

انسان کے نفوس اُن کو اپنی خواہش پر چلنے کا حکم دیتے رہتے ہیں خواہ نفسانی خواہشیں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اُس کی رضا کے خلاف کیوں نہ ہوں۔ ہاں مخلوق میں سے جس پر میرا رب رحم فرمائے تو وہ اس کو خواہش کی پیروی کرنے اور بُری باتوں میں نفس کے احکام کی اطاعت کرنے سے نجات عطا فرماتا ہے۔ اور بیشک جو شخص اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ دُنیا میں اُس کو سزا دینے اور اُس کو رُسوا کرنے سے درگذر فرماتا ہے، اور اسی طرح آخرت میں بھی۔

نفسِ انسانی میں حیوانی قوتوں کا مظاہرہ ہوتا ہے اس کے برعکس رُوح ملکوتی قوتوں کی مظہر ہے۔ نفس ہی کے ذریعہ تمرد وانحراف کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ نفس کے میلان انحراف اور رجحان تمرد سے نجات وفلاح کیونکر حاصل ہو۔ قرآن حکیم فرماتا ہے

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ (الاعلیٰ/۱۵) جس کسی نے نفس کا تزکیہ کرلیا وہ فلاح پا گیا۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ (الشمس/۱۰) وہ شخص کامیاب ہوا جس نے خود کو پاک کیا اور وہ شخص ناکام ہوا جس نے اُسے آلودہ کیا۔

اس آیت کی تفسیر میں امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قد افلح من زکی نفسه واصلحها وحملها علی طاعة الله (معالم التنزیل)

وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور اُس کی اصلاح کر لی اور اُس کو اللہ کی اطاعت پر آمادہ کرلیا۔

قرآن مجید خود اصلاح نفس پر زور دیتا ہے۔

﴿وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ (النازعات/۴۱)

اور جس نے اپنے نفس کو خواہشات کی تکمیل سے رُوکا پس جنّت اُس کا ٹھکانہ ہے۔

انسان کو اعمال و کردار کے اعتبار سے مزکی ہونے کے لئے اپنے نفس کا تزکیہ درکار ہے اور اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'نقصان' کا آغاز غفلت سے ہوتا ہے اور غفلت آفات نفس سے پیدا ہوتی ہے۔ (قوت القلوب)

اس لئے آفات نفس سے نجات وفلاح اُس کے تزکیہ وتربیت اور اصلاح وتطہیر ہی سے ممکن ہے۔

تصوف نفس کی اصلاح وتطہیر کا اہتمام کرتا ہے اور جب نفسِ انسان اصلاح پذیر ہوکر مزکی ومنقاد ہوجاتا ہے تو 'نفس لوامة' اور پھر 'نفس راضية ومرضية' کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور یہاں بارگاہ الوہیت سے ندا آتی ہے۔

﴿**يَاۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً**﴾ نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا' اس حال میں تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے۔

تزکیہ نفس کو حدیث میں 'جہاد اکبر' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک غزوہ سے واپسی پر صحابہ کرام سے فرمایا:

مرحبابكم قدمتهم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر . قيل وما الجهاد الاكبر قال جهاد النفس (احیاء العلوم) تمہیں مرحبا ہو کہ تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہو۔ پوچھا گیا وہ بڑا جہاد کون سا ہے؟ فرمایا' وہ نفس سے جہاد ہے۔

رسول تزکیہ (ظاہر و باطن کی پاکی) عطا فرماتے ہیں :

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے:

﴿**خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ**﴾ (التوبۃ/۱۰۳)

اے محبوب ! جو لوگ اپنے اموال کو لیکر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں اُن کے اموال کے صدقہ کو قبول کرلو اور اُن کو پاک وصاف کردو اور اُن کے لئے دُعا کرو اس لئے کہ تمہاری دُعا اُن کے دِلوں کا چین ہے۔

حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اس آیۃ کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں: ﴿تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم﴾ اور انہیں پاک کردو۔ ایک ہے تصفیف اور ایک ہے تصفیہ۔ اگر آپ ظاہر کو صاف کریں تو یہ ہے طہارت اور اگر باطن کو صاف کریں تو یہ ہے تصفیہ۔ اے محبوب! آپ اُن کا ظاہر بھی صاف کردو اور اُن کا باطن بھی صاف کردو۔ دوستو، طہارت تو دیتا ہے خدا مگر ملتی ہے درِ مصطفٰے سے۔

اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه

آسمان کا سورج ہزار ہا میل سے گندی زمین کو سُکھا کر پاک کرسکتا ہے تو وہ دونوں جہاں کا سچا سورج (سراجا منیرا ﷺ) اپنے ساتھیوں کو کیونکر نہ پاک فرمادے۔ حضور ﷺ پھر تمھیں شرک بُت پرستی کفر و گندے اخلاق، بدتمیزی، عداوت، آپس کے جھگڑے، جدال، جسمانی گندگی غرض کہ ہر ظاہری اور باطنی عیوب سے پاک فرماتے ہیں۔ پاکیزگی صرف نیک اعمال سے نہیں ملتی، وہ تو حضور انور ﷺ کی نگاہِ کرم سے ملتی ہے۔ نیک اعمال، پاکیزگی کا ذریعہ ہیں جیسے قلم خود نہیں لکھتا بلکہ کاتب اُس کے ذریعہ لکھتا ہے۔ صابن کپڑا خود نہیں دھوتا بلکہ دھونے والے کا ہاتھ اس کے ذریعہ دھوتا ہے۔ یہ خوب یاد رکھو یہ قاعدہ تا قیامت جاری ہے۔ باطنی گندگی سے مُراد دِلوں کے امراض ہیں۔ رسول ظاہر کو بھی پاک وصاف کرتے ہیں اور باطن کو بھی۔ امراض کو بڑھنے دیا اور اس کا علاج نہ کیا تو جس طرح جسمانی بیماریاں، جسمانی موت کا باعث بنتی ہیں اسی طرح باطن کا مرض قلب ورُوح کا گھلا گھونٹ کر رکھ دیتا ہے۔ ﴿فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ﴾

لغت میں بدن کی اس عارضی حالت کو 'مرض' کہتے ہیں جس کی وجہ سے اُس کے طبعی کاموں میں خلل پڑ جائے، جیسے کہ بخار جسم انسانی کو طبعی کاموں سے روک دیتا ہے

لیکن مجازاً ان نفسانی عوارضات کو بھی کہہ دیتے ہیں کہ جو نفس کے کمالات کو ختم کر دیں جیسے جہالت، بدعقیدگی، حسد، بغض، دُنیا کی محبت، جھوٹ اور ظلم وغیرہ کہ ان کی وجہ سے نفس کے کمالات زائل ہو جاتے ہیں اور کبھی یہ عیوب کفر تک بھی پہنچا دیتے ہیں جو کہ رُوحانی موت ہے۔ دل کی بیماریاں چند قسم کی ہیں، ایک وہ کہ جن کا تعلق اخلاق سے ہے جیسے کہ حسد کینہ وغیرہ۔

دوسرے وہ کہ جن کا تعلق افعال سے ہے جیسے کہ بُرے ارادے۔

حضور انور ﷺ ظاہری و باطنی تمام امراض و گندگیوں کو پاک وصاف کر دیتے ہیں۔

تو اے محبوب ! تم اُن کو پاک وصاف کر دو۔ ظاہر ہے جب بات پاک وصاف کرنے کی آئی تو رسول کو یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ دل میں کیسی گندگی ہوتی ہے اور دِل میں کیسی کدورتیں ہوتی ہیں۔ دِل کی کیا خباثتیں ہوتی ہیں۔ حضور انور ﷺ کو تو یہ معلوم ہونا چاہئے۔ اگر ہمیں پتہ نہ چلے کہ کس چیز سے کیا چیز ناپاک ہوتی ہے تو پاک کرنے کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے۔ لہذا پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسول ان خرابیوں کو بھی دیکھیں جو قالب سے متعلق ہیں اور ان خرابیوں کو بھی دیکھیں جو قلب سے متعلق ہے اور وہ جب قلب اور قالب کی برائیوں کو دیکھیں گے جب ہی تو وہ پاک کر سکیں گے۔ تو خدا نے حکم دیا کہ قالب کو بھی سنوارو اور قلب کو بھی سنوار دو۔ ظاہر کو بھی سنوارو، باطن کو بھی سنوار دو۔ تو اب حضور انور ﷺ کے لئے ضروری ہو گیا کہ ظاہر اور باطن کا بھی علم رکھے اور اس کو صاف کرنے کا کیا ذریعہ ہے وہ بھی جانے۔ علاج بھی جانے اور مریض کے مرض کو بھی سمجھے۔ ذرا سا غور تو کرو ! دوستو ! باطن کا معاملہ تو ایسا ہے کہ گمراہی کا بھی تعلق دِل سے ہے اور ہدایت کا بھی تعلق دل سے ہے۔ اگر دل گمراہ ہے تو سارا جسم گمراہ ہے۔ اگر دِل ہدایت یافتہ ہے تو سبھی ہدایت یافتہ۔

اس لئے دل کو بڑی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ کے رسول نے یہاں تک فرمایا دیا کہ انسان کے پہلو کے اندر ایسا لوتھڑا ہے ایک ایسا حصہ ہے ایک ایسا ٹکڑا ہے وہ عجیب وغریب ہے۔ اگر وہ فاسد ہے تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے۔ اگر وہ صالح ہو تو سارا جسم صالح ہو جاتا ہے۔تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ دل ہے۔ اور بولنے کو آدمی کیا کیا بولتا ہے کہتا ہے کہ زمانہ بدل گیا۔ آج کل زمانہ بہت خراب ہو گیا ہے مگر میں سوچتا ہوں کہ زمانہ کہاں بدلہ؟ نہ زمین بدلی نہ آسمان بدلا' نہ چاند سورج بدلے نہ ہوائیں بدلیں' نہ گردش افلاک بدلا نہ لیل ونہار کے گردش میں تغیر آیا۔ کونسی چیز بدلی؟ کچھ نہیں بدلا۔ یہ تمہارے بولنے کی بات ہے یہ کیوں نہیں کہتے کہ دل بدل گیا ہے۔ زمین اپنی جگہ پر ہے آسمان اپنی جگہ پر ہے چاند وسورج کی گردش اپنی جگہ پر ہے لیل ونہار اپنی جگہ پر ہے دریا کی روانی اپنی جگہ پر ہے دل اپنی جگہ پر ہے مگر دل بدل گیا ہے اور ایسا بدلا ہے کہ اپنے رسول کو بھی ماننے تیار نہیں ہے۔

اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه

بولنے پر الزام دوسرے پر رکھنے پر اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کبھی بولتے ہیں کہ آنکھ بہک گئی' کبھی کہتے ہیں کہ کان بہک گیا' کوئی کہتا ہے کہ زبان بہک گئی' کوئی بولتا ہے قلم بہک گیا۔ میں کہتا ہوں کوئی نہیں بہکے بلکہ دل بہک گیا ہے۔ جب دل بہک گیا اس لئے زبان بہک گئی۔ دل بہک گیا اس لئے آنکھ بہک گئی۔ دل بہک گیا اس لئے قلم بہک گیا۔ اس لئے دل کی بڑی اہمیت ہے۔ تو خاص توجہ فرمائیے۔ تو اے محبوب ! اُن کے دل کو صاف و پاک کر دو **تُطَهِّرُهُمْ** طہارت دے دو۔ بس مجھے اب یہاں سے کہنے دو اور یاد رکھو کہ عبادت سے طہارت نہیں ملتی۔ عمل سے طہارت نہیں ملتی۔ اگر رسول تمہیں پاک کرنا نہ چاہیں تو تمہیں پاکی نہیں ملتی۔ تمہارا علم تمہیں

پاک نہیں کرسکتا۔تمہارا عمل تمہیں پاک نہیں کرسکتا۔ تمہاری ریاضت تمہیں پاک نہیں کرسکتی اور تمہارا مجاہدہ تمہیں پاک نہیں کرسکتا۔ آپ کہیں گے کہ یہ عجیب وغریب بات ہے کہ علم اور پاک نہ کرے۔ عبادت اور پاک نہ کرے۔ ریاضت اور پاک نہ کرے۔ سجدے اور پاک نہ کرے۔ نیک عمل اور پاک نہ کرے۔ اگر یہ کہیں گے تو ایک عبادت والا، ایک علم والا خود آکر یہ کہے گہ کہ میرے پاس بھی علم تھا مگر کچھ کام نہ آیا۔ میرے پاس بھی عبادت تھی مگر کچھ کام نہ آئی۔کون ہے جو اُس کی عبادتوں کا شمار کرسکے......مگر اس کی عبادت اُس کے کام نہ آئی، اور اُس کا عمل اس کے کام نہ آیا۔ اس کا اتنا علم کہ فرشتوں کو سکھائے اور عبادت ایسی کہ فرشتوں میں مل جائے مگر توہین مصطفٰے اور توہین نبی کا ارتکاب کیا تو نہ اُسے علم بچا سکا نہ عبادت بچا سکی۔ جب کہ وہ ملائکہ میں شمار کر کے نکالا جاسکتا ہے تو کوئی مومنین میں شمار کر کے کیوں نہیں نکالا جاسکتا !

اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

﴿كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ﴾

(البقرۃ / ۱۵۱) جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسُول تم میں سے پڑھ کر سُناتا ہے تمھیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں۔

تعمیر کعبۃ اللہ کے وقت حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے لئے یہ دُعا فرمائی :

﴿رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ﴾ (البقرۃ/۱۲۹)

اے ہمارے رب ! بھیج اُن میں ایک برگزیدہ رسُول انھیں میں سے تا کہ پڑھ کر سُنائے اُنھیں تیری آیتیں اور سکھائے اُنھیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک کر دے انھیں۔

﴿ لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِه وِيُزَكِّيۡهِمۡ وِ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴾

(ال عمران) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اُس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے' پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحِکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کُھلی گمراہی میں تھے۔

﴿ هُوَ الَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴾ (الجمعۃ)

وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا اُمّیوں میں ایک رسول انہیں میں سے جو پڑھ کر سُناتا ہے' انھیں اُس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُن (کے دِلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور حکمت' اگر چہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

تلاوتِ آیات' تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ تزکیہ نفس اور تربیت صالحہ سے یہ مبارک عالمگیر اسلامی انقلاب رُو پذیر ہوا۔ فقط قرآن کریم پڑھ لینا اور سیکھ لینا ایمان اور طہارت قلبی نہ دے گا بلکہ پاک فرمانا حضور ﷺ کا فعل ہے۔ حضور ﷺ ہر طرح کی پاکی بخشتے ہیں' آفتاب اپنی شعاع سے زمین کو پاک کرتا ہے پانی جس پر توجہ کرے پاک کر دے یہ آفتاب رسالت چشمہء رحمت ہیں جس پر توجہ فرمائیں پاک کر دیں۔

فریضہ رسالت کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ اپنی نگاہِ رحمت سے دِلوں کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک اور مطہر کردیں۔ رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا اجمل الصلوٰۃ واطیب السلام کی شان کا پتہ اسی وقت چلتا ہے جب انسان اس معاشرہ پرنظر ڈالتا ہے جو حضور ﷺ کے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف ہوا۔ وہ لوگ پہلے کھلی گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے لیکن حضور ﷺ سے ریگزارِ عرب کے حقیر ذرّے آفتاب و مہتاب بن کر چمکنے لگے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ﴿یُزَکِّیۡهِمۡ﴾ سے اس قلبی فیضان کی طرف اشارہ فرمادیا جو نبوت کی نگاہِ فیض اثر اور توجہ باطنی سے انہیں میسر آتا ہے۔ اولیائے کرام اپنے مریدین پر اسی سُنّتِ نبوی کے مطابق انوار کا القا کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے دل اور اُن کے نفوس پاک اور طاہر بن جاتے ہیں۔

حضور ﷺ دوسرے معلموں کی طرح صرف سبق دے کر چھوڑ نہیں دیتے بلکہ ظاہری باطنی پاکی فرماتے ہیں تزکیہ فرماتے ہیں۔ وہ تمہارے جسموں کو ظاہری گندگیوں سے پاک فرماتے ہیں کہ تمہیں پاکی کے طریقے سکھاتے ہیں اور تمہارے دلوں کو گندے اخلاق اور عیوب سے اور خیالات کو شرک وکفر وغیرہ سے صاف فرماتے ہیں یا دُنیا میں تمہارے فضائل بیان کرتے ہیں کہ تم بہترین اُمت ہو اور آخرت میں بھی رب تعالیٰ کے سامنے تمہاری صفائی بیان فرمائیں گے کیونکہ وہ تمہارے ظاہری باطنی حالات سے خبردار ہیں۔ (تفسیر کبیر)

﴿وَیُزَکِّیۡهِمۡ﴾ اُن سے اچھے اعمال کرا کر اُن کے جسموں اور دِلوں اور سینوں اور خیالات اور وہم وغیرہ کو بھی پاک فرمادے۔ خیال رہے کہ **یزکی** زکوٰۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں صاف کرنا اور بڑھانا اسی لئے فرض صدقہ کو زکوٰۃ کہتے ہیں کہ اُس

سے باقی مال صاف بھی ہو جاتا ہے اور بڑھتا بھی ہے' یہاں اس کے چند معنی ہیں۔ ایک یہ کہ انہیں اعمال صالحہ کرا کر اور اچھے عقیدے بتا کر کفر اور گناہوں کے میل سے پاک کردے۔ (روح البیان) دوسرے یہ کہ اُن کے لوحِ دِل کو دُنیوی کدورت سے ایسا صاف کردے جس سے کہ سارے حجاب اُٹھ جائیں پھر آئینہ قلبی میں غیبی چیزیں نقش ہوں اور بغیر سیکھے سکھائے انہیں علم حاصل ہو۔ اور حقائق خود بخود اُن میں جلوہ گر ہو جائیں۔ (عزیزی) تیسرے یہ کہ قیامت کے دن وہ رسول' بارگاہِ الٰہی میں اُن کے گواہ صفائی ہوں ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ابراہیم علیہ السلام کی اس ترتیب سے اس طرف اشارہ ہے کہ بندے آیات قرآنیہ تلاوت کر کے علم وحکمت سیکھ کر بھی پاک نہیں ہو سکتے' جب تک کہ حضور ﷺ کی نگاہ انہیں پاک نہ کرے' اسی لئے تلاوت وغیرہ کے بعد تزکیہ کا ذکر فرمایا۔ اس تزکیہ کو حضور پاک ﷺ کی طرف منسوب کیا ۔۔۔ خیال رہے کہ ظاہری پاکی کو طہارت اور قلبی پاکی کو طیب کہا جاتا ہے ۔مگر جسمانی' قلبی' رُوحانی خیالات وغیرہ کی مکمل پاکی کو تزکیہ کہتے ہیں۔ مُردار جانور کا گوشت' کھال سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے مگر **مُزَکّی** نہیں' **مُزَکّی** فرما کر بتایا گیا کہ وہ محبوب ﷺ مسلمانوں کو ہر طرح پاک وصاف کریں اور ﴿يُزَكِّيْهِمْ﴾ کی دوسری تفسیر سے معلوم ہوا حضور انور ﷺ ہر مسلمان کے ایمان تقویٰ اور سارے اعمال سے خبردار ہیں کیونکہ گواہ کی صفائی وہ بتا سکتا ہے جو گواہ کے سارے حالات سے خبردار ہو۔

یہ کہنا جائز ہے کہ حضور ﷺ تمام عالم کو پاک فرماتے ہیں انہیں علم حکمت اور خدا کی ساری رحمتیں دیتے ہیں جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوا۔

رب تعالیٰ کے افعال کو حضور ﷺ کی طرف مجازاً نسبت کرنا جائز ہے۔ دیکھو پاک فرمانا جو اللہ تعالیٰ کا کام ہے یہاں حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا۔

﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ (التوبہ/۶۲)

اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اُسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ﴾ کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس کے رسول کا ذکر کر دیا جائے تو شرک نہیں ہوگا بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب ﷺ کی خوشنودی ہر عمل میں پیش نظر رکھیں۔

﴿مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا﴾ (التوبہ/۶۳)

جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول کی تو اس کے لئے جہنم ہے ہمیشہ اس میں رہے گا۔

﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (النساء/۱۰۰) اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا، پھر اُسے موت نے آ لیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمّہ ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کی عبادت میں حضور ﷺ کو راضی کرنے کی نیّت عبادت کو مکمل کر دیتی ہے شرک نہیں، ہجرت عبادت ہے جس میں ﴿اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ فرمایا گیا۔

بخاری شریف میں ہے **ومن كان هجرة الى الله ورسوله** ۔۔۔ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے کو ہجرت فرمایا گیا یعنی بیت اللہ کی زمین چھوڑ کر رسول اللہ کی زمین پر پہونچنا ہجرت ہے۔ اللہ کی طرف ہجرت کس طرح ممکن ہے! مکہ معظّمہ چھوڑ کر عرشِ اعظم پر پہونچنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ مکہ معظّمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ

پہونچنے کا حکم دیا گیا۔ رسول کی طرف ہجرت کرنا ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت ہوگا۔

علم دین سیکھنے، حج، جہاد، زیارت مدینہ منورہ، طلب رزق حلال کے لئے وطن چھوڑنا، یہ اللہ ورسول کی طرف ہجرت ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ (الحجرات/۱)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر سبقت مت کرو (وہاں آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو) اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں کو دیکھتا ہے، تمہاری ہر باتوں کو سُننے والا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے بقرعید کے دن حضور ﷺ سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کرلی اور بعض صحابہ کرام، رمضان المبارک سے ایک دن پہلے ہی روزے شروع کردیئے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی بے ادبی، اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے کہ اُن حضرات نے حضور ﷺ پر پیش قدمی کی، تو فرمایا گیا کہ اللہ ورسول پر پیش قدمی نہ کرو۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (توبہ/۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں عطا کیا۔

اس آیت میں عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی، یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا، اللہ رسول دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ حضور ﷺ کے ذریعے سے دیتا ہے۔

﴿اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ﴾ (التوبہ/۷۴)

انھیں غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے غنی کر دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ یہ کہنا یقیناً جائز ہے کہ اللہ رسول نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کر دیتے ہیں۔ اللہ رسول کی نعمتیں پا کر بے ایمان سرکش ہو جاتے ہیں۔

﴿وَاِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَةَ ....﴾ (الاحزاب/ ۲۹)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو۔۔۔۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اختیار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اور قیامت کو اختیار کرنا ہے جسے حضور ﷺ مل گئے اُسے خدا اور ساری خدائی مل گئی، جو حضور نبی کریم ﷺ سے دُور رہا، وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو گیا۔

﴿سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ﴾ (التوبہ/ ۵۹)

اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ﷺ دیتے ہیں کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا اور حضور ﷺ کی عطا بغیر کسی قید کے مذکور ہوئی۔ عطا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے اور حضور ﷺ کی طرف بھی۔ لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ رسول نے ہمیں عطا کیا اور عطا کرتے ہیں۔

﴿اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ﴾ (الاحزاب/ ۳۷)

اُسے اللہ نے بھی نعمت دی اور (اے محبوب) اُسے تم نے بھی نعمت دی۔

ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کرنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی طرف بھی فرمائی ہے۔

یقیناً اللہ رسول ہمیں نعمتیں دیتے ہیں اور غنی کرتے ہیں۔

﴿وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا﴾

(الاحزاب ۳۳/ ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد' اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب حکم (فیصلہ) فرما دیں اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انھیں کوئی اختیار رہو اپنے اس معاملہ میں۔۔

اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا' وہ بیشک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے۔ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کر دیں تو حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض یہ کہ حضور ﷺ ہمارے دین و دُنیا کے مالک ہیں۔ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

﴿وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ﴾ (التوبہ/۹۴)

اور اب اللہ و رسول تمہارے کام دیکھیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کھلی اور چھپی سرگرمیوں کے دیکھنے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی ہے اور اپنے رسول کی طرف بھی۔ حضور ﷺ ہمارے ظاہر و باطن اعمال دیکھ رہے ہیں کیونکہ یہاں عمل میں کوئی قید نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے سب چھپے کھلے کام اللہ رسول دیکھیں گے۔ حضور ﷺ کا ذکر اللہ کے ساتھ کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول نے چاہا تو یہ ہوگا۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ﴾

(المنافقون) اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ ۹/۳۰)

لڑو اُن سے جو ایمان نہیں لائے اللہ تعالیٰ پر اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

یہ آیت کریمہ ببانگِ دہل اعلان کر رہی ہے کہ حلّت وحرمت کا اختیار رسول اعظم واکرم ﷺ کو بھی ربِ کائنات نے عطا فرمایا ہے۔

صحابہ کرام کا عقیدہ :

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا سرزد ہو گیا تو بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا 'یارسول الله طهرني' اے اللہ کے رسول مجھے پاک فرما دیجئے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام 'اس رب کا گناہ کر کے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرما دیں کیونکہ حضور ﷺ کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی دُعا کو قبولیت :

حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت وعظمت کی تمام احادیث مبارکہ کو نام نہاد اہلحدیث ضعیف، من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں :

' (جب آدم علیہ السلام جنّت سے نکالے گئے تو) انہوں نے محمد ﷺ کا واسطہ نہیں دیا۔ یہ روایت (جب آدم علیہ السلام جنّت سے نکالے گئے تو انہوں نے محمد ﷺ کے وسیلہ سے دُعا کی تھی) موضوع (من گھڑت) ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کسی وکیل یا سفارش کی ضرورت نہیں'
(التوسل: ناصرالدین البانی، تجدید ایمان/۱۶۳)

کعب احبار سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا 'اے فرزند تم میرے بعد خلیفہ اور جانشین ہو۔ تم تقویٰ اور عروہ وثقیٰ کو تھامے رکھنا اور جب بھی تم خدا کا ذکر کرو تو ساتھ ہی اسم محمد کو یاد کرنا' اس لئے کہ میں نے اس نام مبارک کو ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے۔ اس وقت میں رُوح اور مٹی میں تھا اور اس کے بعد میں نے تمام آسمانوں کی سیر کی تو وہاں میں نے کوئی جگہ ایسی نہ دیکھی جہاں اسم محمد (ﷺ) نہ لکھا ہو' بیشک میرے رب نے مجھے جنّت میں ٹھہرایا اور میں نے حورالعین کی پیشانیوں اور طوبیٰ کے درختوں کے پتوں پر اسی اسم محمد (ﷺ) کو دیکھا۔

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اپنی مصیبت کے وقت پڑھتے : **اللھم بحق محمد اغفرلی خطیئتی** اے اللہ ! حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے میری خطا معاف فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا؟ عرض کیا کہ میں نے

جنّت میں ہر جگہ لکھا دیکھا **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔** اسی سے میں نے جان لیا وہ ساری مخلوق میں سے افضل اعلیٰ ہے اس کے بعد حق تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی۔ (مدارج النبوۃ) یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا بگڑے بھی بنا دیتا ہے نام محمد ﷺ

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کے لئے روزِ قیامت حضرت آدم کی کنیت تمام اولادِ آدم سے صرف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ وبارک وسلم کے اسمِ گرامی پر ہوگی اور انہیں 'ابومحمد' کہہ کر پُکارا جائے گا۔ (الخصائص الکبریٰ)

حضور نبی کریم ﷺ کا نورِ مقدس جب حضرت آدم علیہ السلام کی پشت اطہر میں دویعت فرمایا گیا تب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت پر پرندے کی سی آواز سُنی۔ عرض کی' یا اللہ۔ یہ آواز کیا ہے جواب آیا کہ یہ محمد (ﷺ) میرے محبوب کی تسبیح کی آواز ہے۔ میرا عہد پکڑ و اور اسے پاک رحموں اور مقدس پشتوں میں امانت رکھنا۔ اب وہ نور چمکا' فرشتوں کو حکم ہوا سجدہ کیجئے' سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا اور انکار کی سات دلیلیں پیش کیں' حکم ہوا کہ نکل جاؤ' تو میری بارگاہ سے دُور کر دیا گیا ہے۔ تجھ پر قیامت تک میری لعنت برستی رہے گی۔ ادھر سجدہ کرنے والوں کو مراتب رفیعہ عطا کئے گئے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ آدم کو سجدہ اس لئے ہوا کہ: **کان فی جبھتہٖ نور محمدٍ** ﷺ اُن کی پیشانی میں محمد مصطفٰی ﷺ کا نور تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ فرشتے اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے رہتے ہیں اور **سُبحان اللّٰہ سُبحان اللّٰہ** پڑھتے ہیں۔ عرض کی یا اللہ۔ یہ فرشتے میرے پیچھے کیوں پھرتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ میرے حبیب 'محمد' (ﷺ) کے نور کی زیارت کرتے ہیں۔ عرض کی یا اللہ! یہ نور میری پیشانی میں ہونا چاہیے تاکہ فرشتے میرے

آگے کھڑے ہوں۔ لہذا وہ نور پیشانی میں رکھ دیا گیا۔ وہ نور پیشانی آدم میں آفتاب کی طرح چمکتا رہا اور فرشتے صفیں باندھے اس کی زیارت کرتے رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خواہش ظاہر کی کہ میں بھی دیکھوں تو وہ نور اُن کی انگلی میں ظاہر ہوا۔ انھوں نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور کہا: **قُرةُ عینی بِكَ یا رسول الله** (روح البیان)

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام یہ نامِ محمد (ﷺ) کے سُنتے ہی مشتاقِ دیدار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تو اپنے ہاتھ کے ناخن پر دیکھ۔ جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے ناخنوں کو دیکھا تو صورتِ مصطفیٰ ﷺ (نورِ محمدی) کا دیدار ہوا۔ (قصص الانبیاء)

الشیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کے جمالِ محمدی ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثل آئینہ ظاہر فرمایا تو حضرتِ آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرا۔ پس یہ سُنّت اُن کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب حضرت جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: جو شخص اذان میں میرا نام سُنے اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے' وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔ (تفسیر روح البیان)

امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ' فرماتے ہیں :

لب پہ آجاتا ہے جب نامِ جناب' منہ میں گھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وَجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب' اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

حضور نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سُن کر فرطِ مسرت سے انگوٹھے چومنے کے نام نہاد اہلحدیث شدید مخالف ہیں :

'اذان کے دوران انگوٹھوں کے ساتھ آنکھیں چومنا:
اس عمل کی بنیاد وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ
'جس شخص نے مؤذن کے یہ کلمات **اشهد ان محمدا رسول الله** سن کر کہا **مرحبا بحبيبى وقرة عينى محمد بن عبدالله** پھر اپنے انگوٹھوں کا بوسہ لے کر انہیں اپنی آنکھوں پر لگایا' وہ کبھی آنکھ کی تکلیف میں مبتلا نہیں ہوگا'

یہ روایت ضعیف ہے۔ (السلسلۃ الضعیفہ' ناصر البانی)
اسی طرح ایک دوسری ضعیف روایت میں مذکور ہے کہ جو شخص اس طرح کرے گا اُسے محمد ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔
(السلسلۃ الضعیفہ' ناصر البانی)

(۱۰۰ مشہور ضعیف احادیث' شیخ احسان بن محمد العتیبی)

سیدنا آدم علیہ السلام سے تا قیامت سارے ایمان والوں کی دُعاؤں کو حضور ﷺ کے اسم مبارک سے ہی قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اب اولادِ آدم کو بھی یہ ہی حکم دیا گیا کہ اگر تم لوگ گناہ کرو' کفر کرو' ظلم کرو تو بارگاہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ وسلام میں حاضر ہوکر اُن سے شفاعت کی درخواست کرو اور وہاں جا کر رب تعالیٰ سے توبہ کرو اور محبوب بھی تمہارے لئے شفاعت فرما دیں تو تمہاری توبہ قبول ہوگی' فرماتا ہے ﴿**وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا**﴾ جسمانی طور پر مدینہ منورہ کی حاضری نصیب نہ ہو تو اس ذات کریم کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ وہ تو ہر جگہ حاضر ہیں غائب تو ہم ہیں۔
حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کرنی چاہی تو فرمایا کہ ہماری بارگاہ میں محمد ﷺ کے اسمِ مبارک کو شفیع بنا' تاکہ ہم تیری توبہ قبول کریں' (راحة المحبين)

جس روز حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے مردے کو زندہ کرنا چاہا تو حکم الٰہی ہوا کہ محمد ﷺ کا نام لو۔ جب آپ نے نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک پڑھا تو حق تعالیٰ نے اسم مبارک کی برکت سے مردے کو زندہ کیا۔ (راحة المحبين)

غرض کہ ہر دور اور ہر قرن میں مختلف انبیاء مرسلین اور اُن کی اُمتوں نے اسی نام کے وسیلے سے کامیابیاں وکامرانیاں اور فتح یابیاں حاصل کی ہیں اور اپنی توبہ کو قبولیت کے لئے اسی نامِ پاک کو اپنا ذریعہ ووسیلہ بنایا ہے۔ سب کا یہی عقیدہ وایمان ہے کہ مغفرت الٰہی بوسیلۃ النبی ﷺ ہی حاصل ہوگی۔ (ہماری کتابیں: مغفرت الٰہی بوسیلہ النبی ﷺ۔ معارف اسم محمد ﷺ)

دل کی صفائی :

قلب سارے قالب کا بادشاہ ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو سارے قالب سے اچھے کام ہوں گے اور اگر یہ بگڑ گیا تو قالب بگڑ گیا۔ یوں سمجھو کہ قلب کی زندگی قالب کی زندگی ہے اور قلب کی موت قالب کی موت ہے۔

قلب کی صفائی اس کی زندگی ہے اور قلب کی گندگی اس کی موت۔

گندے دل کی صفائی دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ عبادت و ریاضت اور کسی اہلِ نظر کی نظر۔ عبادات سے آہستہ آہستہ مگر کامل کی نگاہ سے دفعتاً دِل صاف ہو جاتا ہے۔

مقبول بندے کی نگاہ ایک آن میں زنگ آلود دِل کو صاف کر کے اس پر صیقل کر دیتی ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے ستر ہزار جادوگر جو برسوں سے کافر' فاسق' گنہگار اور بدکار تھے وہ مومن صحابی صابر اور شہید ہو گئے۔ حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی ایک نظر سے چور قطب ہو گئے۔ حضرت بایزید بسطامی کی توجہ سے فسق و فجور میں مبتلا فاحشہ عورت کی دُنیا بدل گئی اور وہ نیک و صالحہ بن گئی۔ اس لئے صوفیاء فرماتے ہیں:

ایک زمانہ صحبتِ با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ایک زمانہ صحبتِ با انبیاء بہتر از ہزار سالہ طاعت بے ریا
ایک زمانہ صحبتِ با مصطفٰے بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

قرآن مجید اور کعبۃ اللہ کا دیکھنے والا صحابی نہیں مگر حضور نبی کریم ﷺ کو اخلاص سے دیکھنے والا صحابی ہے۔ معلوم ہوا کہ اعمال سے زیادہ صحبت اثر کرتی ہے کیونکہ یہی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

حقیقتِ تصوف : تصوف ایک صالح اخلاقی ورُوحانی نظام ہے جس کی بنیاد دین وشریعت کے اصولوں پر رکھی گئی ہے (قرآن وسُنّت کی بنیاد پر قائم ہونے والا یہ روحانی نظام ہے) اور اس کا مقصد ایمان واذعان کی حقیقی روح (تزکیہ باطن) کے ذریعہ معرفت الٰہی کا حاصل کرنا ہے۔

(۱) لفظ صوفی صف سے مشتق ہے چونکہ صوفی اطاعتِ الٰہی میں تمام لوگوں سے آگے ہوتا ہے اور صفِ اول میں نظر آتا ہے اس لئے اُسے صوفی کہا جاتا ہے۔

شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی رُوحوں کو صاف کیا پس وہ اللہ کے حضور صف اوّل میں ہو گئے۔

(۲) محدث ولی بن قاسم نے کہا: ایام جاہلیت میں صوفہ کے نام سے ایک قوم تھی جو اللہ تعالیٰ کے لئے یکسو ہوگئی تھی جس نے خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا تھا پس جنہوں نے اُن سے مشابہت اختیار کی وہ صوفیہ کہلائے۔

صوفہ ایک قدیم قبیلہ تھا جو تیم بن مرہ سے تعلق رکھتا تھا یہ لوگ خانہ کعبہ کے مجاور تھے حاجیوں کی آسائش کا انتظام کرتے' اُن میں سے سے پہلے عون بن مرہ کا نام صوفہ پڑا' اسی کی نسل سے وہ لوگ پیدا ہوئے جو ایام جاہلیت میں دُنیاوی علائق سے بے نیاز ہوکر کعبہ کے گرد بیٹھے رہتے تھے بعد اسلام جو لوگ تارک الدنیا ہوئے انہیں لوگوں کی جانب منسوب ہوئے۔

(۳) لفظ صوفی کو صُفّہ کی طرف منسوب قرار دیا گیا ہے صفہ مسجد نبوی شریف کا وہ چبوترہ جس پر عہد رسالت میں وہ اصحاب رسول فروکش رہتے جنہوں نے دُنیاوی تعلقات کو ترک کر دیا تھا' مشاغل زندگی سے کنارہ کش ہوکر فقر کی زندگی اختیار کر لی تھی'

اُن کا لباس صرف ایک کپڑا ہوتا اور انہیں ایک ہی قسم کی غذا میسر آتی' اُن کی میزبانی رسول اللہ ﷺ اور صاحبِ حیثیت اصحاب رسول کرتے' یہ جماعت شب و روز عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا کرتی۔ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: صوفیہ کو بھی انہیں اوصاف کی بنا پر اہل صفہ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ لفظی اشتقاق کے لحاظ سے یہ نسبت درست نہیں لیکن معنی کے لحاظ سے صحیح ہے اس لئے کہ صوفیاء متقدمین کا حال اصحاب صفہ کے مانند رہا۔ (عوارف المعارف)

(۴) صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں لفظ صوفی اور اس کے اشتقاق کے بارے میں مختلف آراء کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

اس نام (صوفی) کی تحقیق میں لوگوں کے مختلف خیالات ہیں اور بہت سے قول ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک چونکہ یہ لوگ جامہ صوف میں ملبوس رہتے تھے اس لئے صوفی کہلائے۔ بعض کا خیال ہے کہ لفظ صوفی کا ماخذ صف اول ہے یہ حضرات چونکہ صف اول میں رہتے تھے اس لئے لقب صوفی سے موسوم ہوئے۔ ایک گروہ کا مسلک ہے کہ چونکہ ان لوگوں کو اصحاب صفہ سے خاص محبت تھی اس لئے صوفی کہلائے۔ ایک اور جماعت اس لفظ کا اشتقاق لفظ صفا سے بتاتی ہے اور ہر گروہ اپنی تائید میں خوب خوب نکتہ پیدا کرتا رہتا ہے۔

(☆) تصوف نیک خوئی کا نام ہے جتنا کوئی شخص نیک خوئی میں بڑھا ہوا ہوگا اتنا ہی تصوف میں بڑھ کر ہوگا۔ (کشف المحجوب)

(☆) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے کہ جب بولے تو اُس کی زبان پر حق جاری ہو اور جب خاموش ہو تو اُس کے جسم کا ایک ایک رونگٹا زبان حال سے شہادت دے کہ اس کے اندر دُنیا کی کوئی ہوس موجود نہیں۔ (کشف المحجوب)

(☆) حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں: تصوف عام حظوظ نفسانی (نفس کے مزہ) کے ترک کا نام ہے۔

(☆) سیدنا غوث اعظم جیلانی فرماتے ہیں: تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے سخاوت ابراہیم پر، رضا اسحٰق پر، صبر ایوب پر، مناجات زکریا پر، غربت یحییٰ پر، خرقہ پوشی موسیٰ پر، تجرد عیسیٰ پر اور فقر محمد (ﷺ) پر۔ (فتوح الغیب)

شریعت وطریقت

اہلحدیث کی بہتان تراشی :

صوفیاء کے نزدیک علم شریعت، جسے وہ 'علم ظاہر' کا نام دیتے ہیں، ایک لایعنی اور بے کار شئے ہے۔ ان لوگوں کے خیال میں علم وہی ہے جو بذریعہ 'باطن' حاصل ہوتا ہے۔

ابن جوزی نے 'تلبیس ابلیس' میں لکھا ہے کہ صوفیاء کو پہلا فریب شیطان نے یہ دیا کہ انہیں علم سے متنفر کیا تاکہ علم جو ایک نور ہے اس کا چراغ بجھ جائے تو اندھیرے میں جس طرح چاہے انہیں ٹیڑھا تر چھالے جائے۔

أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

تالیف: الدکتور ابوعانان سہیل، مطبوعۃ دار الداعی للنشر والتوزیع بالریاض

جھوٹ بولنا اور تہمتیں لگانا یہی غیر مقلدین کا مذہب ہے ...... نام نہاد اہلحدیث کا جھوٹ پر مبنی یہ بیان بھی دیکھ لیں :

> ’اہل تصوف کے نزدیک ’شریعت‘ اور ’طریقت‘ جداگانہ چیزیں ہیں اور جب ایک شخص طریقت کے دائرے میں قدم رکھتا ہے تو اس کے لئے شریعت کی پابندی لازمی نہیں رہتی۔ جی چاہے تو شریعت پر چلے نہ چاہے تو نہ چلے‘۔ أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)

نام نہاد اہلحدیث کی جھوٹی کہانیاں‘ الزام تراشیاں‘ مکاریاں اور فریب کاریاں دیکھنے کے بعد اب شریعت وطریقت کے بارے میں اہلِ سُنّت وَجماعت کا موقف بھی ملاحظہ فرمائیں...... بدباطن اہلحدیث بے نقاب ہوجائیں گے اور خود اپنے ہی آئینہ میں وہ بے امام لوگ بے ستر دکھائی دیں گے۔

شریعت وطریقت کے بارے میں اہلِ سُنّت وَجماعت کا موقف:

(۱) یہ قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب وحلال وحرام کا نام ہے محض اندھا پن ہے شریعت تمام احکام جسم وجان ورُوح وقلب و جملہ علوم الٰہیہ ومعارف نامن متناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے۔ ولہذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں‘ ورنہ مردود ومخذول۔ تو یقیناً شریعت ہی اصل کا ہے۔ شریعت ہی مناط ومدار ہے۔ شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کا ترجمہ محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص‘ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات واستقامت کی دُعا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ فرمایا ہے کہ اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہم کو محمد ﷺ کی راہ پر چلا......اُن کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

عبداللہ ابن عباس و امام ابوالعالیہ و امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں :

الصراط المستقیم رسول اللہ ﷺ **وصاحباہ** (حاکم ابن جریر' ابن ابی حاتم)

صراط مستقیم محمد ﷺ اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہی وہ راہ ہے جس کا منتہی اللہ ہے۔ قرآن عظیم میں فرمایا ہے ﴿**اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ**﴾ بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بد دین' گمراہ۔ قرآن عظیم نے فرمایا۔

﴿**وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ**﴾ (الاعراف)

(شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے) اور اے محبوب! تم فرما دو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اسکی پیروی کرو اور اسکے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تا کہ تم پرہیز گاری کرو۔

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرما دیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ (خدا تک پہنچنا) ہے اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔

(۲) کسی کا یہ قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا محض جنون' جہالت ہے۔ ہر دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق' طریقہ' طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو' تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے۔ اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک۔ جنّت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں۔

(۳) طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے' شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں جوگیوں' سناسیوں کو ہوتے ہیں پھر وہ کہاں لے جاتے ہیں اسی نار الیم وعذاب الیم تک پہونچاتے ہیں۔

(۴) شریعت منبع (Main source) ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا' بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی (بلند) ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گذرے انھیں سیراب کرنے میں اُسے منبع کی احتیاج (ضرورت) نہیں۔ نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت' مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اُس کی احتیاج ہے۔ منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہو جائے۔فی الحال جتنا پانی آچکا ہے' چند روز تک پینے نہانے کھیتیاں' باغات سینچنے کا کام دے۔ نہیں نہیں......منبع سے تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہو جائے۔

بوند تو بوند نم کا نام نظر نہ آئے گا۔ نہیں نہیں میں نے غلطی کی کاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سوکھ گیا پانی معدوم ہوا باغ سوکھے کھیت مرجھائے' آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں' ہرگز نہیں بلکہ یہاں اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا **البحر المسجور** (ہوکر شعلہ فشاں آگ ہو جاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں' پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے جلے خاک سیاہ ہوے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ ان کا یہ بدانجام دیکھکر عبرت پاتے مگر نہیں وہ تو **نَارُ اللّٰہِ المؤقَدَۃُ الَّتِیْ تَطِّلعُ عَلَی الافۡئِدَۃِ** ہے۔ اللہ کی بھڑ کائی ہوئی آگ کہ دِلوں پر چڑھتی ہے۔اندر سے دِل جل گئے۔ایمان خاک سیاہ ہوا اور ظاہر میں وہی پانی نظر آرہا ہے دیکھنے میں دریا' باطن میں آگ کا دہرا۔

آہ آہ آہ کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کیا۔ لہذا شریعت منبع و دریا کی مثال سے بھی نہایت متعالی (بلند) ہے۔ **وَلِلّٰهِ اِلْمَثَلُ الاعلیٰ**

(۵) شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔ ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ **اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَیْرِ فِقْهٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنِ** ۔(ابونعیم فی الحلیۃ) 'بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم فرماتے ہیں :۔

قصمه ظهری اثنان جاهل متنسك وعالم منهتك : 'دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی یعنی دو بلائے بے درماں ہیں' جاہل عابد اور عالم کہ علانیہ بیباکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے' (مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء)

شریعت وطریقت دو راہیں۔ متبائن (مختلف) نہیں بلکہ بے اتباع شریعت خدا تک وصول (پہنچنا) محال۔ نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضیات ومجاہدات بجالائے اس مرتبہ تک پہنچے کہ شرعی پابندیاں اس سے ساقط ہو جائیں اور اسے بے لگام گھوڑا اور بے نکیل کا اونٹ کر کے چھوڑ دیا جائے۔

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (خواہش نفسانی) کو تابع شرع کرے نہ وہ کہ ہوا کی خاطر شرع سے دست بردار ہو۔ شریعت غذا ہے اور طریقت قوت' جب غذا ترک کی جائے گی قوت اپنے آپ زوال پائے گی۔ شریعت آئینہ اور طریقت نظر۔ آنکھ پھوٹ کر نظر رہنا غیر متصور' بعد از وصول اگر اتباع شریعت سے بے پروائی ہوتی تو سید العالمین ﷺ اور امام الوصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس کے ساتھ احق (زیادہ حقدار)

ہوتے نہیں بلکہ جس قدر قرب زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں (لگام) سخت ہوتی جاتی ہے

حسنات الا برار سیئات المقر بین۔ (اعتقادالاحباب)

مسلک تصوف دین وشریعت سے ہٹ کر الگ کوئی چیز نہیں۔صوفیاء شریعت کی پابندی لازم قرار دیتے ہیں۔

(☆) حضرت محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعرف الناس بالله اشدهم مجاهده فی اوامره واتبعهم لسنة نبيه

سب سے بڑا عاف وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کے احکام میں کوشش کرتا ہے اور سب سے زیادہ اس کے رسول کی سُنّت کی پیروی میں لگا رہتا ہے۔

(☆) حضرت احمد الحواری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

'اتباع سُنّت کے بغیر ہر عمل باطل ہے'۔ (مکاشفۃ القلوب)

(☆) حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'جب تمہارا کشف کتاب وسُنّت کے خلاف ہو تو کتاب وسُنّت پر پابند رہو اور کشف کو چھوڑ دو کیونکہ ایمان اور اتباع سُنّت سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں'

(☆) حضرت شیخ ابوعبداللہ مغربی فرماتے ہیں:

بہترین عمل یہ ہے کہ ہم اپنے اوقات کو شریعت کے موافق اُمور سے معمور رکھیں۔

(☆) حضرت شیخ احمد بن عطا الاموی کا ارشاد ہے:

جو آدابِ شریعت کا پابند رہا اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو نور معرفت سے منور کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان احوال افعال میں تابعداری کرنے کے سوا اللہ کی راہ کی طرف کوئی چیز رہنمائی نہیں کرسکتی۔

(☆) امام ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں: یہ سب (صوفیاء کرام ومشائخ عظام) لوگ شریعت کی تعظیم کرنے پر متفق ہیں اور طریق ریاضت میں سُنّت کی تابعداری پر پابندی کرتے ہیں دینداری کے آداب میں سے کسی ادب میں یہ لوگ خلل پیدا نہیں ہونے دیتے اور اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص معاملات ومجاہدات سے خالی ہے اور اس نے اپنے طریقہ کی بنیاد پرہیزگاری اور تقوی پر نہیں رکھی ہے تو وہ اپنے دعوؤں میں اللہ تعالٰی پر افترا باندھنے والا ہے وہ فتنے میں مبتلا ہے خود بھی تباہ ہوا اور ان لوگوں کو بھی تباہ کردیا جو دھوکے سے اس کی باطل باتوں کی طرف مائل ہوگئے۔ (رسالہ قشریہ)

(☆) حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
شریعت وطریقت میں فرق نہیں ہے کیونکہ شریعت بغیر حقیقت کے نہیں اور حقیقت بغیر شریعت کے نہیں اس لئے کہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔

(☆) حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
یادرکھو کہ صوفیاء کا طریقہ کتاب وسُنّت کے عین مطابق ہے جس نے کتاب وسُنّت کے خلاف کیا وہ راہ مستقیم سے بھٹک گیا۔

(☆) امام ابوبکر کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت وطریقت میں تناقض مطلقاً نہیں بلکہ شریعت ہی کی تکمیل واتمام کا نام طریقت ہے۔

بے علم صوفی :

اولیائے کرام فرماتے ہیں' صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے' اس لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (ترمذی' ابن ماجہ)

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان اُنگلیوں پر نچاتا ہے۔ منہ میں لگام' ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے **وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا** وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔

حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے پیر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دُعا دی :

جعلك الله صاحب حديث صوفيا ولا جعلك صوفيا صاحب حديث (احیاء العلوم جلد اول)

' اللہ تمھیں حدیث داں کرکے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔'

حضرت امام غزالی اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

اشار الى ان من حصل الحديث والعلم ثم تصوف افلح ومن تصوف قبل العلم خاطر بنفسهٖ (احیاء العلوم)

' حضرت سری سقطی نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث وعلم حاصل کرکے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا' اُس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈالا۔ (والعیاذ باللہ)

حضرت سیدی ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من لم یحفظ القرآن ولم یکتب الحدیث لایقتدی بہٖ فی ھٰذا الامر لان علمنا ھذا مقید بالکتابۃ والسنۃ ۔	'جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں' دربارۂ طریقت اس کی اقتداء نہ کریں' اُسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب وسُنّت کا پابند ہے۔'

(رسالہ قشیریہ)

حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **تصوف تین وصفوں کا نام ہے۔**

(☆) اول یہ کہ اس کا نورِ معرفت اُس کے نورِ پرہیزگاری کو نہ بجھائے۔

(☆) دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر حدیث کے خلاف ہو۔

(☆) تیسرے یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں'۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فھی الزندقۃ	جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔

(عوارف المعارف' مقال عرفاء' ارشادات اعلیٰ حضرت)

اہلِ تصوف کا اعتراف :

تصوف وسلوک تزکیہ واحسان کے ماخذ قرآن وسُنّت ہی ہیں اور اہلِ تصوف اس بات پر متفق ہیں کہ تصوف کی عمارت قرآن وسُنّت پر ہی قائم ہوتی ہے اور یہی اس کے اصل ماخذ ہیں۔

ابوعبداللہ سہل بن عبداللہ تستری متوفی ۲۷۳ھ فرماتے ہیں:

'ہمارے طریقہ کے اصول سات ہیں۔ کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنا' سُنّت کی پیروی' حلال کھانا' اذیت رسانی سے رُکنا' معصیتوں سے اجتناب' توبہ اور حقوق کی ادائیگی'

ابوحفص عمر بن مسلم الحداد متوفی ۲۶۵ھ فرماتے ہیں :

'جو شخص ہر وقت اپنے افعال واقوال اور احوال کو کتاب وسُنّت پر نہیں تولتا اور جو اپنے وارداتِ قلبی میں شک کر کے اسے نہیں جانچتا اسے مردانِ حق کے گروہ میں شمار نہ کرو'۔ (رسالہ قشریہ)

سیدالطائفہ ابوالقاسم جنید بن محمد متوفی ۲۹۷ھ فرماتے ہیں :

'جس شخص نے قرآن وحدیث کے احکام نہیں سمجھے اور ان کا علم حاصل نہیں کیا' تصوف میں اس کی اقتداء نہیں کی جاسکتی کیونکہ ہمارا یہ علم (تصوف) کتاب وسُنّت سے مقید ہے اور اجماع وقیاس کا مرجع بھی یہی دونوں ہیں'۔ (شرح رسالہ قشریہ)

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متبعین کو کتاب اللہ وسُنّت رسول اللہ کی پیروی کا حکم دیتے ہیں:

'کتاب وسُنّت کو اپنے سامنے رکھو' تامل وتدبر کے ساتھ ان دونوں کا مطالعہ کرو اور انہیں دونوں کو اپنا دستور العمل بناؤ اور قال وقیل اور ہوا وہوس سے دھوکہ نہ کھاؤ'

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا ہمارا کوئی نبی نہیں کہ ہم اس کی پیروی کریں اور قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں کہ ہم اس پر عمل کریں لہذا تم ان دونوں کے دائرے سے باہر نہ نکلو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔ تمہاری خواہش اور شیطان تمہیں گمراہ کردیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنی خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے سلامتی کتاب وسُنّت کے ساتھ اور ہلاکت غیر کتاب وسُنّت کے ساتھ ہے'

(فتوح الغیب)

وِلایت اور اتباع سُنّت وشریعت :

کوئی مدعی تصوف' کامل صوفی اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ دین وشریعت کے تمام اعتقادی اور عملی تقاضوں کو پورا نہ کرے اور اپنے اعمال وافکار کو سرورکائنات ﷺ کی سُنّت کا تابع نہ بنالے اور محبت رسول اس کے رگ وریشہ میں سرایت نہ کرجائے کیونکہ جب رسول کے بغیر محبتِ الٰہی کا حصول ناممکن ہے جو صوفی کا مقصود اور تصوف کی جان ہے ارشاد خداوندی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (آل عمران/۳۱)

'اے محبوب تم فرمادو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'

(کنزالایمان)

مخلوق کے کمال کی معراج یہ ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے اور اللہ کی اُن پر عنایت یہ ہے کہ وہ اُن سے محبت کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے حصول کے لئے

تمام مخلوق پر یہ واجب کر دیا ہے کہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور آپ کی اطاعت کریں۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

'اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے' اچھی طرح سمجھ لو کہ بندے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی محبت ان کی اطاعت اور ان کے احکامات کی پیروی ہے اور اللہ کے لئے بندوں کی محبت رحمت اور بخشش کا نزول ہے' (مکاشفۃ القلوب)

صوفیائے کرام نے منہاج سُنّت اور محبت رسول ہی کو وصول الی اللہ کا ذریعہ بنایا اور اپنے روحانی مکتب فکر وعمل کے لئے آفتاب رسالت سے روشنی حاصل کی اور معرفت خداوندی اور قرب الٰہی کے بلند درجہ تک پہونچے۔

ولایت اور اتباع سُنّت دونوں لازم وملزوم ہیں کیونکہ ہر ولی کو اسوۂ رسول پر عمل پیرا ہو کر ہی ولایت ملتی ہے۔

☆ ولی یہ قرآنی اصطلاح ہے مطلقاً ولایت کا انکار کفر ہے۔ ولایت قربِ خداوندی کا نام ہے ولی وہ ہے جو فرائض ونوافل سے قربِ الٰہی حاصل کرے' قرآن کے مطابق ولی وہ ہے جو ایمان وتقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ حدیث کی روشنی میں ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ ولی وہ ہے جس کا ظاہر شریعت سے آراستہ ہو اور باطن طریقت سے مزین ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ولایت دو چیزوں سے ملتی ہے 'ایمانِ کامل اور اتباعِ شریعت' سے۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلم اور بے ایمان عاملوں' بہروپیوں' جاہل صوفیوں اور فقیروں کا ولایت سے کوئی تعلق نہیں' کیونکہ ولی شریعت وسُنّت کے پابند اور خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ کے سنگم ہوتے ہیں۔

☆ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کا چہرہ زرد' آنکھیں تَر اور پیٹ بھوکا ہو۔ (روح البیان)

☆ ولی وہ مومن کامل ہے جو عارف باللہ ہوتا ہے دائمی عبادت کرتا ہے ہر قسم کے گناہوں سے بچتا ہے لذت اور شہوات میں منہمک ہونے سے گریز کرتا ہے۔

(شرح المقاصد)

☆ ولی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو عالم باللہ ہو اور اخلاص کے ساتھ دائمی عبادت کرتا ہو (فتح الباری' حافظ ابن حجر عسقلانی)

☆ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں 'ولی' اس کو کہتے ہیں جس کا دِل ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب وروز وہ تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو۔ اس کا دل محبتِ الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو۔ وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالٰی کے لئے' اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالٰی کے لئے۔ یہی وہ مقام ہے جسے 'فناء فی اللہ کا مقام' کہتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

☆ سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم کسی کو ہوا میں اُڑتا ہوا دیکھو لیکن وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو وہ استدراج ہے ولایت نہیں۔

☆ علمائے متکلمین کے نزدیک ولی وہ ہے جس کا عقیدہ درست اور اعمال شریعت کے مطابق ہوں۔ (تفسیر کبیر' امام رازی علیہ الرحمہ)

ولی کی شان یہ ہے کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔ بعض لوگ خلافِ شرع کام کرتے ہیں مثلاً نماز نہیں پڑھتے یا ڈاڑھی منڈاتے ہیں، غیر عورتوں کے ساتھ بے پردہ رہتے ہیں اور لوگ انھیں ولی سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اسلامی شریعت کے خلاف کام کرنے والا ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔ سچے مجذوب کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی شریعت کا مقابلہ نہیں کرے گا جیسے کہ اگر اس سے نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے تو وہ انکار نہیں کرے گا۔

(ملفوظات امام احمد رضا خان بریلوی)

☆ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو اپنا خاص قرب عطا فرماتا ہے انھیں اولیاء اللہ کہتے ہیں جو صاحبِ ایمان اور متقی ہو، اللہ اور رسول کی محبت کو دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور پیارا ہوتا ہے اسی کو ولی کہتے ہیں۔ ایمان و پرہیز گاری سخت ضروری ہیں لہذا کوئی بدمذہب ہندو، عیسائی، قادیانی، رافضی، خارجی، غیر مقلد اہلحدیث اور وہابی کتنی ہی عبادت کریں، ولی نہیں بن سکتے، کیونکہ اُن کے پاس ایمان ہی نہیں۔ غور کرلو کہ سوائے اہلِ سُنّت وَجماعت کے کسی فرقہ میں اولیاء اللہ نہیں ہوئے۔ بغداد، اجمیر، دہلی، لاہور، کچھوچھہ، گلبرگہ، اورنگ آباد......سب جگہ اہلِ سُنّت کا ہی ظہور ہے

☆ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں : اگر کوئی شخص ہتھیلی پہ سرسوں جما کر اور ہوا میں اُڑ کر بھی دِکھائے تو اگر اس کا شریعت پر عمل نہیں تو وہ ہرگز اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔

☆ ولی وہ جو فرائض سے قربِ الٰہی میں مشغول رہے اور اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلالِ الٰہی میں مستغرق ہو۔ (تفسیر کبیر)

☆ ولی وہ ہے جس نے نفس وشیطان اور دُنیا اور اپنی خواہشات سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرے کو مولیٰ عزوجل کی طرف پھیر دیا اور دُنیا وآخرت (دونوں) سے بے رخی کر کے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کا طالب نہ ہو۔

☆ ولی وہ ہے جس کے چہرے پر حیا' آنکھوں میں تری' دل میں پاکی' زبان پر تعریف' ہاتھ میں بخشش' وعدے میں وفا اور بات میں شفا ہو۔

کامل وہ ہے جس کے سَر پر شریعت ہو' بغلوں میں طریقت' سامنے دنیوی تعلقات۔ ان سب کو سنبھالے' راہِ خدا طے کرتا چلا جائے۔ مسجد میں نمازی ہو' میدان میں غازی' کچہری میں قاضی (عدالت میں جج) اور گھر میں پکا دُنیا دار۔ غرض کہ مسجد میں آئے تو ملائکہ مقربین کا نمونہ بن جائے اور بازار میں جائے ملائکہ مدبرات امر کے سے کام کرے۔

بعض بیہودے دعویٰ ولایت کریں مگر نہ نماز پڑھیں نہ روزہ کے پاس جائیں اور شیخی ماریں کہ ہم کعبۃ اللہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ سبحان اللہ نماز تو کعبۃ اللہ میں پڑھیں اور روٹی ونذرانے مُرید کے گھر لیں۔ یہ پورے شیاطین ہیں جب تک ہوش وحواس قائم ہیں تب تک احکامِ شرعیہ معاف نہیں ہوسکتے۔ شریعت' طریقت کی کسوٹی ہے یا طریقت سمندر ہے اور شریعت اس کی کشتی۔ جو شخص ہوش وحواس میں رہ کر شریعت کی پابندی نہ کرے اور ولی ہونے کا دعویٰ کرے وہ ولی نہیں بلکہ مکار ہے۔ کوئی بے عمل ولی نہیں ہوتا ہے۔ اللہ کا ولی نمازی ہوتا ہے۔ آپ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے مزار پر حاضری دیں تو مزار کے قریب مسجد نظر آئے گی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مزار کے قریب مسجد' حضرت قطب الدین بختیار کاکی

کے مزار کے قریب مسجد، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت خواجہ سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز کے مزار کے قریب مسجد، حضرت غوث العالم مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے مزار کے قریب مسجد، حضرت سید محمد اشرفی محدث اعظم کے مزار کے قریب مسجد، حضرت احمد رضا خان بریلوی کے مزار کے قریب مسجد، حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی محدث دکن کے مزار کے قریب مسجد............ اللہ والوں کے مزارات کے ساتھ مسجدوں کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نمازی تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علم تصوف کا سُنّت رسول سے گہرا تعلق ہے۔ ایسے ہی ابوعثمان سعید بن عثمان الجری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے سُنّت رسول کو اپنے اُوپر قولاً وفعلاً جاری کرلیا تو اُس کی زبان سے حکمت کی بات نکلی اور جس نے اپنے اُوپر خواہشات نفس کو قولاً وعملاً حاکم بنالیا تو اُس کی زبان سے بدعت کی بات نکلی۔ ابویزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے موسیٰ بن عیسیٰ اور طیفور بسطامی سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو کہ اس زاہد سے ملاقات کریں جو خود کو ولی اللہ کہلواتا ہے۔ یہ زاہد اپنے زہد وعبادت کی وجہ سے بڑا مشہور تھا اور طیفور نے آپ کو اس کا نام ونسب سب کچھ بتا دیا تھا۔ موسیٰ بن عیسیٰ کے والد کہتے ہیں کہ ہم اُسے ملنے گئے تو وہ زاہد گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جارہا تھا اور جب مسجد میں داخل ہوا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابویزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا آؤ واپس چلیں، کیونکہ جس شخص کو آداب رسول پر عمل نہیں وہ ولی اللہ کیسے بن سکتا ہے؟

ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا؟
جواب دیا کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی کے ذریعے پہچانا اور اللہ کے سوا باقی تمام چیزوں کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ پہچانا۔

اتباعِ سُنّت سے ولی اللہ اپنی ولایت کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ یہی وہ کسوٹی ہے جس سے ولی اللہ پہچانا جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک شخص تقریباً دو ماہ مہمان رہا۔ آخر کار ایک دن جب وہ آپ سے رخصت ہونے لگا تو حسب عادت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اُسے رخصت کرنے کے لئے بنفس نفیس اُس کے کمرے میں تشریف لائے اور ہر چند کہ مہمان بار بار منع کر رہا تھا سامان باندھے اور اُس کی سواری کے لئے چارہ پانی کا بندوبست کرنے میں اُس کی مدد فرمانے لگے۔ مہمان حیران تھا کہ آخر یہ لوگ کس مزاج اور کس طبعیت کے ہیں۔ سیدالطائفہ کہے جاتے ہیں شرق وغرب میں اُن کی شہرت ہے لاکھوں انسان اُن کے مرید ومعتقد ہیں کہ چشم وابرو کے معمولی اشارے پر اپنی قیمتی سے قیمتی متاع لٹا دیں اور یہ انکسار کہ میرے جیسے معمولی انسان کی حاجت براری وخدمت گزاری کو باعث فخر اور فرض اولین تصور کر رہے ہیں۔ سامان تیار ہو گیا اور سواری بھی۔ اب وقت رخصت آن پہنچا۔ مصافحے اور معانقے کی باری آئی تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے مہمان سے دریافت فرمایا کہ آپ اتنے دن یہاں رہے لیکن آپ نے کچھ نہیں بتلایا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے تھے اور اب کیوں واپس جا رہے ہیں؟ حضرت جنید بغدادی کا یہ سوال سن کر مہمان بہت سٹپٹایا' اگر حقیقت بتلا دے تو اندیشہ تھا کہ حضرت جنید ملول دلگیر ہوں گے اور نہ بتلائے تو کتمان حق ہو گا جو اہل حق کے نزدیک روا نہیں ہے۔ گہری سوچ میں پڑ گیا' اُس کی دِلی کیفیت

کو بھانپ کر آپ نے فرمایا۔ میرے عزیز' گھبرانے اور شرمانے کی ضرورت نہیں ۔ جو کچھ تمھیں کہنا ہو صاف صاف کہو' ہم لوگ جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں کسی ایسی ویسی بات کا بُرا نہیں مانتے ۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمت دلانے سے رخصت ہونے والے مہمان میں کسی قدر جرأت پیدا ہوئی اور شرماتے شرماتے وہ کہنے لگا: حضرت ! گستاخی معاف' میں دُور دَراز علاقے کا رہنے والا ہوں ۔ دراصل میں یہ سن کر آیا تھا کہ آپ بڑے صاحبِ کرامت و ولایت بزرگ ہیں مگر میں افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اتنے دن میں آپ کے پاس رہا لیکن میں نے تو کوئی کرامت دیکھی نہ ولایت ۔ اس لئے ناامید ہوکر اب واپس جا رہا ہوں ۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا۔ میرے دوست ایک بات بتلاؤ تم اتنے دن میرے ساتھ رہے' اتنے دنوں میں تم نے میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کے خلاف دیکھا ہے ۔ مہمان نے کمالِ سادگی سے جواب دیا: حضرت یہ تو آپ دُرست فرما رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز تو میں نے نہیں دیکھی ہے ۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: یہی میری ولایت اور یہی کرامت ہے ۔ میرے طریق کی روح منتہائے مقصود اور سب کچھ یہی ہے کہ بندے کا کوئی قدم مولا کے حکم کے خلاف نہ اُٹھے اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی فریاد میں بسر ہو جائے ۔ ہوا میں اُڑنا اور پانی پر چلنا کوئی اتنی بڑی کرامت نہیں ۔ بلکہ اصل کرامت اور ولایت تو یہی ہے کہ کوئی عمل حضور نبی کریم ﷺ کی سُنّت کے خلاف نہ ہو۔ سُنّت ہی اصل مضبوط راستہ ہے جس پر انسان چل کر راہ نجات حاصل کرتا ہے ۔

قصیدہ بُردہ شریف

☆ قصیدہ بُردہ شریف ایک ایسا مقبول ومحمود قصیدہ ہے کہ مصنف کی زبان سے خود مقصودِ کونین مطلوبِ ثقلین رحمۃ للعالمین انیس الفقراء والمساکین صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین نے سماعت فرمایا۔

صاحبِ قصیدہ بُردہ علامہ شرف الدین محمد بوصیری مصری رحمۃ اللہ علیہ مصر کے ایک قریہ بوصیر کے رئیس اعظم اور علوم عربیہ کے متبحر عالم فصاحت و بلاغت میں ایسے مشہور ومعروف فرد تھے کہ آپ کے زمانے میں اپنی نظیر آپ ہی تھے اور علماء عصر میں ایک شہرہ آفاق ادیب۔

ابتداء عمر میں آپ اپنی خداداد قابلیت اور تبحرِ علم کی وجہ سے سلاطینِ اسلامیہ کے مقرب عنصر رہے۔ آپ سلاطین واُمراء کی منقبت اور قصیدہ گوئی میں خاص طور پر حصہ لیتے اور اُن کے اعداء کی ہجو میں رجز اور قصائد لکھا کرتے۔

ایک روز آپ دربارِ سلطانی سے اپنے گھر تشریف لا رہے تھے کہ ایک بزرگ ملے اورانہوں نے علامہ بوصیری سے سوال کیا کہ تم نے حضور نبی مکرم ﷺ کی کبھی خواب میں بھی زیارت کی یا نہیں؟ آپ نے عرض کیا: میں آج تک حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔ پھر علامہ فرماتے ہیں کہ اس جواب کے بعد سے میرے دِل میں حضور ﷺ کا عشق اور محبت کا جذبہ اتنا متلاطم ہوا کہ میں اپنے دل میں سوا اس محبت کے اور کچھ محسوس نہ کرتا تھا۔

گھر آکر سویا تو اُسی شب مجھے جمالِ جہاں آراءِ محبوبِ دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور میں نے حضور ﷺ کو جماعتِ صحابہ کے ساتھ اس شان سے

دیکھا جیسے چاند، ستاروں میں۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے اپنے دل کو اُس ہستی مقدس کی محبت سے مملو اور زیارتِ بابرکت کے سرور سے محظوظ و مسرور پایا۔ اس کے بعد ایک ساعت کے لئے اُس نورِ مجسم کی محبت مجھ سے علحدہ نہ ہوئی اور عنفوانِ محبت و سرور میں مَیں نے چند قصیدے لکھے، قصیدہ مصریہ اور ہمزیہ اُسی زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں۔

صاحبِ قصیدہ بُردہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک روز اچانک مجھے فالج پڑا اور میرا نصف حصہ بے حِس ہوگیا۔ اس مصیبت کی حالت میں میرے ضمیر نے مشورہ دیا کہ ایک قصیدہ حضور ﷺ کی مدحت میں لکھوں اور اُس کے ذریعہ اُس باب الشفاء سے اپنے لئے شفا طلب کروں چنانچہ اسی حالت میں مَیں نے اس قصیدۂ مبارکہ کو لکھا اور اسی قصیدہ کو اپنی بیماری میں پڑھتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے دُعائیں کرتا رہا اور گریہ وزاری کرتا رہا۔ خواب میں اُس مسیح کونین شفاء دارین نبی الرحمہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسی عالم رؤیا میں یہ قصیدہ حضور ﷺ کے سامنے پڑھا۔ بعد اختتام قصیدہ میں نے دیکھا کہ حضور نبی مکرم ﷺ میرے مفلوج بدن (اعضاءِ حقیرہ) پر اپنے دستِ نوری کو پھیر رہے ہیں اور چادر مبارک اُڑھا رہے ہیں۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو چادر موجود ملتی ہے۔ دیکھا مرض دُور ہو چکا ہے اور میں نے اپنے کو بالکل صحت یاب پایا۔ اسی خوشی اور فرحت و مسرت میں علی الصباح میں اپنے گھر سے نکلا تو راستہ میں شیخ ابوالرجاء الصدیق ملے جو اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے اور مجھے فرمانے لگے اے امام وہ قصیدہ سناؤ جو حضور ﷺ کی مدحت میں تم نے تالیف کیا ہے۔ چونکہ اس قصیدہ شریف کا علم سوا میرے کسی کو نہ تھا۔ میں نے اُن سے عرض کیا، حضرت کون سا قصیدہ آپ چاہتے ہیں؟ میں نے حضور نبی مکرم رحمۃ للعالمین ﷺ کی مدحت میں اکثر قصائد لکھے ہیں۔ شیخ ابوالرجاء نے فرمایا: وہ قصیدہ سناؤ جس کا

مطلع یہ ہے:

امن تذکر جیران بذی سلمٖ مزجت دمعا جریٰ من مقلة بدمٖ

(تیرے دل میں سُلطانِ محبت نے اپنا سکّہ جمایا

اور تو اُسی کے اثر سے متاثر ہو کر خون آلود آنسو بہا رہا ہے)

میں نے حیرت سے عرض کیا **یاابا الرجاء من این حفظتھا** اے ابوالرجاء! یہ قصیدہ آپ نے کہاں سے یاد کیا؟ میں نے یہ قصیدہ حضور ﷺ کے سوا کسی کو اب تک نہیں سُنایا ہے، نہ کوئی شخص اس وقت تک میرے پاس آیا جس کو یہ قصیدہ میں نے سُنایا۔ ابوالرجاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا **لقد سمعتها البارحة تنشدها بين يدی النبی صلی الله عليه وسلم وهو يتمايل ويتحرك استحسانا تحرك الاعضان المثمرة بهبوب نسيم الرياح** اے بوصیری! یہ قصیدہ گذشتہ رات میں نے اُس وقت سُنا جب تم دربارِ رسالت پناہ ﷺ میں عرض کر رہے تھے اور حضور ﷺ اس قصیدہ کو سُن کر اظہار پسندیدگی کے لئے پھلوں سے بھر ہوئی ڈالی کی طرح ایسے تمایل وتحرک فرما رہے تھے جیسے وہ ڈالی نسیم ریاح کی حرکت سے ہلنے لگتی ہے (رسول اللہ ﷺ ایسا جھوم رہے تھے جیسے میوہ دار شاخ جھومتی ہے)۔ امام بوصیری فرماتے ہیں کہ یہ سُن کر میں نے علی الفور وہ قصیدہ اُن کی خدمت میں پیش کیا، بس اس کے بعد شہر بھر میں یہ خبر عام ہوگئی۔ حضور ﷺ نے امام بوصیری (قصیدہ پڑھنے والے) کو از راہِ کرم ایک چادر بھی اُڑھا دی تھی، تو وہ چادر والا قصیدہ مشہور ہوگیا۔ وہی قصیدہ بُردہ شریف ہے یعنی وہ قصیدہ جو بارگاہ رسول میں اتنا مقبول ہوگیا کہ سرکار نے اپنی چادر مبارک انعام میں عطا فرمائی۔ اس قصیدۂ بُردہ شریف کا ایک شعر آپ بھی سن لیں۔ اُن شرک سازوں کے فتوؤں کی حقیقت کھل جائے گی۔

یااکرم الخلق ما لی من الوذبہٖ　　سواك عند حلول الحادث العمٖ

اے ساری مخلوق سے زیادہ بہتر' میرا آپ کے سوا کوئی نہیں جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت۔ (اے ساری مخلوق سے زیادہ سخی' مصائب وآلام کے وقت حضور کے بغیر میں کس کے دامن میں پناہ لوں)۔

یہ قصیدہ آج سے تقریباً آٹھ سو سال قبل (۶۶۰ ہجری میں) لکھا گیا تھا اور صدیاں گزرنے کے بعد بھی آج تک بالکل ایسے ہی محسوس ہوتا ہے کہ جیسا کہ ابھی ابھی لکھا گیا ہے۔ اس تاریخ ساز قصیدہ نے جہاں عاشقانِ رسول کو ایک مقبول ومرغوب رُوحانی غذا دی' وہاں صاحبِ قصیدہ کو آسمانِ شہرت کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا جہاں بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی ہے۔

اس قصیدہ میں ایک طرح دُرود شریف جیسی خصوصیات ہیں لہذا جو شخص اسے خلوصِ دل سے پڑھتا رہے اس میں عشق رسول پیدا ہوجاتا ہے اس کی دینی ودُنیاوی حاجات پوری ہوجاتی ہیں۔روزِ محشر میں ان شآءاللہ حضور شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت ہوگی۔

قصیدہ بُردہ شریف ایک عاشقِ دل گذار کے قلبِ مضطرب سے نکلی ہوئی وہ پُر کیف صدا ہے جسے اُس کے محبوب نے بصد اندازِ رعنائی وَ دلربائی اپنے حریمِ ناز میں اذنِ باریابی بخش دیا۔اسی لئے اہلِ دَردوسوز اُسے صدیوں سے حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں۔ قصیدہ بُردہ شریف' حضور نبی کریم ﷺ کا پسندیدہ قصیدہ ہے۔ یہ ایک ایسا مقبول ومحمود قصیدہ ہے کہ حضرت بوصیری کی زبان سے خود صاحبِ قرآن وشریعت حضور ﷺ نے فرطِ مسرت سے جھومتے ہوئے سماعت فرمایا ......

قصیدہ بُردہ کے بارے میں اہلحدیث کیا کہتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ کے اس پسندیدہ قصیدہ کو نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین' قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے خلاف بتاتے ہیں۔

'یہ قصیدہ بوصیری شاعر کا ہے جو لوگوں کے درمیان عموماً اور صوفیہ کے درمیان خصوصی طور پر بہت مشہور ہے اگر ہم اس کے معانی پر غور کریں تو اس میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی بہت ساری مخالفتیں پائیں گے۔
(الصوفية فى ميزان الكتاب والسنة/٤٣)

حضور نبی مکرم ﷺ نے جس قصیدہ کو صاحبِ قصیدہ کی زبانی خواب میں سُن کر انعام میں چادر بخشی' بدنی اور رُوحانی بیماریوں سے نجات دی......اُسی قصیدہ بُردہ شریف کو 'اہلحدیث' من گھڑت' جھوٹ اور صریح شرک بتاتے ہیں:

'تعجب خیز بات ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس قصیدہ کا نام 'بردہ' یا 'براءۃ' ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کا قائل مریض تھا اُس نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا' آپ نے اُسے اپنا جبہ دیا جسے اُس نے پہنا اور اپنی بیماری سے شفایاب ہوگیا۔ یہ بالکل جھوٹ اور بہتان ہے اس قصیدہ کا مرتبہ بڑھانے کے لئے یہ جھوٹ گھڑا گیا ہے رسول اکرم ﷺ ایسی جھوٹی بات کیسے پسند کر سکتے ہیں جو قرآن کریم اور آپ کے طریقہ کے مخالف ہے اور اس میں صریح شرک ہے'
(الصوفية فى ميزان الكتاب والسنة/٤٩)

اہلحدیث ادب سے نا آشنا ہوتے ہیں اور اُن کا لب ولہجہ انتہائی گستاخانہ ہوتا ہے۔
صاحبِ قصیدہ بُردہ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو مشرک اور جہنمی بتاتے ہیں :

بوصیری اپنے قصیدہ میں کہتا ہے :
یاا کرم الخلق مالی من الوذ به سواك عند حلول الحادث العمم
اے مخلوقات میں سب سے افضل ذات ! عام مصیبتوں کے نزول کے وقت آپ کے علاوہ میں کوئی ہستی نہیں پاتا جس کی پناہ لے سکوں‘
یہ شرک اکبر ہے جس کا مرتکب اگر توبہ نہ کرے تو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔
(الصوفية فی میزان الکتاب والسنة/٤٣)

یاا کرم الخلق مالی من الوذ بهٖ سواك عند حلول الحادث العممٖ
اے بہترین مخلوق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں۔

مفہوم واضح ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سوا اُن کے غلام کے لئے کوئی دستگیر نہیں۔ حتیٰ کہ قرآن کریم بھی اسی شفاعت نگر کا راستہ بتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ جب تم اپنی جانوں پر معصیت کی وجہ سے ظلم کر گزرو تو ہمارے حبیب کی طرف آؤ اور توبہ کرو۔ اور ہمارے حبیب تمہاری سفارش کریں تو تم اللہ تعالیٰ کو توّاب (توبہ قبول کرنے والا) اور رحیم (بہت مہربان) پاؤ گے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النسآء/٦٤) اے محبوب (ﷺ) ! اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے پاس آجاتے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب ! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

ملّت مشائخ و بزرگان دین اپنی دُعاؤں اور وظائف میں یا رسول اللہ کہتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ سے مدد طلب کرتے ہوئے پناہ لیتے ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں :

یارحمــة للعٰلمین ادرك لزیــــن العابدین

محبوس ایدی الظٰلمین فی موکب والمزدحم

اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو وہ اس ازدحام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

یاسید السادات جئتكَ قاصداً

ارجو رضاكَ واحتمی بحماك

اے پیشواؤں کے پیشوا (اے پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے) میں دِلی قصد سے آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں۔ آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں (آپ کی حمایت کا طلبگار ہوں)۔

ان اشعار میں حضور نبی مکرم ﷺ کو نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے استعانت بھی اور یہ نداء دور سے بعد وفات شریف ہے۔ تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں **السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته** یہاں حضور ﷺ کو پکارنا واجب ہے۔

نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ کہنا نا جائز بلکہ شرک ہے:

'یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر حضور ﷺ کو پُکارنے والا اگر آپ کو حاضر وناظر جانتا ہے اگر عالم الغیب سمجھتا ہے اگر آپ کو دُور ونزدیک کی پُکار سُننے والا سمجھ کر پُکارتا ہے اگر آپ کو حاجت روا' مشکل کشا' دافع البلاء جان کر پُکارتا ہے تو بلا شک یہ پُکارنا ناجائز ہے بلکہ شرک ہے'
(غیر مقلد جونا گڑھی۔ مشکوٰۃ محمدی/۸۳)

نداء یا رسول اللہ :

یَا پُکارنے کا کلمہ ہے اور پُکارنا چند مصلحتوں سے ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ نے کافروں کو بھی' مسلمانوں کو بھی' رسولوں کو بھی اور ہمارے حضور ﷺ کو بھی پُکارا' مگر ان چاروں کو پُکارنے کے الگ الگ مقصد ہیں۔ کافروں کو پُکارنا اظہار غضب کے لئے ہے' جیسے حاکم مجرم سے کہے 'او بے ایمان' 'او غدار' وغیرہ۔ اور مومنوں کو پُکارنا غفلت سے جگانے کے لئے' سوتے کو پہلے جگا لیتے ہیں پھر کلام کرتے ہیں۔

انبیاء کرام کو پُکارنا اظہار کرم کے لئے' کیونکہ وہ حضرات ایک آن کے لئے بھی رب تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا ﴿**اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ**﴾ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں' نبی کریم ﷺ نے بعد وفات بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ اس لئے اُن کا پُکارنا اظہار کرم کے لئے ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ اور نبیوں کو رب تعالیٰ نے نام لے کر پُکارا مگر ہمارے حضور ﷺ کو کہیں یا احمد' یا محمد کہہ کر نہیں پُکارا۔ جہاں پُکارا پیارے القاب سے پُکارا جیسے ﴿**یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ**﴾ ﴿**یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ**﴾ ﴿**یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ**﴾ ﴿**یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ**﴾ اس میں ہم غلاموں کو تعلیم ہے کہ جب ہم اُن کے رب ہو کر انہیں نام لے کر نہیں پُکارتے اور تم تو اُن کے غلام' نمک خوار ہو'

تمہیں نام لے کر پُکارنے کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔غرضکہ اس **یَا** میں بھی اظہار شانِ مصطفیٰ ہے۔دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ محبوب ﷺ کی اُمت میں وہ لوگ بھی پیدا ہوں گے جو کہا کریں گے کہ یارسول اللہ کہنا شرک ہے۔ان کا منہ بند کرنے کے لئے اپنے حبیب کو جگہ جگہ پُکارا تاکہ بتایا جائے کہ یہ تو میری سُنّت ہے۔شرک کیسا؟

مصیبت میں زبان سے میری نامِ پاک کیا نکلا　　مصیبت خود بنی میرا سہارا یارسول اللہ

حضور ﷺ کو دور یا نزدیک سے پُکارنا جائز ہے اُن کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی' خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یارسول اللہ یا ایک جماعت مل کر نعرہ رسالت لگائے یارسول اللہ ہر طرح جائز ہے۔ (جآء الحق)

حضور ﷺ کو نداء کرنا قرآن کریم' فعل ملائکہ' فعل صحابہ کرام اور عمل اُمّت سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا **یامحمد اخبرنی عن الاسلام** نداء پائی گئی۔ مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا **یامحمد ان الله ارسلنی الیك** نداء پائی گئی۔ ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر طالب دُعا ہوئے۔اُن کو یہ دُعا ارشاد ہوئی **اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بمحمدٍ نبی الرحمة یامحمد اِنّیُ قد توجھت بك الیٰ ربی فی حاجتی ھذہٖ لتقضی اللھم فشفعه فیَّ** ۔اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور ﷺ نبی الرحمۃ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں توجہ کی تاکہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما۔۔ابو اسحٰق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ دُعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔اس میں نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے مدد بھی مانگی ہے۔

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کی زَد سے کوئی محفوظ نہیں۔ اسلاف صالحین اور ائمہ دین سب کو مشرک کہہ دیتے ہیں۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب میں، محدث طبرانی رحمۃ اللہ علیہ معجم صغیر میں، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں روایت کرتے ہیں:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک رات حضور ﷺ وضو فرما رہے تھے کہ آپ نے لبیک کہا، پھر لبیک لبیک تین بار فرمایا اور میں نے آپ کو تین بار **نُصِرْتَ نُصِرْتَ نُصِرْتَ** تیری مدد کی گئی، تیری مدد کی گئی، تیری مدد کی گئی فرماتے سُنا۔ حضور ﷺ وضو فرما کر تشریف لائے تو میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ: میں نے سُنا کہ حضور کلام فرما رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی فریاد کرنے والا مجھ سے نصرت طلب کرتا ہے۔ تین روز کے بعد عمر بن خزاعی رضی اللہ عنہ چالیس سواروں کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ آئے، جو کچھ گزرا حضور ﷺ کو خبر دی۔ (الطبرانی)

اس حدیث سے حضور ﷺ کو دُور دراز سے پُکارنا، آپ سے فریاد کرنا اور آپ سے مدد چاہنا ثابت ہوا، نیز معلوم ہوا حضور ﷺ دُور دراز مقامات سے پُکارنے اور فریاد کرنے والوں کے نام اور اُن کے حسب ونسب اور اُن کے احوال کو جانتے ہیں اور فریاد کو سُنتے ہیں اور امداد فرماتے ہیں۔ فریاد اُمتی جو کرے حال زار میں ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

☆ حصن حصین میں ہے **وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَاعِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِىْ يَاعِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِىْ يَاعِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِىْ** جب مدد لینا چاہے تو کہے: اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

(ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اگر جنگل میں کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دے کہ اے اللہ کے بندو اُسے روک دو۔ بندوں سے فرشتے، مسلمان، جن، رجال الغیب یعنی ابدال مراد ہیں۔ یہ عمل مجرب ہے)

☆ امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر آتا ہوں' اُن کی برکت سے کام ہو جاتا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ کاظم رضا رضی اللہ عنہ کی قبر قبولیتِ دُعا کے لئے آزمودہ تریاق ہے۔

قصیدہ بُردہ کے بارے میں نام نہاد اہلحدیث کہتے ہیں کہ یہ رسول اکرم ﷺ کی مدح میں زیادتی اور مبالغہ آمیزی ہے :

> فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم
>
> آپ کی سخاوت سے دُنیا اور اُس کی ساری چیزوں کا وجود ہے اور آپ کے علوم میں سے لوح وقلم کا علم ہے۔
>
> دُنیا وآخرت سب اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی پیدا کردہ ہیں نہ کہ رسول اکرم ﷺ کی سخاوت اور آپ کی پیدا کردہ ہیں۔ لوح محفوظ کی باتوں کو رسول اکرم ﷺ جانتے بھی نہیں۔ اس کی باتوں کو صرف اللہ جانتا ہے۔ یہ رسول اکرم ﷺ کی مدح میں زیادتی اور مبالغہ آمیزی ہے۔ یہاں تک کہ دُنیا وآخرت کا وجود بھی آپ کی سخاوت کا نتیجہ ثابت کیا گیا اور یہ کہ آپ لوح محفوظ کا غیب جانتے ہیں ! (الصوفية فى ميزان الكتاب والسنة/٤٤)

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

(متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی مومن ہو نہیں سکتا یہاں تک کہ میں اُسے اُس کے ماں باپ' اُس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری و مسلم)

رسول کی محبت کے بغیر ایمان نہیں ہو سکتا' ایمان کے اندر کمال نہیں ہو سکتا اگر رسول کی محبت سب کی محبت پر غالب نہ ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول سے محبت نہ ہو اور ایمان ہو۔ ایمان نام ہے رسول کی محبت کا۔

امام اہلِ سُنّت اعلحضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اللہ کی سَر تا بقدم شان ہیں یہ ... ان سا نہیں انسان' وہ انسان ہے یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ... ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

مومنِ کامل کے ایمان کی نشانی اور پہچان یہ ہے کہ اُس مومن کے نزدیک رسول خدا ﷺ تمام چیزوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و معظم ہوں گے' خواہ وہ باپ یا بیٹے ہوں جن سے طبعاً محبت ہوتی ہے یا وہ دوسرے لوگ ہوں جن سے طبعاً محبت ہو یا اختیاراً محبت کی گئی ہو۔ رسول کریم ﷺ کو چاہنا ایمان ہے اور سب سے زیادہ چاہنا کمالِ ایمان ہے۔ یہ ایک ایسی منصوص حقیقت ہے جو ہر طرح کے شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ نبی کی محبت ہی ایمان ہے اور ایمان ہی نبی کی محبت ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ سے بے تعلق ہو جانے کا نام کفر ہے۔۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ کوئی نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم سے بے تعلق ہو' وہ کافر نہ ہو' اور جو کافر ہو' وہ نبی کریم ﷺ سے بے تعلق نہ ہو۔

نام نہاد اہلحدیث کے یہاں دو اعتراضات ہیں :

(۱) رسول اللہ ﷺ کی مدح میں زیادتی اور مبالغہ آمیزی نہیں کرنا چاہئے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ لوح محفوظ کی باتوں کو نہیں جانتے ہیں۔

(☆) حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ بے مثالی کا کیا کہنا' ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام' سلطان کونین کے دربار پُرعظمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل! آپ نے تو پوری دُنیا کی سیر کی' تمام پیغمبروں کا دربار دیکھا' ہر نبی و رسول کے جمال کا دیدار کیا' بڑے بڑے سلاطین حُسن و جمال کی شانِ جمال دیکھی' یہ تو بتایئے کہ میرا مثل و مثال بھی کہیں آپ کی نظروں سے کبھی گزرا؟ اس وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے طبقات زمین کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا' مشرق و مغرب کا کونہ کونہ اور شمال و جنوب کا گوشہ گوشہ دیکھا' بڑے بڑے حُسن و جمال والوں کی شان جمالی کے جلوے دیکھے مگر حضور آپ کے مرتبہ کا نہیں پایا۔

حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اس حسین منظر کو یوں پیش کرتے ہیں:

ناز سے ایک دن آپ نے یہ کہا' یہ بتا طائر سدرۃ المنتہٰی
ہے تیرے سامنے عالمِ کُن فکاں' تو نے پائی کسی میں مری شان بھی
بولے یہ حضرت جبرئیل امیں' اے نگاہِ مشیت کے زہرہ جبیں
ہو ترا مثل کوئی کبھی اور کہیں' رب نے رکھا نہیں اسکا امکان بھی

صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مضمون کو کتنے انوکھے اور دلکش انداز میں نظم فرمایا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِىْ   وَاَكْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءِ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یعنی اے حُسن و جمال کے تاجدار، احمد مختار، آپ سے بڑھ کر کوئی حُسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا، آپ سے بڑا صاحبِ کمال تمام جہاں کی عورتوں کی آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا۔ خالقِ حُسن و جمال نے آپ کو ہر عیب سے بَری اور پاک پیدا فرمایا ہے گویا آپ جس طرح چاہتے تھے خلّاق عالم نے آپ کی تخلیق فرمائی۔

درحقیقت بڑے بڑے بادشاہانِ زبان وقلم بھی آپ کی شانِ جمالی و بے مثالی کی منظرکشی نہیں کر سکے۔ حضرت بلبلِ شیراز سعدی علیہ الرحمہ نے میدانِ نعت میں طبع آزمائی کی تو یہ کہہ کے خاموش ہو گئے

یَا صَاحِبَ الجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرْ مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِیرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَایُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقَّہٗ بعد از خُدا بزرگ توئی قصه مختصر

یعنی اے حُسن و جمال کے مالک، اور اے نوعِ انسانی کے سردار! آپ کے روئے مُنیر سے چاند بھی نور کی بھیک مانگتا ہے اور بلاشبہہ چاند کو بھی آپ ہی کے نور سے روشنی ملی ہے ورنہ چاند کی حقیقت ہی کیا ہے؟ اور نورِ جمالِ محمدی سے چاند کو کیا نسبت؟

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کیا انصاف ہے چاند میں تو داغ ہیں اور اُن کا چہرہ صاف ہے
لَا یُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقَّہٗ بعد از خُدا بزرگ توئی قصه مختصر

یعنی آپ کی مدح وثنا کما حقہٗ تو ممکن ہی نہیں ہے۔ بس مختصر بات یہ ہے کہ خُدا کے بعد سب سے زیادہ عزت وعظمت والے، بزرگی اور تقدس والے، اعزاز واکرام والے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی ہیں۔

حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں فرمایا:

دع ما ادعته النصاریٰ فی نبیهم
والحکم بما شئت مدحاً فیه واحتکم

یعنی اے مسلمان! تو اپنے نبی کے بارے میں وہ بات تو مت کہنا جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں کہی۔ باقی اس کے سوا تو اپنے نبی کی مدح وثناء میں جو کچھ بھی چاہے کہہ ڈال اور نہایت عزم اور یقین کامل کے ساتھ کہتا چلا جا۔ مطلب یہ ہے کہ نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا یا خُدا کا بیٹا کہا۔ مسلمان کے لئے ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نبی کو خُدا یا خُدا کا بیٹا کہے' لیکن اس کے سوا بڑی سے بڑی تعریف وتوصیف اور اونچی سے اونچی مدح وثناء جو کچھ کرسکتا ہے وہ سب کچھ اپنے نبی ﷺ کی شان میں بے دھڑک کرسکتا ہے۔ انھیں خلیفۃ اللہ الاعظم کہو' مالکِ رقاب الاُمم کہو' ساقی کوثر' شافع محشر' مالک کونین' سلطانِ دارین' قاسم نعمت' مختارِ جنّت' جو کچھ بھی کہا جائے سب جائز و درست ہے۔ بلکہ اُن کے درجات رفیعہ ومراتب جلیلہ کے لحاظ سے یہ سب کچھ کم ہی ہے۔

درحقیقت سچی بات تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مدح وثنا کسی بشر سے کما حقہٗ ممکن ہی نہیں ہے اور یہ حق الیقین رکھیے کہ رحمۃ للعالمین کی مدح وثنا سوائے رب العالمین کے کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ بڑے بڑے عارفین و بزرگانِ دین نے نعت میں سخن گستری اور طبع آزمائی کی لیکن اپنے عجز وقصور کا اعتراف کرتے ہوئے قلم رکھ دیا اور دم بخود ہوگئے۔ سلطنت شاعری کے مسلم الثبوت بادشاہ حضرت جامی علیہ الرحمہ جو عشقِ رسول کی ایسی بلند منزل پر ہیں کہ اس منزلِ رفیع کا نظّارہ کرنے میں بڑے بڑے صاحبانِ رفعت کے سروں سے ٹوپیاں گر پڑتی ہیں۔ بارگاہِ رسول کی پُرعظمت جناب میں مدح وثنا کا ہدیہ پیش کرنے کے لئے ہمت کی تو اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے کہ

ہزار بار بشویم دہن ز مشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

یعنی میں اگر ہزاروں مرتبہ مشک وگلاب سے کُلّیاں کر کے اپنا مُنھ صاف کرلوں پھر بھی میرا یہ مُنھ اس قابل نہیں ہوسکتا کہ تعریف تو کُجا؟ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کا نام مبارک بھی اپنی زبان پر لاسکوں۔ اسی طرح ایک دوسرے عاشقِ رسول نے کتنے والہانہ انداز میں عرض کیا ہے کہ :

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

یعنی میں نے بہت کچھ حضور سرور عالم ﷺ کی مدح سرائی اور تعریف وتوصیف میں لکھا اور کہا، لیکن میرا یہ اعتقاد ویقین ہے کہ میں نے اپنے ان کلمات سے حضور ﷺ کی ذرّہ برابر بھی نہ مدح کی ہے نہ کرسکتا ہوں بلکہ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ کا نامِ نامی واسم گرامی لے لے کر میں اپنے کلام کو اس قابل بنا لوں کہ وہ لائقِ تعریف وتحسین بن جائے۔ امام اہلِ سُنّت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

اے رضؔا خود صاحبِ قرآں ہے مدّاح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

(☆) صاحبِ قصیدہ بُردہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ لوح محفوظ کا غیب جانتے ہیں ...... نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) اس بات کو نہیں مانتے ہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کے عطائی علم غیب کے قائل کو مشرک کہہ دیتے ہیں !

نبی کے معنٰی ہیں خبر والا یعنی غیبی خبر دینے والا یا سب کی خبر رکھنے والا یا خبر لینے والا۔ اصطلاح شریعت میں 'نبی' وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کو اللہ تعالٰی نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

نبی ایسی باتوں کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں جن کو نہ تو ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں، نہ وہاں عقل کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اسی لئے صاحب مدارک التنزیل

نے فرمایا کہ **والنبی من النباء لانه یخبر عن الله تعالی** یعنی نبی نباء سے مشتق ہے اور نبی کو اسی لئے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے جو غیب الغیب ہے۔ جہاں نہ حواس کی پہنچ ہے نہ عقل کی رسائی ہے۔ پتہ چلا کہ نبی غیب کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا ﴿**تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ**﴾ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی ہم تمھاری جانب بھیجتے ہیں۔ ﴿**عَمَّا يَتَسَاءَ لُوْنَ عَنِ النَّبَاءِ الْعَظِيْم**﴾ وہ کس چیز کے بارسے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں' کیا وہ اس بڑی اور اہم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔۔۔اس خبر والے میں تین احتمال ہیں۔خبر دینے والا' خبر لینے والا' خبر رکھنے والا۔ اگر پہلے معنیٰ کئے جائیں تو معنیٰ ہوں گے' اے خبر دینے والے۔کس کو یا کس کی؟ خالق کو مخلوق کی۔مخلوق کو خالق کی خبر دینے والے۔ خیال رہے کہ اخبار' ریڈیو' تار' خط' ٹیلیفون' ٹیلیویژن' نیوز ایجنسیز سبھی خبر دینے والے ہیں' مگر ان میں سے کسی کو نبی نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کسی خاص خبر دینے والے کو نبی کہتے ہیں۔

تار ٹیلیفون وغیرہ فرش والوں کو فرش کی خبر دیتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام وہاں کی خبریں لاتے ہیں جہاں سے نہ تار آتا ہے نہ ٹیلیفون۔ اب اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے غیب کی خبریں دینے والے۔ دوسروں کو غیب کی خبر وہ ہی دے گا جو خود بھی خبر رکھے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے علم کا انکار کرتے ہیں وہ دَر پردہ آپ کے نبی ہونے کے منکر ہیں۔

اگر معنٰی کیئے جائیں 'خبر رکھنے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے ساری خُدائی کی خبر رکھنے والے۔ ہر محکمہ کا بڑا آفیسر اپنے سارے محکمہ کی خبر رکھتا ہے نگرانی بھی کرتا ہے۔

حضور ﷺ سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم ہیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذرّے ذرّے اور قطرے قطرے پر خبردار کیا۔ اگر جہاز کا کپتان جہاز سے بے خبر ہو جائے تو جہاز ڈوب جائے۔ اگر ہمارے رسول ہم سے بے خبر ہو جائیں تو ہماری کشتی غرق ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رات آسمان صاف تھا اور چھوٹے بڑے تارے صاف جگمگا رہے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا' یارسول اللہ! آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں۔

سُبحَانَ اللّٰہِ۔ کیسا شاندار سوال ہے۔ کیونکہ مختلف آسمانوں پر اَن گنت تارے ہیں اور قیامت تک ہر جگہ حضور ﷺ کے بے شمار اُمتی اور ہر اُمّتی کے بے شمار اعمال۔ جو وہ رات کی اندھیریوں میں' تہ خانوں میں' پہاڑ کے چوٹیوں اور غاروں میں کریں گے۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور عاَلم بَالا کے تاروں کو شمار کریں اور اپنی ساری اُمت کے ہر عمل کا حساب لگا کر مجھے بتائیں کہ کس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں؟۔

یہ سوال اسی سے ہوسکتا ہے جس کی نگاہ میں آسمانوں کا ایک ایک تارا ہو' اور زمین کے ہر گوشہ کے ہر اُمتی کی ہر ساعت کا عمل ہو۔ایمان کو تازگی بخشنے والی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ اے عائشہ' میں تو مسئلے بتانے آیا ہوں' ان چیزوں کی گنتی سے مجھے کیا تعلق۔ نہ یہ فرمایا کہ اچھا جبریل کو آنے دو' رب تعالیٰ سے پوچھوا لیں گے۔ نہ یہ فرمایا کہ دوات قلم لاؤ' جمع تفریق کر کے بتا دیں۔نہ یہ فرمایا کہ ذرا ٹھہرو مجھے سوچ کر دل میں میزان لگا لینے دو' بلکہ فوراً فرمایا کہ ہاں میرا ایک اُمّتی وہ ہے جس کی نیکیاں آسمانوں کے تاروں کے برابر ہیں۔

عرض کیا' کون؟ فرمایا' عمر۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عرض کیا' حضور میرے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہے؟ جو سفر وحضر' جنگل وگھر میں حضور کے ساتھی ہیں۔ فرمایا' اے عائشہ' انھیں کیا پوچھتی ہو' اُن کی ہجرت والی رات غار ثور کی ایک رات کی نیکی عمر فاروق کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ ہیں معنیٰ اس کے۔ کہ اے خبر رکھنے والے۔

حضور ﷺ کی شان تو بہت اعلیٰ ہے جس پر حضور کا دست کرم پھر جائے وہ کُل کی خبر رکھتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں خطبہ دے رہے ہیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ وہاں سے بیسیوں میل دور نہاوند میں جہاد کر رہے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہاں سے پُکارتے ہیں اے ساریہ پہاڑ کو دیکھو۔ مدینہ منورہ میں کھڑے ہو کر سب کی خبر رکھ رہے ہیں اور خبر لے رہے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ اپنی آواز بھی وہاں پہنچا رہے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ خچر پر جا رہے ہیں۔ ایک جگہ خچر ٹھٹکا اور اپنے دو پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں دو قبریں ہیں۔ جن میں عذاب ہو رہا ہے۔ میرا خچر وہ عذاب دیکھ کر ٹھٹکا۔ یہ خچر کی طاقت نہ تھی بلکہ اس سوار کا فیض تھا جس سے خچر نے لاکھوں من مٹی کے نیچے کا عذاب دیکھ لیا۔ یہ ہیں خبر رکھنے والے کے معنیٰ۔

اور اگر اس کے معنیٰ یہ ہوں کہ اے خبر لینے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے غریبوں' مسکینوں' گم ناموں' بے خبروں کی خبر لینے والے۔ جن کی کوئی خبر نہ لے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بے کسوں بے بسوں کے فریادرس ہیں۔ ایک بار مجلس وعظ گرم ہے حضور ﷺ کا روئے سخن عورتوں کی طرف ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس کے تین بچے چھوٹے لڑکپن میں فوت ہو جائیں اور وہ اُن پر صبر کرے تو یہ تینوں

قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے اور بخشوائیں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں' یارسول اللہ! اگر دو بچوں پر صبر کیا ہوتو؟ فرمایا۔اس کے دو ہی بچے شفاعت کریں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں جس کسی ماں نے اپنے ایک بچے کو خاک میں سُلا کر صبر کیا ہوتو؟ فرمایا' اس کا ایک ہی بچہ بخشوائے گا۔آخر کار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا کوئی صحابیہ عرض کرتی ہیں کہ اگر کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا۔جس کا کوئی نہیں' اس کے ہم ہیں۔ یہ ہیں معنیٰ خبر لینے والے کے۔ قیامت میں ماں اپنے اکلوتے کو بُھولے گی مگر رحمت والے اپنے گنہگاروں کو نہ بُھولیں گے۔ خبر لینے والے کا نام انہیں پر سجتا ہے۔ لہذا جو شخص حضور ﷺ کو نبی مانتا ہے اس کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور وہ غیب کی خبر بھی دیتے ہیں علم غیب مصطفیٰ ﷺ کا منکر درحقیقت حضور ﷺ کی نبوت ہی کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک و دیدار سے محروم و مجبور ہی رہے۔سب کی آنکھیں اس کے دیدار پُرانوار سے عاجز ولاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

شہزادۂ حضور غوث اعظم مخدوم الملت محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی جیلانی فرماتے ہیں :

غیب کیا چیز ہے ! دیکھ آئے ہیں وہ غیب الغیب　　یعنی وہ ذات جو مشہور ہے سبحان اللہ

امام اہل سُنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا　　جب نہ خدا ہی چُھپا تم پہ کروڑوں درود

نام نہاد اہلحدیث کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی تکلیف و مصیبت کو دُور نہیں کر سکتے اور نہ ہی شفایابی یا غم کا ازالہ آپ سے ممکن ہے :

ماسامنی الدهر ضیما واستجرت به
الا ونلث جـــوارا منه لم یضـــم

مجھے زمانہ سے جب بھی کوئی تکلیف پہنچی اور میں نے اُن کی پناہ لی تو مجھے ایسی پناہ ملی کہ اس کے بعد کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

کہتا ہے کہ جب مجھے کوئی مرض یا غم لاحق ہوا اور میں نے اُن سے شفایابی یا غم کا ازالہ طلب کیا تو مجھے شفا دی اور میرا غم دُور کر دیا۔

جب کہ قرآن کہتا ہے کہ اللہ شفا عطا فرماتا ہے۔ تکلیف کا دُور کرنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ جب کوئی سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ سے کرو' (الصوفية فی میزان الکتاب والسنة ٤٦/)

صاحبِ قصیدہ بُردہ ایک طرزِ خاص میں اپنا وہ تقرب ظاہر فرما رہے ہیں جو اُن کے اور مکینِ گنبد خضرا ﷺ کے مابین ہے۔

امام بوصیری فرماتے ہیں کہ زمانہ کے دورِ لیل ونہار نے مجھ کو کبھی تکلیف نہ دی۔ مگر جب مَیں اپنے آقا ومولا روحی فداہ ﷺ کی طرف طالب امن وامان حفظ وحمایت ہوا تو علی الفور مَیں اپنی دعا واستعانت میں مستجاب الدعوۃ نکلا اور منجملہ اُسی کے مجھے جب فالج نے ستایا تو علاج ومعالجہ اور دواؤں کے بغیر ایک ہی رات میں شفایابت ہوگیا۔

اللہ رسول مددگار ہیں :

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ﴾ (المائدہ/۵۵) یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْض﴾ (التوبہ/۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓئُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ﴾ (فصلت۔ حٰمٓ/۳۱)

اور ہم تمہارے مددگار رہتے تمہاری دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلَ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ (تحریم/۴) بے شک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبریل اور مومنین صالحین بھی اُن کے مددگار ہیں اس کے بعد فرشتے بھی اُن کی مدد پر ہیں۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تمہارا بھی مددگار اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے۔ مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالغرض۔۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کرنی چاہئے یہی ایمان والوں کے مددگار ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد اور دوستی، تمام کے مقابلہ میں کافی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اسلام کی لذت وہ ہی پا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے عداوت کرے یعنی اللہ والوں سے محبت کرے اور دین کے دشمنوں سے علحدہ رہے۔ صحابہ کرام واہل بیت عظام، اولیاء اللہ، مشائخ وعلمائے دین کی محبت اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ یہ حضرات مومن اور مومنوں

کے سردار ہیں۔ اسی کو سورہ فاتحہ میں فرمایا گیا ﴿صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ﴾ خدا یا ہم کو اُن کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ اور حقیقت میں مسلمانوں یا اولیائے کرام سے محبت رکھنا حضور ﷺ سے محبت کے لئے ہے' یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کو پانے کے دروازے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی اپنی کتاب 'جآء الحق' میں تحریر فرماتے ہیں:

'اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جب کہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہی عقیدہ ہوتا ہے۔ کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا'

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جہاز اُمّت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں　　تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسولَ اللہ

وہ خوش نصیب لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اپنا مددگار رفیق و دوست بنایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنۡ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ﴾ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا مددگار بناتا ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کی جماعت غالب رہے گی۔

عبادات ہوں یا اخلاقیات' جس خوش نصیب انسان کو یہ نعمت عظمیٰ مل گئی ہے وہ اس جماعت میں شامل ہے جن پر دن رات اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے جن بندوں پر انعام الٰہی ہو چکا ہے وہ کس قدر عظمت والے بندے ہیں کہ رب تعالیٰ اُن کے قرب و معیت کو اعلیٰ قرب قرار دے رہا ہے اور اپنی جماعت قرار دے رہا ہے۔۔

حدیث پاک میں ہے۔

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنه ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبریل فقال انی احب فلانا فاحبه قال فیحبه جبریل ثم ینادی فی السمآء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبه اھل السماء ثم یو ضع له القبول فی الارض (مسلم) جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل امین کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں نے فلاں بندے کے ساتھ محبت کی ہے تو بھی اس سے محبت کر' پھر جبریل اس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا محبوب ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین پر اس کے لئے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

جب ایک عام عبد جو مقام محبوبیت پر فائز ہوتا ہے تو یہ اس کا مقام ہے تو محبوب جس کے لئے بزم کائنات کو بنایا گیا اس سے بڑھ کر محبوب کون ہوسکتا ہے ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے: **عن انس ان رجلا قال یا رسول اللہ متی الساعة قال و یلك وما اعددت لھا قال ما اعددت لھا الا انی احب اللہ ورسوله قال انت مع من احببت قال انس فما رایت المسلمین فرحوا بشیء بعد الاسلام فرحھم بھا** (بخاری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس تو نے تیاری کیا کی ہے؟ عرض کیا: میں نے اس کے سوائے کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا' تو اُس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے مسلمانوں کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا اسلام لانے کے بعد جتنا خوش یہ خوشخبری سُن کر ہوئے۔

یعنی جب تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہے تو پھر تجھے غم کس بات کا ہے۔ رب تعالیٰ محبوب کے غلاموں کو قیامت کے دن میں اُن کے جوارِ رحمت میں جگہ دے گا۔

کتنے عظیم لوگ ہیں وہ جو حضور ﷺ کی بارگاہ سے براہ راست فیضاب ہوئے۔ دیکھئے کتنے لطف وکرم کی بات ہے کہ جو کوئی محبوب کے غلاموں کے پاس بیٹھے وہ بھی نامراد نہیں رہتا بلکہ بامراد ہوتا ہے۔ حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **خیار عباد الله الذین اذا رو ذکر الله** (مشکوٰۃ) اللہ کے بندے وہ ہیں جن کے چہرے دیکھو تو اللہ یاد آئے۔۔ اسی حدیث پاک کا اگلا حصہ ہے کہ اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو پاک لوگوں میں عیب تلاش کرتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: ان بندوں کو بارگاہ خداوندی میں ایسا خصوصی تعلق ہوتا ہے جب اُن کے چہرے افعال واقوال اور حسن وجمال پر نظر پڑتی ہے تو خدا یاد آتا ہے کیونکہ اُن پر عبادت اور اصلاح نفس کے آثار کا کامل ظہور ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا معنی یہ بھی کیا کہ اُن کی زیارت کرنے سے ذکر خدا کا ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا کہ عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک صالح انسان کے چہرے پر نظر پڑ جاتی ہے تو زیارت کرنے والے کے سینے میں اس طرح نور ایمان سرایت کرجاتا ہے کہ اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ **النظر الی وجه علی عبادة** حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

حقیقت یہ ہے کہ اہل دل نے اپنے آپ کو اقوال و افعال' اعمال و عبادات میں اللہ اور اس کے رسول کے اتنا قریب کرلیا ہوتا ہے کہ جو ان کے پاس بیٹھ جائے وہ بھی اللہ والا بن جاتا ہے اُن کے کردار و گفتار میں کوئی تضاد نہیں' اس لئے یہ اچھے اور بہتر مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور ان کی قربت و معیت و تعلق سے ایمان خراب نہیں ہوتا۔۔اس لئے فرمایا ایمان والے ہی اچھے مددگار ہیں۔

رب تعالیٰ جس پر مہربان ہوتا ہے اس کے لئے مہربان مقرر فرما دیتا ہے اور جس پر قہر فرماتا ہے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے' اسی لئے مددگار بنانے کی دُعا مانگنے کا حکم دیا۔ غیر خدا کی مدد شرک نہیں بلکہ رب کی رحمت ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٌ﴾ وہاں کوئی کسی کا نہ ولی ہے نہ مددگار ۔۔ اس آیت میں کفار کا ذکر ہے۔ واقعی کافروں کا نہ کوئی مددگار رہوگا نہ شفیع۔ مومنوں کے لئے سب مددگار اور شفیع ہوں گے۔

حدیث لولاک کا انکار : بد مذہب غیر مقلدین (نام نہاد اہلحدیث) اس حدیث قدسی (حدیثِ لولاک) پر ایمان نہیں رکھتے **لولاك لما خلقت الافلاك** اے محبوب اگر تجھے پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو نہ پیدا کرتا'۔ صاحب لولاک سید المرسلین رحمتہ للعالمین حضور نبی کریم ﷺ کو باعثِ تخلیق کائنات نہیں مانتے۔

'وکیف تدعو الی الدنیا ضرورة من لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم تم کسی کے لئے دُنیا کی طرف کیسے بلاتے ہو' اگر وہ نہ ہوتے تو دُنیا عدم سے وجود میں نہ آتی۔ شاعر کہتا ہے کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو دُنیا پیدا ہی نہ کی جاتی' (الصوفية فی میزان الکتاب والسنة ۴۸/)

اور کیونکر دُنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفسِ زکی کو بُلا سکتی ہیں (دُنیا کی ضرورتیں ایسی بلند و بالا ہستی کو کس طرح اپنی طرف مائل کرسکتی تھی) کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دُنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے تو دُنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی ! تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

یقیناً دُنیا حضور صاحبِ لولاک سرورِ عالم ﷺ کی محتاج ہے۔ اگر حضور ﷺ، دُنیا کے محتاج ہوتے تو حوائج معاذ اللہ حضور ﷺ پر غالب آجاتے مگر چونکہ حضور ﷺ محتاج الیہ ہیں اور دُنیا حضور ﷺ کی محتاج۔ تو حضور ﷺ کو کوئی ضرورتِ ظاہری اور حِسی دُنیا کی طالب نہیں بنا سکتی۔

دوسرے یہ کہ حضور ﷺ مائل الی اللہ ہیں۔ تو طالبِ مولیٰ اور مائل الی اللہ کا خیال تنعیم دُنیا کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ حدیث قدسی میں ہے **الدنیا حرام علیٰ اھل الآخرۃ والآخرۃ حرام علیٰ اھل الدنیا وکلاھما حرامان علیٰ اھل اللہ تعالیٰ** دُنیا اہلِ آخرت پر حرام اور اہلِ دُنیا پر آخرت حرام اور دُنیا و آخرت دونوں اہل اللہ پر حرام ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے حضور ﷺ نے فرمایا: **من احب دُنیاہ اضر باٰخرتہ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاہ فآثروا ما یبقیٰ علیٰ مایغنیٰ** دُنیا کی محبت سخت مضر ہے آخرت کے لئے۔ اور آخرت کی محبت مضر تر ہے دُنیا کے لئے۔ تم محبت کرو اُس نعمت کی جو ہمیشہ باقی رہے اُس کے مقابلہ میں جو عنقریب فنا ہو جائے گی۔

اور دُنیا کو دُنیا اس اعتبار سے کہا گیا کہ بہ نسبت آخرت یہ قریب ہے۔ تو یہ مشتق **دنو** سے ہے یعنی قرب سے۔ اور اگر **دنائت** سے دُنیا لی جائے تو ٹوٹا اور خسارہ ہی ہے۔

چونکہ اس کا ماحصل ہے اس لئے دُنیا کہا گیا۔ اور مصرع ثانی میں **لولاہ** جو فرمایا' اُس میں تلمیح ہے حدیث قدسی کی طرف جو جناب باری نے فرمایا **لولاك لما خلقت الدنيا** اے محبوب ! اگر ہم تمہیں پیدا نہ فرماتے دُنیا ہی نہ بناتے۔

اور **لولاك لما خلقت الافلاك** میں **افلاك** سے مراد مطلقاً جمیع مکونات ہیں۔ اس لئے کہ اسم جزئی کُل پر حاوی ہوتا ہے۔

اور واقعہ معراج میں ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ سدرۃ المنتہٰی پر **ساجد الی الله** ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا **انا وانت وما سوىٰ ذٰلك خلقته' لاجلك** اے محبوب ! ہم اور تم اور ماسویٰ اس کے جو کچھ ہے وہ سب ہم نے تمہاری وجہ سے پیدا کیا۔ تو حضور ﷺ نے عرض کیا: **انا وانت ماسوىٰ ذٰلك تركته لاجلك** الٰہی میں اور تو اور ماسویٰ اس کے جو کچھ ہے' سب میں نے تیری ذات کے لئے ترک کیا۔

الحمد لله ملهم الصواب واليه المرجع والمآب۔

(طیب الوردہ شرح قصیدہ بُردہ۔ علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری اشرفی علیہ الرحمہ)

کیا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دو چار معجزات ہی عطا فرمائے !

نام نہاد اہلحدیث کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو چار معجزات جو حضور ﷺ کے لئے مناسب تھے وہی عطا فرمائے ہیں' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات عطا فرمائے گئے ہیں وہ معجزات حضور ﷺ کو عطا نہیں کئے گئے۔

لو ناسبت قدره آياته عظما   أحيا اسمه حين يدعى دارس الرمم
اگر آپ کے معجزات ونشانیاں آپ کے مرتبہ کے برابر ہیں تو آپ کے نام کی صدا لگانے سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔

اگر رسول اکرم ﷺ کے معجزات آپ کے مرتبہ کے برابر ہیں تو مردہ جس کی ہڈیاں سڑ گل گئی ہوں رسول اکرم ﷺ کا نام لینے سے اُٹھ کھڑا ہو جائے گا'

قصیدہ بُردہ کے مذکورہ بالا اشعار پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

جب کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اللہ نے یہ معجزہ آپ کو نہیں عطا کیا۔ تو گویا یہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے' کہ اللہ نے رسول کو اُن کا حق نہیں دیا !! یہ اللہ پر جھوٹ اور بہتان ہے اللہ نے ہر نبی کو وہ معجزہ عطا کیا جو اس کے لئے مناسب تھا مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کو اندھوں اور برص میں مبتلا شخص کو شفا دینا' اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا' ہمارے نبی محمد ﷺ کو قرآن کا معجزہ' کھانے پانی میں اضافہ اور چاند کو دوٹکڑا کا معجزہ عطا کیا'۔

(الصوفية فی میزان الکتاب والسنة ٤٨/)

معجزات النبی ﷺ : حضرات انبیائے کرام کے معجزات اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی دلیل ہیں جن سے رب تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

خُدا نے دیئے معجزے ہر نبی کو' ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا
ہزاروں گل کھلے تھے چمن میں' بہار آئی جب مصطفیٰ بن کے آیا

گذشتہ انبیاءکرام میں کسی کے ہاتھ معجزہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضاء' کسی کی آواز معجزہ جیسے داؤد علیہ السلام' کسی کا چہرہ اور حسن معجزہ جیسے یوسف علیہ السلام' کسی کی سانس معجزہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ...... مگر حضور ﷺ کا ہر عضو معجزہ' ہر حال ہر وصف معجزہ ہی نہیں بلکہ معجزات کا مجموعہ ہے۔ حضور ﷺ سراپا معجزہ ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات کاملہ ساری کی ساری برہان ہے کیونکہ جتنے انبیاء علیہم السلام آئے وہ معجزات لے کر آئے' مگر حضور ﷺ کا سارا وجود اطہر سراپا اعجاز ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات کی تعداد اعداد و شمار سے باہر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے وہ معجزات دکھائے جن کا دکھانا ناممکن تھا آپ کا وہ سفر معراج کہ آسمانوں کی فضائے بسیط کو چیرتے ہوئے حد مکاں سے گزر کر لامکاں سے بھی آگے گزر کر مقام ﴿اَوْ اَدْنیٰ﴾ پر جا ٹھہرے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا معجزہ معراج' شق القمر' سورج کا واپس پلٹنا' بارش کا برسنا' تھوڑے پانی کا کثیر ہو جانا' آپ کے ہاتھوں کی برکت سے قلیل دودھ کا کثیر ہو جانا' مردوں کو زندہ کرنا' دُعا سے بیماروں کا شفا یاب ہو جانا' صفات ذمیمہ کا اوصاف حمیدہ میں بدل جانا' دُعاؤں کا مستجاب ہونا' کنکریوں کا تسبیح کرنا' بھیڑوں اور بکریوں کا سجدہ کرنا' بھیڑیئے کا گفتگو کرنا' گوہ (ضب۔گھوڑ پھوڑ) کا ایمان لانا' ہرنی کا گفتگو کرنا' شیر کی فرمانبرداری کرنا' ایک لمحے میں کئی زبانوں کا ماہر بنا دینا۔۔۔

الغرض بے شمار معجزات ہیں جو حضور ﷺ کی نبوت کی بہت بڑی 'برہان' اور فضلیت ہے۔

جس کو جو بھی کمال ملا وہ حضور ﷺ کی ہی نسبت سے ملا ہے۔ حُسن یوسف' دم عیسیٰ' ید بیضا یہ سب کے سب معجزات و کمالات حضور نبی کریم ﷺ کی برکت سے تھے۔

حضور ﷺ کی ذات جامع کمالات حسنات و مجموعہ خصائل ہے :

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ بنائے گئے تو حضور ﷺ حبیب اللہ بنائے گئے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس آگ میں ڈالے گئے وہ آگ بجھ گئی تو حضور ﷺ کے آنے سے آتش کدہ ایران جو ہزاروں سال سے بھڑک رہا تھا بجھ گیا۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کلہاڑے سے بُت خانہ کے بُت پاش کئے تو حضور ﷺ کا کمال یہ کہ کعبۃ اللہ میں نصب ۳۶۰ بُت اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے سے توڑ ڈالے اور بُت منہ کے بل گر گئے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کئے تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی کی نہر جاری کر دی جو کہ ناممکن تھی، جب کہ پتھر سے پانی کا نکلنا ممکن تھا۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے نیل عبور کیا تو دریا نے راستہ چھوڑ دیا، جب کہ ادھر غلامان مصطفیٰ جب دریا عبور کرتے ہیں تو پانی ہی سڑک بن جاتا ہے اور کپڑے بھی گیلے نہیں ہوتے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ایک دن میں سارا پانی پی جاتی تھی تو حضور ﷺ کی ناقہ، حضور ﷺ کی نبوت کی گواہی دیتی تھی اور کئی بار اونٹ آپ کے پاس آ کر اپنے مالک کی شکایت کرتے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا جو کہ اس کی فطرت ہے مگر حضور ﷺ کے ہاتھوں میں کنکریوں نے کلمہ پڑھ کے آپ کی نبوت کی شہادت دی۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پرندے مسخر تھے تو اِدھر غلامِ مصطفٰی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سامنے آتے ہوئے شیر سے کہتے ہیں

یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول الله اے شیر (خبردار) میں غلام رسول ہوں

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو زمین پر بادشاہت عطا کی گئی تو حضور ﷺ کو زمین کے سرخ وسفید پر حکومت اور خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس جِن اگر نافرمانی کرتے تو آپ سزا دیتے، مگر حضور ﷺ کے پاس آنے والے جِن بھی آپ کی عظمت کو جُھک کر سلام کرتے۔

☆ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوائیں مسخر کی گئیں اور صبح سے دوپہر تک ایک مہینے کا سفر طے کرتے، مگر حضور ﷺ ایک رات کے تھوڑے حصے میں مسجد حرام سے لے کر لامکان کی سیر کر کے آ گئے۔

حضور ﷺ زندگی بخشتے ہیں :

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو صفت مُحِیُ کا بھی مظہر کامل بنا دیا۔ نبی کریم ﷺ تم کو زندگی بخشتے ہیں۔۔ مُردہ کو، زندہ کے دل کو، جان کو، خیالات کو زندہ فرمانے والے ہیں اور کیوں نہ ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام گھوڑی پر سوار ہو کر غرق فرعون کے گھوڑے کے لئے آگے ہو گئے۔ گھوڑا گھوڑی کے پیچھے لگا اس

گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی اُس جگہ گھاس اُگ آتی تھی۔ بنی اسرائیل کے ایک شخص امری نے یہ خاک اُٹھالی اور غرق فرعون کے بعد سونے کا بچھڑا بنا کر اُس کے منہ میں ڈال دی تو اُس سونے کے بچھڑے میں جان پیدا ہوگئی۔

حضرت جبرئیل السلام کا جسم لگا گھوڑی سے' گھوڑی کا خاک سے اور خاک پڑی بے جان بچھڑے کے منہ میں' وہ زندہ ہوگیا' اسی لئے اس کو رُوح الامین کہتے ہیں کیونکہ اُن سے روح ملتی ہے اور حضور ﷺ کی نظروں میں ہزار ہا جبریلی طاقتیں ہیں تو اُن کے اشارے سے مُردے بھی زندہ کیوں نہ ہوں۔

مدارج النبوۃ میں بہت سے ایسے واقعات لکھے ہیں جن میں حضور ﷺ نے مردوں کو زندہ فرمایا' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر حضور ﷺ کی دعوت تھی انہوں نے بکری ذبح کی۔ اُن کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو ذبح کر دیا اور ذبح کر کے والد کے ڈر سے چھت پر بھاگ گیا۔ وہاں سے پاؤں پھیلا تو وہ بھی گر کر مر گیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دونوں بچوں کی نعشوں کو چُھپا دیا تا کہ دعوت میں حرج نہ ہو' جب کھانے پر حضور ﷺ نے تشریف رکھا تو فرمایا کہ جابر اپنے بچوں کو بلاؤ۔ ہم اُن کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا واقعہ عرض کیا تب حضور ﷺ نے اُن کو زندہ فرمایا اور ساتھ کھانا کھلایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ایک دعوت میں دستر خوان سے حضور ﷺ نے ہاتھ پونچھ لیا۔ وہ کپڑے کا دستر خوان پھٹے پھٹ گیا مگر کبھی آگ میں نہ جلا۔ جب کبھی وہ دستر خوان میلا ہو جاتا تھا تو اس کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے وہ اس میں نہ جلتا تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا۔

یہاں حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کا ایک عارفانہ نکتہ بھی ملاحظہ فرمائیں ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بابرکت شخصیت نارِنمرود میں گئی تھی آتش کدہ' گل کدہ ہوگیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ خیال رہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذات وہاں گئی تھی مگر یادکر ورسول کے ہاتھ سے لگے ہوئے اُس دسترخوان (رُومال) کو جوصحابی رسول کے پاس محفوظ ہے۔ وہ رُومال جب اس میں گندگی آجائے یا کبھی دھونے کی ضرورت آئے تو وہ اس رُومال کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے اورتنور میں سے ڈال کر جب جب اُسے نکالتے تھےتو بالکل دُھل کر صاف نکلتا تھا۔ سنو! وہاں ذات ابراہیم گئی تھی۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام خود گئے تھے۔ یہاں رسول خودنہیں گئے تھے۔ رسول کی نسبت گئی تھی۔ رسول کا تعلق گیا تھا۔ انگلی تک تو نہیں گئی۔ رسول کا کوئی لباس مبارک بھی تو نہیں گیا صرف نسبت گئی۔ وہاں آتش کدہ' گل کدہ بن گیا' مگر یہاں آگ ہے اور اپنی حرارتوں کو جس نے نہیں کھویا ہے لیکن جلانے کی ہمت نہیں ہے۔ یہیں سے پتہ چل گیا کہ جب نسبت لے کر تنور میں ایک کپڑا جاتا ہےتو آگ نہیں جلاپاتی' تو اگر تمہارے دل میں رسول کی محبت ہوتو جہنم میں جلانے کی طاقت کہاں سے آئے۔

امام بیہقی نے دلائل النبوت میں روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاتا' یہاں تک کہ میری بیٹی زندہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر دکھا۔ اُس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر دکھائی تو آپ نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا' **لبيك وسعديك**۔ نبی ﷺ نے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہے کہ دُنیا میں پھر آجائے؟ اُس نے

عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اللہ کی ۔۔میں نے اللہ کو اپنے والدین سے بہتر پایا اور اپنے لئے آخرت کو دُنیا سے اچھا پایا۔

حافظ ابونعیم نے کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کا چہرہ متغیر پایا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی کے پاس واپس آئے اور کہنے لگے' میں نے نبی ﷺ کا چہرہ متغیر دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے۔ کیا گھر میں کھانے کے لئے کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا' اللہ کی قسم! ہمارے پاس یہ بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ ہے۔ پس میں نے بکری کو ذبح کیا' اور اس نے دانے پیس کر روٹی اور گوشت پکایا' پھر ہم نے ایک پیالہ میں ثرید بنایا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا اے جابر اپنی قوم کو جمع کرلو۔ میں اُن کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔آپ نے فرمایا' اُن کو میرے پاس جدا جدا جماعتیں بنا کر بھیجتے رہو۔اس طرح وہ کھانے لگے۔ جب ایک جماعت سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آتی۔ یہاں تک کہ سب کھا چکے اور پیالے میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ رہا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا' اُن پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا۔ پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا۔ جسے میں نے نہیں سنا۔ ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتی اُٹھی۔آپ نے مجھ سے فرمایا۔اپنی بکری لے جا۔پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا وہ بولی یہ کیا ہے؟ میں نے کہا' اللہ کی قسم یہ ہماری بکری ہے۔ جسے ہم نے ذبح کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دُعا مانگی۔ پس اللہ نے اسے زندہ کردیا۔ یہ سن کر میری بیوی نے کہا' میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

غزوہ خیبر کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ نے بکری کا زہر آلود گوشت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ اس میں سے بازو اٹھا کر کھانے لگے وہ بازو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔ وہ یہود یہ طلب کی گئی۔ تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔ یہ معجزہ مردے کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ کرنا ہے۔ حالانکہ اس کا بقیہ حصہ جو اس سے مفصل تھا مردہ ہی تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا' تو نبی اکرم ﷺ کو ایک بکری کا گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ اس گوشت میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جتنے یہودی یہاں موجود اکٹھے ہو جائیں' پس وہ جمع ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اُن سے فرمایا: میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنے والا ہوں کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم تصدیق کریں گے۔ آپ نے پوچھا: تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا: 'فلاں'۔ آپ نے فرمایا: تم نے جھوٹ کہا' تمہارا باپ تو فلاں شخص ہے۔ انہوں نے جواب دیا' آپ ﷺ نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ملایا ہے۔ پوچھا' تمہیں کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا؟ کہنے لگے' ہماری خواہش یہ تھی کہ اگر آپ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے نجات و راحت مل جائے گی اور اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ ﷺ کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔
(بخاری)

آنحضرت ﷺ کے والدین کا آپ کی خاطر زندہ کیا جانا اور اُن کا آپ پر ایمان لانا بھی بعض احادیث میں وارد ہے۔ علامہ سیوطی نے اس بارے میں کئی رسالے تصنیف کئے ہیں اور دلائل سے اُسے ثابت کیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا خیرالجزاء۔

حضور نبی کریم ﷺ کے توسل سے بھی مردے زندہ ہو گئے' چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک جوان نے وفات پائی۔ اس کی ماں اندھی بڑھیا تھی۔ ہم نے اس جوان کو کفنا دیا اور اس کی ماں کو پرسہ دیا۔ ماں نے کہا' کیا میرا بیٹا مر گیا ہے۔ ہم نے کہاں۔ ہاں۔ یہ سن کر اس نے یوں دُعا مانگی یا اللہ اگر تجھے معلوم ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے کہ تو ہر مشکل میں میری مدد کرے گا تو اس مصیبت کی مجھے تکلیف نہ دے۔ ہم وہیں بیٹھے تھے کہ اس جوان نے اپنے چہرے سے کپڑا اُٹھا دیا اور کھانا کھایا اور ہم نے بھی اس کے ساتھ کھایا۔ (سیرت رسول عربی۔ علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمتہ)

غرض کہ جانوروں کو' انسانوں کو' پتھروں کو' لکڑیوں کو جان بخشی ہے کنکروں کو جان بخش کر کلمہ پڑھوالیا۔ لکڑی فراق میں روئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف مردہ نسانوں کو زندہ کیا' مگر حضور ﷺ نے ان بے جان چیزوں میں جان بخشی۔

فضائل اسم مبارک 'محمدؐ' کا انکار :

نام نہاد اہلحدیث کی فطرت میں چونکہ فضائل و عظمتوں کا انکار ہے......اسی لئے یہ حضور نبی کریم ﷺ کے اسم مبارک 'محمدؐ' کے فضائل کے بھی منکر ہیں :

> **'فان لی ذمة منه بتسميتی محمدا**
>
> **وهـو اوفی الخلـــق بالذمـــم**
>
> اپنا نام محمد رکھنے کی وجہ سے میرا اُن سے عہد و پیمان ہے اور وہ مخلوقات میں سب سے زیادہ عہد و پیمان کو پورا کرنے والے ہیں'
>
> شاعر (بوصیری) کہتا ہے کہ رسول ﷺ سے میرا معاہدہ اور ذمہ ہے کہ مجھے جنّت میں داخل کریں گے کیونکہ میرا نام بھی محمد ہے۔
>
> تو اُس کے لئے یہ معاہدہ کہاں سے آ گیا' ہم جانتے ہیں کہ بہت سے فاسق اور کمیونسٹ کا نام بھی محمد ہوتا ہے' تو کیا محمد نام رکھنا اُن کے جنّت میں داخل ہونے کی ضمانت ہوسکتی ہے؟ حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا **سلینی من مالی ماشئتِ ' لااغنی عنك من الله شيئا** (میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو' قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے میں تمہیں بالکل نہ بچا سکوں گا)
>
> (الصوفية فی ميزان الكتاب والسنة / ٤٦)

بدبخت غیر مقلد (نام نہاد اہلحدیث) نے فضائل اسم محمد ﷺ کا مطلقاً انکار کرتے ہوئے حدیث مبارکہ کے مفہوم کو بھی غلط انداز میں پیش کر دیا۔

محمد اور **احمد** ناموں کے فضائل میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: **سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تُکَنُّوْا بِکُنْیَتِیْ** میرے نامِ پاک پر نام رکھو، میری کنیت نہ رکھو۔ (احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، معجم کبیر، طبرانی)

یہ حکم کہ میرا نام رکھو، کنیت ابوالقاسم نہ رکھو، صرف زمانہ اقدس سے خاص تھا، اب علمائے کرام نے نام اور کنیت دونوں کی اجازت دی ہے بلکہ یہ اجازت ایک حدیث شریف سے مستنبط ہے جو مشکوٰۃ میں درج ہے۔

۲۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لئے اس کا نام محمد رکھے، وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں گے۔ (ابن عساکر و حسین بن احمد)

۳۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص اللہ عزوجل کے حضور کھڑے کئے جائیں گے۔ حکم ہوگا انھیں جنّت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے الٰہی ! ہم کس عمل پر جنّت میں قابل ہوئے، ہم نے تو کوئی خاص کام جنّت کا نہ کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا جنّت میں جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو دوزخ میں نہ جائے گا۔ (حافظ ابو طاہر سلفی و ابن کسیر)

بشرطیکہ مومن ہو اور مومن عرف قرآن وحدیث وصحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو۔ **کما نص علیه الائمة فی التوضیح وغیره** ورنہ بدمذہبوں کے لئے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں اُن کا کوئی عمل قبول نہیں۔ بدمذہب اگر حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و طالب ثواب رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے اور اُسے جہنم میں ڈالے۔ (دارقطنی، ابن ماجہ، بیہقی وغیرہم)

محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں، نہ کہ سید احمد خان (جس نے فرشتوں، جنّت ودوزخ، معجزات ومعراج النبی ﷺ وغیرہ کا انکار کیا) کی طرح کفار، جس کا مسلک کفر قطعی، کہ کافر پر تو جنّت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے۔ (احکام شریعت)

اور حقیقت بھی ہے کہ ایسے ہی لوگ کھلے عام ان احادیث طیبات کا خود ہی انکار کرتے ہیں اور انھیں ضعیف قرار دیتے ہیں۔ گویا کہ اس بشارت سے محرومی کا خود ہی اقرار کرتے ہیں۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میرے رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا: اپنے عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اُسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔ (حلیہ ابونعیم)

۵۔ امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس دسترخوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور اُن میں کوئی محمد یا احمد نام کا ہو وہ لوگ ہر روز دو بار مقدس کئے جائیں گے۔
(حافظ ابن کبیر، ویلمی، مسند ابوسعید نقاش، ابن عدی کامل)

حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو، دن میں دو بار اس مکان میں رحمتِ الٰہی کا نزول ہو۔

۶۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، تم میں کسی کو کیا نقصان ہے اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔ (طبقات ابن سعد)

۷۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب کوئی قوم کسی مشورے کے لئے جمع ہو اور اُن میں کوئی شخص محمد نام کا ہو اور اُسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں اُن کے لئے اس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے۔ (طرائفی، ابن جوزی)

۸۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جس کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوں اور وہ اُن میں کسی کا نام محمد نہ رکھے ضرور جاہل ہے۔ (طبرانی، کبیر)

۹۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اُس کی عزت کرو اور مجلس میں اُس کے لئے جگہ کشادہ کرو اور اُسے بُرائی کی طرف نسبت نہ کرو یا اس پر بُرائی کی دُعا نہ کرو۔ (حاکم، مسند الفردوس، تاریخ خطیب)

[[جس کا نام محمد ہو اُس کا بھی احترام کرنا چاہئے اور اُس کے نام کا بھی۔ یہ نام بگاڑ کر نہ لے، چنانچہ تفسیر روح البیان نے سورۂ احزاب ﴿**مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ**﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی کے غلام ایاز کے لڑکے کا نام محمد تھا۔ سلطان محمود غزنوی اُس کا نام ادب سے لے کر پُکارتے تھے۔ ایک بار کہا کہ اے ایاز کے لڑکے استنجے کے لئے پانی لاؤ۔ ایاز نے عرض کیا کہ حضور آج کیا قصور ہوا کہ آپ نے اُس کا نام نہ لیا، فرمایا کہ میں اُس وقت بے وضو تھا اور یہ نام پاک میں بغیر وضو نہیں لیتا۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

جس شخص کے ہاں لڑکیاں ہی ہوتی ہوں بیٹا نہ ہو۔ وہ شروع زمانہ حمل میں اپنی بیوی کے پیٹ پر اُنگلی سے یہ عبارت لکھ دیا کرے **من کان فی هذا البطن فاسمه، محمد** جو اس پیٹ میں ہے اس کا نام محمد ہے ان شآء اللہ لڑکا ہوگا اور زندگی والا ہوگا یہ عمل مجرب ہے مگر حمل کے چار ماہ کے اندر یہ عمل چالیس دن تک کرے۔ (تفسیر نعیمی)]]

۱۰۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اُسے نہ مارو، نہ محروم کرو۔ (مسند بزار)

بہتر یہ ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے اس کے ساتھ کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انھیں اسماء مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔ (النور والضیاء واحکام شریعت)

غرض کہ حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ کے اسم مبارک کی برکت وعظمت اور رحمت کے یہ وہ جلوے اور مژدے ہیں جو بروزِ حشر اپنی جلوہ ریزیاں دکھائیں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے نام سرکار کے اسمِ مبارک سے مزین ہیں۔

حضرت قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ 'کتاب الشفاء' میں فرماتے ہیں : **ان الله تعالیٰ وملائکته یستغفرون لمن اسمه محمد واحمد** یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بخشش ورحمت کرتے ہیں اُس پر جس کا نام محمد یا احمد ہو۔

(طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ)

حضور محدث اعظم ہند سید المتکلمین علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں :

محشر میں گنہ گاروں کے لئے دامن کا سہارا کافی ہے ۔۔۔ دامن تو بڑی شئے ہے مجھ کو تو نام تمہارا کافی ہے

سچ ہے سیّد بیکار رہا اس سے کوئی نہیں کام ہوا ۔۔۔ ہمنام کے ذمہ دار ہو تم تو نام ہمارا کافی ہے

میں صدقے اسمِ اقدس کے میں قربان نامِ نامی پر ۔۔۔ تیرا ہمنام ہونا حشر کے دن میرے کام آیا

ہمیشہ مدحتِ خیر الانام میں گزرے ۔۔۔ دُعا ہے عمر دُرود وسلام میں گزرے

الصلوٰة والسلام علیکم یارسول الله

ذاتِ والا پہ بار بار دُرود ۔۔۔ بار بار اور بے شمار دُرود

روئے انور پہ نور بار دُرود ۔۔۔ زلفِ اطہر پہ مشکبار دُرود

اُن کے ہر جلوے پر ہزار بار دُرود ۔۔۔ اُن کے ہر لمحہ پر ہزار دُرود

سر سے پا تک کروڑ بار دُرود ۔۔۔ اور سراپا پہ بے شمار دُرود

دلائل الخیرات

ذکرِ الٰہی زندگی کی جان ہے۔ جو ذکرِ الٰہی سے غافل ہے وہ دَرحقیقت زندگی کی برکتوں سے یکسر محروم ہے۔ قلب کو جب تک لذّتِ ذکر الٰہی نصیب نہیں ہوتی، وہ افسردہ و پژمُردہ رہتا ہے۔ ذکرِ الٰہی سے ہی ایسی قوت پیدا ہوتی ہے کہ انسان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں اور وہ اُف تک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق ان سعادت مندوں کو بخشتا ہے جو دن رات اُس کے ذکر میں محو رہتے ہیں۔ مومن کی طاقت کا سرچشمہ اور اُس کی قوت کا راز ذکر الٰہی میں پوشیدہ ہے وہ شخص جو اپنے رب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے اور جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جائے باطل کی طاغوتی طاقتیں اُس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتیں۔

قرآن کریم میں بکثرت ایسی آیات ہیں جن میں تاکید کی گئی ہے کہ صبح و شام ذکر کرو، رات اور دن میں ذکر کرو۔ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ذکر کرو۔ سورج کے غروب ہونے سے پہلے ذکر کرو۔ سورج ڈھلے تو ذکر کرو۔ جب رات کے وقت ساری دُنیا میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہی ہو، تم جاگو اور اپنے معبودِ برحق کی یاد میں محو ہو جاؤ۔ کسی عارف ربّانی نے کیا خوب کہا ہے: زندگی کے قیمتی لمحے تو وہی تھے جو محبوب حقیقی کی یاد میں بسر ہوئے۔ اس کے علاوہ جو کچھ کیا وہ لاحاصل تھا، بے مقصد تھا، بے نتیجہ تھا اور نادانی تھا۔ قرآن کریم میں مختلف اسلوبوں سے انسان کو ذکرِ الٰہی کی ترغیب دی گئی ہے اور غفلت کے سراب میں ٹھوکریں کھاتے رہنے سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح سرورِ عالم ﷺ نے اپنے ارشاداتِ طیبات سے اپنے غلاموں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی سعیِ جمیل فرمائی ہے اور بڑے شوق آفرین اندازِ بیان سے اللہ تعالیٰ

کے بندوں کے دِلوں میں اپنے رب کریم کی یاد کا ذوق وشوق پیدا فرمایا ہے۔

ذکرِ الٰہی وہ صیقل ہے جس سے دِل کا زنگ دُور ہوتا ہے جس سے غفلت کی مدہوشی کافور ہوتی ہے اور نفسِ انسانی اخلاقِ رذیلہ سے نجات حاصل کر کے اخلاقِ حسنہ سے مزین وآراستہ ہوتا ہے اور انسانیت کے اعلیٰ وارفع مقام پر اُس کو رسائی نصیب ہوتی ہے اس لئے صوفیاء کرام خود بھی اور اپنے متوسلین کو بھی ذکرِ الٰہی کی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں اس لئے مختلف قسم کے اوراد ووظائف انہوں نے طالبانِ حق کے لئے مدون ومرتب کر دیئے ہیں جو قرآن وسُنّت سے ماخوذ ہیں تاکہ آسانی کے ساتھ وہ اُن پر عمل پیرا ہوسکیں۔ حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی ذاتِ اقدس واطہر پر درود پاک بھی ذکرِ الٰہی کی اعلیٰ ترین قسم ہے کیونکہ ارشادِ ربّانی ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (الاحزاب/ ۵۹) بیشک اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام فرشتے نبی مکرم پر دُرود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی (بڑے ادب ومحبت سے) اُن پر دُرود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ یہ وہ ذکر ہے جس کو صرف انسان ہی انجام نہیں دیتے بلکہ نوری فرشتے بھی اس سے سعادت حاصل کرتے ہیں اور خود رب تعالیٰ بھی اپنے حبیب مکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہے۔ اس لئے دیگر اذکار کے علاوہ دُرود پاک بھی اولیاء کاملین اور اُن کے مخلص متبعین کا شعار رہا ہے اور دُرود پاک کے فضائل وبرکات سے احادیث کی کتب بھری پڑی ہیں جن میں سے چند احادیث دلائل الخیرات شریف کی ابتداء میں امام ابوعبداللہ سید محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ نے ذکر کر دی ہیں۔ دلائل الخیرات دُرود پاک کے ان تمام صیغوں پر مشتمل ہے جو مختلف اسناد سے مروی ہیں اور اس کو اتنا قبولِ عام نصیب ہوا ہے کہ تمام سلاسلِ تصوف میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کو باعثِ سعادت ونجات تصور کیا جاتا ہے۔

برصغیر ہندو پاک کے چاروں مشہور سِلسلوں چشتیہ' قادریہ' سہروردیہ اور نقشبندیہ میں اس وظیفہ کو پابندی سے پڑھا جاتا ہے اور جن اہلِ دل حضرات نے اس کو اپنا معمول بنایا ہے انہیں ان برکات کا ذاتی مشاہدہ ہے جو اس کے طفیل بارگاہِ الٰہی سے انہیں ارزانی ہوتی ہیں۔

آج کل بد باطن فتنہ پَرور نام نہاد اہلحدیث ہر جگہ یہ کہتے ہوئے سُنائی دیتے ہیں کہ یہ اَوراد وَ وظائف بدعتِ سیئہ ہیں' قرآن کریم کی تلاوت سے روکنے کا باعث ہیں۔

آج کل لوگ ویسے بھی خواہشاتِ نفسانی کے اسیر اور لذاتِ دُنیا کے گرویدہ ہونے کے باعث ذکرِ الٰہی سے محروم ہیں۔ ان بے دین و بدعقیدہ افراد کی اِن باتوں نے انہیں ذکرِ الٰہی کے شوق سے یکسر محروم کر دیا ہے۔ اب اُنہیں اس محرومی پر احساسِ ملال بھی نہیں رہا۔ بد مذہبوں کی باتوں نے انہیں مطمئن کر دیا ہے کہ غفلت کی میٹھی نیند کے جو مزے یہ لوٹ رہے ہیں اسی میں اُن کی خیر ہے اسی میں اُن کی بھلائی ہے۔

قرآن کریم کی بے شمار آیات اور نبی کریم ﷺ کے اَن گنت ارشادات جن میں ذکرِ الٰہی کی تلقین کی گئی ہے اور ہمہ وقت اپنے معبود برحق کی تحمید و تمجید کی ترغیب دی گئی ہے درحقیقت بزرگانِ دین کے یہ وظائف واَوراد انہی اوامر کی حسین تعمیل ہیں اور یہ رب العالمین کے ان عاشقانِ باصفا کی کیف انگیز اور شوق آگیں عبارات ہیں جن میں انہوں نے اپنے پاک دِلوں میں اُمڈ کر آنے والی کیفیاتِ محبت کو اپنی پاک زبانوں سے الفاظ کا زیبا لباس پہنایا ہے۔ آپ اِن اوراد میں ایک جملہ کی بھی نشاندہی نہیں کر سکتے جس میں توحیدِ ذاتی اور توحیدِ صفاتی کو بکمالِ بلاغت وفصاحت بیان نہ کیا گیا ہو۔ یہ دِلوں سے نکلے ہوئے ایسے اثر آفرین جملے ہیں کہ غافل سے غافل دِل بھی ان کی تلاوت کے بعد لذتِ ذکر سے سرشار ہو جاتا ہے اور اپنے معبودِ برحق کی یاد میں یوں کھو جاتا ہے کہ دُنیا و مافیہا سے بے نیازی کی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے۔

امام ابوعبداللہ سید محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے تقریباً (۶۳۰) سال قبل کتاب دلائل الخیرات لکھی ہے۔ آپ کے وصال کے ۷۷ سال بعد سلطان ابوالعباس احمد المعروف بہ الاعراج کے دور میں مزار پر گنبد تعمیر کرنے کی غرض سے آپ کا جسدِ خاکی نکالا گیا تو طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وصال سے پہلے آپ نے حجامت بنوائی تھی' اس کا اثر بدستور موجود تھا۔ ایک شخص نے آپ کے چہرے پر اُنگلی رکھی تو اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی' اس جگہ سے خون ہٹ گیا اور جب انگلی اُٹھائی تو پھر اپنی جگہ لوٹ آیا جیسے کہ زندوں میں ہوتا ہے۔ مراکش میں آپ کے مزار اقدس پر عظیم ہیبت وجلالت پائی جاتی ہے۔ لوگ بڑی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں اور دلائل الخیرات پڑھتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بکثرت درود وسلام پیش کرنے کی برکت سے آپ کی قبر انور سے کستوری کی خوشبو آتی ہے۔

کتاب دلائل الخیرات کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن نماز کا وقت ہوگیا' امام جزولی وضو کرنے کے لئے اُٹھے تو کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے کوئی چیز میسر نہ تھی۔ شیخ پریشان تھے کہ کیا کریں؟ اتنے میں ایک بلند مکان سے بچی نے دیکھا تو کہنے لگی: آپ وہی شخصیت ہیں جن کی نیکی کی بڑی تعریف کی جاتی ہے اس کے باوجود آپ پریشان ہیں کہ کنوئیں سے پانی کس چیز کے ذریعہ نکالیں۔ اس لڑکی نے کنوئیں میں تھوک دیا۔ کنوئیں کا پانی اُبل کر باہر آ گیا اور زمین پر بہنے لگا۔ شیخ نے وضو کرنے کے بعد اسے کہا' کہ میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا؟

اُس نے کہا: **بکثرة الصلاة علی من کان اذا مشی فی البر الاقفر تعلقت الوحوش باذیاله صلی الله علیه وسلم** اس ذات اقدس پر کثرت سے درود بھیجنے کی بدولت جو جنگل میں چلتے تو وحشی جانوران کے دامن سے لپٹ جاتے۔ (ﷺ)

یہ سُن کر شیخ نے قسم کھائی کہ میں دربار رسالت میں پیش کرنے کے لئے درود وسلام کی کتاب ضرور لکھوں گا۔ (مطالع المسرات)

مشائخ عظام نہ صرف دلائل الخیرات کو بطور درود پڑھتے رہتے ہیں بلکہ اپنے مشائخ سے باقاعدہ اجازت بھی حاصل کرتے رہے ہیں۔ کتاب دلائل الخیرات کی فضیلت وشرافت کے لئے یہ امر کافی ہے کہ اس کی مقبولیت اورافادیت حیرت انگیز ہے اور بعض عارفین نے اسے حضور سید المرسلین ﷺ سے حاصل کیا ہے۔

دلائل الخیرات کے بارے میں اہلحدیث کیا کہتے ہیں :

دلائل الخیرات صلوٰۃ وسلام کا ایسا مجموعہ ہے جسے دُنیا بھر کے اہلِ محبت بطورِ وظیفہ پڑھتے ہیں' بعض حضرات کو تو اس سے اتنا شغف ہے کہ انہوں نے پوری دلائل الخیرات حفظ کر رکھی ہے نام نہاد اہلحدیث جن کی فطرت ہی اذکار' اَوراد اور وظائف سے روکنا ہے اُن کا الزام ہے کہ مسلمان' کتاب' دلائل الخیرات' کو تلاوتِ قرآن پر مقدم کرتے ہیں :

> 'کتاب دلائل الخیرات' محمد بن سلیمان الجزولی کی تالیف ہے جو اسلامی ممالک میں عموماً اور مسجدوں میں خصوصاً پھیلی ہوئی ہے اسے مسلمان بکثرت پڑھتے ہیں بلکہ بسا اوقات تلاوتِ قرآن پر بھی اسے مقدم کرتے ہیں' خاص طور پر جمعہ کے روز۔ (الصوفیة فی میزان الکتاب والسنة ۵۱/)

اہلحدیث (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ کتاب' دلائل الخیرات' میں شرعی مخالفتیں ہیں :

> 'ایک عقلمند مسلم' دینی معلومات رکھنے والا اگر اس کتاب میں غور کرے تو اس میں بہت بڑی شرعی مخالفتیں پائے گا' (الصوفیة فی میزان الکتاب والسنة ۵۱/)

اہلحدیث (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے مدد طلب کرنا جائز نہیں :

'مقدمہ ص ۱۲ میں مؤلف (صاحبِ دلائل الخیرات) لکھتے ہیں: (اُن کی اعلیٰ ذات سے مدد حاصل کرتے ہوئے) اور اس سے اُن کا مقصود نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے۔
میں کہتا ہوں کہ یہ بات قرآن کریم کے مخالف ہے جو صرف اللہ سے مدد طلب جائز قرار دیتا ہے'۔ (الصوفية فی میزان الکتاب والسنة / ۵۱)

غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں: 'غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے'۔
غیر مقلد محمد بن جمیل زینو لکھتا ہے :
'اللہ تعالیٰ دوسرے کو پُکارنے سے منع کرتا ہے اور اُسے شرک مانتا ہے'
'الصوفية فی میزان الکتاب والسنة'

حضور نبی کریم ﷺ سے مدد طلب کرنے کو نام نہاد اہلحدیث ناجائز اور قرآن کریم کے مخالف بتاتے ہیں لیکن خود غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں بھی غیر اللہ سے مدد مانگنے کے قائل ہیں، وہ خود غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں :

قبلہ دیں مددے

کعبۂ ایمان مددے

ابن قیم مددے

قاضی شوکاں مددے (نفح الطیب / ۴۷)

غیر مقلد وحید الزماں کہتے ہیں:

'غیر اللہ کو ندا کرنا مطلقاً جائز ہے'۔ (ہدیۃ المہدی/۲۳)
'رسول اللہ ﷺ کو یا حضرت علی کو یا کسی ولی کو یہ خیال کرکے ندا کرے کہ اُن کی سماعت عامۃ الناس کی سماعت سے اوسع ہے تو شرک نہیں'۔
(ہدیۃ المہدی/ ۲۵)

نتیجہ: غیر مقلد ثناء اللہ امرتسری' غیر مقلد محمد بن جمیل زینو اور تمام غیر مقلدین کے فتاویٰ اور تحریروں کے مطابق غیر مقلدین کے دو بڑے پیشوا:
نواب صدیق حسن خان اور وحید الزماں مشرک ہیں مشرک ہیں مشرک ہیں۔

قرآنی فیصلہ:

قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ بندوں سے بھی مدد طلب کی جانی چاہیئے:

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ﴾ (المائدہ/۵۵) یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں۔

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ (التوبہ/۷۱)
اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار رہیں۔

﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓئُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (فصلت۔ حٰمٓ/۳۱)
اور ہم تمہارے مددگار رہتے تمہاری دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلَ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾

(تحریم/۴) بے شک اللہ اُن کا مددگار ہے اور جبریل اور مومنین صالحین بھی اُن کے مددگار ہیں اس کے بعد فرشتے بھی اُن کی مدد پر ہیں۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تمہارا بھی مددگار اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے۔ مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالغرض۔۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کرنی چاہئے یہی ایمان والوں کے مددگار ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد اور دوستی' تمام کے مقابلہ میں کافی ہے۔

اسماء النبی ﷺ (عطائی صفات) کے بارے میں غیر مقلدین کہتے ہیں:

'مولف (صاحبِ دلائل الخیرات) نبی اکرم ﷺ کے اسماء شمار کرتے ہیں اور آپ کو ایسی صفات سے موصوف کرتے ہیں جو صرف اللہ کے لئے مناسب ہے'
'رسول اکرم ﷺ کے اسماء جو **دلائل الخیرات**' میں ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں :
(محی' منج' ناصر' غوث' غیاث' صاحب الفرج' کاشف الکرب' شاف)
میں کہتا ہوں کہ یہ اسماء صفات صرف اللہ کے لئے مناسب ہیں۔ زندہ کرنے والا' نجات دینے والا' مددگار' فریاد قبول کرنے والا' شفا بخشنے والا' مصیبتوں کو دُور کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔
'میں کہتا ہوں کہ 'دلائل الخیرات' کے مؤلف نے قرآن کی مخالفت کی ہے'

اور اللہ اور رسول کے اسماء وصفات میں برابر ٹھہرایا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اس سے بری ہیں۔ اگر آپ اسے سُنتے تو کہنے والے پر شرک اکبر کا حکم لگاتے‘
(الصوفية فی میزان الکتاب والسنة / ٥٤)

عقیدۂ اہلِ سُنّت وَ جماعت : اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ‘ ازلی وابدی اور لامحدود ہیں‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات عطائی‘ محدود‘ عارضی اور فنا ہونے والی نہیں ہیں۔ بندوں کو سب کچھ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ دینے والے اور بندے لینے والے ہیں۔ بندوں کے تمام صفات‘ اختیارات‘ ملکیت‘ کمالات‘ طاقت وقوت سب کچھ محدود‘ عارضی‘ باقی نہ رہنے والے اور فنا ہونے والے ہیں۔

جو صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ بندے کی نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ قادر ومختار ہے۔ اللہ تعالیٰ مختار ہونے میں محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار کسی سے عطا نہیں ہوا بلکہ ذاتی ہے اور بندہ مختار ہونے میں محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بعض صفات بندوں کو بھی عطا کرتا ہے جیسے دیکھنا‘ سننا‘ مالک ہونا‘ بادشاہ ہونا‘ غنی کرنا‘ شفاء دینا‘ حاکم ہونا‘ مدد کرنا‘ اور مارنا جلانا۔ اس طرح کی صفات قرآن کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں بندوں کے لئے بھی ثابت ہیں۔
(دیکھیں ہماری کتابیں ’شرح اسماء الحسنٰی‘ اور ’مظہر ذات ذوالجلال‘)

سلطانِ جہاں محبوب خُدا تری شان وشوکت کیا کہنا
ہر شئے پہ لکھا ہے نام تیرا‘ تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا

ظہورِ حق جان کی جان تم ہو
عیاں سب میں خدا کی شان تم ہو

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ ۔ نام نہاد اہلحدیث کو پسند نہیں :

' (مؤلف دلائل الخیرات) ذکر کرتے ہیں (**اللھم صل علیٰ کاشف الغمة ومجلی الظلمة ومؤلَی النِّعمة ومؤتی الرحمة**) اے اللہ تو اس ذات پر درود بھیج جو غم وتکلیف کو دُور کرنے والے' تاریکیوں کو روشن کرنے والے' نعمتیں عطا کرنے والے' اور رحمت لانے والے ہیں) یہ مبالغہ آمیزی ہے جسے اسلام ناپسند کرتا ہے۔ (حقیقت صوفیہ/۶۱)

کاشف الغمة یعنی غم کو دور اور زائل کرنے والی ہستی۔ حضور اکرم ﷺ کا غموں کو دور کرنا اور دُنیا وآخرت میں تکلیفوں سے رہائی عطا فرمانا واضح اور معلوم ہے۔آپ کی شفاعت' آپ کی ذات کا وسیلہ پکڑنے' آپ کی پناہ میں ہونے' آپ کے حرم میں قیام پذیر ہونے' آپ کی سُنّت کی پیروی' آپ کے رشتہ داروں اور اہل بیت کی محبت سے' اور اس سلسلے میں قیامت کے میدانوں میں آپ کی شفاعت کافی ہوگی۔

مجلی الظلمة اندھیرے کو ختم اور زائل کرنے والی ذات۔ اس جگہ کفر' شرک' بدعات' بدعقیدگی' حیرت' اشتباہ اور غم اور ایسی ہی دوسری چیزیں مراد ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضور انور ﷺ ان سب تاریکیوں اور ظلمات کو ختم فرمانے والے ہیں۔

مؤلَی النِّعمة محسن کا وہ احسان جس کے لائق یہ ہے کہ اس سے سرور اور سکون حاصل کیا جائے۔ نعمت کا معنی احسان اور عطیہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی عطا کی ہوئی دینی اور دُنیاوی نعمتیں محتاج بیان نہیں۔آپ کا سب سے بڑا احسان' نعمت ایمان اور طبقاتِ جہنم سے بچانا ہے۔ یہ نعمت آپ ہی کے ہاتھوں اور آپ ہی کی دُعا سے حاصل ہوئی۔جس نے بھی کامیابی اور ہدایت پائی'

آپ ہی کے واسطے اور آپ ہی کی رحمت کے طفیل پائی۔ مختصر یہ کہ مخلوق کو ہر نعمت آپ ہی کے واسطے سے ملی' لہذا آپ ہی ہر نعمت کے عطا فرمانے اور تقسیم فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ آپ پر کثرت سے رحمت وسلامتی نازل فرمائے۔

مؤتی الرحمة رحمت کا دینے والا۔ وہ ذات جسے رحمت دی گئی۔ بلا شبہ عالمِ وجود میں آنے والی ہر نعمت حضور ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔ آپ سراپا رحمت ہیں' آپ کا وجود رحمت ہے اور جسے بھی رحمت ملی' آپ ہی کے ہاتھوں اور آپ ہی کے واسطے سے ملی۔

امام اہل سُنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لا ورب العرش 'جس کو جو ملا اُن سے ملا   بٹتی ہے کونین میں رحمت رسول اللہ کی

اگر قرآن کریم کو بنظر ایمان دیکھا جائے تو اس میں اول سے آخیر تک نعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب ﷺ کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

امام الانبیاء والمرسلین حضور نبی مکرم ﷺ کی عظمت وجلالت اور رفعت شان کا بیان طاقت انسانی سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے حبیب کریم ﷺ کو جن جلیل القدر خطابات سے سرفراز فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں:

'ہدایت دینے والا (ہادیٔ عالم اور مزکّی کائنات' معلم کتاب وحکمت)' دین حق کا علمبردار' غیب کی خبریں بتانے والا' حاظر وناظر خوش خبری دینے والا' ڈر سُنانے والا' داعی (دین کی دعوت دینے والا)' چمکانے والا چراغ' اُمت کا غمخوار' اُمت کی بھلائی کا بہت ہی خواہشمند' مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا' اَول' آخر' ظاہر' باطن' ہر چیز کو خوب جاننے والا' روشن نور' واضح دلیل۔ سارے جہانوں کے لئے سراپا رحمت'

﴿**هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا** ۟﴾ (الفتح / ۲۸) وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسُول کو

(کتابِ) ہدایت اور دینِ حق دے کر تا کہ غالب کر دے اُسے تمام دینوں پر' اور (رسول کی صداقت پر) اللہ کی گواہی کافی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (الاحزاب/۴۶) اے غیب کی خبریں بتانے والے بیشک ہم نے تم کو بھیجا حاظر و ناظر خوش خبری دیتا اور ڈر سُنا تا اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بُلانے والا اور چمکانے والا چراغ۔ (کنزالایمان)

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ/ ۱۲۸) بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے' گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا' بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا' مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَالنَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ﴾ (سبا/ ۲۸) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے۔

﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (الحدید/۳) وہی اُول' وہی آخر' وہی ظاہر' وہی باطن' اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدراج النبوت کے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ یہ آیت کریمہ حمد الٰہی بھی ہے اور نعت مصطفیٰ ﷺ بھی۔ یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی اور حضور ﷺ کی عطائی ہیں)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۘ﴾ (النساء/۱۷۴) اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نُور اُتارا۔

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ (المائدہ/ ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء/ ۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو' مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

رسول اللہ ﷺ کی عظمت میں بیان کردہ صفات پر اعتراض:

حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت وفضیلت کا انکار نام نہاد اہلحدیث کی فطرت ہے شرک کی عینک سے دیکھتے ہوئے کہتے ہیں:

> '(دلائل الخیرات میں) رسول اللہ ﷺ کی ایسی جھوٹی شرکیہ صفات بیان کی ہیں جس سے عمل باطل ہو جاتا ہے **(اللهم صل على من تفتقت من نوره الازهار ؕ واخضرت من بقية ماء وضوئه الاشجار)** اے اللہ تو اس ہستی پر دُرود بھیج جس کے نور سے پھول کھل اُٹھے' اور جس کے وضو کے بقیہ پانی سے درخت سرسبز وشاداب ہو گئے)۔
>
> جب کہ اللہ ہی کی وہ ذات ہے جس نے درختوں کو پیدا کیا' اس میں پھول کھلائے' اور اسے سرسبزی بخشی۔ **(الصوفية فى ميزان الكتاب والسنة /۵۷)**

حضور نبی کریم ﷺ کے نور کی برکت سے وہ شگوفے عالمِ وجود میں آئے جن کی شان یہ ہے کہ اُن کے غلاف کھل جاتے ہیں یعنی حضور ﷺ کے نور سے شگوفے پیدا ہوئے کہ حضور ﷺ کا نور اصلِ کائنات ہے۔ خاص طور پر شگوفوں اور پھولوں کا ذکر اُن کے حُسن رنگ اور خوشبو کی بنا پر کیا گیا ہے اور اس لئے کہ ان میں جنّت کی خوشبو کی ایک جھلک ہے۔ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب 'مدارج النبوت' میں

فرماتے ہیں کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پسینہ مبارک سے گلاب کا پھول پیدا ہوا ہے۔ایک اور جگہ مروی ہے آپ نے فرمایا گل سفید یعنی چنبیلی میرے پسینے سے شبِ معراج پیدا ہوئی۔گلِ سرخ یعنی گلاب جبریل کے پسینہ سے اور گل زَرد یعنی چمپا براق کے پسینہ سے۔ نیز مروی ہے کہ فرمایا معراج سے واپسی پر میرے پسینہ کا قطرہ زمین پر گرا تو اس سے گلاب کی روئیدگی ہوئی' جو کوئی میری خوشبو سونگھنا چاہے وہ گلاب کو سونگھے۔ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب میرے پسینے کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین ہنسی اور گلاب کے پھول کو اُگایا۔ (مدارج النبوت)

مواہب لدنیہ میں ابوالفرح نہروانی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ان حدیثوں میں جو کچھ آیا ہے وہ نبی مختار ﷺ کے دریائے فضل وکرم کا ایک قطرہ ہے اور ان کثرت میں سے بہت تھوڑا ہے جن سے پروردگار نے اپنے حبیب کو مکرم فرمایا۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کو پسینہ آتا تو پسینہ کے قطرے چہرہ مبارک سے موتیوں کی طرح گرتے جو کستوری سے زیادہ خوشبو دار ہوتے (خصائص الکبریٰ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کبھی کبھی دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لا کر آرام فرماتے۔ جب آپ سو جاتے تو آپ کو پسینہ آجاتا اور میری والدہ پسینہ مبارک کی بوندوں کو شیشی میں جمع کر لیتیں۔ ایک دن حضور ﷺ نے ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا' اے ام سلیم ! یہ کیا کرتی ہو؟ انھوں نے عرض کیا' یہ حضور کا پسینہ ہے۔ہم اسے عطر میں ملالیں گے اور یہ تو سب عطروں اور خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبو دار ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی' یارسول اللہ! مجھے اپنی بیٹی کا نکاح

کرنا ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں ہے۔آپ کچھ خوشبو عنایت فرما دیں۔ فرمایا کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے آنا۔ دوسرے روز وہ شخص شیشی لے آیا۔ حضور سید الکونین ﷺ نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں پسینہ ڈالنا شروع کیا' یہاںتک کہ وہ بھر گئی۔ پھر فرمایا کہ اسے لے جا اور بیٹی سے کہہ دینا کہ اس میں سے لگا لیا کرے۔۔پس جب وہ آپ کے پسینہ مبارک کو لگاتی تو تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی۔ یہاں تک کہ ان کے گھر کا نام **بیت المطیبین** (خوشبو والوں کا گھر مشہور ہوگیا)۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ

مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

(☆) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز لوگوں کو پیاس لگی۔ حضور ﷺ کے پاس ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی جس سے آپ نے وضو فرمایا۔لوگ آپ کے اردگرد جمع ہوگئے۔آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا؟ عرض گزار ہوئے' ہمارے پاس وضو کے لئے پانی نہیں ہے۔بس یہی پانی ہے جو آپ کے حضور رکھا ہوا ہے۔ پس آپ نے اپنا دست مبارک چھاگل میں ڈالا۔ **فجعل الماء یثور بین اصابعه کامثال العیون**۔ تو پانی آپ کی انگشت ہائے مبارک سے اُبل پڑا جیسے چشمے۔ پس ہم نے خوب پیا اور وضو کیا۔ اگر ہم اس وقت لاکھ ہوتے تب بھی پانی سب کے لئے کافی ہوتا لیکن **کنا خمس عشرة مائة** ہم پندرہ سو تھے۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ وا

ایک پیالہ پانی میں یہ انگلیاں رکھ دی گئیں تو ہر انگلی سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ انگلی شریف کے اشارہ سے چودھویں رات کا چاند چر گیا انگلی شریف کے اشارہ سے ہی ڈوبا ہوا سورج واپس ہوا۔

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لئے

نام نہاد اہلحدیث اس دُنیا میں ایمان کی لذت سے محروم ہیں ...... اُن کا حضور رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے کوئی ایمانی، قلبی اور رسمی رشتہ نہیں ہے۔

صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ اپنے دل میں تعظیم رسول کا جذبہ بیدار کرے ورنہ ہر چیز بے معنٰی ہو جائے گی۔ صحابہ عظام علیہم الرضوان کے نزدیک یہ جذبہ بہت ہی اہمیت کا حامل تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا آپ نے نظّارہ کیا۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو حق پر قائم رکھے اور جمہور علماء واُمت کے دامن سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ابن تیمیہ، ابن جوزی، قاضی شوکانی، ابن قیم، ابن عبدالوہاب نجدی، ناصر البانی .... اور اُن کی پیروی کرنے والے نام نہاد اہلحدیث کے فتنے سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلائے اور دُشمنانِ اسلام کے فریب سے بچائے۔ ہر مسلمان کو دِیدۂ بینا اور عقلِ سلیم عطا فرمائے کہ وہ جلتے ہوئے چراغوں کو نہ بجھائے بلکہ بجھے ہوئے چراغوں کو روشن کرے۔ اندھیروں میں اُجالا کرے۔ اُجالوں کو اور بالا کرے۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دِل بھی چمکا دے، چمکانے والے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِیْن
وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْن